تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

کامل دو حصے

شارح حصۂ اول

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

شارح حصۂ ثانی

مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

ناشر

جامعۃ القراءات، کفلیتہ

قال اللہ تعالی : ﴿خَلَقَ الانْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا))

يَا طَالِبًا عِلْمَ الْبَلَاغَةِ اِنَّهُ تَاجُ الْعُلُوْمِ وَ حِلْيَةُ الْاَقْوَالِ
يُعْطِيْكَ مِنْ سِحْرِ الْبَيَانِ فَصَاحَةً وَمِنَ الْبَدِيْعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ
وَاِذَا جَلَسْتَ بِمَجْلِسٍ مُتَكَلِّمًا جَاءَ الْكَلَامُ مُطَابِقًا لِّلْحَالِ

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

حصۂ اول

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

تصحیح و مقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

قال اللہ تعالی : ﴿خَلَقَ الانْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا))

يَا طَالِبًا عِلْمَ الْبَلَاغَةِ اِنَّهُ تَاجُ الْعُلُوْمِ وَ حِلْيَةُ الْاَقْوَالِ
يُعْطِيْكَ مِنْ سِحْرِ الْبَيَانِ فَصَاحَةً وَمِنَ الْبَدِيْعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ
وَاِذَا جَلَسْتَ بِمَجْلِسٍ مُتَكَلِّمًا جَاءَ الْكَلَامُ مُطَابِقًا لِّلْحَالِ

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

شارح حصۂ ثانی

مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

فہرست مضامین

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء حصہ اول

دیباچہ ۱۶
تقریظ از: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہم ۲۰
تقریظ از: حضرت مولانا ایوب بندالہی مدظلہم ۲۳
تأثر وتشکر از: حضرت مولانا یوسف ماما صاحب کفلیتوی مدظلہم ۲۵
مقدمہ از: شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم ۲۷
فصاحت وبلاغت ۲۷
کچھ سفینۃ البلغاء کے بارے میں ۳۱
کچھ اس شرح کے متعلق ۳۲
فاتحة الكتاب ۳۴
تمهيد ۳۶
مقدمة فى الفصاحة والبلاغة ۴۱
فصل فى الفصاحة ۴۱
مبحث فى فصاحة المفرد ۴۱
مبحث فى فصاحة المركب ۴۴
اسئلة ۴۹
تمرين ۵۰
ماالمخل بالفصاحة فيما يأتى ۵۲

فصل فی البلاغة................................	۵۶
مبحث فی مراتب البلاغة................................	۵۸
اسئلة................................	۶۰
تمرین................................	۶۱
علم المعانی	۶۶
الباب الاول فی الخبر والانشاء................................	۶۶
فائدتان................................	۶۸
تمرین................................	۷۰
فصل فی الخبر................................	۷۲
اسئلة................................	۷۵
تمرین اول................................	۷۶
تمرین ثانی................................	۷۷
مبحث فی اضرب الخبر................................	۷۹
فائدة................................	۸۰
اسئلة................................	۸۱
تمرین................................	۸۱
فصل فی الانشاء................................	۸۳
مبحث فی الامر................................	۸۴
فائدة................................	۸۷

اسئلة..	٨٧
تمرین اول..	٨٨
تمرین ثان..	٩٠
مبحث فی النهی..	٩١
فائدة..	٩٣
مبحث فی التمنی والترجی..	٩٣
فائدة..	٩٦
اسئلة..	٩٦
تمرین اول..	٩٧
تمرین ثان..	٩٨
مبحث فی الاستفهام وادواته..	١٠١
فوائد..	١٠٤
فائدة..	١١٠
اسئلة..	١١١
تمرین اول..	١١٢
تمرین ثان..	١١٣
مبحث فی النداء	١١٦
فائدة..	١١٧
اسئلة..	١١٩

تمرین..	۱۱۹
مبحث فی الانشاء غیر الطلبی............................	۱۲۲
فائدة..	۱۲۳
اسئلة..	۱۲۴
تمرین..	۱۲۴
الباب الثانی فی الذکر والحذف............................	۱۲۷
فصل فی الذکر......................................	۱۲۷
تمرین..	۱۳۱
فصل فی الحذف......................................	۱۳۳
دواعی حذف المسند الیه............................	۱۳۳
ومن دواعی حذف المسند............................	۱۳۵
ومن دواعی حذف المفوعل به............................	۱۳۶
اسئلة..	۱۳۷
تمرین..	۱۳۸
الباب الثالث فی التقدیم والتأخیر............................	۱۴۲
فائدة..	۱۴۴
من دواعی تقدیم المسند الیه............................	۱۴۴
تنبیه..	۱۴۶
مبحث فی ترتیب الفعل ومعمولا ته............................	۱۴۷

اسئلة..	۱۴۹
تمرين..	۱۵۰
الباب الرابع فى التعريف والتنكير..................	۱۵۴
اسئلة..	۱۵۸
تمرين..	۱۵۸
الباب الخامس فى الاطلاق والتقييد.................	۱۶۲
اسئلة..	۱۵۸
تنبيه..	۱۶۶
تمرين..	۱۶۶
خلاصۂ تقسیم قصر..................................	۱۷۱
الباب السادس فى القصر............................	۱۷۵
فائدة..	۱۷۶
فوائد..	۱۷۹
اسئلة..	۱۸۲
تمرين..	۱۸۲
الباب السابع فى الوصل والفصل......................	۱۸۷
فصل فى الوصل.....................................	۱۸۷
فصل فى الفصل.....................................	۱۸۹
اسئلة..	۱۹۲

تمرین	۱۹۳
الباب الثامن فی الایجاز والاطناب والمساواۃ........................	۱۹۶
فصل فی المساواۃ........................	۱۹۶
فصل فی الایجاز........................	۱۹۷
الایجاز قسمان........................	۱۹۸
فصل فی الاطناب........................	۱۹۹
مبحث فی اقسام الاطناب	۲۰۱
فائدۃ........................	۲۰۵
اسئلۃ........................	۲۰۶
تمارین........................	۲۰۷
تتمۃ (خاتمۃ فی اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاھر)........	۲۱۲
اسئلۃ........................	۲۱۵
تمرین........................	۲۱۵
فہرست کتب جن سے پیش نظر شرح میں استفادہ کیا گیا........................	۲۱۸
تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء.جزء ثانی........................	۲۱۹
علم البیان........................	۲۲۰
الباب الاول فی التشبیہ........................	۲۲۰
المبحث الاول فی ارکان التشبیہ........................	۲۲۲
تمرین........................	۲۲۴

المبحث الثانی فی اقسام التشبیه............	۲۲۸
تمرین	۲۳۳
المبحث الثالث فی الغرض من التشبیه............	۲۳۷
فائدة............	۲۴۰
اسئلة............	۲۴۱
تمرین اول............	۲۴۳
تمرین ثان............	۲۴۷
الباب الثالث فی المجاز	۲۵۰
فصل فی المجاز اللغوی............	۲۵۱
مبحث فی الاستعارة............	۲۵۱
تنقسم باعتبار اللفظ المستعار............	۲۵۴
تنقسم باعتبار ذکر الملائم وعدمه............	۲۵۵
تنبیه............	۲۵۶
فائدة............	۲۵۶
اسئلة............	۲۵۸
تمرین اول............	۲۵۹
تمرین ثان............	۲۶۲
مبحث فی المجاز المرسل............	۲۶۶
فائدة............	۲۶۸

اسئلة..	۲٦۹
تمرين..	۲٦۹
مبحث فى المجاز المركب..	۲۷۵
اسئلة..	۲۷۷
تمرين	۲۷۸
مبحث فى المجاز العقلى..	۲۸۳
اسئلة..	۲۸٦
تمرين..	۲۸۷
الباب الثالث فى الكناية..	۲۹۰
وينقسم باعتبار الوسائط الى ثلا ثة اقسام..	۲۹۵
اسئلة..	۲۹۷
تمرين المعنوية..	۲۹۷
تمرين عام..	۳۰۱
علم البديع..	۳۰۵
الباب الاول فى المحسنات المعنوية..	۳۰٦
التورية..	۳۰٦
الطباق..	۳۰۷
المقابلة..	۳۰۸
فوائد..	۳۰۸

مراعاة النظير..	۳۱۰
الاستخدام..	۳۱۰
الجمع..	۳۱۲
التفريق..	۳۱۲
التقسيم	۳۱۳
تنبيه..	۳۱۵
الطى والنشر..	۳۱۵
الايضاح..	۳۱۶
تاكيد المدح بما يشبه الذم..	۳۱۶
تنبيه..	۳۱۸
حسن التعليل..	۳۱۹
ائتلاف اللفظ مع المعنى..	۳۱۹
اسلوب الحكيم..	۳۲۱
اسئلة..	۳۲۳
تمرين	۳۲۴
الالتفات..	۳۳۰
تجاهل العارف..	۳۳۱
ارسال المثل..	۳۳۲
المبالغة..	۳۳۳

التبليغ	۳۳۴
الاغراق	۳۳۴
الغلو	۳۳۵
التلميح	۳۳۶
النزاهة	۳۳۸
الباب الثانی فی المحسنات اللفظية	۳۳۹
الجناس	۳۳۹
السجع	۳۴۰
الاقتباس	۳۴۱
فائدة	۳۴۲
الحل	۳۴۳
التضمين	۳۴۴
سرقات الکلام	۳۵۰
خاتمة	۳۵۰
حسن الابتداء	۳۵۱
حسن التخلص	۳۵۲
حسن الانتهاء	۳۵۳
اسئلة	۳۵۴
تمرين	۳۵۷

تنبیهات	۳۵۸
تشابه الاطراف	۳۵۹
التشریع	۳۶۰
العكس	۳۶۱
الترديد	۳۶۲
التكرار	۳۶۲
مالايسحيل بالانعكاس	۳۶۲
الترتيب	۳۶۳
التعديد	۳۶۴
التوزيع	۳۶۵
الالتزام	۳۶۶
الحذف	۳۶۶
خلاصة سفينة البلغاء	۳۶۸
باب اول خبر وانشاء	۳۶۸
انشاء	۳۶۹
انشاء غير طلبی	۳۷۰
باب دوم: ذکر وحذف	۳۷۱
باب سوم: تقدیم وتأخیر	۳۷۲
فعل اور اس کے معمولات کے درمیان ترتیب	۳۷۲

باب چہارم تعریف و تنکیر	۳۷۲
باب پنجم اطلاق وتقیید	۳۷۳
باب ہفتم فصل ووصل	۳۷۴
باب ہشتم مساوات، ایجاز، اطناب	۳۷۵
علم البیان	۳۷۵
باب دوم مجاز	۳۷۶
باب سوم کنایه	۳۷۷
علم البدیع	۳۷۷
اقسام بدیع	۳۷۷
اقسام محسنات معنویہ	
اقسام محسنات لفظیہ	۳۷۸
خاتمة	۳۷۸
رسالہ ''سفینۃ البلغاء'' پر ایک تبصرہ کا احتساب	۳۷۹
پیش لفظ	۳۸۰
''سفینۃ البلغاء'' پر ایک تبصرہ	۳۸۱
تأثرات بر تبصرہ۔ از: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم	۳۸۷
انتباہ	۳۹۲
احتساب	۳۹۳
راقم کا مختصر عریضہ	۴۱۰
''تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء'' پر ماہنامہ ''ریاض الجنہ'' کا تبصرہ	۴۱۴

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان، والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد رسول الانس والجان، وعلی آلہ واصحابہ ذوی الجود والاحسان، امابعد :

ایک نا قابل ذکر واقعہ نے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ ’’سفینۃ البلغاء ‘‘ کے اشعار و تمارین کو کسی ایسے استاذ سے حل کرنا چاہئے جن کو علوم بلاغت وفصاحت سے مناسبت کے ساتھ اس کتاب کے پڑھانے کا موقع بھی ملا ہو۔ اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں استاذ محترم حضرت مولانا ایوب بندالٰہی صاحب سورتی دامت برکاتہم (خلیفۂ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ وناظم وبانی مجلس دعوۃ الحق برطانیہ) کی شخصیت معلوم ہوئی، جن سے مجھے ’’مشکوۃ شریف‘‘ جلد اول اور ’’جلالین‘‘ جلد ثانی اور ’’ہدایہ رابع‘‘ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوچکی تھی۔ مولانا سے درخواست کی، موصوف نے از راہ محبت یہ درخواست منظور فرمائی اور ہفتہ میں دو دن شام کا وقت طے فرمادیا۔ چنانچہ راقم نے رفیق درس مولانا محمد صادق صاحب اور رفیق محترم مولانا محمد اعجاز صاحب کی معیت میں یہ سلسلہ شروع کیا، مگر چند ہی ہفتے گذرے تھے کہ یہ تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

میرا معمول یہ تھا کہ جتنا سبق پڑھتا گھر آکر اس کو لکھ لیتا اور مولانا سے اس کی اصلاح کرالیتا۔ اس طرح ’’سفینۃ البلغاء ‘‘ کے تقریباً پندرہ صفحات پر کچھ کام ہوگیا۔ بعد میں مولانا کی گوناگوں مصروفیات سے یہ سلسلہ تو منقطع ہوگیا، مگر میں کچھ وقت نکال کر کام کرتا رہا۔ یکا یک ایک دن یہ خیال آیا کہ جن سے میں نے زمانہ طالب علمی میں ’’سفینۃ البلغاء‘‘

پڑھی ہے، یعنی استاذ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم (مرتب تاریخ جامعہ ڈابھیل، وشیخ الحدیث مدرسہ آزادویل، جنوبی افریقہ، جن کی تبحر علمی اور ہر فن میں خداداد صلاحیت وقابلیت سے میں بہت متاثر تھا اور ہوں) سے اصلاح کرالی جائے تو مناسب ہے۔

یہ خیال آتے ہی میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں تیار شدہ مواد مع ایک خط کے ارسال کردیا اور اصلاح کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے بطیّب خاطر میری درخواست کو منظور فرمالیا اور مختصر وقت میں مسودہ اصلاح فرما کر ارسال فرمادیا۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ میں چند اوراق بھیجتا رہا اور حضرت مولانا اصلاح فرما کر روانہ فرمادیتے۔ ہوتے ہوتے ''سفینۃ البلغاء'' کے ۸۶ صفحات تیار ہوگئے۔ اور علم المعانی تک شرح کا کام مکمل ہوگیا

اب علم بیان شروع کرنا تھا، مگر دوسرے ضروری کاموں نے اس کام کے تکمیل کی اجازت نہ دی۔ اس لئے حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہم سے درخواست کی بقیہ کام کو آپ مکمل فرمادیں۔ مولانا نے منظور فرما کر شرح کو مکمل کردیا۔ وہ مسودہ بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کی خدمت میں ارسال کردیا گیا۔ موصوف نے اس پر بھی نظر ثانی فرمالی۔ اس طرح ''سفینۃ البلغاء'' جو ایک سے زائد اشخاص کی تالیف ہے اس طرح اس کی شرح بھی ایک سے زائد حضرات کی محنت وتوجہ کے بعد تکمیل تک پہنچی۔

اس کو ''تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء'' کے نام سے موسوم کرتا ہوں اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ''علم بیان'' تک جزء اول اور ''علم بیان'' سے آخر تک جزء ثانی۔

آخر میں راقم سطور اپنے شفیق استاذ مخدومی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

دامت برکاتہم کا صمیم قلب سے شکر گذار ہے کہ موصوف نے نہ صرف کتاب کے مسودہ کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا، بلکہ اغلاط کی اصلاح بھی فرمائی، نیز راقم کی درخواست پر اس پر ایک وقیع مقدمہ بھی سپرد قلم کیا۔

اسی طرح مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم (سابق رئیس فلاح دارین ترکیسر) واستاذ مخترم حضرت مولانا ایوب صاحب بندالہی دامت برکاتہم کا بھی ممنون ہوں کہ ہر دو حضرات نے گراں قدر اور حوصلہ افزا تقریظ تحریر فرما کر ہمت افزائی فرمائی۔

شرح کی طباعت کے بعد کئی حضرات کی خدمت میں راقم نے اس کا نسخہ ہدیۃً ارسال کیا، مگر سوائے حضرت مولانا یوسف پٹیل ماما صاحب کفلیتوی دامت برکاتہم و چند گنے چنے احباب کے نہ کسی نے وصولی کی اطلاع دینے کی زحمت گوارہ فرمائی نہ زبانی یا تحریری شکریہ کا اخلاق فریضہ نبھایا۔ موصوف کا وہ گرامی نامہ بھی شامل اشاعت کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

مجھے اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے، یوں تو کسی بھی علم وفن میں کچھ نہیں آتا اور بالخصوص یہ فنون عالیہ سے تو بالکل محروم ہوں۔ چند کتابوں کی مدد اور بڑوں کی حوصلہ افزائی اور کچھ اپنی ہمت سے یہ کام ہو گیا۔

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود　　　مرد باید کہ ہراساں نہ شود

فن فصاحت و بلاغت کے اصول وقواعد سے ناواقفیت کی بناء پر بہت ممکن ہے کہ ترجمہ یا تشریح اور حل تمارین میں فروگذاشت ہوگئی ہوں، اگر چہ پوری شرح کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ملاحظہ فرمایا ہے (البتہ امسال ''سفینۃ البلغاء'' پڑھانے کے

دوران بعض باتیں حاشیہ میں بڑھائی گئی ہیں، اس پر حضرت مولانا سے میں اصلاح نہیں کرا سکا ہوں) تاہم جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں وہ اس ناکارہ کی طرف منسوب ہوگی اور اسی کی ہیں۔

راقم نے مطلب کی توضیح وتشریح میں اپنی طاقت بھر کوشش کی ہے، مگر بشر ہوں اگر کوئی بات رہ گئی ہو یا کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے تو ارباب نظر سے امید ہے کہ بجائے حرف گیری کرنے کے۔

بقدر وسع در اصلاح کوشند اگر اصلاح نتوانند پوشند

فرحم الله امرأ نظر بعین الانصاف الیه ووقف فیه علی خطاء فاطلعنی علیه

حمدت الله ربی اذ هدانی لما ابدیت مع عجزی و ضعفی

فمن لی بالخطاء فارد عنه ومن لی بالقبول ولو بحرف

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری (برطانیہ)

۲۰؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۸؍اگست ۱۹۹۴ء

بروز یکشنبہ

....

تشکر:......"تحفۃ الطلباء" کی پروف واصلاح میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب مدظلہ (مقیم راچڈیل) نے از حد تعاون فرمایا، راقم ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہے، اللہ تعالی انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ مرتب

تقریظ

از: مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
سابق رئیس فلاح دارین، ترکیسر، ضلع سورت

بسم الله الرحمن الرحيم

قرآن مجید کے معانی سمجھنے اوراس کے مطالب کوصحیح طور پر اخذ کرنے کے لئے بہت سے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔جس میں صرف، نحو، لغت اورعلم معانی، بیان و بدیع (جن کوعلوم بلاغت کہا جاتا ہے) کا جاننا تو نہایت ہی اہم ضرورت ہے۔خصوصا قرآن مجید کا وہ اعجاز جس کا تعلق نظم و عبارت کے ساتھ ہے،علم بلاغت کے بغیر سمجھا ہی نہیں جاسکتا۔

اسی لئے علامہ سیبویہ (م۱۸۰ھ) سے لے کر آج تک سینکڑوں علماء اپنی اپنی کتابوں میں اس فن کے اصول وقواعد پر بحث کرتے رہے ہیں۔ علامہ سیبویہ سے لے کر علامہ سکا کی کے دورتک یہ فن باقاعدہ مرتب و منظم نہیں تھا۔

مگر جب علامہ سکا کی (م۶۲۶ھ) نے ''مفتاح'' لکھی تو اس کے فن ثالث میں علوم بلاغت کے قواعد کو مرتب فرمایا۔اس کتاب کوقبول عام ہونے کی وجہ سے متعدد علماء نے اس کی شرحیں لکھیں اور بلاد اسلامیہ میں فن بلاغت کے لئے اسی کو مرجع سمجھا گیا۔

پھر علامہ جلال الدین قزوینی رحمہ اللہ (م۷۳۹) نے اس کی تلخیص فرمائی، جو سالہا سال تک درس میں شامل رہی۔صاحب تاریخ البلاغۃ تحریر فرماتے ہیں:

''وهو متن مشهور طويل جدًا، نال شهرة واسعة واصبح من اروج المختصرات وعنى بشرحه الجم الغفير من المشارقة والترک والمصريون

فی کل العصور واقبل علیه الناس والعلماء قراءۃً وتدریسا''۔

(احادیث فی تاریخ البلاغۃ ص ۷۸)

تلخیص کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جس میں مختصر و مطول اور پھر ان کی شروحات وحواشی' ہمارے برصغیر کے مدارس میں درس میں شامل رہیں، مگر جب طلباء میں علمی استعداد کمزور ہونے لگی تو ان کتابوں کا منطقی طرز استدلال اور فلسفیانہ بحثیں ثقیل معلوم ہونے لگیں اور ایسی کتابوں کی جستجو شروع ہوئی' جو فن کے مسائل کو آسان طرز پر لکھ کر مثالوں سے تطبیق کرادے۔

ادھر مصر و شام اور لبنان میں برطانوی و فرانسی انقلاب کے بعد جدید طرز کے مدارس کھلے اور عربی ادب وصرف اور بلاغت کی تعلیم کے لئے ان قدیم کتابوں کی بجائے جدید کتابیں تیار ہونے لگیں تو طلباء و علماء کا رجحان ان کتابوں کی طرف بڑھنے لگا۔

ان جدید کتابوں میں علی جازم اور مصطفیٰ امین کی ''البلاغۃ الواضحۃ'' اور بعض اساتذہ کی ''سفینۃ البلغاء'' نامی کتاب برصغیر کے مدارس میں بھی درس میں شامل ہو کر مقبول عام ہوئیں، مگر ان کتابوں میں بہت سے عربی محاورات اور اشعار تمرین کے لئے پیش کئے گئے ہیں، جن کا سمجھنا ہمارے ہندو پاک کے عربی چہارم و پنجم کے طلباء کے لئے مشکل تھا، اور عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ان کتابوں کی تفہیم کے لئے آسان اردو شرح ہونی چاہئے، کیونکہ بعض مدارس میں اسی دشواری کے سبب تمرینات کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کے سبب ان کتابوں کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔

جولائی ۱۹۹۴ء میں راقم الحروف کا برطانیہ کا سفر ہوا تو عزیزم مولوی مرغوب احمد لاجپوری سلمہ نے ''سفینۃ البلغاء'' کی اردو شرح کا مسودہ پیش کیا، اس کو مختلف جگہوں سے

دیکھا اور محسوس ہوا کہ ترجمہ اور شرح سے کتاب کے مطالب آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں، اور انشاء اللہ اب طلباء کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں ہوگا۔

اس شرح میں حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کی محنتیں بھی شامل حال رہی ہیں، موصوف ایک جید الاستعداد عالم ہیں، جن کو درس وتدریس کا اچھا تجربہ ہے۔

اورعزیزم مولانا مرغوب احمد صاحب سلمہ لاجپور ضلع سورت کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور پاکیزہ ذوق رکھنے والے نوجوان عالم ہیں۔موصوف کے جدامجد حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس خاندان کا علمی فیض اب ''مرغوب ثانی'' کے ذریعہ عام ہوگا۔اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکت عطا فرماوے، اور مدارس عربیہ کے طلباء کو نفع پہنچائے، اور عزیز موصوف کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے، آمین۔ھذا ما عندی و اللہ اعلم بالصواب

احقر عبد اللہ غفرلہ کاپودروی

نزیل بولٹن......یو کے

۱۱رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۱رجولائی ۱۹۹۴ء

تقریظ

از: حضرت مولانا ایوب بندالٰہی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر کے مدارس عربیہ میں عام طور سے درس نظامی پڑھایا جاتا ہے، اور اس میں پڑھائی جانے والی کتب کی شروح وتعلیقات اس کثرت سے ہوگئیں کہ متوسط الاستعداد نو فارغ و فاضل کو بھی اگر کوئی کتاب پڑھانے کو دے دی جائے تو وہ اسے محنت ومطالعہ سے حل کرلیتا تھا۔

لیکن جب سے افادیت یا تسہیل کے پیش نظر مصر وعرب کی جدید تالیفات درس نظامی میں داخل کی گئیں تو ہمارے اساتذہ کو پڑھانے میں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں تمرینات وامثلہ بکثرت ہیں اور وہ کتب لغت اور دواوین ادب سے چن چن کر جمع کی گئی ہیں۔

ادھر برصغیر کے مدارس عربیہ کے کتب خانوں میں عام طور سے لغت وادب کی بڑی بڑی کتابیں خود ہی ناپید ہوتی ہیں، پھر ایک ایک مدرس کو چھ چھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ مختلف فنون کی کتابیں پڑھانی پڑتی ہیں، اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ ان مثالوں اور تمرینات کو اصل ماخذ ومصادر سے تلاش کر کے سمجھنے کی کوشش کرے۔

انہی کتب میں ''سفینۃ البلغاء''علم بلاغت میں ایک جدید مصری تالیف ہے جو انتہائی سہل انداز میں ترتیب دی گئی ہے۔ ہر باب میں چند اصول وقواعد بتا کر اس کی تمرینات در تمرینات دی ہیں، اس سے طالب علم کو بڑا نفع ہوتا ہے اور وہ قواعد ذہن نشین ہوجاتے ہیں، مگر مدرس کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اس پر برائے نام حاشیہ ہے اور تمرینات کے

مآخذ ومصادر ہمارے کتب خانوں میں ناپید ہیں۔کون سی مثل کب کہی گئی؟ اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ پورے قصیدہ میں سے ایک دو شعر محل استشہاد واستدلال میں ذکر کئے گئے ہیں تو اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟ شاعر کی مرادُ الفاظ کی لغوی تحقیق ؟ یہ سب مسائل عقدۂ لاینحل تھے،ضرورت تھی کہ اس پر تحشیہ وتعلیق اور استخراج کا کام کیا جائے۔

خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے ایک فاضل دوست مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب اور تلمیذ عزیز مولوی مرغوب احمد لاجپوری صاحب نے مل کر اس پر تحشیہ وتعلیق کا فریضہ انجام دے کر دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی ،اس طرح یہ دونوں حضرات بلاغت کی کشتی (سفینۃ البلغاء) کے ملاح بنے ،اور امید ہے کہ اب مستفدین کو سفینہ میں بیٹھ کر تیرنا اور دریا کو عبور کرنا آسان ہو جائے گا۔

گو یہ اس سلسلہ کی آخری کوشش قرار نہیں دی جاسکتی اور ابھی اس میں کافی اضافہ وتحقیق کی گنجائش ہے، پھر بھی جتنا کیا وہ انشاء اللہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ بنے گا۔اللہ تعالی اس سعی بلیغ کو مثمر اور طالبین کے لئے مرغوب طبع بنائے ،آمین۔

بندہ محمد ایوب سورتی
خادم مجلس دعوۃ الحق ، یوکے

تأثر وتشکر

از: حضرت مولانا یوسف احمد پٹیل ماما صاحب کفلیتوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون! خیریت طرفین مطلوب۔ بعدہ عرض اینکہ آپ محترم صاحب کی طرف سے کتاب مسمی ''تحفة الطلباء شرح سفينة البلغاء'' کافی وقت پہلے موصول ہوئی تھی۔ جواب دینے میں تاخیر ہوئی، لہذا بندہ عفو کا خواستگار ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی سعی کو مشکور کرے اور مذہبی و دینی عالم بلاغت کو عمومی طور پر اور مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور طلباء کے لئے خصوصی طور پر مفید عام و تام ہو۔

خود تفتازانی کے الفاظ یہ ہے کہ:

''وان هذا الفن قد نضب اليوم ماء ہٗ فصار جدلا بلا اثر وذهب روائه فعاد خلافا بلا ثمر حتى طارت بقية آثارا السلف ادراج الرياح''

یہ تو اس وقت کی بات ہے جب ان علوم کے بارے میں میدان کافی گرم تھا۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ شوق وانہماک کم ہوتا گیا اور آج یہ حال ہے کہ الا ماشاء اللہ، اس فن میں رغبت رکھنے والا کوئی ہو۔ ایسے وقت میں شرح مذکور کا خوش طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منازل شاقہ کو طے کرنے کے بعد مدارس اسلامیہ کے اساتذہ وطلباء کی نظر و مطالعہ میں آجانا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

عمومی طور پر ہمارے اسلافوں نے متون وشروحات متون میں کافی وافی اور شافی زور آزمائی کی ہے، مگر اس کتاب کی طرف کسی نے بھی توجہ مبذول نہ کی، حالانکہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ میں ایک مدت سے داخل نصاب ہے۔ خدا بھلا کرے آپ کا کہ آپ نے

حوالوں کو تلاش کرنے میں بہت ہی جدو جہد کی و منازل شاقہ سے گذرے۔ اصل کتاب سفینہ میں طباعت کی غلطیاں تھیں ان کی بھی اصلاح کی گئیں اور اپنے موجودہ اساتذہ کرام اسلافوں اور ان کی کتابوں اور معاصرین علماء کرام سے افادہ استفادہ کرتے ہوئے شرح مذکور لکھی، اور طباعت کے مراحل سے گذار کر ایک علمی دستر خوان تیار کرلیا۔ امید قوی ہے کہ اس فن سے رغبت رکھنے والے خصوصی طور پر ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور اساتذہ اور طلباء بھی۔ اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کو مقبول عام کرے اور اس کا نفع عام بھی ہو اور تام بھی۔ اور مزید علمی خدمت کا موقع کا میسر فرماتے ہوئے زندگی میں برکت عطا فرمائیں اور حاسدین و معترضین کی نظر بد سے محفوظ و ماموں رکھے، آمین۔

آئندہ دوسری طباعت کا ارادہ ہو تو گذارش ہے کہ ہر قواعد و اصل کے جو شواہد عربی کے ہیں ان کے ساتھ ساتھ اردو کے بھی شواہد پیش کردیئے جائیں تو میں اس کی ذاتی طور پر اچھا سمجھتا ہوں، اور اس سلسلہ میں آپ تعاون کتاب مسمی ''تذکرۃ البلاغۃ'' مصنفہ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کرسکتے ہیں، ناچیز کے پاس ''تذکرہ البلاغۃ'' کی فوٹو کاپی (عکسی نقل) موجود ہے، ضرورت ہونے پر ناچیز خدمت کے لئے تیار رہے گا، انشاء اللہ۔

لکھنا تو اور بھی چاہتا ہوں، مگر قلم کو روک لیتا ہوں اور بس۔ دعا کی درخواست کی۔ فقط والسلام۔

بندہ یوسف احمد پٹیل ما ماعفی عنہ

۲۸ / جمادی الآخر ۱۴۴۸ھ ۲۹ / اکتوبر ۹۷ء

بروز بدھ

مقدمہ

از: حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادویل، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا، اما بعد :

فصاحت و بلاغت

فصاحت و بلاغت کسی بھی زبان میں ایک ایسی چیز ہے جس سے متکلم کی بات صاف صاف سمجھ میں آجاتی ہے، اور سننے والوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، اور کلام سے یہی مقصود بھی ہے۔ کسی نے کہا ہے ؂

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والوں پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

فصاحت و بلاغت کی اصطلاحی تعریف اور اس کی تفصیل کتاب میں آرہی ہے، لغوی معنی کے لحاظ سے شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام دعوت واصلاح کے لئے آتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو اس صفت سے آراستہ فرما کر بھیجتے تھے، اس کے علاوہ ان میں دردوفکر اور سوزش قلب و جگر کی صفت بھی ہوتی تھی اس لئے وہ انتہائی خیرخواہ اور نفع رساں ہوتے تھے، ان کی باتیں دل کی گہرائی سے نکلتی تھیں اور دل پر اثر انداز ہوتی تھیں۔ ع

''از دل خیزد بر دل ایزد''

اسی کو کہتے ہیں ؂

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے   پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

لیکن سلیقہ سے بات کرنے کے لئے فصاحت و بلاغت درکار تھی، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے حضرت بھائی ہارون علیہ السلام کی رسالت کی درخواست پیش کی تو فرمایا: ﴿واخی هارون هو افصح منی لسانًا فارسله معی رداً یصدقنی﴾

(سورۂ قصص، آیت نمبر: ۳۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دعوت و تبلیغ کے لئے زبان کی فصاحت و بلاغت بھی مطلوب ہے۔ گو تنہا یہی کافی نہیں، حدیث میں آیا ہے: ((ان من البیان لسحرا)) بعض بیان جادو کی طرح مؤثر ہوتے ہیں۔ (ترمذی شریف ص۲۳ ج۲ عرف شذی)

رسول پاک ﷺ کی بعثت جس زمانہ اور علاقہ میں ہوئی، فصاحت و بلاغت اس کا طرۂ امتیاز تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کو قرآن جیسا کلام معجز عطا فرمایا گیا، اور عرب کے فصحاء اور بلغاء کو دعوت مقابلہ دی گئی، لیکن ''صدائے برنخواست'' جس کی وجہ سے آپ کی رسالت ونبوت ثابت ہوگئی۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے اور قیامت تک داخل ہوتے رہیں گے۔ ((او انما کان الذی اوتیت وحیا اوحاہ اللہ الی واجوا ان اکون اکثرهم تبعًا یوم القیامة)) (بخاری شریف ص۷۴۴ ج۲)

خود رسول پاک ﷺ کو بھی عرب کا سب سے فصیح و بلیغ فرد بنایا گیا، ایک جملہ حدیث کے نام سے مشہور ہے ''انا افصح من نطق بالضاد'' یا ''اناافصح العرب بید انی من قریش'' (میں عرب کا سب سے فصیح شخص ہوں مزید برآں یہ کہ میں قریشی ہوں) اگرچہ اس کا کسی کتاب میں سند سے مروی ہونا محدثین کو معلوم نہیں، لیکن اس کا معنی اور مضمون صحیح ہے۔ (الموضوات الکبریٰ للقاری ص۷۰/۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی اس شان سے تعجب فرماتے اور پوچھتے تھے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ فصیح کیوں ہیں جب کہ آپ کہیں باہر گئے بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل کی زبان ولغت یعنی اس کی فصاحت کا کمال مٹ گیا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس لائے تو میں نے اس کو یاد کرلیا۔

علامہ جاراللہ زمخشری جو اعجاز قرآن کے بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی لکھا ہے کہ عرب کے فصحاء و بلغاء آپ ﷺ کے سامنے عاجز تھے، اور یقین کرلیا تھا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی زبان مبارک پر خالص عربی زبان کا القاء فرمادیا ہے، اس لئے کوئی خطیب آپ ﷺ کے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔

علامہ ابن القیم نے بھی فرمایا: آپ ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح، شیریں کلام اور بات کو جلد ادا کرنے والے تھے، اس لئے آپ کا کلام دلوں کو کھینچ لیتا اور روح پر قبضہ کرلیتا تھا۔ دشمنوں نے بھی آپ کی اس صفت کا اقرار کیا ہے۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی ص۸۱ ج۵)

عرب کے لوگ فطری طور پر فصیح و بلیغ تھے، ان کو کسی قاعدے اور قانون کی ضرورت نہیں تھی، امی ہونے کے باوجود نثر و نظم دونوں میں فصیح و بلیغ کلام کرتے، لیکن جب اسلام عرب اور اس کے باہر پھیل گیا اور مختلف دیگر زبان بولنے والے اسلام میں داخل ہوئے اور عربوں کا ان سے اختلاط ہوا تو ایک تو خود عربی زبان میں تبدیلی شروع ہوئی، اور دوسری بات یہ ہوئی کہ عربی زبان کے اصول و قواعد منضبط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحو کے کچھ قواعد وضع کئے اور اپنے شاگردوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ ابوالاسود دئلی (متوفی ۶۹ ھ) نے نحو کے اور قواعد جمع کئے، ان کے شاگرد مسلم فراء

(م ۱۸۷ھ) نے صرف کے قواعد وضع کئے۔ (قرۃ العیون ص ۱۱۷/۱۱۸)

علوم بلاغت کی ابتداء دوسری صدی سے ہوئی، علم معانی میں سب سے پہلے جعفر بن یحیٰ برمکی (م ۱۸۷ھ) نے کچھ لکھا، ان کے بعد جاحظ (م ۲۵۵ھ) نے اس پر اپنی کتاب ''البیان و التبیین ''لکھی، اس کے بعد ترقی ہوتی رہی، علامہ عبدالقاہر جرجانی (م ۴۷۲ھ یا ۴۷۱ھ) نے ''دلائل الاعجاز'' سکاکی (م ۶۲۶ھ) نے ''مفتاح العلوم ''لکھی جو بہت مشہور ہوئی، علم بیان میں سب سے پہلی کتاب ''مجاز القرآن ''ابوعبیدہ معمر بن مثنی کی ہے، ان کے بعد بہت سارے لوگوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں جیسے ''سر الصناعة ''و ''اسرار البلاغة ''بوعلی (م ۳۸۸ھ) نے کمال البلاغۃ، شمس المعانی قابوس (م ۴۰۳ھ) نے ''سحر البلاغة ''و ''سر البراعة ''ثعالبی نے ''اسرار البلاغة'' عبدالقاہر جرجانی نے ''اساس البلاغة'' جاراللہ زمخشری نے (م ۵۳۸ھ)۔

علم البدیع کے موجد خلیفہ عبداللہ بن المعتز (م ۲۹۶ھ) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''کتاب البدیع ''اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب لکھی۔ پھر قدامۃ بن جعفر کاتب بغدادی (م ۳۱۰ھ یا ۳۳۷ھ) نے ''نقد النثر ''اور ''نقد الشعر ''وغیرہ لکھی۔

اس موضوع کی مزید کتابیں یہ ہیں: ''کتاب الصناعتین ''ابوہلال حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری (م ۳۹۵ھ) کی ''اعجاز القرآن ''قاضی ابوبکر باقلانی (م ۴۰۳ھ) کی ''العمدة فی محاسن الشعر وآدابه ''ابوعلی بن رشیق قیروانی (م ۴۵۶ھ) کی ''التضریع فی البدیع ''ابن منقذ کی، خزانۃ الادب ''ابن حجر حموی (م ۸۳۷ھ) کی۔

(قرۃ العیون ص ۱۲۳ تا ۱۲۸)

ابو یعقوب سکاکی نے ''مفتاح العلوم ''کی قسم ثالث میں ان تینوں علوم کو جمع کیا۔

علامہ جلال الدین قزوینی (م ۷۳۹ھ) نے اس کی تلخیص کی۔ جو ''تلخیص المفتاح'' سے مشہور ہے۔اس کی شرح علامہ سعد الدین تفتا زانی (م ۷۹۲ھ) نے کی۔ ایک ''مطول'' اور دوسری اس کی مختصر ''مختصر المعانی'' کے نام سے مشہور اور بہت سے مدارس میں داخل ہے۔ ''البلاغة الواضحة'' ''دروس البلاغة'' اور ''سفينة البلغاء'' بھی بہت سے مدارس میں داخل درس ہیں۔

علوم بلاغت کی ان کتابوں کو پڑھنے پڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ ہم جان سکیں کہ قرآن کیوں اور کس طرح معجزہ ہے؟ اور آنحضور ﷺ کی احادیث کیوں اور کس طرح بلاغت کی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں؟

یوں تو اعجاز قرآن کے بارے میں مشہور ہے کہ ''لم يدر اعجاز القرآن الا الاعرجان'' یعنی اعجاز قرآن کو صرف دو لنگڑوں نے سمجھا۔ ایک عبدالقاہر جرجانی اور دوسرے علامہ جاراللہ زمخشری۔ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ ''وانا ثالثهما'' یعنی میں ان دونوں کا تیسرا ہوں۔

لیکن ان کتابوں کو اچھی طرح پڑھنے پڑھانے سے قرآن و حدیث کی فصاحت و بلاغت کا کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔ نیز عربی زبان کے اسلوب و بیان کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ خود بھی مشق کے بعد اچھا کلام کرنا آسان ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے لئے یہ فنون پڑھائے جاتے ہیں۔ تفسیر کی کتابیں پڑھنے سے قبل اس فن کو اچھی طرح پڑھ لینا چاہئے۔

کچھ ''سفينة البلغاء'' کے بارے میں

''سفينة البلغاء'' چند مؤلفین کی مشترک تصنیف ہے۔ جن کے نام معلوم نہیں، شاید وہ عیسائی تھے۔ اس کتاب کا پرانا نسخہ مصر میں عیسائیوں کے مدرسہ کا چھپا ہوا تھا۔ جامعہ

ڈابھیل کے کتب خانہ میں تھا۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ،ڈابھیل وسملک' گجرات الہند میں ۱۳۵۷ھ میں داخل نصاب نظر آرہی ہے۔جب کہ جامعہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تھے۔اور مدرسین میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن امروہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ بھی نظر آرہے ہیں۔

یہ کتاب حضرت مولانا ادریس سکھروڈی رحمہ اللہ کے زیر درس رہی۔

(دیکھئے! تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص۹۹)

شاید اس وقت سے اب تک داخل نصاب ہے۔جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہی نے اس کی دوبارہ طباعت بھی ''المطبعة الاعظمية'' مئو،اعظم گڈھ سے کرائی ہے۔

افادیت کے پیش نظر ''مختصر المعانی'' سے قبل پڑھانے کے لئے داخل نصاب کی گئی ہوگی ۔اور واقعۃً اگر اس کی تمرینات کو اچھی طرح حل کیا جائے اور کرایا جائے تو بہت مفید کتاب معلوم ہوتی ہے،لیکن اس کتاب کے حل کے لئے اب تک کسی دلیل اور راہبر یا شرح کا علم نہیں ،اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس کی کوئی شرح لکھے، مجھ سے بھی بعض شاگردوں نے اس کا مطالبہ کیا، اس لئے کہ میں نے بھی یہ کتاب کئی سال جامعہ ڈابھیل میں پڑھائی تھی ،لیکن مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا۔ یہ سعادت کچھ اور لوگوں کے حصہ میں تھی۔

کچھ اس شرح کے متعلق

یہ شرح دو عالموں کی محنت کا نتیجہ ہے۔علم معانی والا حصہ مولانا مرغوب احمد لاجپوری سلمہ کا لکھا ہوا ہے۔اور علم بیان اور علم بدیع والا حصہ مولانا ثمیر الدین صاحب زید مجدہ کا لکھا ہوا ہے۔

ان دونوں نے کتاب کو حل کرنے کی پوری کوشش کی ہے، مجھ سے جو کچھ ہوسکا ہے ان دونوں کی مدد کی کوشش کی ہے۔اس طرح شرح بھی اصل کتاب کی طرح '' لــــفیف مـــن الاساتذہ '' ہے۔

یہ دعوی تو نہیں کیا جاسکتا ہے کہ کتاب بالکلیہ صحیح حل ہوگئی ہے۔ یقیناً کچھ غلطیاں اور کمی ہوگی۔امید ہے کہ اساتذۂ کرام غلطیوں کی اصلاح فرما کر مشکور ہوں گے۔البتہ یقین ہے کہ طلباء کو اس سے فائدہ ہوگا۔اور اساتذۂ مدارس کو بھی اس سے سہولت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے۔اور محنت کرنے والوں کو علماء و طلباء کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ،اور اس کے ذریعہ سے علوم بلاغت کو اچھی طرح پڑھ کر قرآن و حدیث کا فہم عمیق نصیب فرمائے ،ان پر عمل اور ان کی اشاعت و تبلیغ کی توفیق ارزانی فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۳۰ر صفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۸ر اگست ۱۹۹۴ء

بروز پیر

فاتحة الكتاب

بِسۡمِ اللّٰهِ الۡفَتَّاحِ الۡهَادِیۡ اِلٰی سَبِیۡلِ النَّجَاحِ

اَلۡحَمۡدِ لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلٰی صُوۡرَتِهٖ کَمِثَالِهٖ ' وَزَیَّنَهٗ بِفَصَاحَةِ الۡمَنۡطِقِ وَبَلَاغَةِ التِّبۡیَانِ ' وَبَلَّغَ بِهٖ حَدَّ اِفۡضَالِهٖ ' اَمَّا بَعۡدُ!

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انسان کو اپنی صورت پر اپنے جیسا پیدا کیا، اور مزین فرمایا گویائی کی فصاحت اور بیان کی بلاغت سے، اور بلاغت کے ذریعہ اس کو فضیلت کی حد تک پہنچا دیا۔

فَهٰذَا کُتَیِّبٌ فِی الۡبَلَاغَةِ جَمَعَ زُبۡدَةَ عُلُوۡمِهَا ' وَانۡطَوٰی عَلٰی اُصُوۡلِهَا ' وَاُمَّهَاتِ قَوَاعِدِهَا ' وَقَدۡ جَرَّدۡتُ فِیۡهِ عَمَّا لَا تَمَسُّ حَاجَةُ التَّلَامِیۡذِ اِلَیۡهِ مِنۡ زَوَائِدِهَا وَشَوَارِدِهَا ' حَرِیۡصًا عَلٰی وَقۡتِهِمُ النَّفِیۡسِ ' وَابۡتِغَاءَ الۡفَائِدَةِ الۡعَمَلِیَّةِ ' وَوُقُوۡفًا بِهِمۡ عِنۡدَ الۡحَدِّ الۡمَطۡلُوۡبِ فِی التَّدۡرِیۡسِ ،

پس یہ بلاغت میں مختصر سا رسالہ اس فن کے خلاصۂ علوم کو جامع ہے۔ اور اس کے اصول وامہات پر مشتمل ہے، اور تلامذہ کی غیر ضروری چیزوں جیسے اس کے زوائد ونوادرات سے میں نے اس کو خالی رکھا، ان کے قیمتی وقت کا خیال رکھتے ہوئے' اور عملی فائدے کو چاہتے ہوئے، اور تدریس میں ایک مقررہ مقدار تک انہیں ٹھراتے ہوئے۔

وَلَمَّا کَانَ هٰذَا الۡکِتَابُ مُوَجَّهًا بِهٖ اِلَی الطَّلَبَةِ وَاَرۡبَابِ الۡمَدَارِسِ اُضِیۡفَ اِلٰی کُلِّ بَابٍ مِنۡهُ بِضۡعَةُ اَسۡئِلَةٍ، وَجُمۡلَةُ تَمَارِیۡنَ یَتَدَرَّبُ التِّلۡمِیۡذُ بِحَلِّهَا وَیَرۡتَاضُ فِیۡهَا ' لِکَیۡ یَرۡسَخَ فِیۡ ذَاکِرَتِهٖ مَایَتَعَلَّمُهٗ مِنَ الۡقَوَاعِدِ وَتَطَبَّعَ قَرِیۡحَتُهٗ عَلٰی غِرَارِ الۡبَلَاغَةِ وَقَدۡ تَوَسَّعَ فِیۡ بَعۡضِ الۡاَبۡوَابِ تَوَسُّعًا زَهِیۡدًا عَمَّا کَانَتۡ عَلَیۡهِ سَابِقًا، اِیۡضَاحًا لِلۡاِبۡهَامِ وَتَسۡهِیۡلًا لِلۡمُتَنَاوِلِ وَتَعۡمِیۡمًا لِلۡفَائِدَةِ،

اور جب کہ یہ کتاب ارباب مدارس اور طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے' تو اس کے ہر باب میں چند سوالات اور کچھ مشقی جملوں کو بڑھا دیا گیا ہے تا کہ طالب علم اس کے حل کے عادی بنے گا، اوراس میں محنت و مشق کرے' تا کہ اس کے حافظہ میں سیکھے ہوئے قواعد راسخ ہوجائیں، اوراس کی طبیعت بلاغت کی روش پر ڈھل جائے، اور فائدے کو عام کرنے اور حاصل شدہ قواعد کو آسان کرنے اور مبہمات کی توضیح کی غرض سے بعض ابواب میں قدرے وسعت سے کام لیا گیا ہے۔

وَاُشِیْرُ فِی الْحَاشِیَةِ عِنْدَ الْاِقْتِضَاءِ ' اِشَارَةً مُوْجَزَةً اِلٰی ضُرُوْبِ الْمُحَسِّنَاتِ' وَ مُصْطَلَحَاتِ الْبَلَاغَهِ عِنْدَ الْاَفْرَنْجِ 'اِعْزَازًا لِشَأْنِ اللُّغَةِ الْعَرَبِیَّةِ' وَبَیَانًا لِّمَابَلَغَتْهُ مِنَ الرِّفْعَةِ وَالسَّبْقِ فِیْ هٰذَا الْمِضْمَارِ' فَضْلًا عَنِ اللِّحَاقِ بِاَكْمَلِ اللُّغَاتِ الْحَیَّةِ الرَّاقِیَةِ

اور فرانسیسی زبان میں بلاغت کی جو اصطلاحات اور محسنات کی قسمیں ہیں' ان کی طرف بھی بوقت ضرورت حاشیہ میں لطیف اشارہ کیا گیا ہے، تا کہ اس سے عربی زبان کی شان بڑھ جائے، اوراس میدان میں اس کو جو رفعت اور بلندی حاصل ہے' اس کا بیان ہوجائے، نہ صرف یہ کہ عربی زبان کامل ترین' زندہ ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ ملحق ہے (اس لئے کہ اس میں شبہ ہی نہیں)۔

وَاللّٰهَ اَسْاَلُ اَنْ یَنْفَعَ بِهِ النَّشَأَ الْاَعِزَّاءَ ' فَیَجْنُوْا مِنْهُ اَضْعَافَ مَااَرْجُوْهُ لَهُمْ' وَهُوَ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ ' وَمِنْهُ الْمَبْدَأُ ' وَاِلَیْهِ الْمَآبُ،

اور اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہوں کہ اس کتاب سے پیارے نوجوانوں کو خوب نفع ہو، اور ان سے میری جو توقع اور امید ہے اس سے زیادہ نفع حاصل کرلیں۔ اور اللہ تعالی ہی درست باتوں کی توفیق دینے والا ہے، اوراسی سے ابتداء ہے اوراسی کی طرف لوٹنا ہے۔

المؤلف

تمہید

یَتَنَاوَلُ "عِلْمُ الْبَلَاغَةِ" فِیْ مُصْطَلَحِ بَعْضِ الْاُدَبَاءِ ثَلَاثَةَ فُنُوْنٍ: اَلْاَوَّلُ مَایُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ الْخَطَأِ فِیْ تَأْدِیَةِ الْمُرَادِ ، وَهُوَ عِلْمُ الْمَعَانِیْ، وَالثَّانِیْ مَایُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ التَّعْقِیْدِ الْمَعْنَوِیِّ ، وَهُوَ عِلْمُ الْبَیَانِ، وَالثَّالِثُ مَایُرَادُ بِهٖ تَحْسِیْنُ الْکَلَامِ وَهُوَ عِلْمُ الْبَدِیْعُ ،وَبَعْضُهُمْ یُطْلِقُ عِلْمَ الْبَیَانِ عَلٰی هٰذِهِ الْفُنُوْنِ الثَّلَاثَةِ ، وَیَخُصُّ الْاِثْنَیْنِ الْاَوَّلَیْنِ بِعِلْمِ الْبَلَاغَةِ ،

بعض ادیبوں کی اصطلاح میں علم بلاغت تین فنون کو شامل ہے: پہلا فن: جس کے ذریعہ بات کے سمجھانے میں غلطی سے محفوظ رہے، یہ "علم معانی" ہے۔ دوسرا فن: جس کے ذریعہ تعقید معنوی سے بچا جائے، اس فن کو علم بیان "علم بیان" کہتے ہیں۔ اور تیسرا فن: جس کے ذریعہ کلام میں تحسین مقصود ہو اس کا نام "علم بدیع" ہے۔ اور بعض ادباء ان تینوں فنون کا نام "علم بیان" رکھتے ہیں۔ اور صرف "علم معانی" اور "علم بیان" کو "علم بلاغت" کہتے ہیں۔

وَلَایُعْرَفُ بِالضَّبْطِ اَوَّلُ مَنْ اَلَّفَ فِیْ عِلْمِ الْمَعَانِیْ ، وَاِنَّمَا یُؤْثَرُ فِیْهِ نَبْذٌ عَنْ بَعْضِ الْبُلَغَاءِ کَالْجَاحِظِ وِابْنِ قُتَیْبَةَ ،

اور یقین کے ساتھ یہ بات معلوم نہیں ہے کہ علم معانی کا پہلا مؤلف کون ہے؟ ہاں! بعض بلغاء سے کچھ قواعد اس میں منقول ہیں، جیسے کہ جاحظ [1] اور ابن قتیبہ [2]۔

[1]...... جاحظ: ابو عثمان عمر بن البحر الکنانی بصری۔ جاحظ کے لقب سے مشہور تھے۔ اس لئے کہ ان کی آنکھیں ابھری ہوئی تھیں، جائے پیدائش بصرہ ہے، اور بصرہ ہی میں پرورش پائی۔ تمام علوم وفنون میں کامل تھے، مگر زیادہ شغف اور توجہ فنون ادب کی تحصیل میں تھا۔ صاحب تصانیف تھے۔ "البیان والتبیین" "کتاب الحیوان" "کتاب البخلاء" وغیرہ مشہور ہیں۔ ۲۵۵ھ ۸۶۸ء میں وفات پائی۔

وَلَمْ يَسْبَقْ اَحَدٌ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْمُثَنّٰى فِىْ تَدْوِيْنِ كِتَابٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ عِلْمِ الْبَيَانِ وَلٰكِنَّنَا ، نَعْلَمُ بِالتَّدْقِيْقِ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَ فِى الْبَدِيْعِ ، هُوَ الْخَلِيْفَةُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُعْتَزِّ ،ثُمَّ صَنَّفَ فِىْ هٰذَا الْفَنِّ مُعَاصِرُهٗ قُدَامَةُ الْكَاتِبُ الْبَغْدَادِىُّ ، كِتَابًا اَسْمَاهُ ''نَقْدَ قُدَامَةَ''

اور علم بیان کے قواعد کی تدوین میں ابوعبیدۃ بن المثنی ۳؎ سے پہلے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی، البتہ ''علم بدیع'' کے مدون اول کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ وہ خلیفہ عبداللہ بن المعتز ۴؎ ہے۔

۲؎......ابن قتیبۃ: آپ کا نام نامی ابومحمد عبداللہ دینوری ہے۔ مولود بغداد ہے۔ فاضل و ماہر عالم تھے۔ کچھ مدت بغداد میں قیام فرمایا، اور وہیں درس و تدریس کا مشغلہ رہا، پھر دینور منتقل ہو گئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی، اسی لئے دینوری کہلائے۔ ان کی تصانیف میں ''ادب الکاتب'' ''کتاب المعارف'' ''کتاب الجراثیم'' کو شہرت حاصل ہے۔ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء میں یکا یک دار فانی کی طرف رحلت فرمائی۔

۳؎......ابا عبیدۃ: نام معمر بن المثنی ہے۔ بلاد فارس کے تاجرواں خاندان میں پیدا ہوئے۔ باپ یہودی تھا اور بیٹے (یعنی معمر) کو عرب سے بے انتہائی بغض تھا۔ دین کے باب میں متہم تھا۔ خارجی مذہب رکھتا تھا' بدزبان' بدصورت' لباس میلا کچیلا اور کریہہ المنظر تھا، مگر باعتبار علم و ادب کے بلند مقام پر فائز تھا۔ ابو عبیدہ نے ایک کتاب علم بیان میں ''مجاز القرآن'' کے نام سے لکھی۔ بدزبانی کی وجہ سے بعض دشمنوں نے مکروفریب سے کیلے میں زہر کھلا دیا۔ جو موت کا سبب بنا۔ ۲۰۹ھ ۸۲۴ء میں انتقال ہوا۔

۴؎......بن المعتز: ابوالعباس عبداللہ بن الخلیفۃ المعتز باللہ فطری شاعر تھا۔ اس کے اشعار عمدہ معانی والے' شیرین الفاظ والے' بہترین بدیع والے تھے۔ اس کے کلام میں جدید حسن و رونق پائی جاتی ہے۔ اس نے ''کتاب البدیع'' میں اس فن کی سترہ انواع جمع کی ہیں۔ (کسی جرمنی سوسائیٹی نے اسے شائع بھی کر دیا ہے) لوگوں نے اس سے خلافت پر بیعت کی، اور مرتضی لقب رکھا گیا، پھر مقتدر باللہ کے لوگوں سے جنگ و جدال کی نوبت آئی، جس میں یہ مغلوب ہو گیا۔ غالبین نے اسے باندھ کر گلا گھونٹ دیا۔ اور ۲۹۶ھ اور ۹۰۸ء میں وفات پائی۔ اس کا زمانہ خلافت ایک دن کا بتلایا جاتا ہے۔

پھران کے ہم عصر قدامۃ الکاتب بغدادی ۵؎ نے اس فن میں ''نقد قدامۃ'' تصنیف فرمائی۔

وَمَازَالَتْ هٰذِهِ الْعُلُوْمُ تَسِيْرُ فِيْ طَرِيْقِ النُّمُوِّ حَتّٰى جَمَعَ قَوَاعِدَهَا الْمُبَعْثَرَةَ الْإِمَامُ عَبْدُ الْقَاهِرُ الْجُرْجَانِيُّ، ثُمَّ تَلاَ مَنْ تَقَدَّمَ اَبُوْ يَعْقُوْبَ السَّكَّاكِيُّ ، فَجَمَعَ فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ مِنَ الْمِفْتَاحِ زُبْدَةُ مَا كَتَبَهُ الْاَئِمَّةُ قَبْلَهُ فِيْ هٰذِهِ الْفُنُوْنِ ، وَرَتَّبَهَا اَحْسَنَ تَرْتِيْبٍ وَبَسَطَهَا اَكْمَلَ بَسْطٍ،فَلَمْ يَتْرُكْ لِمَنْ جَاءَ بَعْدَهُ زِيَادَةً لِمُسْتَزِيْدٍ ' وَاكْتَفٰى مَنْ جَاءَ بَعْدَ هٰؤُلاَءِ، بِاخْتِصَارِ مَا أَلَّفَهُ السَّكَّاكِيُّ اَوْ بِشَرْحِهٖ اَوْ تَحْشِيَتِهٖ وَاَوْفٰى كِتَابٌ بَلَغَنَا هُوَ ''تَلْخِيْصُ الْمِفْتَاحِ'' لِلْقَزْوِيْنِيْ ،

اور یہ علوم برابر بڑھتے رہے' یہاں تک کہ امام عبدالقاہر جرجانی ٦؎ نے اس (فن) کے منتشر قواعد کو جمع کیا۔ پھر ابو یعقوب سکاکی ۷؎ متقدمین کے بعد آئے ،انہوں نے

۵؎......قدامۃ : قدامۃ بن جعفر الکاتب بغدادی' فن ادب کا ماہر اور بڑا شاعر تھا۔ عباسی حکومت کے دور میں بڑے منصب کا والی تھا۔ ابن المعتز کا ہم عصر ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''نقد قدامۃ'' میں ابن المعتز کی سترہ اقسام بدیع پر تیرہ مزید اقسام کا اضافہ کیا ہے۔ ۳۱۰ھ،۹۳۲ء میں بغداد میں وفات پائی۔

٦؎......شیخ جرجانی: ابوبکر عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن الجرجانی' تدین' زہد فی الدنیا نیز شعائر دین کو مضبوطی سے پکڑنے میں مشہور تھے۔ ایک دن نماز میں مصروف تھے کہ ایک چور گھر کا سارا سامان لے گیا مگر نماز کا توڑنا گوارا نہ فرمایا۔ آپ نے علم المعانی میں ''دلائل الاعجاز'' اور علم البیان میں ''اسرار البلاغۃ'' تصنیف فرمائی۔ آخر الذکر اس فن کی مایۂ ناز کتاب ہے۔ جس میں اس فن کے تمام مباحث کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ آپ کے زمانہ میں جو' مزین اور مسجع کلام مشہور ہو چکا تھا اس کو ختم کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ ۲٦٦ھ مطابق ۹۷٦ء میں وفات پائی۔

۷؎......سکاکی: سراج الدین ابو یعقوب سکاکی۔ خوارزم آپ کا مولد و مدفن ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''مفتاح العلوم'' شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ جس میں صرف ونحو' اشتقاق' معانی و بیان' عروض جیسے فنون شامل ہیں۔ ٦۲٦ھ مطابق ۱۲۲۸ میں وفات پائی۔

’’مفتاح العلوم‘‘ کی قسم ثالث میں اسلاف کی تصنیفات کا خلاصہ جمع کر دیا۔ اور بہترین ترتیب پر اس کو مرتب فرمایا اور خوب اس کو پھیلایا، پس بعد والوں کے لئے کوئی قابل اضافہ چیز نہ چھوڑی، اور ان حضرات کے بعد والوں نے سکاکی کی تالیفات کے اختصار یا شرح یا ان پر حاشیہ لکھنے پر اکتفاء کیا۔ اور ہمارے پاس جو کامل پہنچی وہ قزوینی ۸ کی ’’تلخیص المفتاح‘‘ ہے۔

وَجَاءَ الْمُعَاصِرُوْنَ، فَطَبَعُوْا عَلٰی غِرَارِ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ تَلْخِيْصٍ وَ شَرْحٍ مَعَ مَيْلٍ يَسِيْرٍ اِلٰی مُقْتَضَيَاتِ النَّهْضَةِ الْحَاضِرَةِ وَطُرُقِ التَّرْبِيَةِ وَالتَّعْلِيْمِ الْحَدِيْثَةِ ،

پھر ہمارے ہم عصروں کا دور آیا، وہ بھی متقدمین کے نقش قدم پر چلے، اور موجودہ ترقی اور مقتضیات تعلیم وتربیت کے طریقوں کا لحاظ کرتے ہوئے تلخیص اور شرح کی۔

وَقَدْ حَاوَلَ بَعْضُ اُدَبَاءِ الْعَصْرِ تَوْسِيْعَ دَائِرَةِ فُنُوْنِ الْبَلَاغَةِ الْمَرْسُوْمَةِ اَخْذًا عَنْ قُدَمَاءِ الْكِتَابِ وَاقْتِبَاسًا مِنْ آدَابِ الْاَفْرَنْجِ ، فَاَضَافُوْا اِلَيْهَا عِدَّةَ اَبْحَاثٍ فِيْ صِفَاتِ الْمَعَانِيْ وَاَسَالِيْبِهَا وَمَحَاسِنِ الْاِنْشَاءِ وَمَعَايِبِهٖ وَطَبَقَاتِهٖ وَفُنُوْنِهٖ كَمَا فَعَلَ الْاَبُ لُوَيْسٍ شَيْخُو الْيَسُوْعِيْ فِيْ كِتَابِهٖ ’’ عِلْمُ الْاَدَبِ‘‘ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ ،

اور بعض ادباءِ عصر نے مروجہ فنون بلاغت کے دائرے کو قدیم مصنفین اور یورپ والوں کے آداب سے استفادہ کرتے ہوئے وسیع کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے علم معانی کی صفات اور اس کے اسلوب میں اور انشاء کے محاسن ومعاییب اور اس کے طبقات وفنون

۸......قزوینی: جمال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی، اناضول میں پیدا ہوئے۔ فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور قاضی بنے۔ پھر دمشق میں منتقل ہو کر مسجد کی خطابت کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد مصر میں قاضی کے منصب پر فائز ہوئے، اور ملک ناصر کے دور حکومت میں بڑا اثر ورسوخ رہا۔ پھر دمشق آئے، اور وہیں ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۸ء میں وفات پائی۔

میں چند ابحاث کا اضافہ کیا' جیسا کہ پادری لویس شیخو الیسوعی ۹؎ نے اپنی کتاب ''علم الادب'' میں اور ان کے علاوہ بعض اور علماء نے کیا۔

بَیْدَ ۱۰؎ اَنَّ طَائِفَةً مِّنَ الْاُدَبَاءِ لَمْ یَرُقْهُمْ هٰذَا التَّجْدِیْدَ ، فَبَقُوْا مُحَافِظِیْنَ عَلَی الْقَدِیْمِ ، وَلَعَلَّ الْاِحْتِکَاکَ بِالْغَرْبِ ، وَتَنَاوُلَ کَثِیْرٍ مِنْ عَادَاتِهٖ وَأَسَالِیْبِهِ الْاِنْشَائِیَّةِ تَحْدُوْا بِالْمُتَأَدِّبِیْنَ اِلٰی السَّیْرِ بِهٰذِهِ الْفُنُوْنِ خَطْوَةً اِلَی الْاَمَامِ ، فَاِنَّ الْاُمُوْرَ مَرْهُوْنَةٌ بِاَوْقَاتِهَا وَکُلُّ آتٍ قَرِیْبٌ ،

مگر ادباء کی ایک جماعت کو یہ جدت پسند نہیں آئی اور پرانے طرز پر جمے رہے' مگر شاید مغربی طرز کی نقالی اور مغرب کی بہت سی عادتوں اور ان کے اسالیب انشائیہ کو اختیار کرنا' علم ادب حاصل کرنے والوں کو ان فنون میں آگے بڑھنے کی طرف آمادہ کرے گا۔ پس بیشک تمام کام اپنے اوقات کے ساتھ متعلق ہیں اور ہر آنے والا قریب ہے۔ (یعنی بعید نہیں کہ ایسا عنقریب ہو جائے)

۹؎......الاب لویس شیخو: نام رزق اللہ شیخو تھا۔۱۸۵۹ء میں بمقام ماردین پیدا ہوا، اس کے والدین کلدان کے سریانی خاندان سے تھے، اور دونوں فاضل تھے۔ لویس آٹھ سال کی عمر میں مدرسہ عزیر (اگر چہ غزیز بالمعجمہ چھپا ہوا ہے، لیکن میرے خیال میں عین مہملہ سے صحیح ہے، واللہ اعلم۔ف) میں داخل ہوا، اور جوانی تک برابر علم وفضل میں ترقی کرتا رہا (اور تھوڑے ہی دنوں میں بڑھا اور پکا، پھولا اور پھلا۔ف) عیسائیت کے پادری مشن میں داخل ہو گیا۔ اور فرانس میں یونانی وولایتی اور فرانسیسی علوم وآداب کی تعلیم حاصل کی، اور جدید ترقی کے ابتدائی دور میں مشرق کی طرف لوٹا، اور علوم عربیہ کی تحصیل کی' جبکہ کتابیں نادر اور کمیاب تھیں، اور دیکھا کہ کتابوں کی کمی تدریس کو مشکل بنا رہی ہے، تو پختہ ارادہ کیا اور مخطوطات نیز قیمتی کتابوں کی تلاش میں مشرق ومغرب کا سفر کیا، پھر پچاس سال تک بہت سی کتابوں کی تالیف پر توجہ کی اور چوتھی صدی تک المشرق کی ادارت کی۔ لویس کاہن کامل اور عقائد کا محقق عالم، ماہر فلسفی ودانشمند مناظر اور معتبر مؤرخ تھا۔۱۹۲۷ء میں انتقال ہوا۔

۱۰؎......بید: بمعنی غیر، اس کی اضافت ہمیشہ اس جملہ کی طرف ہوتی ہے جس پر ''اَنّ'' داخل ہو۔ جیسے: ''فلان کثیر المال بید انه بخیل'' ۔

مقدمة

فِی الُفَصَاحَةِ وَالُبَلاَغَةِ

فَصُلٌ: فِی الُفَصَاحَةِ ۱۱

اَلُفَصَاحَةُ : هِیَ الُاِبَانَةُ ۱۲ وَالظُّهُوُرُ، وَعِنُدَ اَهُلِ الُبَیَانِ : عِبَارَةٌ عَنِ الُاَلُفَاظِ الُبَیِّنَةِ الظَّاهِرَةِ الُمُتَبَادِرَةِ اِلَی الُفَهُمِ،وَالُمَانُوُسَةِ الُاِسُتِعُمَالِ لِمَکَانِ حُسُنِهَا، وَ تَکُوُنُ وَصُفًا ۱۳ لِلُکَلِمَةِ وَالُکَلاَمِ وَالُمُتَکَلِّمِ،

مقدمہ: فصاحت وبلاغت کے بیان میں

یہ فصل: فصاحت کے بیان میں ہے

فصاحت کے معنی ظاہر کرنا اور ظاہر ہونا ہے۔اور اہل بیان کے نزدیک صاف وظاہر اور اقرب الی الفہم اور موقع کے مناسب عمدہ الفاظ ہونے کی وجہ سے مانوس الاستعمال الفاظ کا نام فصاحت ہے۔اور فصاحت کلمہ، کلام اور متکلم سب کی صفت ہوسکتی ہے۔

مَبُحَثٌ فِیُ فَصَاحَةِ الُمُفُرَدِ ۱۴

فَصَاحَةُ الُکَلِمَةِ هِیَ سَلاَمَتُهَا اَوَّلًا :مِنُ تَنَافُرِ الُحُرُوُفِ،وَهُوَ ثِقُلٌ عَلَی اللِّسَانِ

۱۱......مصنف نے فصاحت کو بلاغت پر مقدم کیا، کیونکہ بلاغت کا سمجھنا فصاحت کے سمجھنے پر موقوف ہے،

۱۲......''ابانۃ'' اور'ظہور' لازم ومتعدی لاکر یہ بتلادیا کہ لفظ فصاحت کا فعل کبھی لازم اور کبھی متعدی دونوں آسکتا ہے۔ابانۃ متعدی ہے اورظہور لازم ہے۔

۱۳......لفظ 'فصاحت' کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت واقع ہوتا ہے، جیسے: کلمة فصیحة، کلام فصیح،متکلم فصیح۔

۱۴......قدم فصاحة المفرد علی فصاحة الکلام والمتکلم لتوقفهما علیها(مختصر)۔

نَاشِئٌ مِنْ اِجْتِمَاعِهَا بِحَيْثُ يَتَعَسَّرُ النُّطْقُ بِهَا ،نَحْوُ: مُسْتَشْزِرٌ اَیْ مَفْتُوْلٌ وَظَشٌّ اَیْ خَشِنٌ ،

کلمہ کی فصاحت: کلمہ کا چند چیزوں سے محفوظ ہونے کا نام ہے، اول تنافر حروف سے، اور تنافر حروف یہ ہے کہ بعض حروف کے اجتماع سے زبان پر ثقل اور تلفظ میں دشواری ہوجائے، جیسے: ''مستشزر'' ۱۵؎ جس کے معنی ''مفتول'' یعنی بٹے ہوئے کا ہے۔اور ''ظَشٌّ'' یعنی ''خَشِنٌ'' کھردرا ہونا۔ ۱۶؎

ثَانِيًا: مِنْ مُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ اللُّغَوِيِّ ، وَهِیَ اَنْ تَكُوْنَ الْكَلِمَةُ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُوْنِ الصَّرْفِيِّ ، كَفَكِّ الْاِدْغَامِ فِیْ قَوْلِهٖ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْاَجْلَلِ ۱۷؎ اَلْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْقَدِيْمِ الْاَوَّلِ

دوسرا کلمہ کا قیاس لغوی کی سے مخالفت سے سالم ہونا، اور مخالفت یہ ہے کہ کلمہ قانون صرف کے خلاف جاری ہو۔جیسے فکّ ادغام (یعنی جہاں ادغام ہو وہاں ادغام نہ کرنا)

۱۵؎......اس مثال میں ''ش'' اور ''ز'' کے اجتماع سے ثقل علی اللسان ہوگیا۔
مشہور شاعر امرء القیس کے شعر میں یہ لفظ ''مستشزرات'' استعمال ہوا ہے ۔

غَدَائِرُهٗ مُسْتَشْزِرَاتٌ اِلَی الْعُلٰی تَضِلُّ الْعِقَاصُ فِیْ مَثْنٰی وَ مُرْسَلٖ

ترجمہ: محبوب کے بال (کے گیسو) بلندی کی طرف اٹھے ہوئے ہیں اور عکاس (بندھے ہوئے بالوں کا ایک حصہ) مثنی (بٹے ہوئے بال) اور مرسل (بغیر بٹے ہوئے بال) میں چھپا ہوا ہے۔

۱۶......یہاں ''ظ'' اور ''ش'' کے اجتماع سے نطق میں دشواری ہے۔

۱۷؎......یہ ابی النجم بن قدامۃ بن عبید اللہ عجلی کا شعر ہے۔ (نیل ص ۸۵ ج ۱)
قاعدہ کے اعتبار سے ''اجلّ'' ہونا چاہئے تھا، کیونکہ صرف کا قاعدہ یہ ہے کہ: جب دو حرف صحیح ایک جنس کے یا ایک مخرج کے ہوں اور دونوں متحرک ہوں تو پہلے کو ساکن کر کے دوسرے حرف میں ادغام کرتے ہیں۔ (علم الصرف اخیرین ص ۵۸)

جیسے اس شعر میں

تمام تعریفیں بلند و بزرگ، واحد و یگانہ قدیم و اول اللہ کے لئے ہیں۔

ثَالِثاً :مِنَ الْغَرَابَةِ اَوِ الْكَرَاهَةِ فِى السَّمْعِ كَأَنَّ تَكُوْنَ الْكَلِمَةُ غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنٰى اَوْ تَنْبُوْ مِنْهَا الْآذَانُ كَمَا تَنْبُوْ عَنْ سِمَاعِ الْاَصْوَاتِ الْمُنْكِرَةِ: نَحْوُ: ''خَوْعَمُ ' اَحْمَقُ ' وَعَشَنَّطُ ' طَوِيْلُ الْقَامَةِ ' وَعَفَنْقَس '' لَئِيْمٌ '' اَوْ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ

قَدْ قُلْتُ لَمَّا اطْلَخَمَّ الْاَمْرُ وَانْبَعَثَتْ عَشْوَاءَ تَالِيَةً غُبْسًا دَهَارِيْسًا

وَكَمَا فِىْ قَوْلِ الْآخَرِ

وَاَحْمَقٌ مِمَّنْ يَكْرَعُ الْمَاءَ قَالَ لِىْ ۱۸؎ دَعِ الْخَمْرَ وَاشْرِبْ مِنْ نُقَاخٍ مُّبَرَّدِ

تیسرا کلمہ کا اجنبیت یا کراہۃ فی السمع سے خالی ہونا مثلا: کلمہ غیر ظاہر المعنی ہو، یا اصوات کریہہ کی طرح اس کے سننے سے کان متنفر ہو۔ جیسے ''خوعم'' یعنی بے وقوف اور ''عشنط'' یعنی دراز قد اور ''عففقس'' یعنی کمینہ۔ ۱۹؎ اور جیسے اس شعر میں:

میں نے کہا: جب معاملہ سخت ہو گیا اور رات تاریک ہوگئی' اس حال میں کہ پیچھے آنے والی تھی سخت تاریکی اور مصیبتوں کے۔

اور جیسے اس مقولہ میں:

۱۸؎...... كرع الماء : تناوله بفيه من الحوض، والنقاح الماء البارد ، وفى المصباح : النقاخ بضم النون، ٹھنڈا صاف پانی۔ مبرد: اسم مفعول: والمعنى اشرب ماء صافيًا باردًا۔

یہ شعر شمر شاعر کا ہے ''علوم البلاغۃ'' (ص ۲۲) میں بجائے ''یکرع'' کے ''یلعق'' ہے۔

واحمق ممن يلعق الماء قال لى

اس شعر میں کلمہ ''اطلخم'' اور ''دھاریسا'' میں غرابت اور کراہت فی السمع پایا جاتا ہے۔

۱۹؎......ان تینوں باتوں میں اجنبیت اور کراہۃ فی السمع دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

اور پانی کو نہر یا تالاب میں منھ لگا کر پینے والے سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے، جس
نے مجھ سے کہا کہ شراب چھوڑ اور خالص ٹھنڈا پانی پی۔۲۰

مبحث فی فصاحۃ المرکب

فَصَاحَةُ الْكَلَامِ هِيَ سَلَامَتُهُ مَعَ فَصَاحَةِ مُفْرَدَاتِهٖ، ۲۱ اَوَّلًا مِنْ تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَمِعَةً اَوْ مُكَرَّرَةً دُوْنَ تَحْسِيْنٍ، ۲۲ اَوْ مِنْ تَتَابُعِ الْاَلْفَاظِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ الْكَلَامُ ثَقِيْلًا عَلَى اللِّسَانِ يَتَعَسَّرُ النُّطْقُ بِهٖ كَقَوْلِهٖ ؎

وَقَبْرُ حَرْبٍ بِمَكَانٍ قَفْرٌ ۲۳ وَلَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٌ

۲۰......میرے نزدیک شعر کا معنی یہ ہے:
بہت سے احمقوں نے جو منھ لگا کر پانی پیتے ہیں، مجھ سے کہا: شراب چھوڑ اور خالص ٹھنڈا پانی پی۔(ف)
اس شعر میں ''نقاخ'' میں کراہۃ فی السمع اور تنافر حروف ہیں۔

۲۱......فاذا کانت المفردات غیر فصیحۃ لم یکن الکلام فصیحًا وان کان خالیًا من التنافر والضعف والتعقید،

۲۲......دون تحسین: کی قید سے قرآن مجید کی تکرار کو نکالنا مقصود ہے جیسے سورۂ رحمٰن، سورۂ والشّمس وغیرہ میں تکرار سے حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

۲۳......اس شعر میں کلمات کا تکرار ہے کیونکہ ثقل علی اللسان ہے، جس سے نطق میں پریشانی ہوتی ہے۔
حرب بن امیہ عکاظ کی لڑائی سے واپسی کے وقت ایک سرسبز میدان سے گذرا تو اس کے ساتھی ''مرادس'' کی اس رائے پر کہ ان درختوں کو جلا کر زراعت کرے، حرب نے اس کی تائید کی، اور درختوں کو جلا دیا، جس سے ایک چیخ نکلی، اور دونوں مر گئے، ان کی موت پر ایک جن نے یہ شعر پڑھا۔
اور بعض حضرات نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حرب بن امیہ نے ایک جن کو جو سانپ کی شکل میں تھا، اس کو پیر سے روند کر مار ڈالا، سو! جنوں میں سے ایک جن نے اس پر اس زور سے چیخا کہ وہ مر گیا۔
(مصباح الفتاح ص ۲۰)

اردو میں اس کی مثال انشاء اللہ خاں کے اس شعر میں ہے، (جس میں تکرار الفاظ ہے) ؎

وَقَوْلِ الآخَرِ:

کَرِیْمٌ مَتیٰ اَمْدَحُہٗ اَمْدَحُہٗ وَالْوَریٰ ۲۴ مَعِیْ، وَاِذَا مَا لُمْتُہٗ لَمْتُہٗ وَحْدِیْ

کلام کی فصاحت یہ ہے کہ وہ مفردات کے فصیح ہونے کے ساتھ (تین عیوب سے خالی ہو) ایک: تنافر کلمات سے محفوظ ہو جو کئی کلموں کے جمع ہونے یا بغیر حسن کے تکرار، یا اس طرح تتابع الفاظ سے پیدا ہوتا ہے کہ زبان پر وہ کلام ثقیل ہو جاتا ہے، اور ادائیگی میں دشواری ہوتی ہے، جیسے اس شعر میں:

حرب بن امیہ کی قبر ایسے چٹیل میدان میں ہے کہ وہاں بجز اس کے اور کوئی قبر نہیں۔

اور جیسے اس شعر میں:

وہ ایسا کریم ہے کہ جب میں اس کی مدح کرتا ہوں، تو مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے اور جب میں ملامت کرتا ہوں، تو میں تنہا رہ جاتا ہوں۔

ثَانِیًا: مِنْ ضُعْفِ التَّألِیْفِ وَھُوَ اَنْ یَکُوْنَ الْکَلَامُ غَیْرَ جَارٍ عَلَی الْقَانُوْنِ النَّحْوِیِّ الْمَشْھُوْرِ، کَمَافِی قَوْلِہٖ: (فِیْ قَوْلِ اَبِیْ تَمَام)

جَزٰی بَنُوْہُ اَبَا الْغَیْلَانِ عَنْ کِبَرٍ ۲۵ وَحُسْنِ فَعْلٍ کَمَا یُجْزٰی سِنِمَارُ

تربت قیس پہ ٹکرائے آہو کے تمام گئے شاخوں کی دھڑ ادھڑ اسے یہ جھڑ جھڑ پتھر

حرب......علم رجل، وفقر: خبر لمبتدأ محذوف، و خبر قبر متعلق الجار والمجرور، والباء علی الاول بمعنی مع: وعلی الثانی بمعنی فی ' فقر: المکان الخالی من الناس، والماء ' والکلاء۔

۲۴......یہ ابو تمام حبیب بن اوس طائی کا شعر ہے۔ (علوم البلاغۃ ص ۲۷)

الوری: وری کا اسم ہے' مخلوق۔ لمتہٗ: لام یلوم ملامۃ (ن) سے: بمعنی ملامت کرنا۔

۲۵......فی قول ابی تمام۔ (نیل الامانی ص ۹۲ ج ۱۔ شرح ابن عقیل ص ۱۰۹ ج ۲۔ سلیط کا شعر ہے) ف اس شعر میں ''یجزی سنمار'' بجائے ماضی ''جزی'' کے ''یجزی'' مضارع استعمال ہوا ہے' بلغاء ماضی کے واقعہ کے استحضار کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

کلام کی فصاحت کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ ضعف تألیف سے سالم ہو۔اور ضعف تالیف یہ ہے کہ: مشہور نحوی قاعدہ کے خلاف ہو۔٢٦ جیسا اس شعر میں:

بدلہ دیا ابوالغیلان کو ان کے بیٹوں نے بڑھاپے اور عمدہ کارنامے کے باوجود جیسا کہ بدلہ دیا گیا سنمار کو۔٢٧

وَثَالِثًا: مِنَ التَّعْقِيْدِ: (الف) وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى الْمُرَادِ اِمَّا بِسَبَبِ تَقْدِيْمٍ اَوْحَذْفٍ اَوْاِضْمَارٍ اَوْ فَصْلٍ وَيُسَمّٰى تَعْقِيْدًا لَفْظِيًّا، كَقَوْلِهٖ

جَفَخَتْ وَهُمْ لَايَجْفِخُوْنَ بِهَا بِهِمْ ٢٨ شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الْاَغَرِّ دَلَائِلُ

سنمار: رومی باشندہ تھا، جس نے کوفہ میں "نعمان" بادشاہ کے لئے ایک محل بنایا، تو نعمان نے اس کے بدلے میں سنمار کو محل سے گرادیا تا کہ کسی اور کے لئے ایسا محل نہ بنا سکے۔اب یہ واقعہ برا بدلہ دینے کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

٢٦......مثلاً: ضمیر کا اپنے مرجع پر لفظاً ومعنیً وحکماً ہر اعتبار سے مقدم ہونا جمہور کے نزدیک ناجائز ہے۔

٢٧......اس مثال میں "بنوہٗ" میں ضمیر کا مرجع "ابا الغیلان" ہے۔جو قانون نحوی کے خلاف ہے۔

نحو کا قاعدہ یہ ہے کہ جب فاعل کے ساتھ مفعول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لگی ہو تو فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے۔جیسے "اکرم خالدًا قومُہ" (: خالد کو اس کی قوم نے عزت دی)۔اس مثال میں قوم فاعل ہے اس کے ساتھ ہٗ کی ضمیر ہے، جو "خالدًا" (مفعول) کی طرف اشارہ کرتی ہے، اگر "خالد قومُہ خالدا" کہیں تو اضمار قبل الذکر (ذکر سے پہلے ضمیر پھیر دینا) لازم آئے گا۔اور یہ بات عربی زبان میں معیوب مانی جاتی ہے۔(عربی کا معلم ج۴ ص ۱۳۸)

جیسا کہ اس شعر میں ہے، حالانکہ ہونا یوں چاہئے تھا "جزی اباالغیلان بنوہ"

٢٨......شعر کا مطلب یہ ہے کہ: وہ ایسا با اخلاق ہے کہ اس آدمی کو اپنے اخلاق پر فخر کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ اخلاق ہی ان پر فخر کرتے ہیں اور وہ اخلاق حسنہ خود ہی دلیل ہے اس کے شریف النسب ہونے کی۔

اس شعر کی تقدیری عبارت یوں ہے:

جفخت بھم شیم دلائل علی الحسب الاغر وھم لایجفخون بھا

فصاحت کلام کی تیسری شرط تعقید سے محفوظ ہونا ہے۔ تعقید سے مراد یہ ہے کہ کلام کی مراد واضح الدلالت نہ ہو۔ (تعقید کی دو قسمیں ہیں) ایک لفظی، دوسری معنوی۔ تعقید لفظی کئی وجوہ سے ہوسکتی ہے، کبھی کلام میں تقدیم یا حذف یا اضمار یا فصل واقع ہو، اس تعقید کا نام تعقید لفظی ہے۔ ۲۹

فخر کیا ان پر ایسے اخلاق نے جو دلیل ہیں' شریف نسب ہونے پر، حالانکہ وہ خود ان اخلاق پر فخر نہیں کرتے۔

وَاَمَّا بِسَبَبِ اِسْتِعْمَالِ مَجَازَاتٍ وَكِنَايَاتٍ بَعِيْدَةٍ لَايُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَاوَيُسَمّٰى تَعْقِيْدًا مَعْنَوِيًّا: نَحْوُ: "نَشَرَ الْمَلِكُ اَلْسِنَتَهٗ فِي الْمَدِيْنَةِ"مُرَادًا بِهَا جَوَاسِيْسُهٗ، وَقَوْلِهٖ

سَاَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِعَنْكُمْ لِتَقْرَبُوْا　　　وَتَسْكُبُ عَيْنَایَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

كَنٰى بِالْجُمُوْدِ عَنِ السُّرُوْرِ وَالْمَعْرُوْفُ اَنَّ الْجُمُوْدَ يُكْنٰى بِهٖ عَنِ الْبُخْلِ بِالدُّمُوْعِ وَقْتَ الْبُكَاءِ،

تعقید معنوی ایسے مجازات اور کنایات بعیدہ کے استعمال کرنے سے ہوتی ہے کہ ان

یہاں ''وهم لايجفخون بها'' مقدم ہے، اور ''جفخت'' کا فاعل ''شيم'' ہے تو فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہوگیا، اسی ''بہا'' اور ''بہم'' کا اضمار بھی مشکل ہے۔ (دیوان متنبّی ص ۳۱۶)

جفخ (ف،ض) فخر کرنا۔

۲۹...... اردو میں تعقید لفظی کی مثال یہ ہے:

توڑ کر بت خانہ کو مسجد بنائی تو نے شیخ　　　برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

اصل کلام یہ تھا: ''برہمن کے دل کی تعمیر کا بھی کچھ فکر ہے''؟ اور یہ تقدیم کی مثال ہے۔

اور فصل کی مثال یہ ہے: ع

دیکھا تو عجیب ہے یہاں کا لیکھا ہم نے

یہاں ''دیکھا'' فعل اور ''ہم'' فاعل کے درمیان فصل ہے۔

سے مراد سمجھ میں نہ آئے، اس کو تعقید معنوی کہتے ہیں، ۳۰ جیسے : پھیلائے بادشاہ نے جاسوس شہر میں ۔ ''السنۃ'' سے مراد جاسوس لیا گیا ہے، اور جیسے اس شعر میں:

میں تم سے گھر کی دوری طلب کرتا ہوں تا کہ تم قریب ہو جاؤ، اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تا کہ وہ خشک ہو جائیں ۔ ۳۱

۳۰...... اردو میں تعقید معنوی کی مثال یہ ہے:

میری لیلیٰ کو کر دیا مجنون   اے سکندر! میں تجھ کو کیا کوسوں

مطلب یہ ہے کہ شاعر سکندر کی شکایت کرتا ہے کہ تو نے ایسی چیز کیوں بنائی (مشہور ہے کہ آئینہ سکندر نے ایجاد کیا) جس سے اس کے معشوق بلکہ عاشق پر یہ بلاء (مصیبت) آئی ۔ یہاں سکندر کا آئینہ بنانا' معشوق کا آئینہ دیکھنا' تیسرا اپنا عاشق ہو جانا' یہ سارے امور شعر میں مذکور نہیں ہیں، یہ وجوہ تعقید ہو گئے ۔

۳۱...... یہ عباس بن احنف کا شعر ہے ۔ (علوم البلاغۃ ص ۳۲)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ شاعر اپنی معشوقہ سے قرب چاہتا ہے، تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں تم سے دوری طلب کروں گا تا کہ تم قریب ہو جاؤ، اس لئے کہ میں جس چیز کی تمنا کرتا ہوں' اس کے خلاف ہوتا ہے، اب بعد کا طالب ہوں تا کہ قرب حاصل ہو، اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی تا کہ سرور حاصل ہو ۔ اس دوسرے مصرعہ میں جمود سے سرور مراد لینا یہ کنایہ بعیدہ ہے، کیونکہ جمود جب ہوگا کہ آنکھ کثرت غم سے بہہ بہہ کر آنسو خشک کر دے، تو یہ سرور تو نہ ہوا ۔ ہاں! جمود سے سرور کی طرف انتقال بہت سے وسائط سے ہو سکتا ہے' جیسا کہ کہا جائے: ''جمود عین ہوگا انتفاء دم سے، اور انتفاء دم ہوگا انتفاء حزن سے، اور انتفاء حزن ہوگا وجود سرور سے ۔ پس جمود سے مراد سرور تو ہوا، مگر قرائن خفی ہیں'' اس میں تعقید (معنوی) پائی گئی ۔ اردو میں اس شعر کے ہم معنیٰ یہ شعر ہے: ع

مانگا کریں گے اب سے دعاء ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے دعاء کو اثر کے ساتھ

اور فارسی میں (تعقید معنوی کی مثال) یہ ہے:

من فراق یار جویم چونکہ وصلم آرزوست   زانکہ ہرگز بر مراد ما فلک کارے نہ کرد

میں معشوق سے فراق چاہتا ہوں، کیونکہ میری آرزو وصل (ملاقات) کی ہے ۔

شاعر جمود سے سرور مراد لے رہا ہے (یہ صحیح نہیں ہے) کیونکہ جمود عین سے بخل دموع کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے (نہ کہ فرحت وسرور کی طرف) جب غم زیادہ ہوتا ہے اور روتا رہتا ہے تو کثرت بکاء کی وجہ سے بھی آنسو بالآخر بند ہوجاتے ہیں۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ فَصِيْحٍ ' فِيْ اَيِّ غَرَضٍ كَانَ،وَالْمُرَادُ بِذَالِكَ اَنَّهُ اِذَا رَاعٰى شُرُوْطَ فَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ ' وَفَصَاحَةِ الْمُرَكَّبِ الَّتِيْ مَرَّتْ اٰنِفاً' وَتَمَكَّنَ مِنَ التَّعْبِيْرِ عَلٰى مُوْجَبِهَا' سُمِّيَ فَصِيْحًا،

اور فصاحت متکلم ایک ایسا ملکہ ہے کہ جس سے متکلم فصاحت کے ساتھ اپنے ہر موضوع کو اور اپنی ہر بات کو سمجھا سکے۔ اوراس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب فصاحت مفرد و مرکب کی ان تمام شروط کا خیال کرے، جن کا ذکر ابھی ہوا، اوران شروط کے مطابق اپنی ہر بات ادا کرنے پر قادر ہو تو اسے فصیح کہا جائے گا۔

اَسْئِلَة

(۱): عَرِّفِ الْفَصَاحَةَ لُغَةً وَ اِصْطِلاَحًا؟ (۲): مَتٰى تَكُوْنُ الْكَلِمَةُ فَصِيْحَةً؟ (۳): بِمَاذَا تُعَرِّفُ فَصَاحَةَ الْكَلَامِ ؟ (۴): مِمَّ يَتَأَتّٰى تَنَافُرُ الْكَلِمَاتِ؟ (۵): مَتٰى يُعَدُّ خُرُوْجُ الْكَلَامِ عَنِ الْمَشْهُوْرِ اِخْلالاً بِالْفَصَاحَةِ؟ وَمَتٰى يَكُوْنُ فَاسِدًا لَا اِعْتِبَارَ لَهُ؟(۶): اُفْرُقْ بَيْنَ التَّعْقِيْدِ اللَّفْظِيِّ وَالْمَعْنَوِيِّ؟(۷): مَاذَا تَفْهَمُ بِفَصَاحَةِ الْمُتَكَلِّمِ؟

(۱): فصاحت کی لغوی واصطلاحی تعریف کیجئے! (۲): کلمہ کب فصیح ہوگا ؟ (۳): آپ فصاحت کلام کی تعریف کس طرح کروگے؟ (۴): کلمات میں تنافر کب پایا جاتا ہے؟ (۵): کلام کا مشہور قاعدہ کے خلاف ہونا کب مخل بالفصاحت ہوگا؟ اور کب ایسا فاسد ہوگا

جس کا کوئی اعتبار نہیں؟ (۶): تعقید لفظی ومعنوی میں فرق بیان کیجئے؟۔ (۷): فصاحت متکلم سے آپ کیا سمجھے؟۔

تَمْرِیْنٌ

اُذْکُرْ سَبَبَ خُرُوْجِ مَایَأْتِی مِنَ الْکَلَامِ عَنِ الْاُسْلُوْبِ الْفَصِیْحِ؟

(۱): حَلَّتْ بِہٖ دَاھِیَۃٌ خَنْفَقِیْقٌ، (۲): اَدْرَکَتِ الْمُذْنِبَ عَنْقَفِیْرٌ لَامَنَاصَ لَہٗ مِنْھَا، (۳): سُئِلَ اَعْرَابِیٌّ: اَیْنَ نَاقَتُکَ؟ فَقَالَ: تَرَکْتُھَا تَرْعیٰ الْخُعْخُعَ، (۴): سَقَطَ عِیْسَی بْنَ عَمْرِ النَّحْوِیّ عَنْ دَابَّتِہٖ، فَاجْتَمَعَ النَّاسُ حَوْلَہٗ، فَقَالَ لَھُمْ: مَالَکُمْ تَکَأْکَأْتُمْ عَلَیَّ کَتَکَأْکُئِکُمْ عَلٰی ذِیْ جِنَایَۃٍ، اَفْرَنْقِعُوْا عَنِّی. فَقَالَ بَعْضُ الْحَاضِرِیْنَ: دَعُوْہُ: فَاِنَّ شَیْطَانَہٗ یَتَکَلَّمُ بِالْھِنْدِیَّۃِ،

وَاِذَا الرِّجَالُ رَأَوْیَزِیْدَ رَاَیْتَھُمْ ۵ خُضُعَ الرِّقَابِ نَوَاکِسَ الْاَبْصَارِ
فَلَا یُبْرَمُ الْاَمْرُ الَّذِیْ ھُوَ حَالِلُ ۶ وَلَا یُحْلَلُ الْاَمْرُ الَّذِی ھُوَ مُبْرِمُ
اِنِّی اِذَا اَنْشَدْتُّ لَا اَحْبَنْطِیْ ۷ وَلَا اُحِبُّ کَثْرَۃَ التَّمَطِّیْ
فَخَرَّ مُضَرِّجاً بِدَمٍ کَاَنِّیْ ۸ ھَدَمْتُ بِہٖ بِنَاءً مُشْمَخِرًّا
مُبَارَکُ الْاِسْمِ اَغَرُّ اللَّقَبِ ۹ کَرِیْمُ الْجِرِشّٰی شَرِیْفُ النَّسَبِ
یَظَلُّ بِمَوْمَاۃٍ وَیُمْسِیْ بِغَیْرِھَا ۱۰ جَحِیْشاً وَیَعْرَوْرِیْ ظُھُوْرَ الْمَسَالِکِ

(۱)...... اُتری اس پر بڑی مصیبت۔ ۳۲؎ (۲)...... گنہگار کو ایسی مصیبت نے پکڑا جس سے چھٹکارا نہیں۔ ۳۳؎ (۳)...... ایک اعرابی سے پوچھا گیا: تیری اونٹنی کہاں ہے؟ سو! کہا: چھوڑ دیا میں نے اس کو اس حال میں کہ چرتی ہے گھاس۔ ۳۴؎ (۴)...... عیسیٰ بن عمر

۳۲؎...... الغرابۃ فی خنفقیق۔ ۳۳؎...... الغرابۃ فی عنقفیر۔
۳۴؎...... الغرابۃ فی خعخع ۔

نحوی اپنی سواری سے گر گئے، تو لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، سو! کہا انہوں (عیسیٰ) نے ان (لوگوں) کو: کیوں تم میرے ارد گرد جمع ہو گئے' جیسے کہ کسی مجرم پر تم جمع ہوتے ہو ؟ (سو!) دور ہو جاؤ تم مجھ سے! تو بعض حاضرین نے کہا کہ: چھوڑ دو تم اس کو! کیونکہ اس کا شیطان ہندی میں بات کرتا ہے۔ ۳۵

(۵)......اور لوگ جب یزید کو دیکھتے ہیں تو' تو ان کو دیکھے گا' گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور نظریں پست ہیں۔ ۳۶

(۶)......اس امر کو مضبوط نہیں کیا جا سکتا' جس کو وہ کھول دے، اور اس امر کو کھولا نہیں جا سکتا جس کو وہ مضبوط کرے۔ (یعنی وہ جو چاہے کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا) ۳۷

(۷)......میں جب شعر پڑھتا ہوں تو پیٹ کو پھلاتا نہیں ہوں اور میں زیادہ اکڑ کر چلنے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ ۳۸

۳۵......فیہ "تکأکأتم" و "افرنقعوا" کلاھما غریب ۔

۳۶......فرزدق کا شعر ہے۔ اس شعر میں "ناکس" اسم فاعل کی جمع "نواکس" کے وزن پر لانا سبب مخالفت ہے، کیونکہ "فاعل" کی جمع "فواعل" کے وزن پر مطرد نہیں، بلکہ اس کی جمع "فواعل" کے وزن پر یا تو اس وقت آتی ہے جب وہ اسم ہو جیسے: "کاہل" کی جمع "کواہل" اور "حائط" کی جمع "حوائط" یا غیر عاقل کے لئے وصف ہو، جیسے "مثل سائر و امثال سوائر" یا مؤنث عاقل کا وصف ہو، جیسے: "امرأۃ حائض و نساء حوائض" بخلاف "رجل قائم" کے کہ اس کی جمع قوائم کے وزن پر نہیں آتی۔

(نیل الامانی ص ۸۶ ج ۱۔ علوم البلاغۃ ص ۲۱)

۳۷......یہ شعر متنبّی نے سیف الدولۃ کی تعریف میں کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح جس امر کو منتشر کر دے کوئی اسے مضبوط و مستحکم نہیں کر سکتا اور جس امر کو مضبوط کر دے کوئی اسے منتشر نہیں کر سکتا۔ فیہ مخالفۃ القیاس اللغوی ،لان فک الادغام فی حالل و یحلل۔

۳۸......الغرابۃ فی احنبطی۔

(۸)......پس وہ گر گیا خون سے لت پت ہوکر، گویا کہ میں نے گرا دیا اس کے ذریعہ بلند عمارت کو۔ ۳۹؎

(۹)......مبارک نام ہے، مشہور لقب ہے، کریم النفس ہے، اور شریف النسب ہے۔ ۴۰؎

(۱۰)......وہ صبح کو ایک جنگل میں ہوتا ہے اور شام کو دوسرے جنگل میں، مستقل اور تنہا سفر کرتا ہے راستوں کی پیٹھ پر۔ ۴۱؎

مَاالْمُخِلُّ بِالْفَصَاحَةِ فِيْمَا يَأْتِيْ

(۱): لَاَنْتَ اَسْوَدُ فِيْ عَيْنِيْ مِنَ الظُّلَمِ، (۲): اَكْرَمَ اِبْنُهٗ زَيْدًا، (۳): سَاَجْزِلُ جَزَاءَ النَّاجِحِيْنَ، (۴): اَكَلُوْنِي الْبَرَاغِيْثُ، (۵): لَمْ يَكُ الصِّدِّيْقُ فِي الْمَنْزِلِ، (۶): هٰذِهٖ عِبَارَةُ كِتَابِ صَدِيْقِ زَيْدٍ،

كَسَا حِلْمُهٗ ذَالْحِلْمِ اَثْوَابَ سُؤْدَدِ ۷ وَرَقّٰى نَدَاهٗ ذَالنَّدٰى فِيْ ذُرَى الْمَجْدِ

لَيْسَ اِلَّاكَ يَا عَلِيُّ هُمَامُ ۸ سَيْفُهٗ دُوْنَ عِرْضِهٖ مَسْلُوْلُ

وَالشَّمْسُ كَاسِفَةٌ لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ ۹ تَبْكِيْ عَلَيْكَ نُجُوْمَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرَا

۳۹؎......مشمخرا فيه تنافر الحروف۔ یہ بشر بن عوانہ کا شعر ہے۔ (علوم البلاغۃ ص ۱۹)

۴۰؎......متنبّی امیر علی بن سیف الدولۃ کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ممدوح کا جو نام ''علی'' ہے مبارک ہے، اس لئے کہ ان کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے مشابہ ہے اور نیز وہ بلندی کے معنی کی طرف مشیر ہے۔ اور ان کا لقب مشہور ہے، اس لئے کہ وہ سیف الدولۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور وہ کریم النفس اور شریف النسب ہیں اس لئے کہ وہ خاندان بنی عباس سے ہیں۔ الجرشی میں کراہت فی السمع ہے، في البيت اربع اضافات من قبيل الاضافة اللفظية: اى مبارك اسمه و اغر لقبه و كريم نفسه و شريف نسبه۔ (دیوان المتنبی ص ۵۰)

۴۱؎...... هذا قول تأبط يصف ابن عم له بكثرة الرحال، جحش فيه الغرابة۔ (علوم البلاغۃ ص ۱۹)

الموماة: المفازة اى البرية، الجحيش المستبد برأيه ويعرورى: يركب، والمسالك: الطرق۔

وَمِنْ جَاهِلٍ بِىْ وَهُوَ يَجْهَلُ جَهْلَهٗ ۱۰ وَيَجْهَلُ عِلْمِىْ، اَنَّهٗ بِىْ جَاهِلُ

دَانٌ بَعِيْدٌ مُحِبٌّ مُبْغِضٌ نَهِجٌ ۱۱ اَغَرُّ حُلْوٌ مُمِرٌّ لَيِّنٌ شَرِسٌ

اِنِّى وَاَسْطَارٍ سُطِرْنَ سَطْرًا ۱۲ لِقَائِلٍ يَا نَصْرُ نَصْرٌ نَصْرًا

تَزَوَّدْ مِثْلَ زَادِ اَبِيْكَ قَيْسٍ ۱۳ فَنِعْمَ الزَّادُ زَادُ اَبِيْكَ زَادًا

آنے والے جملوں میں مخل بالفصاحت کیا ہے؟

(۱)......تو میری نگاہ میں تاریکیوں سے زیادہ کالا ہے۔[۴۲]

(۲)......اکرام کیا زید کا اس کے بیٹے نے۔[۴۳]

(۳)......عنقریب میں کامیاب ہونے والوں کو بہت بدلہ دوں گا۔[۴۴]

(۴)......کھایا مجھ کو پسّو نے۔[۴۵]

(۵)......دوست گھر میں نہیں ہے۔[۴۶]

---

[۴۲]......اس مثال میں تعقید معنوی ہے، کیونکہ اسود کی تشبیہ یا تو بالوں سے دی جاتی ہے یا کوئلہ سے، تاریکی سے تشبیہ غیر معروف ہے۔

اس میں لفظ ''اسود'' جو لون ہے' اسم تفضیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے' جو خلاف قاعدہ ہے، اس لئے تعقید لفظی ہے، واللہ اعلم۔ (ف)

[۴۳]......فیہ ضعف التألیف بوجہ الاضمار قبل الذکر، قاعدہ کے اعتبار سے'' اکرم زیدًا ابنہٗ ''ہونا چاہئے۔

[۴۴]......فیہ تنافر الکلمات لان النطق یتعسر فی ''اجزل جزاءً''۔

[۴۵]......فیہ ضعف التألیف: کیونکہ یہ جملہ نحوی قاعدہ کے خلاف ہے۔ نحو کا قاعدہ یہ ہے کہ فاعل (جب ظاہر ہو تو) چاہے واحد ہو' چاہے تثنیہ ہو' چاہے جمع ہو' فعل ہمیشہ واحد آئے گا تو یہاں ''اکلنی البراغیث'' ہونا چاہئے تھا۔

[۴۶]......فیہ ایضا ضعف التألیف، کیونکہ یہ جملہ بھی نحوی قاعدہ کے خلاف ہے، قاعدہ یہ ہے کہ: مضارع

(٦)...... یہ زید کے دوست کی کتاب کی عبارت ہے۔ ۴۷

(۷)...... پہنایا حلم والے کو اس کے حلم نے سرداری کا لباس۔ اور پہنچایا سخی کو اس کی سخاوت نے بزرگی کی چوٹی پر۔ ۴۸

(۸)...... اے علی! تیرے علاوہ کوئی ایسا سردار نہیں، جس کی تلوار اس کی عزت کی حفاظت میں سونتی ہوئی ہے۔ ۴۹

(۹)...... سورج رات کے ستاروں میں چھپ گیا ہے، اور چاند تجھ پر رو رہا ہے اس لئے طلوع نہیں ہوگا۔ ۵۰

(۱۰)...... اور بہت سے ایسے ہیں جو مجھ سے جاہل ہیں، اور وہ اپنے جہل سے بھی جاہل ہیں، اور وہ میرے اس علم سے بھی جاہل ہیں کہ وہ مجھ سے جاہل ہیں۔ ۵۱

مجزوم کا نون، ساکن سے متصل ہو یا ضمیر منصوب سے متصل ہو تو نہیں گرتا (باقی صورتوں میں گرتا جاتا ہے جیسے: ''لم یک بغیّا''۔ ''لم یکنه'' اور ''لم یکن الذین'' میں نہیں گرا، اس قاعدہ کی رو سے یہاں بھی ''لم یکن الصدیق'' ہونا چاہئے تھا۔

۴۷...... فیہ تتابع الامانة: نعم !کل تتابع الاضافة لیس مخلًّا بالفصاحة بل مرّةً تکررت الاضافة ولطفت کما فی قولہ: ''ذکر رحمة ربک عبدهٗ زکریّا''۔

۴۸...... اضمار قبل الذکر کی وجہ سے تعقید لفظی ہے۔ ''کسا ذالحلم حلمه'' اور ''رقی ذاالندی نداهٗ'' ہونا چاہئے تھا۔

۴۹...... فیہ ضعف التألیف: اس لئے کہ اس شعر میں ''الا'' ''کاف'' کے ساتھ آیا ہے، الا ایاہ وغیرہ ضمیر منفصل کے ساتھ آتا ہے۔ ''کاف'' متصل ہے۔ ''شرح ابن عقیل'' میں ہے: ''فالمتصل هو الذی لا یبتدأ به کالکاف من اکرمک ولا یقع بعد الا فی الاختیار فلا یقال : ماا کرمت الاک وقد جاء شذوذا فی الشعر''۔ (ص۳۰)

۵۰...... تعقید لفظی ہے، کیونکہ اس عبارت میں تقدیم وفصل واقع ہوا ہے، اصل عبارت یوں ہے:

الشمس کاسفة نجوم اللیل والقمر تبکی علیک فلیست بطالعة

(۱۱)......قریب ہے' دور ہے' محبوب ہے' مبغوض ہے' واضح ہے' میٹھا ہے' کڑوا ہے' نرم ہے' بدخلق ہے۔۵۲؎

(۱۲)...... میں ان سطروں کی قسم کھا کر کہتا ہوں' جو لکھی گئی ہیں کہ: اے نصر! میری مدد کر' مدد کرنا۔۵۳؎

(۱۳)......تو اپنے باپ قیس کے توشہ کی طرح توشہ اختیار کر، کیونکہ توشہ ہونے کے اعتبار سے تیرے باپ کا توشہ بہترین توشہ ہے۔۵۴؎

۵۱؎......شعر کا مطلب یہ ہے کہ: ایک آدمی میرے مرتبہ سے جاہل ہے کہ میں کس درجہ کا آدمی ہوں، اور وہ اپنی اس جہالت سے بھی جاہل ہے یعنی دوگنی جہالت، ایک مجھے نہ جاننا، دوسرے نہ جاننے کو بھی نہ جاننا، اور لطف کی بات یہ ہے کہ دوگنی جہالت پر بھی بس نہیں، بلکہ تیسری جہالت یہ ہے کہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ وہ مجھ سے جاہل ہے، مگر یہ جاہل میرے اس علم سے بھی جاہل ہے۔ لفظ ''جہل'' کی تکرار مخل بالفصاحۃ ہے، لان فیہ تنافرا۔ (متنبّی ص۲۹۴)

۵۲؎......فیہ تنافر بسبب ایراد صفات متعددۃ علی طریق واحدۃ۔ (متنبّی ص۲۹۴۔ علوم البلاغۃ ص۲۸)

۵۳؎......نصر سے' نصر بن سیار مراد ہے۔ (شرح شذور الذہب ص۴۳۸)

۵۴؎......فی ھذین البیتین الاخرین تنافر الکلمات بالتکرار،

تزود الخ، یہ شعر جریر کا ہے تھوڑے سے فرق سے ۱۲۔ (ابن عقیل ص۳۶۳)

قیس لعلہ مصحف من فینا کما فی ابن عقیل۔ (ف)

فَصۡلٌ فِی الۡبَلَاغَۃِ

اَلۡبَلَاغَۃُ فِی اللُّغَۃِ اَلۡوُصُوۡلُ وَالۡاِنۡتِھَاءُ، وَیُقَالُ'' بَلَغَ فُلَانٌ مَرَادَہٗ'' اِذَا وَصَلَ اِلَیۡہِ، ''وَبَلَغَ الۡمُسَافِرُ الۡمَدِیۡنَۃَ'' اِذَا انۡتَھٰی اِلَیۡھَا،

بلاغت کے لغوی معنی وصول اور انتہاء کے ہیں۔ جب آدمی اپنے مقصود تک پہنچ جائے اس وقت کہا جاتا ہے: بلغ فلان مراده' : فلاں آدمی اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔ اور جب مسافر شہر تک پہنچ جائے تب کہتے ہیں: ''بلغ المسافر المدینۃ'' مسافر شہر پہنچ گیا۔

وَعِنۡدَ اَھۡلِ الۡبَیَانِ تَکُوۡنُ وَصۡفًا لِلۡکَلَامِ وَالۡمُتَکَلِّمِ :

اور اہل بیان کے نزدیک بلاغت صرف متکلم اور کلام کی صفت واقع ہوتی ہے۔۵۵؎

فَبَلَاغَۃُ الۡکَلَامِ ھِیَ مُطَابَقَتُہٗ لِمُقۡتَضَی الۡحَالِ اَیۡ وُرُوۡدُہٗ عَلَی الصُّوۡرَۃِ الَّتِیۡ طَلَبَتۡھَا الۡحَالُ مَعَ فَصَاحَتِہٖ،

پس کلام کی بلاغت یہ ہے کہ کلام حال کے تقاضے کے مطابق ہو، یعنی کلام کا فصاحت کے ساتھ مناسب حال لانا۔

وَالۡحَالُ وَیُسَمّٰی '' بِالۡمُقَامِ '' ھُوَ الۡاَمۡرُ الۡحَامِلُ لِلۡمُتَکَلِّمِ عَلٰی اِیۡرَادِ عِبَارَتِہٖ عَلٰی صُوۡرَۃٍ مَخۡصُوۡصَۃٍ،

اور حال جس کا دوسرا نام ''مقام'' بھی ہے' وہ امر ہے جو متکلم کو ایک مخصوص صورت پر اپنی بات کہنے پر آمادہ کرے۔

اَلۡمُقۡتَضٰی وَیُسَمّٰی '' بِالۡاِعۡتِبَارِ الۡمُنَاسِبِ ''ھُوَ الصُّوۡرَۃُ الۡمَخۡصُوۡصَۃُ الَّتِیۡ تَطۡلُبُھَا الۡحَالُ فَتُوۡرَدُ عَلَیۡھَا الۡعِبَارَۃُ ،

۵۵؎...... بلاغت صرف کلام اور متکلم کی صفت ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: ''کلام بلیغ' متکلم بلیغ'' اور کلمہ کی صفت نہیں آتی، کیونکہ اہل عرب سے ''کلمۃ بلیغۃ'' نہیں سنا گیا۔

اور مقتضیٰ، جس کا دوسرا نام ''اعتبار مناسب'' ہے، وہ صورت مخصوصہ ہے جس کو حال نے طلب کیا ہے، اس لئے اس کے مطابق کلام لایا جاتا ہے۔ (یا وہ صورت مخصوصہ جس کے اوپر کلام لانے کا حال تقاضا کرے)

وَالْمُطَابَقَةُ هِيَ اِيْرَادُ الْكَلَامِ عَلَى الصُّوْرَةِ الْمَخْصُوْصَةِ مَثَلاً 'اَلْاِنْكَارُ' حَالٌ لِاَنَّهُ يَدْعُوْ اِلٰى اِيْرَادِ الْكَلَامِ مُؤَكَّدًا، وَالتَّوْكِيْدُ مُقْتَضًى لِاَنَّهُ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ الَّتِيْ طَلَبَتْهَا الْحَالُ، وَاِيْرَادُ الْكَلَامِ مُؤَكَّدًا هُوَ الْمُطَابَقَةُ:

اور مطابقت، صورت مخصوصہ کے مطابق کلام کا لے آنا، جیسا کہ ''انکار''[۵۶] ایک حال ہے، تو وہ اس بات کا داعی ہے کہ کلام کو مؤکد لایا جائے، اور کلام کو مؤکد لانا یہ مقتضیٰ ہے، اس لئے کہ حال (یعنی انکار) کلام میں تاکید کا طالب ہے، اور (اس مقتضاء حال کے مطابق) کلام کو مؤکد لے آنا یہ مطابقت ہے۔

وَكَذَا الْمَدْحُ وَالْاِطْنَابُ وَاِيْرَادُ الْكَلَامِ مُطْنِبًا، فَالْاَوَّلُ هُوَ الْحَالُ وَالثَّانِيْ اَلْمُقْتَضٰى وَالثَّالِثُ اَلْمُطَابَقَةُ،

اور اسی طرح مدح (کسی کی تعریف کرنا) ایک حالت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں طوالت ہو، اور تقاضا کے مطابق کلام کو طویل لے آنا یہ مطابقت ہے۔

وَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ بَلِيْغٍ فِيْ

۵۶...... ''الانکار حال''، متکلم کے دل میں کسی خاص کلام کا داعیہ پیدا ہونا' یہ حال ہے اور اس داعیہ کے تقاضہ کے مطابق کلام کو لانا' یہ مقتضیٰ ہے اور اس مقتضیٰ پر عمل کرنا' یہ مطابقت ہے۔ مثلا: متکلم منکر مخاطب سے یوں کہنا چاہتا ہے کہ: زید گھر میں ہے۔ اس صورت میں یہ انکار حال ہے، اور اس حال کا تقاضہ یہ ہے کہ کلام میں تاکید ہو تو یہ مقتضیٰ ہوا اور کلام کو مؤکد کرنا یہ مطابقت ہے تو ''زید فی الدار'' کے بجائے یہ خیال آنا ''ان زیدًا فی الدار'' کہوں یہ مقتضیٰ ہے، اور اس تقاضہ کے مطابقت ''ان زیدًا فی الدار'' کہہ دینا یہ مطابقت ہے۔

اَیِّ غَرَضٍ کَانَ ، وَیُعْرَفُ التَّنَافُرُ بِالذَّوْقِ، وَمُخَالَفَۃُ الْقِیَاسِ بِالصَّرْفِ ، وَضُعْفُ التَّأْلِیْفِ وَالتَّعْقِیْدُ اللَّفْظِیُّ بِالنَّحْوِ ، وَالْغَرَابَۃُ بِکَثْرَۃِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی کَلَامِ الْعَرَبِ، وَالتَّعْقِیْدُ الْمَعْنَوِیُّ بِالْبَیَانِ،وَالْاَحْوَالُ وَمُقْتَضَیَاتُھَا بِالْمَعَانِیْ ،

اور بلاغتِ متکلم وہ ملکہ ہے کہ جس سے متکلم اپنی ہر بات کو بلیغ انداز میں سمجھانے پر قادر ہو۔اور ذوق سلیم سے تنافر پہچانا جاتا ہے،اور صرف سے مخالفت قیاس کا پتہ چلتا ہے، اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے،اور کلام عرب پر کثرت معلومات سے غرابت سمجھی جاسکتی ہے،اور علم بیان تعقید معنوی کو بتلاتا ہے۔اور علم معانی سے احوال ومقتضیات کا علم ہوتا ہے۔

فَبِنَاءً عَلَیْہِ وَجَبَ عَلٰی طَالِبِ الْبَلَاغَۃِ اَن یَّعْرِفَ اللُّغَۃَ وَالصَّرْفَ وَالنَّحْوَ وَالْمَعَانِیْ وَالْبَیَانَ، وَاَنْ یَکْتَسِبَ سَلَامَۃَ الذَّوْقِ وَیُکَثِّرَ مِنَ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی کَلَامِ الْعَرَبِ،

اس لئے بلاغت کے طالب پر علمِ لغت،صرف، نحو،معانی اور بیان کا جاننا اور سلامتی ذوق کا حاصل کرنا،اور کلام عرب پر کثرت معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

مَبْحَثٌ فِیْ مَرَاتِبِ الْبَلَاغَۃِ

عَرَفْتَ مِمَّا تَقَدَّمَ اَنَّ مَرْجَعَ الْفَصَاحَۃِ اَللَّفْظُ دُوْنَ الْمَعْنٰی، وَاَنَّ مَرْجَعَ الْبَلَاغَۃِ اَلْاَلْفَاظُ وَالْمَعَانِیْ مَعًا،

یہ بات گذرے سبق سے معلوم ہوچکی ہے کہ فصاحت کا مدار (مرجع ۵۷) صرف لفظ

۵۷......مرجع الفصاحۃ : مرجع سے مراد وہ چیز جس کا حاصل کرنا ضروری ہو: جیسے کہا جاتا ہے:''مرجع الجود الی الغنی ''سخاوت کا مرجع غنی ہے۔اور فصاحت کا مرجع لفظ ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ فصاحت کے لئے الفاظ کا حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ فصاحت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ'' عبارۃ عن الالفاظ البیّنۃ الظاھرۃ المتبادرۃ الی الفھم ''اور بلاغت میں لفظ کے ساتھ معنی کا حصول بھی ضروری

ہے، معنی نہیں، اور بلاغت کا مدار لفظ اور معنی دونوں ہیں۔

وَلِلْبَلَاغَةِ طَرَفَانِ: اَعْلٰی، وَهُوَ مَايَقْرُبُ مِنْ حَدِّ الْإِعْجَازِ ، وَاَسْفَلُ ، وَهُوَ مَا اِذَا غُيِّرَ الْكَلَامُ عَنْهُ اِلٰى مَاهُوَ دُوْنَهُ فِي الْمَرْتَبَةِ اِلْتَحَقَ بِاَصْوَاتِ الْبَهَائِمِ ، وَبَيْنَهُمَا مَرَاتِبُ كَثِيْرَةٌ مُخْتَلِفَةٌ ،بَعْضُهَا اَعْلٰى مِنْ بَعْضٍ ، بِحَسْبِ تَفَاوُتِ الْمَقَامَاتِ، وَرِعَايَةِ الْاِعْتِبَارَاتِ، وَتَتْبَعُهَا وُجُوْهٌ اُخْرٰى غَيْرُ الْمُطَابَقَةِ وَالْفَصَاحَةِ تُوْرِثُ الْكَلَامَ حُسْنًا، وَهِيَ اَنْوَاعُ الْبَدِيْعِ ،

اور بلاغت کے لئے دو طرفین (کنارے) ہیں ۵۸؎ :ایک اعلیٰ، جو حد اعجاز سے قریب ہو۔ ۵۹؎ اور دوسرا اسفل ہے، اور وہ یہ ہے کہ کلام کو اگر بدل کر اس سے نیچے درجہ میں کر دیا جائے تو وہ چوپایوں کی آوازوں سے مل جائے۔ اور اعلیٰ اور اسفل کے درمیان بہت سے مختلف مرتبے ہیں۔ ۶۰؎ مقامات کے تفاوت اور رعایت کے اعتبار سے بعض بعض سے اعلیٰ

ہے، کیونکہ بلاغت فصاحت کے ساتھ مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے کا نام ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ فصیح اور بلیغ کے درمیان عام وخاص مطلق کی نسبت ہوئی۔ بلیغ خاص ہے اور فصیح عام ہے، لہٰذا ’’کل بلیغ فصیح‘‘ کہا جا سکتا ہے اس کا عکس یعنی ’’کل فصیح بلیغ‘‘ صحیح نہیں ہے۔

۵۸؎...... بلاغت کے دو درجے ہیں: ایک اعلیٰ دوسرا اسفل۔ اعلیٰ وہ ہے کہ فصاحتِ کلام میں مقتضیات احوال کی وہ رعایت ملحوظ ہو جو غیر کے لئے ممکن نہ ہو۔ اور اسفل یہ ہے کہ کلام کو بلاغت سے اس درجہ کم کر دیا جائے کہ کسی درجہ میں اس کا شمار بلغاء کے نزدیک نہ ہو اگر چہ وہ کلام باعتبار اعراب کے صحیح ہو۔

۵۹؎...... حد الاعجاز: حد اعجاز یہ ہے کہ کلام بلاغت میں اتنا اونچا ہو جائے کہ انسان کے بس سے باہر ہو، اور ان کو مقابلہ سے عاجز کر دے ’’حد الاعجاز وهو ان يرتقى الكلام الى ان يخرج عن طوق البشر ويعجزهم عن معارضته‘‘۔ (مختصر المعانی ص ۵۴)

۶۰؎...... مراتب مختلفة كثيرة: جیسے ایک شخص کے لئے دس احوال ہوں اور دوسرے کے لئے نو، اور تیسرے کے لئے آٹھ، اور ہر حال کسی نہ کسی خصوصیت کا مقتضی ہو، تو اول کے لئے دس خصوصیات کے ساتھ کلام لانا، طرف اعلیٰ ہے، اور دوسرے کے لئے ایک خصوصیت کے ساتھ طرف اسفل ہے، اور ان

ہیں۔ اور بلاغت کے بعد فصاحت ومطابقت کے علاوہ کچھ اور امور آتے ہیں، جو کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں، اور یہ علم بدیع سے متعلق ہیں۔

لَایَخْلُوْ مِنْ اَن یَّکُوْنَ فِی الْجُمْلَةِ اَلْاَمْرُ الدَّاعِیُ اِلَی التَّکَلُّمِ مُفْرَدًا اَوْ مُتَعَدِّدًا فَیَکُوْنَ الْمُقْتَضٰی وَاحِداً اَوْ اَکْثَرَ، فَاِنْ طَابَقَتِ الْمُقْتَضَیَاتُ فِی الْجُمْلَةِ کَافَّةَ الْاَحْوالِ دُوْنَ اِخْلَالٍ، وَشُفِعَ تَرْکِیْبُهَا بِشَیْءٍ مِنَ الْمُحَسَّنَاتِ الْبَدِیْعِیَّةِ، کَانَ الْکَلَامُ فِیْ اَعْلٰی مَرَاتِبِ الْبَلَاغَةِ، مُدْرِکًا حَدَّ الْاِعْجَازِ، وَاِلَّا فَهُوَ فِیْ مَرَاتِبَ مُخْتَلِفَةٍ یَسْفَلُ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ بِحَسْبِ التَّفَاوُتِ بَیْنَ الْاَحْوَالِ وَالْمُقْتَضَیَاتِ وَبَیْنَ الْمُحَسِّنَاتِ الْبَدِیْعِیَّةِ،

کسی جملہ میں کلام کی طرف امر داعی دو حال سے خالی نہ ہوگا، یا تو مفرد ہوگا یا متعدد۔ اگر مفرد ہو تو مقتضٰی ایک ہوگا اور اگر متعدد ہو تو زیادہ ہوگا۔ پس! اگر کسی جملہ میں مقتضیات بغیر کسی خلل کے احوال کے مطابق ہوں، اور محسنات بدیعہ سے بھی کچھ چیزیں ان میں ملا دی گئی ہوں، تو اس صورت میں کلام بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ میں حد بلاغت کو پہنچا ہوا ہوگا۔ اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو کلام کا مرتبہ بلاغت میں مختلف ہوگا۔ اور احوال ومقتضیات اور محسنات بدیعہ کے درمیان تفاوت کے اعتبار سے بعض بعض سے اسفل ہوں گے۔

اَسْئِلَةٌ؟

(۱): مَاالْبَلَاغَةُ لُغَةً وَاصْطِلَاحًا؟ (۲): بِمَا ذَا تُعْرِفُ بَلَاغَةَ الْکَلَامِ؟ (۳): مَا

کے درمیان مراتب متوسطہ ہیں، یا جیسے ایک شخص کا انکار انتہائی شدید ہو اور دوسرے کا انکار شدید ہو مگر انتہائی شدید نہ ہو اور تیسرے کا انکار ضعیف ہو، پس اول کے لئے تین مؤکدات کے ساتھ کلام کرنا طرف اعلیٰ ہے، اور تیسرے کے لئے ایک مؤکد کے ساتھ طرف اسفل ہے اور دوسرے کے لئے دو مؤکدوں کے ساتھ مرتبۂ وسطیٰ ہے۔

الْـحَـالُ وَمَـاالْمَقَامُ ، وَمَا الْمُقْتِضٰی ،اَوِالْاِعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ' وَمَاالْمُطَابَقَةُ ؟ مَثِّلُ لِمَا تَـقُـوْلُ ؟ (۴): بَيِّـنِ الْحَالَ وَمُقْتَضَاهُ فِيْ قَوْلِكَ لِمُنْكِرٍ ''اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا''؟ (۵):مَتٰـى يُعَـدُّ الْـكَلَامُ بَـلِيْـغًـا ؟ (۶): كَيْفَ يُحْتَرَسُ مِمَّا يُخِلُّ بِفَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ وَالْـمُـرَكَّـبِ ؟ (۷): كَيْفَ يُعْـرَفُ التَّـعْـقِيْـدُ الْـمَعْنَوِيُّ؟ وَمِمَّ تَعْرِفُ الْاَحْوَالَ وَ مُقْتَضَيَاتِهَا ؟

(۱)...... بلاغت کی لغوی واصطلاحی تعریف کیا ہے؟

(۲)...... بلاغت کلام کی آپ کس طرح تعریف کریں گے؟

(۳)......حال اور مقام کسے کہتے ہیں؟اور مقتضی یا اعتبار مناسب کیا ہے؟اور مطابقت کیا ہے؟ جواب کو مثال سے سمجھائیے؟

(۴)......منکر مخاطب کے لئے''ان من البيان لسحرًا''میں حال اور مقتضی کیا ہے؟

(۵)......کلام کب بلیغ شمار ہوگا؟

(۶)......فصاحت مفرد یا مرکب میں جو مخل ہو اس سے کیسے اجتناب ہوگا؟

(۷)......تعقید معنوی کی تعریف کیا ہے؟اور حال و مقتضی کی تعریف کس طرح کی جائیگی؟

تَمْرِيْنٌ

الف:......وَضِّحِ الْـحَـالَ فِيْ مُـخَـاطِبَتِكَ الْـخَـالِيْ، وَالْمُتَرَدِّدَ،وَالْمُنْكِرَ بِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ: ''اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ''

''اَلْـحَـقُّ يَـعْـلُـوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْـه ''اس جملہ میں اگر آپ کا مخاطب خالی الذہن ہے یا متردد ہے یا منکر ہے تو کلام کس طرح لایا جائے گا؟٦١

٦١......اگر مخاطب خالی الذہن ہے تو''الحق يعلو ولا يعلىٰ عليه''سے،اگر مخاطب کو حق کے بلند ہونے

ب:......وَضِّحِ الْمُقْتَضٰی فِیْ مَخَاطَبَۃِ الذَّکِیِّ،الْبَلِیْدِ،الْمَمْدُوْحِ،الْبَخِیْلِ، الْمَلِکِ،الْمُسَاوِی، الْاَدْنَی،الْقَوِیِّ،الظَّالِمِ،الصَّدِیْقِ،

مخاطب کے اعتبار سے مقتضیٰ کو واضح کیجئے؟ ذکی' کند ذہن' بخیل' بادشاہ' مساوی (ہم عمر) ادنیٰ' طاقتور' ظالم' دوست۔۶۲

ج:......مَتٰی یَلْجَأُ اِلَی الْاِطْنَابِ فِی الْکَلَامِ، اَوِ التَّوْکِیْدِ،اَوِ الْاِیْجَازِ،اَوِ التَّفْخِیْمِ اَوِ التَّعْرِیْضِ، اَوِ الصَّرَاحَۃِ؟

کلام میں اطناب' یا تاکید' یا ایجاز' یا تفخیم' (یعنی کلام باعظمت کہنا) یا تعریض' یا صراحت کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ ۶۳

د:......مَامُقْتَضَی التَّقْدِیْمُ فِیْمَا یَلِیْ:

آنے والے جملوں میں تقدیم کا مقتضیٰ کیا ہے؟

(۱): عَلٰی اَھْلِھَا تَجْنِیْ بَرَاقِش،(۲):مِنْکَ اَنْفُکَ وَاِنْ کَانَ اَجْدَعَ ، (۳)...... لِلشَّدَائِدِ تَذْخَرُ الرِّجَالُ، (۴)...... مَاءً شَرِبْتُ، (۵)......شِعْراً نَظَمْتُ، (۶)...... جَمِیْلَکَ تَمِّمْ،

(۱)...... براقش جنایت کرتی ہے اپنے ہی اہل پر۔۶۴ (۲)......تجھ ہی سے تیری ناک

میں تردد ہے تو ''ان الحق یعلو ولایعلیٰ علیہ'' سے،اگر مخاطب حق کی بلندی کا منکر ہے تو ''واللہ ان الحق یعلو ولایعلیٰ علیہ'' یا ''لاریب ان الحق یعلو ولایعلیٰ علیہ'' سے خطاب کریں گے۔

۶۲......ذکی' ایجاز۔کند ذہن' وضاحت وتشریح۔ممدوح' اطناب۔بخیل' فضائل السخاوۃ ومذمۃ البخل۔بادشاہ' بالادب والوقار۔مساوی' بغیر التکلف۔ادنیٰ (کم درجہ والے) بالشفقۃ۔قوی' تعریف الشجاعۃ۔ظالم' فضائل العدل و وعید الظلم۔دوست' بغیر التکلف۔

۶۳......اطناب للمدح،تاکید للمنکر،ایجاز للذکی،تفخیم للملک،تعریض للعاقل،صراحت للبلید۔(الایجاز ھی اقلال اللفظ مع کثرۃ المعنٰی،یعنی الفاظ کم ہوں معنی زیادہ ہو)

ہے، اگر چہ وہ کٹی ہوئی ہو۔ ٦٥ (٣)...... ذخیرہ کرتے ہیں آدمی مصیبت کے وقت ہی کے لئے (اہتمام)۔ (٤)...... میں نے پانی ہی پیا (تخصیص)۔ (٥)...... شعر ہی میں نے کہا۔ (اہتمام)۔ (٦)...... اپنے احسان کو پورا کر (التقديم للمدح)۔

٥: ...... اُذْكُرِ الْاَحْوَالَ وَ مُقْتَضَيَاتِهَا، وَبَيِّنْ بَلَاغَةَ الْكَلَامِ اَوْ عَدَمَهَا فِيْمَا يَأْتِيْ مُشِيْرًا اِلَى السَّبَبِ،

آنے والے جملوں میں کلام کی بلاغت یا عدم بلاغت مع سبب واحوال کے بیان کیجئے!

(١)...... اِنَّ الْبُغَاثَ بِاَرْضِنَا تَسْتَنْسِرُ، (٢)...... لَيْسَ الْحَرِيْصُ بِزَائِدٍ فِيْ رِزْقِهٖ، (٣)...... اَلْحَاجَةُ تَفْتُقُ الْحِيْلَةَ، (٤)...... اِنَّ دَوَاءَ الشَّقِّ اَنْ يَحُوْصَهٗ، ٦٦ (٥)...... فَمِيْ يُحَدِّثُ بِعَدْلِكَ، اَللّٰهُمَّ! اَلنَّهَارَ كُلَّهٗ، (٦)...... اَلْاِبْنُ الْحَكِيْمُ يَسُرُّ اَبَاهُ، اَلْاِبْنُ الْجَاهِلُ غُمَّةٌ لِاُمِّهٖ،

(١)...... بیشک بغاث ہماری زمین میں گدھ ہو جاتا ہے۔ ٦٧ (فيه تاكيد للمتردد)

٦٤...... تجنى براقش على اهلها: مقتضی حصر ہے۔
یہ ایک مثل ہے۔ براقش ایک قوم کی کتیا کا نام ہے، اس نے (بے موقع) بھونک دیا، جس سے دشمن جاگ گئے، اور قوم کو ہلاک کر دیا۔ (فرائد الادب مع المنجد ص ٩٧٧۔ (ف)

٦٥...... منک: مقدم ہے للتخصيص۔
منک: یہ بھی ایک مثل ہے، کسی کا خیر و شر اگر تمہارے اوپر آتا ہو اگر چہ اس کا قرب بہت مستحکم نہیں، اس وقت یہ بولتے ہیں۔ (فرائد ص ٩٧٢) ف

٦٦...... لعل الصواب ان تحوصه، بالتاء۔ مثل ہے' تاء کے ساتھ۔ (ف)

٦٧...... ان البغاث یعنی طاقتور ہو جاتا ہے، مثل ہے، (فرائد ص ٩٧٣) ف۔
''مصباح'' میں ہے: ''اِنَّ الْبُغَاثَ بِاَرْضِنَا تَسْتَنْسِرُ'' کا مطلب یہ ہے کہ جو پڑوس میں رہتا ہے وہ ہماری وجہ سے معزز بن جاتا ہے۔

(۲)......حریص کے لئے رزق میں کچھ بھی زیادتی نہیں۔(''ب'' کے ذریعہ تاکید بیان کرنا ہے)

(۳)......حاجت حیلہ کو کھولتی ہے۔(ترک التاکید لخالی الذھن)

(۴)......مصیبت کا علاج یہ ہے کہ اس کو دور کردے۔(تاکید بأن)

(۵)......میرا منہ تیرے عدل کو پورے دن' اللہ گواہ ہے بیان کرتا ہے۔(اطناب للمدح)

(٦)......عقلمند لڑکا والد کو خوش کرتا ہے، اور جاہل بیٹا ماں کے لئے غم ہے۔(ترک التاکید لخالی الذھن)

رَاَیۡتُ النَّفۡسَ تکۡرَہُ مَالَدَیۡھَا ۷ وَتَطۡلُبُ کُلَّ مُمۡتَنَعٍ عَلَیۡھَا

مَاذَا تَقُوۡلُ لِاِفۡرَاخٍ بِذِیۡ مِرَخٍ ۸ زَغۡبَ الۡحَوَاصِلِ لَامَاءٌ وَّلَا شَجَرٌ

لَئِنۡ کُنۡتَ قَدۡ بُلِّغۡتَ عَنِّیۡ خِیَانَۃً ۹ لَمُبَلِّغُکَ الۡوَاشِیۡ اَغَشُّ وَاَکۡذَبُ

قَذٰی بِعَیۡنِکَ اَمۡ بِالۡعَیۡنِ عَوَارٌ ۱۰ اَمۡ ذَرَفَتۡ اِذۡ خَلَّتۡ مِنۡ اَھۡلَھَا الدَّارُ

(۷)......میں نے نفس کو دیکھا کہ ہر موجود چیز کو ناپسند کرتا ہے، اور جو چیز اس سے دور ہے اس کا طالب ہوتا ہے۔(ابتدائی)

(۸)......مقام ذی مرخ میں ان بچوں کے بارے میں تم کیا کہو گے؟ جن کے پیٹ پر بال لگ رہے ہیں، نہ وہاں پانی ہے نہ درخت۔(ابتدائی، مذمت)

(۹)......اگر تجھ کو میری طرف سے کوئی خیانت پہنچائی گئی ہے (تو کوئی بڑی بات نہیں) بلا شبہ تجھ تک پہنچانے والا چغل خور' بہت زیادہ خائف' وکذاب ہے۔[٦٨]

٦٨......اس شعر میں قسم محذوف ہے۔اور'' لمبلغک ''میں لام جواب قسم ہے اور تاکید ہے۔
یہ نابغہ الذیبانی کا شعر ہے، جو اس نے شاہ عرب نعمان ابن منذر کے ہاں اعتذارًا کہا تھا (یہاں

(١٠)...... تیری آنکھوں میں تنکا ہے یا آشوب چشم ہے، یا تیری آنکھ بہنے لگی، اس لئے کہ خالی ہوگیا ہے (گھر) گھر والوں سے۔ (فیہ تاخیر الفاعل لضرورۃ الشعر)
٦٩

چند اشعار اور بھی ہیں)۔ (تلخیص ص ٤٧)

قصہ یہ ہوا کہ نابغہ ایک مرتبہ آل جفنہ کے ہاں گیا، جن سے اس کا تعلق تھا، آل جفنہ نے اس کا پرزور استقبال کیا، اور بڑی خاطر و مدارات کی، جس سے متاثر ہوکر نابغہ نے آل جفنہ کی بلیغ اشعار میں تعریف کی، آل جفنہ اور نعمان بن منذر میں پہلے سے عداوت چلی آرہی تھی، اس لئے نعمان بن منذر اس کو برداشت نہ کرسکا اور نابغہ کو بلا کر عتاب کیا۔ اس لئے نابغہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے نعمان بن منذر کے متعلق چند اشعار کہے، انہیں اشعار میں سے یہ ایک شعر ہے۔

(مصباح ص ٣٢٩، اور نیل ص ٣٩٥ ج ٢)

٦٩...... هذا الشعر مذكورة فی النسخة القديمة:

اَلْقَيْتَ كَاسِبَهُمْ فِیْ قَعْرٍ مُظْلَمَةٍ فَاغْفِرْ عَلَيْکَ سَلَامُ اللّٰهِ يَا عُمَرُ

ان کے کمانے والے کو تم نے ظلم کے گڑھے میں ڈال دیا ہے، اے عمر! معاف کردے! تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ فیہ تاخیر عمر لضرورۃ الوزن۔ (ف)

عِلْمُ الْمَعَانِیْ

عِلْمُ الْمَعَانِیْ قَوَاعِدُ تُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِیِّ الَّتِیْ بِهَا یُطَابِقُ اللَّفْظُ مُقْتَضَی الْحَالِ،وَفِیْهِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ:اَلْخَبَرُ وَالْاِنْشَاءُ' اَلذِّکْرُ وَالْحَذْفُ'اَلتَّقْدِیْمُ وَالتَّأْخِیْرُ'اَلتَّعْرِیْفُ وَالتَّنْکِیْرُ'اَلْاِطْلَاقُ وَالتَّقْیِیْدُ'اَلْقَصْرُ' اَلْوَصْلُ وَالْفَصْلُ'اَلْاِیْجَازُ وَالْمَسَاوَاۃُ وَالْاِطْنَابُ،

علم معانی ۰ے وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال پہچانے جائیں جن کی وجہ سے لفظ مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ اے اور علم معانی کے آٹھ ابواب ہیں: (۱): خبر و انشاء، (۲): ذکر وحذف، (۳): تقدیم وتأخیر، (۴): تعریف وتنکیر، (۵): اطلاق وتقیید، (٦): قصر، (۷): وصل وفصل، (۸): ایجاز ومساوات اور اطناب۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الْخَبَرِ وَالْاِنْشَاءِ

اَلْکَلَامُ اِمَّا خَبَرٌ اَوْ اِنْشَاءٌ :

فَالْخَبَرُ' هُوَ مَایَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ لِذَاتِهٖ، نَحْوُ سَافَرَ الْغُلَامُ ،

۰ے.....علم المعانی: مصنف نے علم معانی کو علم بیان پر مقدم کیا، اس لئے کہ علم معانی بمنزلہ مفرد کے ہے' اور علم بیان بمنزلہ مرکب کے ہے، کیونکہ علم معانی کا فائدہ مقتضائے حال کے مطابقت کی رعایت کرنا ہے اور علم بیان میں اس (مقتضائے حال کے مطابقت کی رعایت) کے ساتھ معنی واحد کا مختلف طریقوں سے ادا کرنا بھی ضروری ہے، پس علم بیان میں ایک چیز زائد ہوتی ہے' جو علم معانی میں نہیں ہے۔

اے.....مقتضائے حال: جیسے باری تعالی کے اس فرمان میں: ﴿وَاَنَّا لَا نَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ ارید (مجہول) اور اراد (معروف) مقتضائے حال کے مطابق ہیں، وجہ یہ کہ اللہ تعالی کی طرف خیر کی نسبت صحیح بھی ہے اور پسندیدہ بھی، مگر شر کی نسبت پسندیدہ نہیں، اس لئے شر کے ذکر میں فعل مجہول اور خیر کے ذکر میں فعل معروف لایا گیا ہے، یہ مقتضائے حال کے مطابق ہے۔

وَالْاِنْشَاءُ هُوَ مَالَايَحْتَمِلُهُمَالِذَاتِهٖ، نَحْوُ سَافِرْ يَا غُلَامُ ، وَصِدْقُ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهٗ لِلْوَاقِعِ ' وَكِذْبُهٗ عَدَمُ مُطَابَقَتِهٖ لَهٗ، فَقَوْلُكَ :"سَافَرَ الْغُلَامُ" صَادِقٌ اِنْ ثَبَتَ لَهُ السَّفَرُ، وَكَاذِبٌ اِنْ لَمْ يَثْبُتْ لَهُ ذٰلِكَ ،

پہلا باب خبر وانشاء کے بیان میں

کلام دوحال سے خالی نہیں،خبر ہوگا' یا انشاء۔٢ے

پس خبر وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے صدق اور جھوٹ کا احتمال رکھے، جیسے غلام نے سفر کیا۔

اور انشاء وہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے صدق و کذب کا احتمال نہ رکھے۔ جیسے اے غلام تو سفر کر۔

اور خبر واقع کے مطابق ہو تو سچ ہے،اور واقع کے مطابق نہ ہو تو جھوٹ ہے۔ پس تیرا قول: سَافَرَ الْغُلَامُ: اگر غلام کے لئے سفر ثابت ہو گیا تو سچ ہے،اور اگر غلام کے لئے سفر ثابت نہ ہو تو جھوٹ ہے۔

وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ :مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَيُسَمّٰى " مُسْنَدًا اِلَيْهِ" وَهُوَ الْفَاعِلُ' وَنَائِبُ الْفَاعِلِ، وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِىْ لَهٗ خَبَرٌ، وَمَحْكُوْمٌ بِهٖ وَيُسَمّٰى " مُسْنَدًا" وَهُوَ

٢ے......اما خبر او انشاء: جملہ خبریہ اس جملہ کو کہتے ہیں: جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں،اور یہ دو قسم پر ہوتا ہے: (ا): اسمیہ (٢): فعلیہ۔ جیسے " زید عالم" و " علم زید"۔

اور جملہ انشائیہ اس جملہ کو کہتے ہیں: جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں، کیونکہ انشاء کے معنی ہے ایک چیز کو پیدا کرنا،اور یہ جملہ بھی ایک کام پیدا کرتا ہے، سچ اور جھوٹ کو اس میں دخل نہیں ہوتا، جیسے "اِضْرِبْ" یعنی ضرب کو پیدا کر۔

انشائیہ کی چند قسمیں ہیں: امر' نہی' استفہام' ترجی' تمنی' عقود' ندا' عرض' قسم' تعجب۔

الْفِعْلُ، وَاِسْمُ الْفِعْلِ، وَالْخَبرِ، وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهُ خَبَرٌ،

اور ہر جملہ میں دو رکن ہوتے ہیں، محکوم علیہ اور اس کو مسندالیہ[۳] بھی کہتے ہیں۔ اور فاعل و نائب فاعل اور مبتدا مسندالیہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرا رکن' محکوم بہ ہے اور اس کو مسند بھی کہتے ہیں۔ اور فعل اور اسم فعل اور خبر مسند ہوتے ہیں۔

فَائِدَتَانِ

(۱): مَازَادَ عَلَی الرُّکْنَیْنِ غَیْرَ الْمُضَافِ اِلَیْهِ وَصِلَةِ الْمُوْصُوْلِ یُسَمّٰی: قَیْدًا،

(۲): یُعْتَبَرُ الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ وَالْمُسْنَدِ فَیَدْخُلُ فِی الْاَوَّلِ اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا، وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا، وَالْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ مِنْ مَفْعُوْلَیْ ظَنَّ وَاَخَوَاتِهَا، وَالثَّانِیْ مِنْ مَفَاعِیْلِ اَرٰی وَمَاشَاکَلَهَا، فَاِنَّهَا مُبْتَدَأٌ فِی الْاَصْلِ، وَیَدْخُلُ فِی الثَّانِیْ خَبَرُ کَانَ وَاِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، اَوْ اِنَّ اَوْاِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، وَمِثْلُهُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ لِظَنَّ اَوْاِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، وَالْمَفْعُوْلُ الثَّالِثُ لِاَرٰی اَوْ اِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، فَاِنَّهَا خَبَرُ مُبْتَدَاٍ فِی الْاَصْلِ،

مسندالیہ اور مسند پر جو کلام مضاف الیہ اور موصول کے صلہ کے علاوہ بڑھتا ہے اس کو' قید' کہتے ہیں۔[۴]

---

[۳]...... مسندالیہ ومسند: مسندالیہ' وہ اسم ہے جس کی طرف کسی اسم یا فعل کی نسبت کی جائے۔ اور مسند وہ ہے جس کو دوسرے کی طرف نسبت کریں، جیسے "زید کاتب" اس جملہ میں زید کی طرف کتابت کی نسبت ہو رہی ہے، اس لئے زید مسندالیہ اور کاتب مسند ہوا۔

نوٹ:...... اسم مسندالیہ ومسند دونوں ہوتا ہے، جیسے "زید عالم" و "زید علم" ۔ اور فعل مسند ہوتا ہے مسندالیہ نہیں ہوتا، جیسے "زید علم" و "علم زید" ۔ اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ۔

[۴]...... قید کی تفصیل دیکھئے! "الباب الخامس' فی الاطلاق والتقیید" ص۔

مسندالیہ اور مسند میں اصل کا اعتبار کیا جاتا ہے، پس مسندالیہ میں کَان اور اس کے اخوات کا اسم، ۵ے اور اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم، ٦ے اور ظَنَّ اور اس کے اخوات کا مفعول اول، ۷ے اور اَرٰی اور اس کے مشابہات ۸ے کا مفعول ثانی داخل ہوں گے، اس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا ہے۔اور مسند میں کَانَ اور اس کے اخوات کی خبر، اور اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر، اور ظَنَّ اور اس کے اخوات کا مفعول ثانی، اور اَرٰی اور اس کے اخوات کا مفعول ثالث داخل ہوں گے، کیونکہ یہ اصل میں مبتدا کی خبر ہے۔

۵ے......کان اور اس کے اخوات: یعنی افعال ناقصہ (کان ، صار ، اصبح ، امسی ، اضحی ، ظلّ ، بات ، ما بَرِح ، ما دام ، ما انفکّ ، ما فتی ، ما زال ، لیس) کا اسم مسندالیہ ہے اور ان کی خبر مسند ہے، مثلا ''کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا ''میں لفظ ''اللہ'' کان کا اسم ہے اور مسندالیہ ہے اور ''علیما'' کان کی خبر ہے اور مسند ہے۔

٦ے......اور اِنَّ اور اس کے اخوات: یعنی حروف مشبہ بفعل (اِنّ ، اَنّ ، کَأنَّ ، لَیْتَ ، لعلّ ، لٰکِنَّ) کا اسم مسندالیہ اور خبر مسند ہے، جیسے ''ان زیدا عالم ''میں ''زید '' ان کا اسم ہے اور مسندالیہ ہے اور ''عالم '' اِنَّ کی خبر اور مسند ہے

۷ے......اور ظَنَّ اور اس کے اخوات: یعنی جو افعال متعدی بہ دو مفعول ہیں (جیسے: رَأیْتُ ، وَجَدْتُّ ، عَلِمْتُ ، زَعَمْتُ ، حَسِبْتُ ، خِلْتُ ، ظَنَنْتُ) ان کا مفعول اول مسندالیہ ہے اور مفعول ثانی مسند ہے، جیسے ''ظننت النجاح سھلا ''میں ''النجاح'' ظننت کا مفعول اول ہے اور مسندالیہ ہے اور ''سھلا '' مفعول ثانی اور مسند ہے۔

۸ے......اَرٰی اور اس کے مشابہات: یعنی وہ افعال جو متعدی بہ سہ مفعول ہیں (جیسے: اعلم ، اَرٰی ، اَنْبَاَ ، اخبر ، خَبَّرَ ، نَبَّاَ ، حَدَّثَ) ان کا مفعول ثانی مسندالیہ ہے اور مفعول ثالث مسند ہے، جیسے ''رَاَیْتُ عَمْرًا وَ خَالِدًا نَائِمًا ''میں ''خالدا '' رایت کا مفعول ثانی اور مسندالیہ ہے اور ''نائما '' مفعول ثالث اور مسند ہے،

تَمْرِیْنٌ

مَيِّزِ الْخَبَرَ مِنَ الْاِنْشَاءِ وَاَشِرْ اِلَى الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ وَالْمُسْنَدِ فِيْمَا يَلِىْ

(۱):اَمُسَافِرٌ اَخُوْكَ؟(۲):حَذَارِ مِنَ الْاَسَدِ،(۳):اِلَيْكَ عَنِّىْ،(۴):مَا حَاضِرٌ اَحَدٌ لِيَسْمَعَ كَلَامَكَ،(۵): اَلْبُعْدُ جَفَاءٌ ،(۶):اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ ،(۷): صَهْ يَا هٰذَا، لَا تَنْطِقْ بِالْكَذِبِ ،(۸):اَلْاِعْتِرَافُ يَهْدِمُ الْاِقْتِرَافَ،(۹): ظَنَنْتُ النَّجَاحَ سَهْلاً ،(۱۰): اَلْوَفَاءَ اَلْوَفَاءَ ،(۱۱): يُؤَنَّبُ الْمُهْمَلُ وَيُكَافَأُ الْمُجْتَهِدُ، (۱۲):اِنَّ الْغَنِىَّ طَوِيْلَ الذَّيْلِ مَيَّاسٌ ،

(۱)......کیا تیرا بھائی مسافر ہے؟ (انشاء ہے، اس لئے کہ اس میں استفہام ہے)

(۲)......تو شیر سے ڈر۔ (انشاء ہے۔ حِذَارِ: اسم فعل بمعنی الامر: اِحْذَرْ)

(۳)......مجھ سے دور ہو جا۔ (انشاء ہے، الیک عنی : الیک اسم فعل بمعنی الامر ای' ابعد عنی)

(۴)......کوئی حاضر نہیں کہ تیرا کلام سنے۔ (خبر: احد مسند الیہ اور حاضر مسند ہے، ''لیسمع کلامک'' قید ہے)

(۵)......دور ہونا ظلم ہے۔ (خبر: البعد مسند الیہ اور جفاء خبر مسند ہے)

(۶)...... بیشک مصیبت بولنے کے ساتھ متعلق ہے۔ (خبر: البلاء مسند الیہ اور مؤکل بالمنطق مسند ہے۔ قالہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ ف)

(۷)......اے فلاں چپ رہ! جھوٹ مت بول۔ (انشاء ہے، (صہ: اسم فعل بمعنی اُسْكُتْ) اسم فعل امر کے معنی میں اور لاتکذب صیغہ نہی ہے، لہٰذا یہ جملہ انشائیہ ہوا)

(۸)......اقرار کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (خبر: الاعتراف مسند الیہ اور یھدم الاقتراف

مسند ہے، (الحدیث، ف)

(۹)......میں نے نجات کو سہل سمجھا (خبر: النجاح مسندالیہ اور سہلا مسند ہے)

(۱۰)......وفاداری کو لازم پکڑو! (انشاء: اس لئے کہ یہاں پر دوسرا الوفاء اسم فعل امر کے معنی میں ہے۔ اور یہ جملہ اسمیہ بھی ہوسکتا ہے: وفاداری وفاء کا نام ہے (پہلا الوفاء مسندالیہ اور دوسرا الوفاء مسند ہے)

(۱۱)......سست کو سزادی جاتی ہے اور محنتی کو بدلہ دیا جاتا ہے۔ (خبر: المهمل و المجتهد مسندالیہ اور یؤنب اور یکافأ (دونوں فعل) مسند ہے)

(۱۲)......بیشک لمبے دامن والا مالدار متکبر ہے۔ (خبر: الغنی مسندالیہ اور میاس [۹۷] مسند ہے) مَیَّاسٌ : مَاسَ يَمِيسُ مَيْساً سے ہے۔

---

[۹۷]......میاس ای لا یستطیع صاحب الامل ان یکتمه۔ (کتاب الامثال ص۱۶۰ ج۱)

فَصۡلٌ فِی الۡخَبَرِ

اَلۡخَبَرُ اِمَّا اَنۡ یَکُوۡنَ جُمۡلَةً فِعۡلِیَّةً ،اَوۡ اِسۡمِیَّةً:

فَالۡفِعۡلِیَّةُ مُوۡضُوۡعَةٌ لِاِفَادَةِ الۡحُدُوۡثِ فِیۡ زَمَنٍ مَخۡصُوۡصٍ مَعَ الۡاِخۡتِصَارِ، نَحۡوُ اَزۡهَرَ الۡبُسۡتَانُ' وَتَکۡثُرُ الۡاَثۡمَارُ، وَقَدۡ تُفِیۡدُ الۡاِسۡتِمۡرَارَالتَّجَدُّدِیَّ بِالۡقَرَائِنِ ' اِذَا کَانَ الۡفِعۡلُ مُضَارِعًا، نَحۡوُ''یَنۡفَعُ الۡاَدَبُ صَاحِبَهُ'' وَقَالَ الشَّاعِرُ :

اَوَ کُلَّمَا وَرَدَتۡ عُکَاظَ قَبِیۡلَةٌ بَعَثُوۡا اِلَیَّ عَرِیۡفَهُمۡ یَتَوَسَّمُ

یہ فصل خبر' کے بیان میں ہے

خبر یاتو جملہ فعلیہ ہوگی یا جملہ اسمیہ ہوگی۔۸۰؎

جملہ فعلیہ ۸۱؎ مخصوص زمانہ میں اختصار کے ساتھ کسی واقعہ کے ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: باغ میں پھول آ گئے' اور پھلوں میں زیادتی ہوگئی ۔اور کبھی جملہ فعلیہ استمرار

۸۰؎......خبر کی تقسیم دو طرح کی گئی ہے، ایک باعتبار جزء، اور دوسری باعتبار احوال مخاطب۔ باعتبار جزء کے خبر کی دو قسمیں ہیں: (۱):فعلیہ (۲): اسمیہ۔اور باعتبار احوال مخاطب کے خبر کی تین قسمیں ہیں: (۱):ابتدائی (۲): طلبی اور (۳): انکاری۔

۸۱؎...... جملہ فعلیہ وہ ہے جس کا جزء اول فعل ہو، جیسے''ازہر البستان'' (باغ پر پھول آ گئے)

جملہ فعلیہ کے دو فائدے ہیں: (۱): عمومی (۲): خصوصی ۔عمومی یہ ہے کہ مخصوص زمانہ میں مسندالیہ کے لئے مسند کا حدوث، جیسے مثال مذکور میں: ازہر' بستان کے لئے زمانہ ماضی میں ازھار کے حدوث کو بتارہا ہے۔

دوسرا خصوصی' استمرار تجددی ہے یعنی کام کا اس طور پر جاری رہنا کہ جس میں تجدد ہوتا رہے۔ یہ فائدہ قرائن کی بناء پر حاصل ہوتا ہے، اور قرینہ فعل مضارع ہے ،جیسے''ینفع الادب صاحبہ'' میں''ینفع'' صاحب کے لئے صرف نفع کے حدوث کو نہیں بتارہا، بلکہ استمرار تجددی پر دال ہے کہ اس کے نفع دیتے رہنے کو بتلارہا ہے۔

تجددی کا بھی فائدہ دیتا ہے جبکہ قرینہ ہو۔اور قرینہ فعل مضارع ہے۔جیسے :ادب' ادب والے کو فائدہ دیتا ہے۔اور شاعر کے اس قول میں ؎

کیا جب بھی عکاظ (بازار) میں کوئی قبیلہ پہونچے گا' تو میری طرف ان کے نقیب کو بھیجتے رہیں گے' تاکہ وہ علامتوں کو طلب کیا کریں۔۸۲؎

وَالْاِسْمِيَّةُ مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ،نَحْوُ" اَلشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ "وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ ، نَحْوُ" اَلْوَقْتُ ثَمِيْنٌ وَالْعِلْمُ نَافِعٌ "

اور جملہ اسمیہ ۸۳؎ مسند الیہ کے لئے مسند کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: سورج

۸۲؎......طریف ابن تمیم العنبری کا یہ شعر ہے۔
عکاظ :عرب کے مشہور بازار کا نام ہے، جو مقام نخلہ اور طائف کے درمیان میں ہے۔اہل عرب ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر وہاں جمع ہو جاتے تھے، اور بیس دن قیام کرتے، اور فخریہ اشعار پڑھتے، جب شہسوار وہاں آتے تو چہرہ پر پردہ ڈال کر آتے تاکہ کوئی ان کو نہ پہچانے، مگر یہ شاعر اپنے چہرے پر پردہ نہیں ڈالتا، اسی کو وہ کہتا ہے کہ: جب کوئی قبیلہ بازار عکاظ میں آتا ہے تو وہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیجتے ہیں تاکہ وہ بار بار مجھ کو دیکھ کر خوب پہچان لے۔مقصود اس شعر میں لفظ" یتوسم" ہے، جو بار بار فعل کے ہوتے رہنے پر دلالت کرتا ہے۔(مصباح الفتاح ص ۱۷۵)
۸۳؎......جملہ اسمیہ: یہ ہے کہ جس کا جزء اول اسم ہو، جیسے" الشمس مشرقة "۔جملہ اسمیہ کے دو فائدے ہیں: (۱): عمومی اور (۲): خصوصی۔
(۱)......عمومی فائدہ تو مسند الیہ کے لئے مسند کا ثبوت ہے، جیسے" الشمس مشرقة "میں شمس کے لئے ثبوت مشرقۃ کے علم کا فائدہ ہے۔
(۲):......خصوصی کا حصول کبھی کبھی دوسرے قرائن کی وجہ سے ہوتا ہے: اس وقت مسند الیہ کے لئے مسند کا ثبوت استمرار و دوام کے ساتھ ہوگا۔اور قرینہ یہ ہے کہ یہ فعل خبر نہ ہو، بلکہ صفت کا کوئی صیغہ ہو، جیسے "الوقت ثمین "میں ثمین' وقت کے لئے جہاں قیمتی ہونے کا ثبوت دے رہا ہے وہاں استمرار کا بھی فائدہ دیتا ہے، یا مسند الیہ کی خبر جملہ اسمیہ ہو۔علوم البلاغۃ۔ف)

روشن ہے۔اور کبھی (جملہ اسمیہ بھی) استمرار کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ قرینہ پایا جائے، جیسے: وقت قیمتی ہے، اور علم نافع ہے۔

وَالْاَصْلُ فِی الْخَبَرِ اَنْ یُلْقٰی لِاِفَادَۃِ الْمُخَاطَبِ الْحُکْمَ الَّذِیْ تَضَمَّنَہٗ، نَحْوُ"اِنْتَصَرَ الْاَمِیْرُ" لِمَنْ یَجْھَلُ ذَالِکَ، اَوْ لِاِفَادَتِہٖ اَنَّ الْمُتَکَلِّمَ اَیْضًا عَالِمٌ بِہٖ ، نَحْوُ" اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ " وَیُسَمَّی الْحُکْمُ "فَائِدَۃَ الْخَبَرِ"وَکَوْنُ الْمُتَکَلِّمِ عَالِماً بِہٖ ، لَازِمَ فَائِدَۃِ الْخَبَرِ،

اور خبر ۸۴ میں اصل یہ ہے کہ مخاطب کو اس حکم کا فائدہ دے جو اس خبر میں ہے۔جیسے ناواقف مخاطب سے یہ کہنا کہ 'امیر نے مدد کی۔یا مخاطب کو یہ فائدہ پہنچائے کہ متکلم بھی اس خبر کا جاننے والا ہے، جیسے' تو کل حاضر تھا۔اور حکم کا نام فائدۃ الخبر ہے،اور متکلم کا خبر کا عالم ہونا' لازم فائدۃ الخبر ہے۔

وَقَدْ یُلْقَی الْخَبَرُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰی کَالْاِسْتِرْحَامِ فِیْ قَوْلِ طَالِبِ الْاِحْسَانِ"اَنَا فَقِیْرٌ" وَاِظْھَارِ الضُّعْفِ' نَحْوُ" قَلَّتْ حِیْلَتِیْ" وَاِظْھَارِ التَّحَسُّرِ، نَحْوُ " ضَاعَتْ اَتْعَابِیْ" وَالتَّوْبِیْخِ ، نَحْوُ"اَلشَّمْسُ طَالِعَۃٌ 'لِلْعَاثِرِ"،

اور کبھی خبر دوسرے اغراض ۸۵ کے لئے بھی مستعمل ہوتی ہے: جیسے رحم طلب کرنا'

۸۴......یہاں خبر کی اغراض کا بیان ہے۔یوں تو خبر کی غرضیں مختلف ہیں، لیکن دو عمومًا پائی جاتی ہیں:
(۱)......مخاطب کو کسی جملہ سے علم کا فائدہ ہو، جیسے: مخاطب کو امیر کی مدد کا علم نہیں، اس سے آپ یوں کہئے! "انتصر الامیر "اس کا نام فائدۃ الخبر ہے۔
(۲)......دوسری غرض یہ ہے کہ: مخاطب کو یہ فائدہ پہنچانا کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے، اس کو "لازم فائدۃ الخبر" کہتے ہیں، مثلاً "انت حضرت امس "میں مخاطب کو اس علم کا فائدہ نہیں پہنچایا جارہا ہے، بلکہ یہ بتایا جارہا ہے کہ متکلم اس سے واقف ہے۔

۸۵......لاغراض اخریٰ: ان دو غرضوں کے علاوہ بعض اغراض اور بھی ہیں، اور کلام کے سیاق وسباق

طالب احسان کے اس قول میں کہ ''میں فقیر ہوں''۔ اور اظہار ضعف کے لئے، جیسے ''میرا حیلہ کم ہوگیا۔ اور اظہار تحسر کے معنی میں، جیسے ''میرا سامان ضائع ہوگیا۔ اور توبیخ کے معنی میں جیسے ''پھسلنے والے سے یہ کہنا'' سورج طلوع ہے۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): عَرِّفْ عِلْمَ الْمَعَانِیْ، (۲): مَاالْخَبَرُ وَمَاالْاِنْشَاءُ؟ (۳): اُذْکُرْ مَوَاضِعَ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْہِ، (۴): اُذْکُرِ الْجُمَلَ الْفَرْعِیَّۃَ، (۵): مَاالَّذِیْ تَدُلُّ عَلَیْہِ الْجُمْلَۃُ الْفِعْلِیَّۃُ وَالْاِسْمِیَّۃُ؟ (۶): لِمَ یُلْقَی الْخَبَرُ؟ (۷): بَیِّنِ الْاَغْرَاضَ الْمُتَنَوِّعَۃَ الَّتِیْ تُقْصَدُ

سے سمجھی جاسکتی ہیں: ان میں سے مصنف نے چار بیان کی ہیں:

(۱)......استرحام: یعنی مخاطب سے رحم طلب کرنا، جیسے ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَااَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ ومثلہ قول الشاعر ؎

رَبِّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اِصْطِبَارَا ۔۔۔ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا مَنْ یَقْبَلُ الْعَثَارَا

(۲)......اظہار ضعف: جیسے ﴿رَبِّ اِنِّیْ وَهَنُ الْعَظْمُ مِنِّیْ﴾ ؎

اِلٰهِیْ عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اَتَاکَا ۔۔۔ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاکَا

(۳)......اظہار حسرت: جیسے ﴿رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی﴾ وقول الشاعر ؎

ذَهَبَ الشَّابُّ فَمَالَهٗ مِنْ عَوْدَۃٍ ۔۔۔ وَاَتَی الْمَشِیْبُ فَاَیْنَ مِنْهُ الْمَهْرَبُ

(۴)......توبیخ کے لئے، جیسے ﴿مَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ﴾

ان کے علاوہ چند اغراض اور ہیں: مثلا:

(۵)......اظہار فرح: جیسے کوئی امتحان میں کامیاب ہونے والا واقف سے کہے'' فُزْتُ فِی الْاِمْتِحَانِ''

(۶)......اظہار فخر: جیسے اس شعر میں ؎

اِذَا بَلَغَ لِفِطَامٍ لَنَا صَبِیٌّ ۔۔۔ تَخِرُّ لَهُ الْجَبَابِرَ سَاجِدِیْنَا

جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھڑانے کو پہنچتا ہے، تو اس کے لئے بڑے بڑے ظالم سجدے میں گرتے ہیں۔

(۷)......وعظ وارشاد، جیسے ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ﴾۔

مِنَ الْخَبرِ، وَمَثِّلْ لِکُلٍّ مِنهَا ،

(۱)......علم معانی کی تعریف کیجئے! (۲)......خبر اور انشاء کسے کہتے ہیں؟ (۳)......مسند اور مسند الیہ کے مواقع کو بیان فرمائیے؟ (۴)......فرعی جملے بیان کیجئے؟ (جیسے کہ افعال ناقصہ اور حروف مشبہ کے ساتھ) (۵)...... جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کس چیز پر دلالت کرتے ہیں؟ (۶)......خبر کے فوائد کیا کیا ہیں؟ (۷)......خبر کے مختلف اغراض کو مثالوں سے واضح کیجئے!

تَمْرِیْنٌ اَوَّلٌ

مَافَائِدَۃُ اِلْقَاءِ الْخَبرِ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً اَوْ فِعْلِیَّۃً فِیْمَا یَأْتِیْ:

(۱):اَلْحَاجَۃُ تَفْتُقُ الْحِیْلَۃَ ،(۲):اِنَّ الرَّبَّ اِلٰہٌ عَظِیْمٌ وَمَلِکٌ عَظِیْمٌ،(۳)...... اَلْاُذُنُ تَسْمَعُ، وَالْعَیْنُ تُبْصِرُ، وَالرَّبُّ صَنَعَ کِلْتَیْھِمَا، (۴):حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ، (۵): تَاجُ الْمُرُوَّۃَ اَلتَّوَاضُعُ، (۶): اَلْبِطْنَۃُ تَأْفِنُ الْفِطْنَۃَ ، (۷):یُبْنٰی قَصْرًا وَیَھْدِمُ مِصْرًا،(۸):اِنَّ عِشْرَۃَ السُّوْءِ تُفْسِدُ الْاَخْلَاقَ السَّلِیْمَۃَ ،

کیا فائدہ ہے مندرجۂ ذیل (آنے والے) جملوں میں خبر کو جملہ اسمیہ یا فعلیہ لانے کا؟

(۱)......حاجت حیلہ کو نکال لیتی ہے۔(تجدد۔اسمیہ)

(۲)...... بیشک اللہ تعالی بڑا معبود ہے اور بڑا بادشاہ ہے۔(دوام۔اسمیہ)

(۳)......کان سنتے ہیں، اور آنکھ دیکھتی ہے، اور اللہ تعالی نے ان دونوں کو بنایا۔(تجدد۔اسمیہ)

(۴)...... چیزوں کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔(تجدد۔اسمیہ)

(۵)......شرافت کا تاج تواضع ہے۔(ثبوت یا استمرار۔اسمیہ)

(۶)......زیادہ کھانا فہم کو کمزور کر دیتا ہے۔(تجدد۔اسمیہ)

(۷)......ایک محل کو بناتا ہے اور ایک مصر کو گرادیتا۔(استمرار تجددی۔جملہ فعلیہ)

(۸)......: بیشک بری صحبت اچھے اخلاق کو خراب کردیتی ہے۔(تجدد۔اسمیہ)

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

بَیِّنِ الْغَرَضَ مِنْ اِلْقَاءِ الْخَبَرِ اَهُوَ لِلْفَائِدَةِ اَمْ لِلَازِمِ الْفَائِدَةِ اَمْ لِغَیْرِهِمَا :

(۱):اِنَّ غَداً لِنَاظِرِهٖ قَرِیْبٌ،(۲):اَنَا مُعْتَرِفٌ بِفَضْلِکَ،(۳):اَنْتَ تَخْذُلُ الظَّالِمَ وَتَنْصُرُ الْمَظْلُوْمَ،(۴):رَبِّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ صَبْرًا،(۵):اُحِبُّکَ یَا رَبِّ،یَا قُوَّتِیْ،(۶):هٰذَا اَخُوْکَ فَلِمَاذَا تُسِیْءُ اِلَیْهِ،(۷):قَدِمْنَا اَمْسِ مَعًا،وَقَدْ نَسِیْتَنِیْ،(۸):حَرُّ الشَّمْسِ یَضُرُّ بِمَکْشُوْفِ الرَّأْسِ،(۹):اَبَتِ، اِنَّنِیْ وَلَدُکَ،فَارْفُقْ بِیْ،(۱۰):لَاتَقْتَدِرُوْنَ اَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَالْمَالَ،(۱۱):یَکْفِیْ کُلَّ یَوْمٍ شَرُّهٗ،(۱۲):قَالَ الْجَاهِلُ فِیْ قَلْبِهٖ:لَیْسَ اِلٰهٌ،(۱۳):اَلسَّمَاوَاتُ تَنْطِقُ بِمَجْدِ اللّٰهِ،

خبر کی غرض کو واضح کیجئے! کیا وہ فائدۃ الخبر ہے؟

یالازم فائدۃ الخبر ؟یاان دونوں کے علاوہ ہے؟

(۱)...... بیشک کل اس کے منتظر کے لئے قریب ہے۔(فائدۃ الخبر۔استعداد یا تیاری)

(۲)......میں آپ کے فضل کا معترف ہوں۔(لازم فائدۃ الخبر)

(۳)......تو ظالم کو ذلیل کرتا ہے اور مظلوم کی مدد کرتا ہے۔(لازم فائدۃ الخبر۔اگر متکلم مظلوم ہوتو خبر کا مقصد استنصار ہوگا۔)

(۴)......اے میرے رب! میں صبر کی نہیں طاقت رکھتا۔(اظہار ضعف)

(۵)......میں محبت کرتا ہوں آپ سے اے میرے رب! اے میری قوت!(استرحام)

(۶)...... یہ تیرا بھائی ہے پس کیوں تو اس کے ساتھ برائی کرتا ہے۔(استرحام)

(۷)......ہم کل ساتھ آئے اور تو مجھ کو بھول گیا۔(توبیخ یا حسرت)(تعجب بھی ہوسکتا ہے)
(۸)......سورج کی حرارت کھلے سر کو نقصان پہنچاتی ہے۔(توبیخ۔استرحام یا امر بتغطیۃ الرأس)
(۹)......اے میرے والد! میں آپ کا لڑکا ہوں، پس میرے ساتھ نرمی کیجئے۔(استرحام (استرفاق)
(۱۰)......نہیں طاقت رکھتے ہو تم یہ کہ اللہ کی عبادت کرو مال کے ساتھ۔(ارشاد۔وعظ و نصیحت۔المنع بعبادۃ المال)
(۱۱)...... ہر دن کو اس کی برائی کافی ہے۔(ارشاد۔دفع الشر فی الفور)
(۱۲)......جاہل نے اپنے دل میں کہا کہ: کوئی معبود نہیں ہے۔(اظہار تحسر۔اعتقاد کا اظہار)
(۱۳)......آسمان اللہ کی بزرگی کو بتلاتے ہیں۔(ارشاد۔الامر بمجد اللہ)

مَبۡحَثٌ فِیۡ اَضۡرُبِ الۡخَبَرِ

اَلۡمُرَادُ بِالۡخَبَرِ اِفَادَةُ الۡمُخَاطَبِ حُكۡمًا عَلٰی اَمۡرٍ بِاَمۡرٍ آخَرٍ،

وَاَضۡرُبُ الۡخَبَرِ ثَلاثَةٌ : اِبۡتِدَائِیٌّ:وَهُوَ مَایُخَاطَبُ بِهٖ خَالِیُ الذِّهۡنِ مِنَ الۡحُكۡمِ نَحۡوُ، قَدِمَ الۡاَمِیۡرُ، وَطَلَبِیٌّ:وَهُوَ مَایُخَاطَبُ بِهٖ الۡمُتَرَدِّدُ فِی الۡحُكۡمِ الطَّالِبِ لِمَعۡرِفَتِهٖ وَیَحۡسُنُ تَوۡكِیۡدُهٗ بِمُؤَكَّدٍ وَاحِدٍ،نَحۡوُ"قَدۡ قَدِمَ الۡاَمِیۡرُ" وَاِنۡكَارِیٌّ: وَهُوَ مَایُخَاطَبُ بِهٖ الۡمُنۡكِرُ لِلۡحُكۡمِ، وَیَجِبُ تَوۡكِیۡدُهٗ بِمُؤَكَّدٍ اَوۡاَكۡثَرَ حَسَبَ دَرَجَةِ الۡاِنۡكَارِ،نَحۡوُ"لَقَدۡ قَدِمَ الۡاَمِیۡرُ"

یہ بحث خبر کی قسموں کے بیان میں ہے

خبر سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کو یہ بتایا جائے کہ ایک امر کا دوسرے امر پر حکم لگایا گیا ہے۔اورخبر کی تین قسمیں ہیں:۸۶؎ ابتدائی اور وہ وہ خبر ہے جس کے ذریعہ خالی الذہن کوکسی حکم کی خبر دی جائے : جیسے : امیر آیا۔اور طلبی وہ خبر ہے جس کے ذریعہ ایسے مخاطب کو جومتردد ہواور معرفت کا طالب ہوکسی حکم کی خبر دینا۔اورایک تأکید مستحسن ہے جیسے:تحقیق کہ امیر آیا۔اورانکاری وہ خبر ہے جس کے ذریعہ منکر کوکسی حکم کی خبر دی جائے

(۸۶)......پہلے گذر چکا کہ خبر کی دوطرح تقسیم کی گئی ہے:ایک باعتبار خبر کے۔اوردوسری باعتبار احوال مخاطب کے۔پہلی تقسیم کا بیان گذر چکا۔اب یہ دوسری تقسیم کا بیان ہے:یعنی مخاطب کے احوال کے اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......ابتدائی: خالی الذہن مخاطب سے بغیر تاکید کے خطاب کرنا یہ ابتدائی ہے۔

(۲)......اورمتردد سے ایک تاکید سے خطاب کرنا یہ طلبی ہے۔

(۳)......اورمنکر سے ایک یا زیادہ تاکید سے خطاب کرنا یہ انکاری ہے،جیسے خالی الذہن سے"زید قادم"اورمتردد سے"اِنَّ زَیۡدًاقَادِمٌ" اورمنکر سے"اِنَّ زَیۡدًا لَقَادِمٌ "یا"وَاللّٰهِ اِنَّ زَیۡدًا لَقَادِمٌ"۔

،اور ایسی جگہ ایک یا انکار کے درجات کے موافق زیادہ تاکیدات لانا ضروری ہے۔ جیسے:
البتہ تحقیق کہ امیر آیا۔

فَائِدَةٌ

يُقْتَصَرُ مِنَ الْكَلَامِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ' بِحَسَبِ هٰذِهِ الْاَضْرُبِ الثَّلَاثَةِ ' حَذَرًا مِّنَ اللَّغْوِ، وَيُسَمّٰى اِخْرَاجُ الْكَلَامِ عَلَيْهَا اِخْرَاجًا عَلٰى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ، وَيَكُوْنُ التَّوْكِيْدُ بِاِنَّ' وَاَنَّ وَقَدْ' وَالْقَسَمِ 'وَلَامِ الْاِبْتِدَاءِ' وَنُوْنَيِ التَّوْكِيْدِ، وَتَكْرِيْرِ الْخَبَرِ، وَاَمَّا الشَّرْطِيَّةِ، وَاَحْرُفِ التَّنْبِيْهِ وَالزِّيَادَةِ وَغَيْرِ ذَالِكَ،

ان تین قسموں کے موافق کلام کو ضرورت کے مقدار لانا چاہئے' لغویات سے بچتے ہوئے۔ اور اس اصل کے مطابق کلام کرنے کو کلام علی مقتضی الظاہر کہتے ہیں۔ اور تاکید ان الفاظ سے ہوتی ہے: ۸۷؎ ''اِنّ' اور اَنّ اور قد اور قسم اور لام ابتدائی اور تاکید کے دونوں نون اور خبر کی تکرار اور اما شرطیہ اور حروف تنبیہ اور حروف زیادہ اور اس کے علاوہ بعض (اور لفظوں سے)

۸۷؎......ویکون التوکید: حروف تاکید یہ ہیں: اِنّ' اَنّ' قد' قسم' لام ابتدائی' تاکید کے دونوں نون' تکریر خبر' اما شرطیہ' حروف تنبیہ' اَلا' اَما' ھا' حروف زیادہ' اِن' اَن' ما' لا' من' با اور لام، یہ اگرچہ با معنی ہوتے ہیں، مگر کبھی زائد بھی ہوتے ہیں، یعنی ان کے معنی نہیں لئے جاتے بلکہ یونہی تحسین کلام کے لئے بول دئے جاتے ہیں۔ جیسے اِنّ کے زائد ہونے کی مثال حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے۔

مَااِن مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدِ

یعنی میں نے اپنے اشعار کے ذریعہ محمد ﷺ کی تعریف نہیں کی، بلکہ محمد ﷺ کے ذریعہ اپنے اشعار کی تعریف کی ہے۔

اور تاکید کے لئے آتے ہیں: ضمیر فصل، انما، کان، لکن، تکریر نفی، سین، سوف، تقدیم الفاعل فی المعنی، جیسے ''محمد یقوم''۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱):وَضِّحْ اَضْرُبَ الْخَبَرِ بِاَمْثِلَۃٍ مِنْ عِنْدِکَ ،(۲):مَتٰی یُخْرَجُ الْکَلَامُ اِخْرَاجًا عَلٰی مُقْتَضَی الظَّاھِرِ ؟ (۳): اِذَا خَاطَبْتَ الْمُنْکِرَ لِلْحُکْمِ بِالضَّرْبِ الْاِبْتِدَائِیِّ، فَکَیْفَ تُعَدُّ کَلَامَکَ مُخْرَجًا ؟(۴):مَاھُوَ اللَّغْوُ ؟ وَمَتٰی یُعَدُّ الْکَلَامُ لَغْوًا؟ مَاھِیَ الْمُؤَکَّدَاتُ؟وَکَمْ ھِیَ؟(۵): کَیْفَ یَکُوْنُ الْخَبَرُ بِاِعْتِبَارِ الْمُؤَکَّدَاتِ؟

(۱)......مثالوں کے ساتھ خبر کی قسموں کو واضح کرو؟

(۲)......کب کلام مقتضی الظاہر کے مطابق سمجھا جائے گا؟

(۳)...... جب منکر مخاطب سے ابتدائی کے مطابق کلام ہو تو کلام کیسا شمار ہوگا ؟مقتضی الظاہر کے مطابق یا خلاف؟)

(۴......لغو کسے کہتے ہیں؟اور کلام لغو کب شمار ہوگا ؟اور مؤکدات کیا ہیں؟اور کتنے ہیں؟ مؤکدات کے اعتبار سے خبر کیسی ہوگی؟

تَمْرِیْنٌ

اَشِرْ اِلَی الْمُؤَکِّدَاتِ وَبَیِّنْ اَضْرُبَ الْخَبَرِ فِیْمَا یَأْتِیْ:

(۱):اِنَّ کُلَّ مَنْ یَأْخُذُ بِالسَّیْفِ بِالسَّیْفِ یُھْلَکُ، (۲): اَلْعَبْدُ یُقْرَعُ بِالْعَصَا، (۳):اِنَّ لِلَرَبِّ الْاَرْضَ وَمِلْأَھَا،(۴): اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا،(۵):اِبِلِیْ لَمْ اَبِعْ وَلَمْ اَھَبْ،(۶): لِاَخِیْکَ عَلَیْکَ مِثْلُ الَّذِیْ لَکَ عَلَیْہِ ،(۷): قَدْ ضَلَّ مَنْ کَانَتِ الْعُمْیَانُ تَھْدِیْہِ ،(۸): لَعَمْرُکَ ! لَیْسَ فَوْقَ الْاَرْضِ بَاقٍ،(۹):لَایَفُتَأَنَّ الْبَخِیْلُ حَرِیْصًا عَلٰی اَمْوَالِہٖ ،(۱۰):اَلْحَقُّ وَاضِحٌ ،(۱۱):اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّ الظُّلْمَ شُؤْمٌ، (۱۲): اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ، (۱۳): سَاَمْنَحُ الْمُحْسِنَ جَائِزَۃً وَسَوْفَ

أُعَاقِبُ الْمُسِئَ، (۱۴): اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ،

مؤکدات کی طرف اشارہ کرو، اور خبر کی قسموں کو بیان کرو آنے والی مثالوں میں:

(۱)...... بیشک جو تلوار کو لیتا ہے' وہ تلوار ہی سے ہلاک ہوتا ہے۔(اِنَّ' طلبی)

(۲)......غلام لکڑی سے مارا جاتا ہے۔(ابتدائی)

(۳)...... بیشک اللہ ہی کے لئے ہے' زمین اور جو کچھ اس میں ہے۔(اِنَّ وتقدیم الخبر۔ انکاری)

(۴)...... بیشک بعض بیان تحقیق کہ جادو ہیں۔(جملہ خبریہ' انکاری' (منکر کے لئے)'انّ' و لام۔انکاری۔یہ جملہ متردد کے لئے بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اس میں دو تاکید ہیں)

(۵)...... یہ میرے اونٹ ہیں، نہ میں نے بیچا' نہ ہبہ کیا (تقدیم مفعول، یا تکرار نفی، طلبی ۸۸)(اگر دو علت ہیں تو یہ جملہ متردد کے لئے بھی ہوسکتا ہے)۔

(۶)...... تیرے بھائی کا تجھ پر وہی حق ہے جو تیرا' اس پر ہے۔(تقدیم، خبر طلبی)

(۷)...... تحقیق کہ وہ شخص گمراہ ہوگیا' جس کا رہبر اندھا ہو۔(قد۔طلبی) یہ جملہ متردد کے لئے بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں دو تاکید ہیں)

(۸)...... تیری عمر کی قسم زمین پر کوئی باقی رہنے والا نہیں۔(انکاری، للقسم والتاکید)

(۹)......بخیل برابر اپنے مال کا حریص ہوتا ہے۔(نون تاکید، طلبی)

(۱۰)......حق واضح ہے۔(ابتدائی)

(۱۱)......خبردار! بیشک ظلم کرنا ہلاکت ہے۔(اما وقسم وانَّ' انکاری)

(۱۲)......خبردار ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے۔(اَلاَ' طلبی)۸۹

۸۸......مثل ہے، جبکہ کوئی ظالم تمہاری چیز لینا چاہے۔(فرائد الادب، ف) یہ ظالم سے اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ ایسی چیز پر جھگڑا کرے جس پر اس کا کوئی حق نہ ہو۔(منجد ص ۱۱۵۶)

۱۳......عنقریب میں محسن کو اس کی بخشش کا بدلہ دوں گا، اور عنقریب میں بدکار کو سزا دوں گا۔
(س' سوف۔ طلبی)

(۱۴)...... بیشک اللہ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔ (انما۔ طلبی)

فَصْلٌ فِی الْاِنْشَاءِ

اَلْاِنْشَاءُ اِمَّا طَلَبِیٌّ، اَوْ غَیْرُ طَلَبِیٍّ،

فَالطَّلَبِیُّ : مَایَسْتَدْعِیَ مَطْلُوْبًا غَیْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ،

وَغَیْرُ الطَّلَبِیّ: مَالَا یَسْتَدْعِیَ مَطْلُوْبًا،

وَالْاِنْشَاءُ الطَّلَبِیُّ یَکُوْنُ بِسِتَّةِ اَشْیَاءٍ: اَلْاَمْرُ، وَالنَّهْیُ، وَالتَّمَنِّی، وَالتَّرَجِّی، وَالْاِسْتِفْهَامُ، وَالنِّدَاءُ،

یہ فصل انشاء کے بیان میں ہے

انشاء ۹۰ کی دو قسمیں ہیں: طلبی و غیر طلبی۔

انشاء طلبی ۹۱ یہ ہے: جس میں ایسے امر کو طلب کیا جائے جو طلب کے وقت حاصل نہ

۸۹......لبید بن ربیعہ کے مشہور شعر کا یہ مصرع ہے، پورا شعر یہ ہے ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ
نَعِیْمُکَ فِی الدُّنْیَا غُرُوْرٌ وَ حَسْرَةٌ وَعَیْشُکَ فِی الدُّنْیَا مَحَالٌ وَ بَاطِلٌ

(مرقاۃ ص۱۲۳ ج۹۔ حاشیہ مشکوۃ ۴۰۹)

۹۰......الانشاء: انشاء وہ کلام ہے: جس کے قائل کو صادق یا کاذب نہ کہا جا سکے، کیونکہ انشاء کا معنی ہے کسی چیز کو پیدا کرنا اور یہ کلام بھی ایک کام کے پیدا کرنے کو بتاتا ہے، سچ یا جھوٹ کا اس میں دخل نہیں ہوتا جیسے: اِضْرِبْ: یعنی ضرب کو پیدا کر۔

۹۱......فالطلبی: طلب کے وقت غیر حاصل شدہ چیز کے طلب کرنے کو 'طلبی' کہتے ہیں جیسے: ''اِضْرِبْ'' (تو مار) غیر حاصل شدہ ضرب کو طلب کر رہے ہیں۔

ہو۔

اور غیر طلبی یہ ہے: جو کسی امر کو طلب نہ کرے۔

اور انشاء طلبی کی چھ قسمیں ہیں: (۱): امر۔ (۲): نہی۔ (۳): تمنی۔ (۴): ترجی۔ (۵): استفہام۔ (۶): نداء۔

مَبۡحَثٌ فِی الۡاَمۡرِ

اَلۡاَمۡرُ هُوَ طَلَبُ اِيۡجَادِ الۡفِعۡلِ عَلٰى وَجۡهِ الۡاِسۡتِعۡلَاءِ ، وَلَهُ اَرۡبَعُ صِيَغٍ:

(۱)......فِعۡلُ الۡاَمۡرِ، نَحۡوُ ''اِذۡهَبۡ''

(۲)......اِسۡمُ فِعۡلِ الۡاَمۡرِ، نَحۡوُ '' صَهۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ''

(۳)......اَلۡمُضَارِعُ اَلۡمَقۡرُوۡنُ بِلَامِ الۡاَمۡرِ، نَحۡوُ '' لِيَلۡزَمۡ كُلُّ اِنۡسَانٍ حَدَّهٗ''

(۴)......اَلۡمَصۡدَرُ النَّائِبُ عَنۡ فِعۡلِ الۡاَمۡرِ، نَحۡوُ '' سَعۡيًا فِی الۡخَيۡرِ''

یہ بحث امر کے بیان میں ہے

امر یہ ہے کہ بطور استعلاء [۹۲] کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرنا۔ اور امر کے چار صیغے ہیں: [۹۳]

۹۲......وجہ الاستعلاء: بطور استعلاء کا مطلب یہ ہے کہ: آمر اپنے آپ کو مخاطب سے بڑا سمجھ کر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے۔

۹۳......اربع صیغ: امر کے چار صیغے آتے ہیں:

(۱)......فعل امر: جیسے ''خُذِ الۡكِتَابَ بِقُوَّةٍ''

(۲)......اسم فعل امر: (اسماء افعال وہ الفاظ ہیں جو فعل تو نہیں، مگر ان میں فعل کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے ''صہ'' یہ فعل نہیں، مگر اس کے معنی فعل کے ہیں، خاموش رہ) ''عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ'' اور ''عَلَيۡكُمۡ بِتَقۡوَى اللّٰهِ'' ان دونوں مثالوں میں ''علیک'' اور ''علیکم'' فعل نہیں ہے، مگر اس کے معنی فعل کے ہیں، ای ''اِلۡزَمۡ''۔

(۱)......فعل امر جیسے ''اِذْهَبْ ''تو جا۔

(۲)......اسم فعل امر: جیسے ''صَهْ عَنِ الْمُنْكَرِ '' بری باتوں سے چپ رہ۔

(۳)......مضارع جو لام امر سے ملا ہوا ہو، جیسے ''لیلزم کل انسان حده '' چاہئے کہ لازم پکڑے ہر انسان اپنی حد کو۔

(۴)......وہ مصدر جو فعل امر کا نائب ہو، جیسے ''سَعْيًا فِي الْخَيْرِ ''سعی کر خیر میں۔

وَقَدْ تُخْرَجُ هٰذِهِ الصِّيَغُ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰى مَعَانٍ أُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ:

(۱)...... كَالدُّعَاءِ: نَحْوُ ''اِرْحَمْنِيْ يَا اَللّٰهُ كَعَظِيْمِ رَحْمَتِكَ وَوَفِّقْنِيْ لِمَا تَرْضَاهُ''

(۲)...... وَالْاِلْتِمَاسُ: نَحْوُ قَوْلُكَ لِمَنْ يُسَاوِيْكَ ''اِنْتَظِرْنِيْ حَتّٰى اَعُوْدَ''

(۳)...... وَالتَّمَنِّي: نَحْوُ '' يَا لَيْلُ طُلْ وَيَا نَوْمُ زُلْ،

(۴)...... وَالتَّهْدِيْدُ: نَحْوُ '' اِعْمَلْ مَابَدَا لَكَ سَوْفَ تُلَاقِيْ جَزَاءَ اَفْعَالِكَ''

(۵)...... وَالتَّعْجِيْزُ: نَحْوُ '' رُدَّ عَنْكَ الْمَوْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلٰى ذَالِكَ سَبِيْلًا''

(۶)...... وَالتَّسْوِيَةُ: نَحْوُ '' وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ''

اور کبھی یہ (امر کے) صیغے اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی میں بھی استعمال ہو جاتے ہیں۔۹۴؎ اور ان معانی کا سمجھنا قرائن پر موقوف ہے۔اور وہ معانی درج ذیل ہیں:

---

(۳)......مضارع جس پر لام امر داخل ہو یعنی امر غائب و متکلم، جیسے '' وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ''

(۴)......مصدر جو فعل امر کا نائب ہو، جیسے ''وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا '' اس میں ''احسانا'' مصدر ہے، جو فعل امر کا نائب ہے، غرض امر کے ان چاروں صیغوں میں فعل کی طلب معلوم ہوتی ہے اور مخاطب پر متکلم کی بڑائی محسوس ہوتی ہے۔

۹۴؎......معان اخر :کبھی امر کے صیغے اپنے اصلی معانی کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں استعمال ہو جاتے ہیں، ان معانی کا سمجھنا سیاق کلام اور خارجی قرائن پر موقوف ہے۔اور وہ معانی یہ ہیں:

(۱)......مثلا دعا: جیسے 'یا اللہ! مجھ رحم فرما' اپنی بڑی رحمت سے' اور توفیق دے مجھ کو ایسے اعمال کی جس سے تو راضی ہو۔

(۲)......اور التماس: جیسے' تیرا کہنا برابر والے سے' تو میرا انتظار کر یہاں تک میں لوٹوں۔

---

(۱)......دعاء: جیسے ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ'': لَیْسَ فِیْهِ اِسْتِعْلَاءٌ بَلِ التَّضَرُّعُ وَاِنْ کَانَ الطَّلَبُ مَوْجُوْدًا۔

(۲)......التماس: یعنی کسی برابر والے سے بغیر انکساری و استعلاء کے کلام کیا جائے، جیسے ''اَعْطِنِیْ کِتَابَکَ''

(۳)......تمنی۔

(۴)......تہدید: ''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ'' اور اس شعر میں ۔

اِذَا لَمْ تَخْشَ عَاقِبَةَ اللَّیَالِیْ   وَلَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاتَشَاءُ

(۵)......تعجیز: یعنی مخاطب کے عجز کو ظاہر کرنا، جیسے'' فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ''۔

(۶)......تسویہ: یعنی دو چیزوں کے درمیان مساوات کو بیان کرنا'' فَاصْبِرُوْا اَوْ لَاتَصْبِرُوْا''۔

(۷)......دوام: جیسے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ''۔

(۸)......اکرام۔

(۹)......امتنان: جیسے ''فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ'': (والظاهر انه قسم من الاباحة لکن معه امتنان) (نیل الامانی ص۲۶۰ ج۱)

(۱۰)......ارشاد: یعنی مخاطب کی نفع کی بات کہنا جیسے'' خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ''

(۱۱)......اباحۃ: ''اِخْتَرْ مَاتَشَاءُ''۔

(۱۲)......تخییر: جیسے ''مَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ''

(۱۳)......تعجب: جیسے'' اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ''

(۱۴)......ایذاء: یعنی مخاطب کو تکلیف پہونچانا'' فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ''۔

(۱۵)......اهانة: یعنی توہین کرنا جیسے ''کُوْنُوْا حِجَارَةً'' اس مثال میں مخاطب کی ذلت مقصود ہے، کیونکہ انسان کا پتھر یا لوہا بننا محال ہے۔

(۳)......اور تمنی: جیسے' اے کاش رات طویل ہو، اور اے کاش نیند زائل ہو۔

(۴)......اور تہدید: جیسے' تو جو چاہے کر عنقریب تو اپنے اعمال کا بدلہ پالے گا۔

(۵)......اور تعجیز: جیسے' لوٹا دے موت کو اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہے۔

(۶)......اور تسویہ: جیسے' اور اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو۔

فَائِدَۃٌ

قَدْ یُرَادُ مِنْ صِیَغِ الْاَمْرِ غَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاَغْرَاضِ ، کَالدَّوَامِ: نَحْوُ " ثَبِّتْنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ" ، وَالْاِکْرَامِ "نَحْوُ تَفَضَّلْ" ، وَالْاِمْتِنَانِ: نَحْوُ " تَقَلَّبْ فِیْ نِعَمِیْ"، وَالْاِرْشَادِ: نَحْوُ " اَقْلِلْ طَعَامَکَ تُحْمَدْ مَنَامَکَ"، وَالْاِبَاحَۃِ: نَحْوُ "اِجْلِسْ کَمَا تَشَاءُ"

کبھی امر کے صیغوں سے ان اغراض کے علاوہ دوسرے معانی بھی (مراد) لئے جاتے ہیں، مثلاً: دوام: جیسے "مجھ کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھئے"۔ اور اکرام: جیسے "تشریف لائیے۔ اور امتنان: جیسے "میری نعمتوں میں اُلٹ پلٹ کر" (یعنی عیش کر) اور ارشاد: جیسے "کم کھاؤ تو کم نیند آئے گی"۔ اباحۃ: جیسے "جس طرح چاہے بیٹھ"۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): عَرِّفِ الْاِنْشَاءَ الطَّلَبِیْ، وَوَضِّحِ التَّعْرِیْفَ بِمِثَالٍ ، وَاذْکُرِ الْاَشْیَاءَ الَّتِیْ یَکُوْنُ بِھَا؟

(۲): مَا الْاَمْرُ ؟وَبِمَ یَکُوْنُ؟

(۳): مَا الْمَعَانِی الَّتِیْ تُخْرَجُ اِلَیْھَا صِیَغُ الْاَمْرِ ؟

(۴): مَثِّلْ مِنْ اِنْشَائِکَ لِلتَّمَنِّی ' وَالتَّھْدِیْدِ ' وَالتَّعْجِیْزِ ' وَالتَّسْوِیَۃِ،

(۵): اَیْنَ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْہِ فِیْ قَوْلِکَ "اِیَّاکَ وَالْکَسَلِ" "وَالْوَفَاءَ وَالْوَفَاءَ" وَھَلْ یُعَدُّ ھٰذَا الضَّرْبُ مِنَ الْکَلَامِ خَبَرًا اَمْ اِنْشَاءً؟

سوالات

(۱)......انشاء طلبی کی تعریف کیجئے! اور تعریف کو مثال سے واضح کرو؟ اور ان چیزوں کو جن سے انشاء طلبی ہوتی ہے بیان کیجئے! (یعنی انشاء طلبی کی قسموں کو بیان کیجئے؟)

(۲)......امر کیا ہے؟ اور اس کے صیغے کیا ہیں؟

(۳)......صیغۂ امر سے کون کون سے معانی مراد لئے جاسکتے ہیں؟

(۴)......انشاء تمنیٰ انشاء تہدید انشاء تعجیز اور انشاء تسویہ کی مثالیں بیان کیجئے!

(۵)......تیرے قول "اِیَّاکَ وَالْکَسَلَ" (سستی چھوڑ) اور "اَلْوَفَاءَ اَلْوَفَاءَ" (وعدہ کو پورا کر) میں مسند اور مسند الیہ کون ہے؟ اور کیا یہ مثالیں جملہ خبریہ کی ہیں یا انشائیہ کی؟

تَمْرِیْنٌ اَوَّلٌ

بَیِّنْ مَایُرَادُ مِنْ صِیَغِ الْاَمْرِ فِی التَّرَاکِیْبِ الآتِیَۃِ

(۱): بَاکِرْ تَسْعَدْ، (۲): سَمْعًا وَّطَاعَۃً، (۳): اُدْرُسْ نَحْوًا اَوْبَیَانًا، (۴): عِشْ سَالِمًا، (۵): اِبْتَعِدْ مِنَ الْکَلَامِ الْکَاذِبِ، (۶): اَکْرِمْ اَبَاکَ وَاُمَّکَ، (۷): اِرْجِعْ یَارَبُّ عَنْ شِدَّۃِ غَضَبِکَ، وَتَعُدْ عَنْ مَسَاءَۃِ شَعَبِکَ، (۸): لِیَتَقَلَّدْ کُلُّ وَاحِدٍ سَیْفَہٗ، (۹): ھَلُمَّ! فَانْظُرُوْا اَعْمَالَ اللّٰہِ، (۱۰): قِیَامًا لَاقُعُوْدًا، (۱۱): قُوْمُوْا اَوْ اُقْعُدُوْا، (۱۲): اِنْزِفْ مَاءَ الْبَحْرِ اِنْ کُنْتَ قَادِرًا، (۱۳): لَمَّا سَکَتَ الْقَصَّاصُ قُلْنَا لَہٗ: اِیْہٖ، (۱۴): ھَیَّا بِنَا، (۱۵): تَعْسًا لَکَ اَیُّھَا الشَّقِیُّ، (۱۶): حَذَارِ! اِنْ تَکْفُرَ النِّعْمَۃَ، (۱۷): اِقْبِضِ الرِّیْحَ فِیْ رَاحَتَیْکَ، (۱۸): ضَعِ

اَلْفَأْسَ فِي الرَّأْسِ، (۱۹):اِيَّاکَ وَالْاَفْعٰى، (۲۰):اَلْخِصَالَ الذَّمِيْمَةَ 'يَا فَتىً، (۲۱):اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ، (۲۲): كُلَّ شَيْءٍ وَلَا هٰذَا،

آنے والے جملوں میں امر کے صیغوں سے کیا مراد ہے اس کو بیان کیجئے!

(۱)......صبح کو جلدی اُٹھا کر تو سعادت مند ہوگا۔(ارشاد)

(۲)......سنو اور اطاعت کرو۔(المعنی الحقیقی، مصدر نائب عن فعل امر۔تخییر)

(۳)......حاصل کر نحو یا بیان کو۔(تخییر)

(۴)......زندگی گذار تو سلامتی والی۔(دعا)

(۵)......جھوٹی بات سے دور رہ۔(ارشاد۔المعنی الحقیقی للامر)

(۶)......اکرام کر اپنے والدین کا۔(ارشاد۔المعنی الحقیقی للامر)

(۷)......اے مالک! اپنے سخت غصہ کو واپس کر لیجئے! اور لوٹ آیئے اپنی مخلوق کو سزا دینے سے!۔(دعا یا التماس، رب سے مراد اگر اللہ تعالیٰ ہے تو دعا ہے، اور دنیوی مالک مراد ہو تو التماس ہے)

(۸)......چاہئے کہ گلے میں رکھے ہر ایک اپنی تلوار کو۔(ارشاد۔یا ایجاد فعل)

(۹)......آؤ! پس دیکھو اللہ کی قدرت کو۔(تعجب۔یا اعتبار، ہلمّ اسم فعل ہے)

(۱۰)......کھڑے ہو نہ کہ بیٹھے رہو۔(طلب۔مصدر نائب عن فعل امر)

(۱۱)......کھڑے رہو یا بیٹھو۔(تسویۃ یا تخییر)

(۱۲)......سمندر کا پانی نکال' اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہے۔(تعجیز)

(۱۳)...... جب قصہ گو (مقرر) چُپ ہو گیا' تو ہم نے کہا ان سے: اور کہئے۔(التماس)

(۱۴)......ہمارے ساتھ آؤ۔(التماس۔مصدر نائب عن الفاعل)

(۱۵)......اے بد بخت! ہلاکت ہو تیرے لئے (تہدید (بددعا) مصدر نائب عن فعل امر)

(۱۶)......تو نعمت کی ناشکری کرنے سے بچ۔ (تہدید۔ ارشاد، حذار: اسم فعل)

(۱۷)......اپنی دونوں ہتھیلیوں میں ہوا کو روک لے۔ (تعجیز)

(۱۸)......کلہاڑی کو سر میں (پر) رکھ۔ (تہدید)

(۱۹)...... بڑے سانپ سے تو بچ۔ (ارشاد (ایّاک اسم فعل)

(۲۰)......اے نوجوان بری عادتوں سے بچ۔ (ارشاد۔ ایّاک اسم فعل)

(۲۱)......بچ تو آدمی اور اس کے نفس سے۔ (ارشاد یا تہدید)

(۲۲)......سب کچھ کرو، مگر یہ نہ کرو۔ (اباحت۔ یا تہدید)

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

بَیِّنْ مَایُسْتَفَادُ مِنْ صِیَغِ الْاَمْرِ فِیْمَایَأتِیْ

وَلَقَدْ شَفٰی نَفْسِیْ وَاَبْرَأَ سُقْمَهَا ۱ قَوْلُ الْفَوَارِسِ وَیْکَ عَنْتَرُ فَاقْدَمْ

سِرْاِن اسْتَطَعْتَ فِی الْهَوَاءِ رُوَیْدًا ۲ لَا اِخْتِیَالًا عَلٰی رُفَاتِ الْعِبَادِ

عِشْ مَابَدَا لَکَ سَالِمًا ۳ فِیْ ظِلِّ شَاهِقَةِ الْقُصُوْرِ

هِیَ الدُّنْیَا تَقُوْلُ بِمِلْاءِ فِیْهَا ۴ حَذَارِ حَذَارِ مِنْ بَطْشِیْ وَ فَتْکِیْ

اَرِیْنِیْ جَوَادًا مَاتَ هُزْلًا لَعَلَّنِیْ ۵ اَرٰی مَاتَرِیْنَ، بَخِیْلًا مُّخَلَّدًا

فَیَا مَوْتُ زُرْ اِنِ الْحَیَاةَ ذَمِیْمَةٌ ۶ وَیَانَفْسُ جِدِّیْ، اِنَّ دَهْرَکَ هَازِلُ

اَیَّتُهَا النَّفْسُ ! اَجْمِلِیْ جَزَعًا ۷ اِنَّ الَّذِیْ تَحْذَرِیْنَ قَدْ وَقَعَا

مندرجۂ ذیل امر کے صیغوں کے معانی بتائیے

(۱)......اور تحقیق کہ شفا دی میرے نفس کو اور صحت دی اس کی بیماری کو، شہسواروں کے اس

قول نے: اے عنتر! تو آگے بڑھ۔ (تحریض یا اغراء)

(۲)......اگر تو طاقت رکھتا ہے تو ہوا میں نرمی سے چل، نہ کہ اکڑ کر بندوں کی بوسیدہ ہڈیوں پر۔ (فیہ التعجیز)

(۳)......زندگی گذار جیسے تو چاہے سلامتی کے ساتھ، اونچے محلات کے سایہ میں۔ (دعا)

(۴)......یہ دنیا کہتی ہے منھ بھر کر کہ میری پکڑ اور ہلاکت سے بچ۔ ۹۴ (ارشاد و تہدید)

(۵)......مجھے کوئی سخی دکھا' جو فقیر ہو کر مر گیا ہو، شاید کہ میں (بھی) دیکھوں جو تو دیکھتی ہے یا (مجھے دکھا) کوئی بخیل کو جو ہمیشہ رہنے والا۔ ۹۵ (تعجیز)

(۶)......پس اے موت آجا: بیشک زندگی ملامت شدہ ہے اور اے نفس! حقیقت پسند ہو جا، بیشک تیرا زمانہ مذاق کرنے والا ہے (تمنی)

(۷)......اے نفس غم پر صبر کر بیشک، جس چیز سے تو ڈرتا ہے وہ واقع ہوگئی ہے۔ (ارشاد)

مَبۡحَثٌ فِي النَّهۡيِ

اَلنَّهۡيُ هَوَ طَلَبُ تَرۡكِ الۡفِعۡلِ عَلٰى وَجۡهِ الۡاِسۡتِعۡلَاءِ ، وَلَهُ صَيۡغَةٌ وَاحِدَةٌ ، وَ هِيَ لاَ النَّاهِيَةُ مَعَ الۡمُضَارِعِ ، نَحۡوُ "لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ اَحَدًا"

وَقَدۡ تَخۡرُجُ عَنۡ مَعۡنَاهَا الۡاَصۡلِيّ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَ تُفۡهَمُ بِالۡقَرَائِنِ:

كَالدُّعَاءِ: نَحۡوُ "لَا تَسۡخَطۡ عَلَيۡنَا يَا رَبِّ"

۹۴......یہ فخر الدولۃ کے مرثیہ میں ابو الفرج الساوی نے جو قصیدہ کہا تھا' اس کا پہلا شعر ہے۔
(مصباح الفتاح ص ۳۶۳)

۹۵......قائل حاتم الطائی یخاطب امرأته ، وكانت قد لامته على البذل والجود ۔
(حاشیہ شرح ابن عقیل ص ۱۱۳ ج ۱)

۹۶......قائل ابو العلاء (البلاغة الواضحة) وفي علوم البلاغة "ان الحياة كريهة" (ص ۷۴)

وَالْاِلْتِمَاسُ: نَحْوُ، قَوْلِکَ لِمَنْ یُسَاوِیْکَ: "لَا تَنْتَقِلْ مِنْ جِوَارِیْ"

وَالتَّمَنِّی: نَحْوُ" لَا تُوَلِّ یَا شَبَابُ "

وَالتَّهْدِیْدُ: نَحْوُ" لَا تَرْجِعْ عَنْ غَیِّکَ"

یہ بحث نہی کے بیان میں ہے

نہی ۹۷ یہ ہے: استعلاء کے ساتھ کسی فعل کے ترک کا مطالبہ کرنا۔ اور نہی کا ایک ہی صیغہ ہے۔ اور وہ "لا نہی ہے مضارع کے ساتھ" جیسے "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کر"۔

اور کبھی (نہی) اصلی معنیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور (وہ معانی) قرائن سے سمجھ میں آتے ہیں:

مثلاً دعا: جیسے "اے رب! ہم پر غصہ مت ہو"۔

اور التماس: جیسے برابر والے (یعنی پڑوسی) سے یہ کہنا "میرے پڑوس سے منتقل مت ہو"۔

۹۷......(۱) النہی: نہی کی تعریف یہ ہے: استعلاء کے ساتھ مخاطب سے کسی کام سے باز رہنے کا مطالبہ کرنا، جیسے ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾

امر کی طرح نہی بھی اپنے اصلی معنیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں مستعمل ہوتی ہے۔ اور ان معانی کا سمجھنا قرائن اور سیاق وسباق پر موقوف ہے۔ وہ معانی یہ ہیں:

(۱)......دعاء: جیسے "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا" اور "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا" وغیرہ۔

(۲)......ارشاد: جیسے ﴿وَلَا یَأْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ﴾

(۳)......تیئیس: (یعنی مخاطب کو کسی چیز سے مایوس اور ناامید کرنا) جیسے ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ﴾ اور ﴿لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ﴾

(۴)......توبیخ: جیسے ﴿لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا مِّنْهُمْ﴾

(۵)......تحقیر جیسے ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَامَتَّعْنَا﴾

اور تمنی: جیسے ''اے جوانی مجھ سے اعراض مت کر''۔

اور تہدید: جیسے: ''تو مت باز آ اپنی گمراہی سے''۔

فَائِدَةٌ

قَدْ تَأْتِیْ صِیْغَةُ النَّهْیِ لِلْاِرْشَادِ : نَحْوُ ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ وَالتَّیْئِیْسُ : نَحْوُ ''لَا تَرْجُ السَّمَاحَ'' وَالدَّوَامُ :نَحْوُ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

کبھی نہی کا صیغہ ارشاد کے لئے آتا ہے، جیسے ''مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر تم پر ظاہر ہو جائیں تو تم کو برا معلوم ہو''۔ اور تیئیس: جیسے ''بخشش کی امید مت کرو۔ اور دوام: جیسے ''اللہ کو غافل مت سمجھو ان چیزوں سے جن کو ظالم کرتے ہیں۔

مَبْحَثٌ فِی التَّمَنِّیْ وَالتَّرَجِّیْ

اَلتَّمَنِّی : هُوَ طَلَبُ شَیْءٍ مَحْبُوْبٍ لَایُرْجٰی حُصُوْلُهٗ لِکَوْنِهٖ مُسْتَحِیْلًا، اَوْ شَبِیْهًا بِهٖ، وَلَهٗ اَرْبَعُ اَدْوَاتٍ، وَاحِدَةٌ أَصْلِیَّةٌ ، وَهِیَ لَیْتَ،نَحْوُ'' لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا ''

وَثَلَاثٌ غَیْرُ اَصْلِیَّةٍ،

وَهِیَ : هَلْ، نَحْوُ'' هَلْ مِنَ الْمَوْتِ شَفِیْعٌ فَیَشْفَعَ لِیْ''

وَلَوْ: نَحْوُ'' لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّةً اِلٰی اَیَّامِ الصَّبَا فَاُحْسِنُ الْاَعْمَالَ''

وَلَعَلَّ:نَحْوُ'' لَعَلِّی اَحُجُّ فَاَزُوْرُکَ''

یہ بحث تمنی اور ترجی کے بیان میں ہے

۹۸...... اَلتَّمَنِّیْ: تمنی ایسے امر محبوب کا طلب کرنا جس کے حصول کی امید نہ ہو، خواہ اس وجہ سے کہ وہ محال

تمنی ۹۸ (کی تعریف یہ ہے کہ) ایسی محبوب چیز کا طلب کرنا' جس کے حصول کی امید نہ ہو' محال ہونے کی وجہ سے یا محال کے مشابہ ہونے کی وجہ سے : اور اس (تمنی) کے چار الفاظ ہیں: ۹۹ جن میں ایک اصلی ہے، اور وہ ''لیت'' ہے، جیسے ''کاش کہ جوانی ایک دن لوٹ کر آتی''۔: اور تین (الفاظ) غیر اصلی ہیں، اور وہ (یہ ہیں):

ھل: جیسے ''کیا موت سے کوئی سفارش کرنے والا ہے جو میری سفارش کرے''

ہو مثلاً ''لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدَ'' کاش کہ جوانی لوٹ آتی، (اس امید کا حصول محال ہے) خواہ اس وجہ سے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن تو ہو، لیکن اس کے حصول کی امید نہ کی جا سکتی ہو، اور بعید الوقوع ہو۔ جیسے ''یَالَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَااُوْتِیَ قَارُوْنُ'' (اے کاش ہمارے پاس بھی وہ ہوتا جو کچھ قارون کو دیا گیا)۔

۹۹......تمنی کے چار الفاظ ہیں: (۱)......لیت: اس کی وضع ہی تمنی کے لئے ہے ۔(۲)......ھل۔ (۳)......لو۔ (۴)......لعل۔

یہ تینوں اصلاً دوسرے معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں، مگر مجازاً اس معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

(۱)......''ھل'' کی مثال: جیسے ''ھَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ'' کیا ہمارے لئے کوئی شفیع ہے؟ (ھل کا اصلی معنی استفہام ہے، مگر اس مثال میں ھل کو استفہام پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ استفہام میں ممکن اور غیر ممکن دونوں جانب مساوی ہوتے ہیں اور مثالِ مذکور میں متکلم کو اس کا علم ہے کہ میرا کوئی شفیع نہیں)۔

(۲)......''لو'' کی مثال ''لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْقِنِیْنَ'' (اے کاش ہمارے لئے واپس لوٹنا ہوتا تو ہم یقین کرنے والوں میں سے ہوتے) اس مثال میں ''نصب'' اس بات کا قرینہ ہیکہ ''لو'' اپنے شرطی معنی میں نہیں ہے، اس لئے کہ ''لو'' کے بعد بتقدیر 'اَن' جو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے وہ استفہام' تمنی' عرض' امر' نہی اور نفی کے بعد ہوتا ہے' نہ کہ 'لو' کے بعد، لہذا ''لو'' کو تمنی کے معنی میں لینا ہی مناسب ہے۔

(۳)......''لعل'' کی مثال، جیسے ''لَعَلِّیَ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ'' (کاش کہ میں پہنچ جاتا اسباب تک) (لعل اصل میں تو ترجی کے لئے ہے، مگر کبھی تمنی کے لئے بھی آتا ہے، اس صورت میں اس کے جواب میں فعل مضارع منصوب ہوتا ہے)

اور ''لو'' جیسے ''کاش کہ میرے لئے دوبارہ جانا ہوتا' بچپنے کے دنوں کی طرف تا کہ میں اچھے اعمال کروں''

اور ''لعل'' جیسے ''کاش کہ میں حج کرتا تو تیری زیارت کرتا''

وَالتَّرَجِیْ هُوَ تَرَقُّبُ اَمْرٍ مَحْبُوْبٍ مُتَوَقَّعِ الْحُصُوْلِ، وَاَدَاتُهٗ :لَعَلَّ :نَحْوُ :لَعَلَّ الْفَرَجَ قَرِيْبٌ، وَ عَسٰى ، نَحْوُ

عَسَى الْكَرْبُ الَّذِیْ اَمْسَيْتُ فِيْهِ يَكُوْنُ وَرَاءَهٗ فَرَجٌ قَرِيْبٌ

اور ترجی ۱۰۰؎ ایسے امر محبوب کے انتظار کرنے کو کہتے ہیں' جس کے حصول کی امید ہو۔ اور ترجی کے الفاظ لعل (ہے) جیسے ''شاید کشادگی قریب ہے'' اور عسی (ہے)۔ جیسے:

۱۰۰؎......والترجی: ترجی ایسے امر محبوب کا طلب کرنا' جس کے حصول کی امید ہو۔ ترجی کے دو الفاظ ہیں:

(۱)......عسی: نحو ''عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ جَمِيْعًا''

(۲)......لعل: نحو ''لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا''

ان دونوں مثالوں میں مطلوب ایسی محبوب شئی ہے جس کے حصول کی امید ہو۔

تنبیہ:......''لیت'' اور ''لعل'' میں فرق یہ ہے کہ ''لیت'' ممکن الحصول اور غیر ممکن الحصول دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسے ''لَيْتَ زَيْدًا قَائِمٌ '' اور ''لَيْتَ الشَّبَابَ رَاجِعٌ''

اور ''لعل'' ممکن الحصول آرزو کے لئے آتا ہے۔ جیسے ''لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ '' اور ''لَعَلَّ الشَّبَابَ رَاجِعٌ'' نہیں کہہ سکتے۔

تمنی اور ترجی کے درمیان ایک اور فرق یہ ہے کہ ترجی کا استعمال قریب میں ہوتا ہے اور تمنی کا بعید میں دوسرا فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کا نفس میں شوق ہو اور ترجی اس کے ماسوا میں مستعمل ہوتی ہے۔ (نیل الامانی ج ۱ ص ۴۲۴)

اگر توقع سے مراد ''امل'' (امید) ہو تو ترجی اور توقع میں فرق ہے کہ رجاء میں امید ہوتی ہے، لیکن عدم حصول کا خوف بھی ہوتا ہے، اور ''امل'' میں امید غالب ہوتی ہے بغیر کسی خوف کے۔

(حاشیہ ابن عقیل ص ۱۶۵۔ف)

وہ مصیبت جس میں میں نے شام کی ہے، امید ہے کہ اس کے بعد عنقریب کشادگی ہو جائے گی۔

فَائِدَۃٌ

اِنْ کَانَ التَّرَجِّی لِلِا شْفَاقِ مِنْ مَکْرُوْہٍ ' عُدَّ مِنَ الْاِنْشَاءِ غَیْرِ الطَّلَبِیِّ، نَحْوُ ''لَعَلَّ الْعَدُوَّ مُقْبِلٌ''

اگر ترجی میں کسی ناپسند بات سے بچنے کے معنی ہو تو پھر (انشاء طلبی کی قسم سے نکل کر) انشاء غیر طلبی میں شمار ہوگا۔ جیسے ''شاید کے دشمن آنے والا ہو''۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): عَرِّفِ النَّھْیَ' وَبِمَ یَکُوْنُ ؟ (۲): مَاالْاَغْرَاضُ الْمُسْتَفَادَۃُ مِنَ النَّھْیِ بِالْقَرَائِنِ؟ (۳): مَا التَّمَنِّیْ ؟ (۴): اُذْکُرْ اَدْوَاتَہٗ وَ مَثِّلْ لِکُلٍّ مِنْھَا ؟ (۵): مَا التَّرَجِّیْ' وَبِمَ یَکُوْنُ ؟ (۶): مَاالْفَرْقُ بَیْنَ لَیْتَ وَ لَعَلَّ ؟ (۷): اُفْرُقْ بَیْنَ التَّرَجِّیْ وَالتَّوَقُّعِ ؟

سوالات

(۱)...... نہی کی تعریف کیجئے؟ اور کس (لفظ سے) نہی ہوتی ہے؟

(۲)...... نہی سے قرائن کے ذریعہ کون سے معانی لئے جاسکتے ہیں؟

(۳)...... تمنی کیا ہے؟

(۴)...... تمنی کے الفاظ بتلاؤ، اور ہر ایک کی مثال دو؟

(۵)...... ترجی کیا ہے؟ اور کن الفاظ سے ہوتی ہے؟

(۶)...... لیت اور لعل کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۷)...... ترجی اور توقع (تمنی) کے درمیان فرق کو بتلاؤ؟

تَمرِینٌ اَوَّلٌ

بَیِّنِ الْاَغْرَاضَ الْمُسْتَفَادَۃَ مِنَ النَّھْیِ فِیْمَا یَأتِیْ

(۱):لَا تُؤَخِّرْ عَمَلَ یَوْمِکَ لِغَدٍ، (۲):لَا تَحْتَجِبْ عَنِ الْعُیُوْنِ اَیُّھَا الْقَمَرُ، (۳):لَا تَنْتَہِ عَنْ غَیِّکَ،(۴):ھَوِّنْ عَلَیْکَ وَلَا تُوْلَعْ بِاِشْفَاقٍ،(۵):لَا تَحْلِفْ بِاسْمِ الرَّبِّ اِلٰھِکَ بَاطِلاً،(۶):لَا تَسْخَطْ عَلَیْنَایَا رَبِّ، (۷):لَا تَخْرُجْ مِنَ الْفَصْلِ قَبْلَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ الْاُسْتَاذُ، (۸):لَا تَھْرِفْ بِمَا لَا تَعْرِفْ، (۹):لَا تُوَلِّ یَا رَبِیْعَ الْحَیَاۃِ،(۱۰):لَا تَدْخُلَنْ بَیْنَ الْعَصَا وَلِحَائِھَا،(۱۱):لَا تُسِئْ اِلٰی اَخِیْکَ ،

آنے والے جملوں میں نہی سے کون سا معنی مراد ہے اس کو بیان کرو۔

(۱)......آج کے کام کو کل پر نہ ڈال۔(ارشاد)

(۲)......اے چاند تو آنکھوں سے اوجھل مت ہو۔(تمنی)

(۳)......تو اپنی گمراہی سے باز مت آ۔(تہدید)

(۴)......اپنے اوپر آسانی کر اور خوف سے فریفتہ نہ ہو(یعنی خوف کی جگہ نہ جا)(ارشاد۔ تہدید)

(۵)......قسم مت کھا رب کے نام کی' ایسا رب جو تیرا الہ باطل ہے۔(معنی اصلی۔ اگر قسم نہ کھائی ہو تو دوام۔ف)۔

(۶)......اے رب ہم پر غصہ نہ کیجئے!(دعاء)

(۷)......استاذ کی اجازت سے پہلے درس گاہ سے مت نکل۔(معنی اصلی۔ یا ارشاد اور دوام)

(۸)......جسے نہ جانتا ہو تو اس کی تعریف مت کر۔(معنی اصلی۔ یا ارشاد یا دوام)

(۹)......اے زندگی کی بہار تو پشت مت پھیر۔(تمنی)

(۱۰)......عصا اور اس کے چھلکے کے درمیان داخل مت ہو۔(ارشاد)[۱۰۱]

(۱۱)......اپنے بھائی کے ساتھ برائی مت کر۔(معنی اصلی)

اِذَا نَطَقَ السَّفِیْهُ فَلَا تُجِبْهُ ۱۲ فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِهِ السُّکُوْتُ

اَعَیْنَیَّ جُوْدَا وَلَا تَجْمُدَا ۱۳ لَا تَبْکِیَانِ لِصَخْرِ النَّدٰی

لَا تَحْسِبِ الْمَجْدَ رُطَبًا اَنْتَ آکِلُهٗ ۱۴ لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتّٰی تَلْعَقَ الصَّبِرَا

لَا تُوْدِعِ السِّرَّ وَشَّاءً بِهٖ مَذِلًا ۱۵ فَمَا رَعٰی غَنَمًا فِی الدَّوِّ سَرِحَانُ

(۱۲)......جب بیوقوف بات کرے تو اس کو جواب مت دو، اس کو جواب دینے سے چپ رہنا بہتر ہے۔(ارشاد)

(۱۳)......اے میری دونوں آنکھیں! سخاوت کرو! اور مت خشک ہو، کیا نہیں روتی ہو تم سخاوت کی چٹان پر۔

(۱۴)......مت خیال کر تو بزرگی کو تازہ کھجور کہ تو اس کو کھانے والا ہے، ہرگز نہیں پہنچ سکتا ہے تو بزرگی کو یہاں تک کہ چاٹ لے تو ایلوا کو۔

(۱۵)......مت امانت رکھ تو (اپنے) راز کو چغلخور کے پاس جو فاش کرنے والا ہو (راز کو) اس لئے کہ نہیں چرایا بکریوں کو جنگل میں کسی بھیڑئے نے۔

تَمْرِیْنٌ ثَان

بَیانُ اَغْرَاضَ التَّمَنِّیْ فِی التَّرَاکِیْبِ الآتِیَةِ

(۱): لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ، (۲): لَیْتَ لِیْ مِلْأَ الْاَرْضِ ذَهَبًا، (۳): یَالَیْتَنِیْ اِجْتَهَدْتُ

[۱۰۱]......یہ مثل ہے ان دوستوں کے حق میں بولتے ہیں جن کے درمیان کوئی فساد نہ کرا سکے۔(مصباح)

وَاَنَا صَغِيرٌ،(۴): هَلْ اِلٰى زَمَنِ الْحَدَاثَةِ سَبِيلُ،(۵): لَوْ اَنَّ لِىْ مَالاً وَافِراً فَاَكُوْنَ مُحْسِنًا،(۶): لَعَلِّىْ اُسَافِرُ فَاَزُوْرَ بَارِيْسَ،(۷): لَوْ تَأْتِيْنِىْ فَتُحَدِّثَنِىْ،(۸): لَيْتَ شَعْرِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لِمَنْ،(۹): لَعَلَّ الْخَلِيْلَ يَزُوْرُنَا فَنَسْتَأْنِسَ بِهٖ،(۱۰): لَوْتَنْزِلُ عِنْدِىْ فَتُصِيْبَ خَيْراً،

آنے والی جملوں میں تمنی کے معانی بیان کرو!

(۱)......کاش کہ جوانی لوٹ آتی۔(معنی اصلی۔تمنی)

(۲)......کاش میرے پاس زمین بھر کر سونا ہوتا۔(معنی اصلی۔تمنی)

(۳)......اے کاش کہ میں محنت کرتا بچپنے میں۔(معنی تحسر۔تمنی)

(۴)......کاش نوجوانی کی عمر کی طرف کوئی راستہ ہوتا۔(ھل' بمعنی تمنی۔یہاں اصلی معنی استفہام مراد نہیں ہوسکتا)۔

(۵)......کاش میرے پاس بہت زیادہ مال ہوتا تو میں احسان کرنے والا ہوتا۔(لوْ' بمعنی تمنی۔نصب' اس کا قرینہ ہے)

(۶)......کاش میں سفر کروں تا کہ پیریس کی زیارت کرتا۔(لعل' بمعنی تمنی)۔

(۷)......کاش تو میرے پاس آتا تو میرے ساتھ بات کرتا۔(لوْ بمعنی تمنی)

(۸)......کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ دنیا کس کے لئے ہے۔(انکار۔انکاری تمنی۔یعنی یہ دنیا کسی کے لئے نہیں ہے)

(۹)......کاش کہ دوست ہماری زیارت کرتا' تا کہ ہم اس سے مانوس ہوتے۔(لعل' بمعنی تمنی)

(۱۰)......کاش تو میرے پاس اترتا تو بھلائی پاتا۔(لوْ بمعنی تمنی)

سَرَیْنَا اِلَیْهِمْ فِیْ جُمُوْعٍ کَاَنَّهَا (۱۱) جِبَالُ شَرَوْرٰی لَوْ تُعَانُ فَتَنْهَدَّا

تَأَنَّ وَلَاتَعْجَلْ بِلَوْمِکَ صَاحِبًا (۱۲) لَعَلَّ لَهٗ عُذْرًا وَاَنْتَ تَلُوْمُ

فَلَیْتَ لِیْ بِهِمْ قَوْمًا اِذَا رَکِبُوْا (۱۳) شَنُّوا الْاِغَارَةَ فُرْسَانًا وَرُکْبَانًا

اَلَالَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا (۱۴) فَاُخْبِرُهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ

(۱۱)......ہم ان کی طرف ایسی جماعت کے ساتھ چلے' گویا کہ وہ شرورٰی [۱۰۲] پہاڑ ہیں، کاش کہ ان سے مدد طلب کی جاتی تو وہ گر پڑتے۔(لوْ بمعنی تمنی، مشابہ بالمحال)

(۱۲)......مہلت دے' اور دوست کو ملامت کرنے میں جلدی مت کر، شاید کہ اس کو عذر ہو اور تو اس کو ملامت کرے۔(ترجی بلعل۔اشفاق من مکروہ)

(۱۳)......کاش کہ میرے پاس ان کے مقابلہ میں ایسی قوم ہوتی جب وہ سوار ہوتی 'تو لوٹ مار کرتی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر۔[۱۰۳](تمنی بلیت)

(۱۴)......اے کاش کہ جوانی لوٹ آتی ایک دن، تو اس کو خبر کر دیتا کہ بڑھاپے نے کیا کیا۔[۱۰۴](تمنی بالمحال)

[۱۰۲]......شَرَوْرٰی: جَبَلٌ مُطِلٌّ عَلٰی تَبُوْکَ فِیْ شَرْقِیْهَا، اَوْ وَادٍ بِالشَّامِ اَوْ فِیْ اَرْضِ سَلِیْمٍ۔
(معجم البلدان ص ۳۳۹۔ف)

[۱۰۳]......''علوم البلاغۃ'' میں ''شَنُّوا'' کی بجائے ''شَدُّوْا'' ہے۔(ص ۶۰) یہ شعر قریط بن بلعنبر کا ہے۔(علوم البلاغۃ) ابن عقیل میں ''شنوا'' ہی ہے۔ اور الاغارۃ کو مفعول لہ مانا ہے۔ ترجمہ یہ ہے:
کاش ان کے بجائے میرے پاس ایسی قوم ہوتی کہ جب سوار ہوتے تو غارت ڈالنے کے لئے حملہ کرتے سوار ہو کر گھوڑے پر یا کسی اور سواری پر۔ف

[۱۰۴]......هذا قول ابی عتاهیة۔(حاشیہ شرح ابن عقیل ص ۳۴۶ ج ۱)
اسی مناسبت کا مضمون ان اشعار میں بھی ہے:

تَمُرُّ بِنَا الْاَیَّامُ وَاِنَّمَا نُسَاقُ اِلَی الْآجَالِ وَالْعَیْنُ تَنْظُرُ

فَلَا عَائِدَ ذَاکَ الشَّبَابُ الَّذِیْ مَضٰی وَلَا زَائِلَ هٰذَا الْمَشِیْبُ الْمُکَدَّرُ

مَبۡحَثٌ فِی الۡاِسۡتِفۡهَامِ وَادَوَاتِهٖ

اَلۡاِسۡتِفۡهَامُ هُوَ طَلَبُ الۡعِلۡمِ بِشَیۡءٍ ، وَاَدَوَاتُهٗ:اَلۡهَمۡزَةُ‘وَهَلۡ‘وَمَنۡ‘وَمَا‘ وَ مَتٰی ‘ وَاَیَّانَ ‘ وَاَیۡنَ‘وَ اَنّٰی وَ کَیۡفَ‘وَ کَمۡ‘ وَاَیٌّ،

استفہام اوراس کے الفاظ کی بحث

استفہام ۱۰۵ کا مطلب ہے' کسی چیز کے علم کا طلب کرنا۔اوراستفہام کے الفاظ یہ ہیں:هَمۡزَةُ‘وَهَلۡ‘وَمَنۡ‘وَمَا‘ وَ مَتٰی ‘ وَاَیَّانَ ‘ وَاَیۡنَ‘وَ اَنّٰی وَ کَیۡفَ‘وَ کَمۡ‘ اوراَیٌّ۔

(۱): فَالۡهَمۡزَةُ تُسۡتَعۡمَلُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ اَیِ التَّعۡیِیۡنِ ، وَهُوَ اِدۡرَاکُ الۡمُفۡرَدِ، کَقَوۡلِکَ ” أَیُوۡسُفُ نَجَحَ اَمۡ اَخُوۡهُ“ ؟ تَعۡتَقِدُ اَنَّ النَّجَاحَ حَصَلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا فَتَطۡلُبَ تَعۡیِیۡنَهٗ، وَلِطَلَبِ التَّصۡدِیۡقِ‘ وَهُوَ اِدۡرَاکُ النِّسۡبَةِ ،نَحۡوُ ”اَنَجَحَ یُوۡسُفُ “؟ وَالۡجَوَابُ فِی الۡاَوَّلِ بِالتَّعۡیِیۡنِ وَفِی الثَّانِیۡ بِنَعَمۡ اَوۡلَا ،

پس ہمزہ ۱۰۶ طلب تصور ۱۰۷ کے لئے مستعمل ہوتا ہے،یعنی (طلب سے مراد)

۱۰۵......استفہام کی تعریف یہ ہے: کسی نامعلوم شئ یا حالات کے متعلق علم حاصل کرنا،حروف استفہام گیارہ ہیں۔

۱۰۶......فالھمزۃ: تقدیم ہمزہ کی وجہ یہ ہے کہ کلمات استفہام میں سے ”ھل“ تو صرف طلب تصدیق کے لئے آتا ہے،اور ہمزہ کے علاوہ باقی حروف استفہام صرف طلب تصور کے لئے آتے ہیں۔اور ”ہمزہ“ تصور وتصدیق دونوں کے لئے آتا ہے۔اس وجہ سے مصنف نے ہمزہ کو پہلے بیان کیا۔

۱۰۷......لطلب التصور: طلب تصور کا مطلب یہ ہے کہ سائل کو نفس واقعہ کا علم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ واقعہ کا تعلق فلاں فلاں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہے،لیکن صاحب واقعہ کی ذات متعین نہ ہو،تو اس کے ذریعہ تعیین کا سوال کیا جاتا ہے،اسی لئے اس کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جاتا ہے،جیسے” أَیُوۡسُفُ نَجَحَ اَمۡ اَخُوۡه “ سائل کو یہ معلوم ہے کہ یوسف اوراس کے بھائی میں سے کوئی ایک کامیاب ہوا،مگر کسی ایک کی تعیین کا اس کو علم نہیں،اس سوال کے ذریعہ وہ تعیین چاہتا ہے۔

تعین کے لئے، اور وہ (یعنی تصور سے مراد) مفرد کا علم ہے۔ جیسے تیرا قول ''کیا یوسف کامیاب ہوا یا اس کا بھائی؟'' اس کو معلوم ہے کہ کامیابی ان دونوں میں سے کسی ایک نے حاصل کی ہے۔ پس وہ (دونوں میں سے ایک کی) تعیین کا طالب ہے۔ اور (ہمزہ کبھی مستعمل ہوتا ہے) طلب تصدیق ۱۰۸ے کے لئے اور وہ (یعنی تصدیق سے مراد) نسبت کا علم ہے۔ جیسے ''کیا یوسف کامیاب ہوگیا؟ اور جواب پہلی صورت میں تعیین سے ہوگا، اور دوسری صورت میں 'نعم' یا 'لا' سے۔

وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِی التَّصَوُّرِ وَهُوَ مَا یَلِی الْهَمْزَةَ ، وَیُذْكَرُ لَهُ مَعَادِلٌ بَعْدَ اَمْ، وَتُسَمّٰی مُتَّصِلَةً،فَیُقَالُ فِی الْاِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ''اَفُؤَادٌ مُسَافِرٌ اَمْ حَبِیْبٌ'' وَعَنِ الْمُسْنَدِ''اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ طَاعَتِیْ اَمْ رَاغِبٌ فِیْهَا''وَعَنِ الْمَفْعُوْلِ'' أَاِیَّایَ تَقْصِدُ اَمْ خَالِداً''وَعَنِ الْحَالِ'' اَرَاكِباً اَتَیْتَ اَمْ مَاشِیاً''وَعَنِ الظَّرْفِ''اَیَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدِمْتَ اَمْ یَوْمَ السَّبْتِ''وَهٰكَذَا،

اور تصور کی صورت میں مسئول عنہ ہمزہ کے بعد ہوتا ہے، اور اس (مسئول عنہ) کے لئے کوئی معادل ام کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ اور اس کا نام ''ام متصلہ'' ۱۰۹ے ہے۔ پس استفہام میں مسند الیہ کے متعلق کہا جائے گا ''کیا فواد سفر کرنے والا ہے یا حبیب'' اور مسند کے متعلق کہا جائے گا ''کیا تو میری اطاعت سے اعراض کرتا ہے یا اس میں رغبت کرتا ہے'' اور

۱۰۸ے......لطلب التصدیق: طلب تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ سائل کو نفس واقعہ کا علم ہی نہیں جیسے: ''أنجح یوسف'' سائل یوسف کے متعلق کامیابی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس کا جواب ''نعم'' یا ''لا'' کے ذریعہ دیا جاتا ہے۔

۱۰۹ے......متصلۃ: اکثر مسئول عنہ کے ساتھ اس کے معادل (ہمسر و برابر) کا ذکر لفظ ام کے بعد کیا جاتا ہے، اس کو ام متصلہ کہتے ہیں۔ مثلاً ''أَیُوْسُفُ نَجَحَ اَمْ اَخُوْه'' میں یوسف مسئول عنہ ہمزہ کے بعد اور اس کا ہمسر (معادل) اخوہ ام کے بعد مذکور ہے۔

مفعول کے متعلق کہا جائے گا ''کیا تو میرا قصد کرتا ہے یا خالد کا'' اور حال کے متعلق کہا جائے گا ''کیا تو سوار ہوکر آیا ہے یا پیدل'' اور ظرف کے متعلق کہا جائے گا ''کیا تو جمعہ کے دن آیا، یا سنیچر کے دن'' اوراسی طرح (بقیہ متعلقات کو قیاس کرو)۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُعَادِلُ لِلْعِلْمِ بِهٖ ، نَحْوُ ''اَيَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدِمْتَ'' فَاِنَّ الْاِسْتِفْهَامَ لَيْسَ عَنْ ثُبُوْتِ الْقُدُوْمِ لِلْمُخَاطَبِ ، فَاِنَّهٗ مَعْلُوْمٌ، وَاِنَّمَا يُرِيْدُ مَعْرِفَةَ زَمَنِهٖ،

اور کبھی علم کی وجہ سے معادل کو حذف بھی کیا جاتا ہے، جیسے ''کیا آپ جمعہ کے دن آئے'' اس لئے کہ استفہام مخاطب کے آنے کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے، کیونکہ وہ تو معلوم ہے، بلکہ زمانہ کی معرفت کے متعلق (استفہام) ہے۔

وَالْمَسْؤُلُ عَنْهُ فِی التَّصْدِيْقِ النِّسْبَةِ ،وَلَايَكُوْنُ لَهَا مُعَادِلٌ ،فَاِنْ جَائَتْ اَمْ بَعْدَهَا كَانَتْ بِمَعْنٰی بَلْ، وَتُسَمّٰی مُنْقَطِعَةً،

اور طلب تصدیق کی صورت میں مسئول عنہ نسبت ہوتی ہے، اور کوئی اس کا معادل نہیں ہوتا، اگر اس کے بعد اَم آئے تو وہ ''بل'' کے معنی میں ہوگا، اور اس کا نام اَم منقطعہ ہے۔

(۲): وَهَلْ لِطَلَبِ التَّصْدِيْقِ فَقَطْ ،نَحْوُ''هَلْ قَدِمَ اَخُوْكَ'' وَيَمْتَنِعُ مَعَهَا فِی الْكَثِيْرِ ذِكْرُ الْمُعَادِلِ، وَهِیَ عَلٰی ضَرْبَيْنِ: بَسِيْطَةٌ 'اِنْ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ الشَّیْءِ فِیْ نَفْسِهٖ، نَحْوُ''هَلِ الْعُنْقَاءُ مَوْجُوْدَةٌ '' وَمُرَكَّبَةٌ' اِنْ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ ثُبُوْتِ شَیْءٍ لِشَیْءٍ آخَرَ، نَحْوُ'' هَلْ تَبِيْضُ الْعُنْقَاءُ''

اور ھل فقط طلب تصدیق کے لئے آتا ہے، جیسے ''کیا تیرا بھائی آیا'' اور اس کے ساتھ اکثر معادل کا ذکر ممتنع ہے۔۱۱۰ اور ھل دو قسموں پر ہے: بسیطہ' اگر ہل سے سوال کسی چیز کے نفس وجود کا ہو (تو اس کو بسیطہ کہتے ہیں) جیسے ''کیا عنقاء موجود ہے'' اور مرکبہ' اگر ھل

۱۱۰......ھل کے ساتھ معادل کا ذکر ممنوع ہے اس لئے ''ھل جاء صدیقک ام عدوک '' نہیں کہہ سکتے'

سے سوال کسی چیز کے دوسری چیز کے لئے ثبوت کے بارے میں ہو (تو اسے ھل مرکّبۃ کہتے ہیں) جیسے ''کیا عنقاء سفید ہوتا ہے'' [۱۱۱]

فَوَائِدُ

اَوَّلاً: تَفْتَرِقُ هَلْ مِنَ الْهَمْزَةِ بِمَا يَأْتِيْ :

(۱): تَخْتَصُّ بِالتَّصْدِيْقِ بِخَلَافِ الْهَمْزَةِ فَاِنَّهَا لِلتَّصْدِيْقِ وَالتَّصَوُّرِ،

(۲): تَخْتَصُّ بِالْاِيْجَابِ، فَلَا تَدْخُلُ عَلَى الْمَنْفِيِّ فَلَايُقَالُ ''هَلْ مَاجَاءَ زَيْدٌ'' بَلْ ''اَمَاجَاءَ زَيْدٌ''

(۳): تَخْصِيْصُهَا الْمُضَارِعَ بِالْاِسْتِقْبَالِ بِعَكْسِ الْهَمْزَةِ، فَيُقَالُ ''هَلْ تُسَافِرُ هٰذَا الْمَسَاءَ ؟ وَاَتَظُنُّهٗ نَائِمًا اْلآنَ''

(۴): لَا تَدْخُلُ عَلَى الشَّرْطِ، وَلَا عَلٰى اِنَّ،

(۵): اِنَّهَا تَقَعُ بَعْدَ الْعَاطِفِ لَا قَبْلَهٗ، كَزَمِيْلَتِهَا، وَبَعْدَ اَمْ ،

(۶): اِنَّ هَلْ بِمَعْنٰى قَدْ فِى الْاَصْلِ ، فَلَا تَدْخُلُ عَلٰى جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ خَبَرُهَا فِعْلٌ، وَاِنْ رُوِىَ مَايُوْهِمُ ذٰلِكَ جُعِلَ الْاِسْمُ مَعْمُوْلًا لِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ، نَحْوُ:

لَحَاكَ اللّٰهُ هَلْ مِثْلِىْ يُبَاعُ — لِكَيْمَا تَشْبَعَ الْكِرْشُ الْجِيَاعُ

پہلا (فائدہ) ھل اور ہمزہ میں مندرجۂ ذیل وجوہ سے فرق ہوتا ہے:

(۱)......ھل، تصدیق کے ساتھ خاص ہوتا ہے، بخلاف ہمزہ کے، کہ وہ تصدیق اور تصور دونوں کے لئے آتا ہے۔

(۲)......ھل، ایجاب کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور منفی پر داخل نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ''هَلْ مَاجَاءَ زَيْدٌ'' نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ''اَمَا جَاءَ زَيْدٌ'' کہیں گے (کیونکہ ہمزہ ایجاب و

---

[۱۱۱]......العنقاء طائر معروف الاسم ومجهول الجسم۔ (علوم البلاغۃ)۔

نفی دونوں کے لئے آتا ہے)

(۳)......ھل، مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، برخلاف ہمزہ ۱۱۲ کے۔ پس کہا جائے گا ''ھل تسافر ھذا المساء'' (کیا تو اس شام کو سفر کرے گا) اور ''اتظنہ نائما الآن'' (کیا آپ اس کو اب سونے والا گمان کرتے ہو)

(۴)......ھل، شرط پر داخل نہیں ہوتا، اور نہ اِنّ پر۔ ۱۱۳

(۵)......ھل، حرف عطف کے بعد آتا ہے، ۱۱۴ اس سے پہلے نہیں آتا، جیسے ''اس کا دوست'' ۱۱۵ اور (ھل) اَم کے بعد بھی آتا ہے۔ ۱۱۶

(۶)......بیشک ''ھل'' اصل میں ''قد'' کے معنی میں ہے، اس لئے ایسے جملہ اسمیہ پر جس کی خبر فعل ہو داخل نہیں ہوتا، اور اگر ایسے کلام میں مروی ہو جو اس کا وہم پیدا کرے تو اس اسم کو فعل مقدر کا معمول قرار دیں گے، جیسے:

۱۱۲...... بعکس الھمزۃ: ہمزہ مستقبل اور حال دونوں کے لئے آتا ہے، چنانچہ ''اَ تُسَافِرُ ھٰذَا الْمَسَاءَ'' اور ''اَ تَظُنُّہُ الْآنَ نَائِماً'' (کیا آپ اس کو ابھی سویا ہوا گمان کرتے ہیں؟ اس میں حال کے معنی ہے) دونوں طرح کہہ سکتے ہیں۔ اور ''ھل'' صرف مستقبل کے لئے آتا ہے، اس لئے ''ھَلْ تَظُنُّہُ نَائِمًا الْآنَ'' نہیں کہہ سکتے ہیں۔

۱۱۳......ھل، شرط اور اِنّ پر داخل نہیں ہوتا، لہٰذا ''ھَلْ اِنْ نَجَحْتَ اُکَافِیْ'' اور ''ھَلْ اِنَّکَ مُسَافِرٌ'' کہنا صحیح نہیں ہے۔

۱۱۴......ھل حرف عطف کے بعد ہی آئے گا جیسے ''وَھَلْ یَنْظُرُوْنَ'' حرف عطف سے پہلے نہیں آتا ہے، جیسے ''ھَلْ فَیَتَقَدَّمُ بَعْدَ ذَالِکَ'' نہیں کہہ سکتے۔

۱۱۵......کز میلتھا: مراد ہمزہ ہے کہ وہ حرف عطف سے پہلے آتا ہے، جیسے ''اَوَ مَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا''

۱۱۶......وبعدام: اور ھل ام کے بعد بھی آتا ہے، جیسے ''اَمْ ھَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ''

تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، کیا مجھ جیسا آدمی بیچا جا سکتا ہے، تا کہ بھوکے معدے آسودہ ہوں۔ ۱۱۷

ثَانِياً: لِلْهَمْزَةِ مَاعَدَا مَاتَقَدَّمَ ذِكْرُهُ تَمَامُ التَّصْدِيرِ اِذْ تَتَقَدَّمَ عَلَى الْعَاطِفِ، نَحْوُ " اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا" وَيَجُوْزُ حَذْفُهَا مُتَقَدِّمَةً عَلٰى اَمْ ، نَحْوُ" مَااَدْرِىْ بِسَيْفٍ ضُرِبْتُ اَمْ بِعَصَا" ۔۱۱۸

مذکورہ بالا امور کے علاوہ ہمزہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کو مکمل صدارت دی جاتی ہے، جبکہ ہمزہ عاطف سے پہلے آئے: جیسے" اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا "اور جب کہ وہ اَم سے پہلے آئے اس کو حذف کرنا بھی جائز ہے، جیسے مجھے معلوم نہیں تلوار سے مارا گیا یا لاٹھی سے۔

بَقِيَّةُ اَدَوَاتِ الْاِسْتِفْهَامِ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ فَقَطْ مَعَ اِخْتِلَافِ مَعَانِيْهَا،

بقیہ استفہام کے الفاظ صرف طلب تصور کے لئے آتے ہیں' معانی کے مختلف ہونے کے ساتھ۔

(۳): فَمَا لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ غَيْرِ الْعَاقِلِ، نَحْوُ "مَا مَعَكَ"، اَوْ شَرْحِ الْكَلِمَةِ ، نَحْوُ" مَا الْعَسْجَدُ" ؟ اَوْحَقِيْقَةُ الْمُسَمّٰى، نَحْوُ" مَاالْاِنْسَانُ " ؟ اَوْحَالِ الْمَذْكُوْرِ مَعَهَا ، نَحْوُ' لِمَنْ تَرَاهُ " مَااَنْتَ" ؟

"ما" غیر عاقل کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے "ما معک "یا کلمہ کی تشریح کے لئے، جیسے "ما العسجد "۱۱۹ یا مسمی کی حقیقت کے لئے آتا ہے، جیسے "ما الانسان' یا مذکور

۱۱۷...... هل مثلي يباع :اس شعر میں "هل مثلي "اسم پر داخل ہے اور اس کی خبر "يباع "فعل ہے، اس لئے "مثلي "سے پہلے "يباع "فعل مقدر مانا جائے گا۔

۱۱۸......بسیف سے پہلے ہمزہ محذوف ہے، أبسيف ضربت ام بعصا۔

۱۱۹......العسجد: الذهب والجواهر۔

کے حال کو دریافت کرنے کے لئے، جیسے کسی کو دیکھ کر کہے "ما انت"؟

(۴): وَمَنْ، لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْعَاقِلِ: نَحْوُ "مَنِ اكْتَشَفَ اَمْرِيْكَا"

اور "من" عاقل کی تعیین کے طلب کے لئے آتا ہے، جیسے کس نے تلاش کیا امریکہ؟

(۵): وَمَتٰى، لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الزَّمَانِ مَاضِيًا كَانَ اَوْ مُسْتَقْبِلاً، نَحْوُ "مَتٰى جِئْتَ وَ مَتٰى تَذْهَبُ"؟

اور "متی" زمانہ کی تعیین کے لئے آتا ہے، چاہے وہ زمانہ ماضی ہو یا مستقبل، جیسے "تو کب آیا اور تو کب جائے گا"؟

(٦): وَاَيَّانَ، لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الزَّمَنِ الْمُسْتَقْبِلِ خَاصَّةً، وَيَغْلِبُ اِسْتِعْمَالُهَا فِيْ مَوْضِعِ التَّهْوِيْلِ، نَحْوُ "اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ"

اور "ایّان" خاص زمانہ مستقبل کی تعیین کے لئے آتا ہے، اور اس کا اکثر استعمال خوف کے موقع پر ہوتا ہے۔ جیسے "قیامت کا دن کب ہے"

(۷): وَاَيْنَ، لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْمَكَانِ، نَحْوُ "اَيْنَ مَنْزِلُكَ"

اور "این" مکان کی تعیین کے لئے آتا ہے۔ جیسے "تیرا گھر کہاں ہے"

(۸): وَكَيْفَ: لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْحَالِ، نَحْوُ "كَيْفَ اَصْبَحْتَ"

اور "کیف" حال کی تعیین کے لئے آتا ہے۔ جیسے "تو نے کیسے صبح کی"

(۹): وَكَمْ: لِطَلَبِ تَعْيِيْنِ الْعَدَدِ، نَحْوُ "كَمْ سَاعَةً اِنْتَظَرْتَ"

اور "کم" عدد کی تعیین کے لئے آتا ہے۔ جیسے "کتنی دیر تو نے انتظار کیا؟

(١٠): وَاَنّٰى: تَكُوْنُ بِمَعْنٰى كَيْفَ، نَحْوُ "اَنّٰى تُسَافِرُ وَاللَّيْلُ مُظْلِمٌ"، وَبِمَعْنٰى مِنْ اَيْنَ، نَحْوُ "اَنّٰى لَكَ هٰذَا الْخَبَرُ"، وَبِمَعْنٰى مَتٰى، نَحْوُ "اَنّٰى جِئْتَ أَيَوْمَ الْخَمِيْسِ أَمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ"؟

اور ''اَنّٰی '' (تین معنوں کے لئے آتا ہے) کیف کے معنی میں، جیسے ''اَنّٰی تُسَافِرُ وَاللَّیْلُ مُظْلِمٌ '' ۱۲۰ اور ''مِنْ اَیْنَ '' کے معنی میں آتا ہے، ۱۲۱ جیسے ''اَنّٰی لَکَ ھٰذَا الْخَبَرُ ''اور متی کے معنی میں آتا ہے، جیسے ''اَنّٰی جِئْتَ أیَوْمَ الْخَمِیْسِ أمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ''۔

(۱۱):وَاَیٌّ :لِطَلَبِ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْمُشْتَرِکَیْنِ فِیْ اَمْرٍ یَعُمُّھُمَا ،اَوْ تَعْیِیْنِ بَعْضِ مَایُضَافُ اِلَیْہِ، نَحْوُ'' اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَکْثَرُ عَدَدًا''وَ''اَیُّ النَّاسِ اَحَقُّ بِالْمَعْرُوْفِ'' وَیُسْأَلُ بِاَیٍّ عَنِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَ الْحَالِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَیْرِہٖ، حَسْبَ مَاتُضَافُ اِلَیْہِ، ۱۲۲

اور ''ای '' دوامر مشترک میں سے ایک کی تعیین کے لئے آتا ہے، یا مضاف الیہ میں سے بعض کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے'' ای الفریقین اکثر عددًا''و''ای الناس احق بالمعروف''اور ''ای '' کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے زمان، مکان، حال، عدد، عاقل اور غیر عاقل کے متعلق، جیسا مضاف الیہ ہوتا ہے۔

وَقَدْ تَخْرُجُ اَدَوَاتُ الْاِسْتِفْھَامِ عَنْ مَعْنَاھَا الْاَصْلِیِّ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْھَمُ بِالْقَرَائِنِ،

اور کبھی حروف استفہام معنی اصلی کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں، ان کا سمجھنا قرائن پر موقوف ہے۔(وہ معانی درج ذیل ہیں)

:...... کَالتَّسْوِیَۃِ:نَحْوُ ' سَوَاءٌ عَلَیَّ اَصَحِبْتَنِیْ اَمْ لَا ؟

۱۲۰......انی بمنی کیف ،نحو ﴿ اَنّٰی یُحْیِ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا﴾

۱۲۱......انی بمعنی 'من این، نحو ﴿ یَامَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا﴾

۱۲۲......جیسے''اَیِّ یَوْمٍ تُسَافِرُ؟''اَیُّ مَکَانٍ تُسَافِرُ ''؟،اَیُّ صَاحِبَیْکَ اَحْسَنُ خُلُقًا اَ مُحَمَّدٌ اَمْ عَلِیٌّ'' اَیُّ النَّاسِ اَحَقُّ بِالْمَعْرُوْفِ''

مثلا: تسویہ: جیسے: تم میرے ساتھ رہو یا نہ رہو دونوں برابر ہیں۔ ۱۲۳

:......وَالنَّفیِ: نَحوُ' هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ؟

اور نفی: جیسے' نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان۔

:......وَالْاِنکَارِ اَوِ التَّوبِیخِ: نَحوُ' اَلَیسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبدَهُ ؟

اور انکار یا توبیخ: جیسے' کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

:......وَالْاَمرِ: نَحوُ' اَتُکرِمُ وَالِدَیکَ؟

اور امر: جیسے' اپنے والدین کا اکرام کر۔ ۱۲۴

:......وَالنَّھیِ: نَحوُ' أَ تَتبَعُ ھَوَاکَ؟

اور نہی: جیسے' اپنی خواہش کا اتباع مت کر۔ ۱۲۵

:......وَالتَّشوِیقِ: نَحوُ' هَلْ أَدُلُّکَ عَلٰی طَرِیقِ السَّعَادَةِ ؟

اور تشویق: (شوق دلانا) جیسے' کیا میں تجھے سعادت کا راستہ بتلاؤں؟ ۱۲۶

:......وَالتَّعظِیمِ: نَحوُ﴿ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشفَعُ عِندَهٗ اِلَّا بِاِذنِهٖ﴾

اور تعظیم: جیسے' کون ہے جو شفاعت کرے اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے۔

:......وَالتَّحقِیرِ اَوِ الْاِستِخفَافِ: نَحوُ" أھٰذَا الَّذِیْ مَدَحتَهٗ کَثِیراً"

اور تحقیر یا استخفاف: جیسے' کیا یہ وہی ہے جس کی تو بہت تعریف کرتا تھا؟ ۱۲۷

۱۲۳......﴿ سَوَاءٌ عَلَیهِمْ أَاَنذَرتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرهُمْ﴾

۱۲۴......﴿فَهَلْ اَنتُمْ مُنتَهُونَ﴾ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾

۱۲۵......﴿اَ تَخشَونَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخشَاهُ﴾

۱۲۶......﴿هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنجِیکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیمٍ﴾

۱۲۷......﴿هٰذَا الَّذِیْ یَذکُرُ آلِهَتَکُمْ﴾

فَائِدَةٌ

قَدْ يُرَادُ بِالْاِسْتِفْهَامِ اَيْضًا: اَلتَّهَكُّمُ، نَحْوُ 'اَعَقْلُكَ يَسُوْغُ لَكَ اَنْ تَفْعَلَ هٰذَا؟ وَالْاِسْتِبْعَادُ أَوِ التَّنْبِيْهُ عَلَى الْبَاطِلِ: نَحْوُ 'اَنّٰى يَرٰى ذَالِكَ وَهُوَ اَعْمٰى؟'، وَالْاِسْتِبْطَاءُ: نَحْوُ 'كَمْ دَعَوْتُكَ؟'، وَالتَّعَجُّبُ: نَحْوُ ﴿وَمَالَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾ وَالتَّنْبِيْهُ عَلَى الْخَطَاءِ: نَحْوُ ﴿اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ﴾، وَالْوَعِيْدُ: نَحْوُ ﴿اَلَمْ تَرَ مَا فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾۔۱۲۸

کبھی استفہام سے یہ معانی بھی مراد ہوتے ہیں

تہکم: (ٹھٹھا مذاق) جیسے' کیا تیری عقل تیرے لئے جائز قرار دیتی ہے کہ تو ایسا کرے۔اور استبعاد یا تنبیہ علی الباطل: جیسے' وہ کہاں دیکھ سکتا ہے، جبکہ وہ تو اندھا ہے۔ اوراستبطاء: (یعنی کسی کام میں تاخیر محسوس کرنا) جیسے' کتنی بار میں نے تم کو بلایا۔اور تعجب جیسے' اور کیا ہوگیا ہم کو کہ ہم ایمان نہ لاویں اللہ پر؟ اور تنبیہ علی الخطاء: جیسے' کیا تم بدلتے ہو اس کو جو ادنی ہے اس چیز سے جو بہتر ہے۔اور وعید: جیسے' کیا نہیں دیکھا تو نے کیا' کیا تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ۔(یعنی تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالی سے ڈرو)

۱۲۸......تہکم: جیسے﴿أَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا﴾۔
استبعاد: یعنی دوری بتلانے کے لئے، جیسے﴿ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاءَ هُمُ الرَّسُوْلُ﴾
تنبیہ علی الباطل: جیسے﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾
استبطاء: یعنی تاخیراور دیر ظاہر کرنا، جیسے﴿ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾
وَالتَّمَنِّىْ: نَحْوُ ''أَتَغْفِرَلِىْ ' وَقَدْ اَقْرَرْتُ بِذَنْبِىْ''

اَسۡئِلَۃٌ

(۱):عَرِّفِ الۡاِسۡتِفۡهَامَ وَاذۡکُرۡ اَدَوَاتَهٗ؟(۲):مَا التَّصَوُّرُ وَالتَّصۡدِيۡقُ ؟ وَمَا الۡاَدَوَاتُ الَّتِیۡ يُسۡاَلُ بِهَا فِيۡهِمَا؟(۳): کَمۡ قِسۡمًا لِهَلۡ ؟(۴):عَمَّنۡ يُسۡتَفۡهَمُ بِمَنۡ وَ مَا؟ (۵):عَمَّ يُسۡتَفۡهَمُ بِمَتٰی وَاَيَّانَ وَاَيۡنَ ؟(۶):اُذۡکُرۡ مَعَانِیۡ اَنّٰی؟(۷):عَمَّ يُسۡتَفۡهَمُ بِکَمۡ، وَاَیٍّ، وَکَيۡفَ؟(۸):مَا الۡمَعَانِی الۡمُسۡتَفَادُ مِنۡ اَلۡفَاظِ الۡاِسۡتِفۡهَامِ اِذَا خَرَجَتۡ عَنۡ مَعۡنَاهَا الۡاَصۡلِیُّ؟(۹):اُفۡرُقۡ بَيۡنَ الۡهَمۡزَةِ وَهَلۡ فِی الۡاِسۡتِفۡهَامِ ؟(۱۰): مَا الۡفَرۡقُ بَيۡنَ مَا، مَنۡ، اَیٌّ؟

سوالات

(۱)......استفہام کی تعریف کیجئے ؟اوراس کے الفاظ کو بتائیے؟

(۲)......تصوراور تصدیق کیا ہے؟اوروہ الفاظ کون سے ہیں، جن سے ان دونوں کے متعلق سوال کیا جاتا ہے؟

(۳)......ھل کی کتنی قسمیں ہیں؟(۴)......من،اور ما، سے کس چیز کا سوال ہوتا ہے؟

(۵)......متی،ایان اوراین، سے کس چیز کا سوال ہوتا ہے؟

(۶)......انی، کے معانی ذکر کرو؟

(۷)......کم،ای اور کیف سے کس چیز کا سوال ہوتا ہے؟

(۸)......الفاظ استفہام جب اپنے اصلی معانی سے نکل جائیں تو کون سے معانی کے لئے آتے ہیں؟

(۹)......ھل اور ہمزۂ استفہام میں کیا فرق ہے؟

(۱۰)......ما، من اور ایٌّ کے درمیان کیا فرق ہے؟

تَمرِینٌ اَوَّلٌ

بَیِّنِ الْمَعَانِی الْمُسْتَفَادَۃَ مِنَ الْاِسْتِفْھَامِ بِالْقَرَائِنِ

(۱):اَخُوکَ اَمِ الذِّئبُ؟ (۲):أَصَاحِبٌ اَنتَ فَارْکَنُ اِلَیکَ، اَمْ عَدُوٌّ فَاحْذَرُ مِنکَ؟ (۳):وَھَلْ یُغْنِیْ عَنِ الْحَدَثَانِ لَیتَ؟ (۴):ھَلْ تَلِدُ الْحَیَّۃُ اِلَّا الْحَیَّۃَ؟(۵): اَنّٰی یَقْرَأُ کِتَابَکَ وَھُوَ اُمِّیٌّ؟ (۶):اَتَغْفِرُلِیْ، وَقَدْ اَقْرَرْتُ بِذَنْبِیْ، (۷):اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ ،(۸):اَتَخْشَوْنَ الْاَعْدَاءَ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ؟ (۹): سَوَاءٌ عَلَی الْکَسْلَانِ اَوَبَّخْتَہٗ اَمْ لَمْ تُوَبِّخْہُ،(۱۰):اِلٰی مَتٰی تَرْقُدُ اَیُّھَا الْکَسْلَانُ ؟ مَتٰی تَنْھَضُ مِنْ نَوْمِکَ، (۱۱): اَیَاْخُذُ الْاِنْسَانُ نَاراً فِیْ حِجْرِہٖ، وَلَا تَحْتَرِقُ ثِیَابُہٗ، اَمْ یَمْشِیْ اَحَدٌ عَلَی الْجَمْرِ وَلَا تَکْتَوِیْ قَدَمَاہُ، (۱۲): بِاَیِّ سُلْطَانٍ تَفْعَلُ ھٰذَا، وَمَنِ الَّذِیْ اَعْطَاکَ ھٰذَا السُّلْطَانَ ؟(۱۳): مَا اَعْظَمُ الْوَصَایَا ؟(۱۴):ھَلْ تِلْمِیْذٌ اَفْضَلُ مِنْ مُعَلِّمِہٖ؟

ان معانی کو جو قرائن کے ذریعہ استفہام سے سمجھ میں آتے ہیں، بیان کرو!

(۱)......تیرا بھائی ہے یا بھیڑیا؟ ۱۲۹ (اخوک سے پہلے ہمزہ محذوف ہے۔ تعجب یا تہکم)

(۲)......کیا تو دوست ہے کہ میں تیری طرف مائل ہوں؟ یا دشمن کہ تجھ سے بچوں۔ (تہکم یا تعجب)

(۳)......اور کیا ''لیت'' زمانہ کے حوادثات سے بچا سکتا ہے؟ ۱۳۰ (انکار)

۱۲۹......اَخُوکَ اَمِ الذِّئبُ؟: یعنی جو شخص تیری ہمدردی کے لئے آیا ہے وہ تیرا بھائی ہے، یا تجھے تکلیف دینے کے لحاظ سے بھیڑیا ہے۔ (منجد ص۱۱۵۷)

۱۳۰......یعنی کیا لفظ ''لیت'' کاش کہنا' زمانہ کے حوادثات سے بچا سکتا ہے، زمانے کے حوادثات تو آ گئے اب کاش کاش کہنے سے نہیں بچ سکتا، اس میں انکار ہے کہ آدمی نہیں بچ سکتا، (محض تمنائیں حوادثات سے نہیں بچا سکتیں۔ (منجد ص۱۲۱۴)

(۴)......سانپ نہیں جنتا ہے، مگر سانپ کو۔ (نفی)

(۵)......کیسے وہ پڑھے گا' تیرے خط کو، حالانکہ وہ تو امی ہے۔ (استبعاد)

(٦)......آپ میرے گناہ کو معاف فرمائیں' میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں۔ (التماس یا تمنی)

(۷)......کیا اللہ کی ذات میں شک ہے؟ (انکار)

(۸)......کیا ڈرتے ہو تم دشمن سے' جبکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے؟ (تعجب)

(۹)...... برابر ہے سست کو تنبیہ کرو یا نہ کرو۔ (تسویہ)

(۱۰)......اے سست! تو کب تک سوتا رہے گا؟ کب اٹھے گا تو اپنی نیند سے؟ (توبیخ یا تنبیہ علی الباطل)

(۱۱)......کیا کوئی انسان آگ کو اپنی گود میں لے؟ اور اس کے کپڑے نہ جلیں؟ یا کوئی آگ کی چنگاری پر چلے اور اس کے پاؤں نہ جلیں؟ (استبعاد یا تنبیہ علی الباطل)

(۱۲)......کس دلیل (طاقت) کی بناء پر تو ایسا کرتا ہے، اور کس نے تجھے یہ اقتدار دیا ہے؟ [۱۳۱] (تنبیہ علی الخطاء یا توبیخ)

(۱۳)...... یہ کتنی بڑی وصیتیں ہیں؟ (تعجب)

(۱۴)......کیا کوئی شاگرد اپنے استاد سے افضل ہے؟ (نفی)

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

وَضِّحِ الْغَرْضَ مِنَ الْاِسْتِفْهَامِ فِيْمَا يَأْتِيْ

(۱): أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ؟ (۲): أَلَيْسَتِ النَّفْسُ اَفْضَلَ مِنَ الطَّعَامِ، وَالْجَسَدُ

[۱۳۱]...... معنی السلطان الاول: القوة (طاقت) والسلطان الثانی: الاقتدار، فيه التوبيخ او تنبيه على الباطل۔

اَفْضَلَ مِنَ اللِّبَاسِ ؟(۳):مَنْ مِنْكُمْ اِذَا هَمَّ يَقْدِرُ اَنْ يَزِيْدَ عَلٰى قَامَتِهٖ ذِرَاعاً وَاحِدَةً؟(۴):مَابَالُكَ تَنْظُرُ الْقَذٰى الَّذِىْ فِىْ عَيْنِ اَخِيْكَ وَلَا تَفْطِنُ لِلْخَشَبَةِ الَّتِىْ فِىْ عَيْنِكَ ؟(۵):اَىَّ اِنْسَانٍ مِنْكُمْ يَسْأَلُهُ اِبْنُهٗ خُبْزاً فَيُعْطِيْهِ حَجراً؟(۶): أَ تَلْعَبُ وَاَنْتَ فِى الْمَدْرَسَةِ ؟(۷):اَيْنَ الْخَلِيُّ مِنَ الشَّجِيِّ؟(۸) أَ تَزَهُّدُكَ يَأْمُرُكَ بِاَنْ تَأْخُذَ اَمْوَالَنَا ؟

اَيَقْتُلُنِىْ،وَالْمَشْرَفِىُّ فِىْ مُضَاجِعِىْ (۹) وَمَسْنُوْنَةٌ زُرْقٌ كَاَنْيَابِ اَغْوَالٍ
اَلَسْتُمْ خَيْرَمَنْ رَّكِبَ الْمَطَايَا (۱۰) وَاَنْدَى الْعَالَمِيْنَ بُطُوْنَ رَاحٍ
وَكَيْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ اَوْ اُحْرَمُ الْغِنٰى (۱۱) وَرَأْىُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ جَمِيْلٌ
اَعِنْدِىْ وَقَدْ مَارَسْتُ كُلَّ خُفْيَةٍ (۱۲) يُصَدَّقُ وَاشٍ اَوْ يُخَيَّبُ سَائِلٌ

آنے والے جملوں میں استفہام کی غرض بیان کرو!

(۱)......کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟ (انکار)

(۲)......کیا نفس کھانے سے افضل نہیں ہے،اور جسم کپڑے سے افضل نہیں ہے۔(انکار و توبیخ)

(۳)......کون ہے تم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس بات کی کہ بڑھا سکے اپنے قد کو ایک ذراع جب وہ ارادہ کرے۔(نفی)

(۴)......کیا ہو گیا تجھے کہ تو دیکھتا ہے' اس تنکہ کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے،اور اپنی آنکھ کی لکڑی کو محسوس نہیں کرتا۔۱۳۲(توبیخ)

(۵)......کونسا آدمی تم میں ایسا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے اور وہ اس کو پتھر دے۔

۱۳۲......کسی شاعر نے اس کو اپنے شعر میں یوں کہا ہے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکہ تجھ کو آتا ہے نظر دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

(انکار)

(۶)......کیا تو مدرسہ میں بھی کھیلتا ہے۔(توبیخ یا تنبیہ علی الخطاء)

(۷)......کون خالی ہے غم سے۔۱۳۳؎(انکار اور نفی)

(۸)......کیا تیرا زہد تجھے حکم دیتا ہے کہ تو ہمارے مالوں کو لے لے۔(انکار)

(۹)......کیا وہ مجھے قتل کرے گا، حالانکہ مشرفی تلوار میرے پہلو میں ہے، اور نیلے رنگ کے تیز نیزے جن کے دانتوں کی طرح ہیں۔۱۳۴؎(انکار)

(۱۰)......کیا تم سواری پر سوار ہونے والوں میں سب سے بہتر، اور تمام عالم میں سخی ہتھیلیوں کے باطن نہیں ہو۔۱۳۵؎(تعظیم یا تقریر)

(۱۱)......اور کیسے میں خوف کروں فقر کا اور محروم کیا جاؤں مالداری سے، حالانکہ امیر المؤمنین کی رائے (میرے بارے میں) عمدہ ہے۔۱۳۶؎(نفی)

(۱۲)......کیا میرے پاس جبکہ میں نے ہر پوشیدہ چیز کا تجربہ کرلیا ہے، کسی چغل خور کی تصدیق کی جائے گی یا کسی سائل کونا کام کیا جائے گا۔۱۳۷؎(تہکم و انکار)

۱۳۳؎......این البَرِیُّ من الحزن ، مَنِ الخالی من الهم' ای لا مُساواۃَ بینهما،(ف)
''این البری من الحزن'' کوئی نہیں جو غم سے خالی ہو۔

۱۳۴؎......هذا قول امرئ القیس ، المشرفی: منسوب الی مشارف الیمن وهی بلاد تُعْمَلُ فیها السیوف وسهام ۔(علوم البلاغة ص۶۷)

۱۳۵؎......هذا قول جریر ، المطایا : جمع مَطِیَّةٌ ، واندی: من الندی وهو الکرم، والراح :جمع راحة ، باطن الکف۔(علوم البلاغة ص۶۷)

۱۳۶؎......قاله: ابو تمام ۔ف

۱۳۷؎......هذا قول ابی العلاء ۔(علوم البلاغة ص۱۰۰)

مَبۡحَثٌ فِی النِّدَاءِ

اَلـنِّدَاءُ هُوَ طَلَبُ الۡاِقۡبَالِ بِحَرۡفٍ یَنُوبُ عَنۡ فِعۡلٍ اَدۡعُوۡ اَلۡمَحۡذُوۡف ، وَاَدَوَاتُ النِّدَاءِ هِیَ :یَا'وَالۡهَمۡزَةُ'وَآ'وَاَیۡ'وَآیۡ'وَاَیَا'وَهَیَا'وَوَا،

فَالۡهَمۡزَةُ وَاَیۡ لِلۡقَرِیۡبِ ، وَالۡبَوَاقِیۡ لِلۡبَعِیۡدِ،

یہ بحث نداء کے بیان میں ہے

ندا کسی شخص کے اقبال (یعنی توجہ دلانے وآنے) کوطلب کرنا' ایسے حرف کے ذریعہ جو فعل اَدۡعُوۡ محذوف کا قائم مقام ہو۔اور نداء کے الفاظ یہ ہیں:یَا'وَالۡهَمۡزَةُ'آ'وَاَیۡ'آیۡ' اَیَ' هَیَا'اَ یَا'هَـمۡـزَه'آ'اَیۡ'آیۡ'اَیَا'هَیَا'وَا۔پس ہمزہ اوراَی قریب کے لئے آتے ہیں،اور باقی (حروف) بعید کے لئے۔

وَقَـدۡ یَـنۡـزِلُ کُـلٌّ مِنَ الۡقَرِیۡبِ وَالۡبَعِیۡدِ مَنۡزِلَةَ صَاحِبِهٖ،فَیُنَادٰی بِمَا یُنَادٰی هُوَ بِـهٖ، کَـمَا اِذَا کَانَ الۡبَعِیۡدُ مُسۡتَحۡضِرًا فِی الۡفِکۡرِ،اَوۡ مُقۡبِلاً عَلٰی مَنۡ یُنَادِیۡهِ،اَوۡ مُصۡغِیاً اِلَیۡهِ،فَیُؤۡتٰی لَهُ بِالۡهَمۡزَةِ أَوۡ أَیۡ ، کَقَوۡلِهٖ :

أَسُکَّانَ نُعۡمَانِ الۡاَرَاکِ تَیَقَّنُوۡا   بِاَنَّکُمۡ فِیۡ رَبۡعِ قَلۡبِیۡ سُکَّانٌ

اورکبھی قریب وبعید دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوجاتے ہیں،تو پکارا جاتا ہےقریب سے اس کوجس کوبعید سے پکارتے ہیں۔: جیسا کہ جب بعید ذہن میں حاضر ہو۔ یا پکارنے والے کی طرف متوجہ ہو،یا اس کی طرف کان لگائے ہوئے ہو،تو اس صورت میں ہمزہ اوراَی کا استعمال بھی کرتے ہیں۔جیسے اس قول میں:

اے نعمان اراک کے رہنے والوں!یقین کرلو،کہ تم لوگ میرے دل کے گھر میں بسے ہوئے ہو۔۱۳۸؎

۱۳۸؎......نعمان الاراک:موضع فی بلاد العرب، الرَبۡعُ : المنزل۔

وَاَیْ زُهَیْرُ'' وَهُوَ بَعِیْدٌ''اَوْ کَانَ قَرِیْباً غَافِلاً''اَوْ نَائِماً'اَوْ مُعْرِضاً عَمَّنْ یُنَادِیْهِ،اَوْ عَظِیْمَ الرُّتْبَةِ' اَوْ حَقِیْرَهَا' حَتّٰی کَاَنَّ عَدَمَ اِنْتِبَاهِهٖ، اَوْ بُعْدَ مَرْتَبَتِهٖ فِی الْعِظَمِ 'اَوِ الْحَقَارَةِ بُعْدٌ فِی الْمَسَافَةِ ' فَیُؤْتٰی لَهٗ بِآ اَوْ اِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، نَحْوُ' اَیَاهٰذَا'' لِمَنْ هُوَ مَعَکَ''

اورا ے زہیر! جبکہ وہ دور ہو (لیکن متوجہ ہو)۔یا منادی قریب ہو، مگر غافل ہو، یا سویا ہوا ہو'یا پکارنے والے سے اعراض کرنے والا ہو، یا اونچے رتبہ والا ہو، یا حقیر رتبہ والا ہو(تو اس کو بعید کے صیغہ سے پکارتے ہیں)۔حتی کہ گویا کہ متنبہ نہ ہو، یا مرتبہ میں اس کی عظمت یا حقارت کی دوری مسافت کی دوری ہے۔ایسے وقت میں ''آ'' یا اس کے اخوات میں سے کسی کولاتے ہیں۔،جیسے''ایاھذا''(اس شخص کے لئے جوتمہارے ساتھ ہے)۔

فَائِدَةٌ

قَدْ تَخْرُجُ اَدْوَاتُ النِّدَاءِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِیِّ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ :

اورکبھی حروف ندا اپنے اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں' جن کا سمجھنا قرائن پر موقوف ہے۔

:......مِنْهَا اَلْاِغْرَاءُ کَقَوْلِکَ : لِمَنْ اَقْبَلَ یَتَظَلَّمُ: یَا مَظْلُوْمُ :

ان معانی میں (ایک) اغراء (ابھارنا'لڑائی پرآمادہ کرنا) ہے جیسے تمہارا کہنا:اس شخص سے جوکسی ظالم کی شکایت کے لئے آئے:اے مظلوم!

:......وَالزَّجْرُ : کَقَوْلِهٖ:

اَفُؤَادِیْ مَتَی الْمَتَابُ ؟ اَلَمَّا تَصِحُّ' وَالشَّیْبُ فَوْقَ رَأْسِیْ اَلَمَّا

اے میرے دل! تو کب توبہ کرے گا'ابھی تک تجھ کو ہوش نہیں آیا ،حالانکہ بڑھاپا

میرے سر پر آ چکا ہے۔

:...... وَالتَّرَحُّمُ : نَحْوُ ' یَا مِسْکِیْنُ !

اور ترحم: جیسے' اے مسکین!

:......وَالتَّأَسُّفُ :نَحْوُ : یَالَضَیْعَةُ الْاَدَبِ !

اور تأ سف: جیسے' اے افسوس! ادب کے ضائع ہونے پر۔

:......وَالْاِسْتِغَاثَةُ: نَحْوُ ' یَااَللّٰهُ !

اور استغاثہ: جیسے' یا اللہ!۔

:......وَالنُّدْبَةُ : نَحْوُ ' وَا وَالِدَاهُ:

اور ندبہ (ماتم کرنا' رونا) جیسے' واوالداہ!

:......وَالتَّعَجُّبُ: نَحْوُ ' یَا لَلدَّاهِیَةُ الدَّهْیَا،

اور تعجب: جیسے' اے سخت مصیبت!

:......وَالتَّحَیُّرُ وَالتَّضَجُّرُ: کَقَوْلِهِ :

یَا لَیْلُ! قَدْ طُلْتَ فَهَلْ مَاتَ السِّحْرُ أَمِ اسْتَحَالَتْ شَمْسُهُ اِلٰی قَمَرٍ؟

اور تحیر و تضجر : (حیرت و بے قراری) جیسے اس شعر میں:

اے رات! تحقیق کہ تو لمبی ہوگئی، پس کیا صبح مرگئی، یا بدل گیا اس کا سورج چاند سے۔

:......وَالتَّحَزُّنُ : کَقَوْلِهِ :

اَیَا مَنْزِلَیْ سَلْمٰی سَلَامٌ عَلَیْکُمَا هَلِ الْاَزْمُنُ اللّٰاتِیْ مَضَیْنَ رَوَاجِعُ

اور تحزن: جیسے اس شعر میں:

اے سلمٰی کے دونوں گھر! تم دونوں کو سلام ہو، کیا جو زمانے (تیرے عشق و محبت کے) گذر گئے وہ لوٹنے والے ہیں۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): عَرِّفِ النِّدَاءَ وَاذْکُرْ اَدْوَاتَہٗ؟(۲):لِمَاذَا یَنْزِلُ الْقَرِیْبُ مَنْزِلَۃَ الْبَعِیْدِ وَبِالْعَکْسِ ؟(۳): مَا الْاَغْرَاضُ الَّتِیْ یَخْرُجُ اِلَیْھَا النِّدَاءُ عَنْ مَعْنَاھَا الْاَصْلِیِّ؟

سوالات

(۱)......ندا کی تعریف کیجئے ؟اورحروف نداء بتائے؟

(۲)......کیوں حروف نداءقریب' بعید کے لئے اوربعید' قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

(۳)......وہ اغراض کیا ہیں' جن کی وجہ سے حروف نداء اصلی معنی سے نکل جاتے ہیں؟

تَمْرِیْنٌ

اَشِرْ اِلٰی اَدَاۃِ النِّدَاءِ وَالْغَرْضِ مِنَ النِّدَاءِ فِیْمَا یَلِیْ

(۱):یَارَاغِباً فِی الْعِلْمِ اَبْشِرْ بِالنَّجَاحِ،(۲):أَ یَا ھٰذَا،(۳):اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ،(۴):یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ عَالِمًا،(۵):یَا عَظِیْماً یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ، (۶):یَا لَزَیْدٍ لِلْمَظْلُوْمِ،(۷): یَا لَلْفَلِیْقَۃِ ،(۸):وَا أَسَفَاہُ عَلٰی زَمَنِ الْمَاضِیْ،(۹):یَالَضِیَاعِ التَّعَبِ، وَخُسْرَانِ الْوَقْتِ،(۱۰):یَا طَرَبًا ،(۱۱):وَالَھِفِیْ عَلٰی مَافَقَدْتُ،(۱۲):یَا مِسْکِیْنُ،(۱۳) : یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ،(۱۴):یَا مُرآئِیْ اَخْرِجْ اَوَّلًا اَلْخَشْبَۃَ مِنْ عَیْنِکَ، (۱۵):یَالَکَ مِنْ عَالِمٍ ،(۱۶):اِنِّی اَیُّھَا الْعَبْدُ فَقِیْرٌ اِلٰی عَفْوِ اللّٰہِ،(۱۷):اَنَا اَفْعَلُ کَذَا اَیُّھَا الرَّجُلُ،

اُوْلٰئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ (۱۸) اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

اَیَا رَاکِباً،اَمَا عَرَضْتَ فَبَلِّغَنْ (۱۹) نَدَامَایَ مِنْ نَجْرَانَ اَلَّا تَلَاقِیَا

يَالَکَ مِنْ لَيْلٍ ،كَاَنَّ نُجُومَهُ (۲۰) بِكُلِّ مَغَارِ الْفَتْلِ شُدَّتْ بِيَذْبُلِ

يَا اَيُّهَا الْقَمَرُ الْمُبَاهِيْ وَجُهَهُ (۲۱) لَاتَكْذِبَنَّ ،فَلَسْتَ مِنْ اَشْكَالِهٖ

آنے والے جملوں میں حروف نداء کی طرف اشارہ کرو، اور نداء کی غرض بتلاؤ

(۱)......اے علم میں رغبت کرنے والے کامیابی کی بشارت حاصل کر۔(یا' اغراء)

(۲)......ارے اوہ۔(ایا' اُسْتُعْمِلَتْ فی نداء القریب اشارة الی انحطاط درجته)

(۳)......اے اللہ مجھ پر رحم فرما۔(استغاثہ)

(۴)......اے کاش کہ میں عالم ہوتا۔(یا' تاسف)

(۵)......اے بڑی ذات جس کی امید کی جاتی ہے ہر بڑی مصیبت میں۔(یا' استغاثہ، او طلب الرحم)

(۶)......اے زید مظلوم کے لئے۔(ترحم)

(۷)......ہائے دردسر۔(ندبہ)۔

(۸)......ہائے افسوس گذرے ہوئے زمانے پر۔(تاسف)

(۹)......ہائے افسوس محنت کے ضائع ہونے پر اور وقت کے نقصان پر۔(تاسف)

(۱۰)......اے خوشی۔(تعجب)

(۱۱)......حسرت اس پر جو میں نے کھودیا۔(تحسر)

(۱۲)......اے مسکین۔(ترحم)

(۱۳)......اے ارحم الراحمین۔(استغاثہ)

(۱۴)......اے مجھے دیکھنے والے! پہلے اپنی آنکھ سے لکڑی نکال۔(زجر)

(۱۵)......اے شخص تعجب ہے تجھ پر عالم ہونے میں۔(تعجب)

(۱۶)......اے بندے بیشک میں اللہ کی بخشش کا محتاج ہوں۔(استغاثہ)

(۱۷)......اے آدمی میں ایسا کرتا ہوں۔(ای للقریب معنیٰ اصلی)

(۱۸)......وہ میرے باپ دادا ہیں، پس تو لا میرے پاس ان جیسوں کو، جب کہ جمع کرے ہم کو مجلسوں میں اے جریر۔[۱۳۹]

(۱۹)......اے گھوڑے سوار! اگر تو مکہ اور مدینہ جائے تو پہنچادے، نجران کے میرے ہم نشینوں کو کہ اب ملاقات نہیں ہوگی۔[۱۴۰] (تحزن او تضجر)

(۲۰)......ہائے افسوس تجھ پر اے رات' گویا کہ اس کے ستارے، مضبوط بٹی ہوئی رسی کے ساتھ یذبل پہاڑ سے باندھ دیئے گئے ہیں۔(تاسف او تضجر)

(۲۱)......اے وہ چاند جو فخر کر رہا ہے اپنے چہرے پر، تو جھوٹ مت بول، پس تو ان کا ہم شکل نہیں ہے۔(زجر والملامۃ' او تعجب)

۱۳۹......هٰذا قول الفِرَزدَق يَفتَخِر بآبائهِ ويَهْجُوا جريراً۔

(البلاغة الواضحة ص۲۰۶۔علوم البلاغة ص۷۲)

اس میں تحقیر ہے۔المنادى فيه قريب ولكن المتكلم استعمل فيه حرف النداء للبعيد ،لان المخاطب فى اعتقاد المتكلم صغير القدر فكانّ بعد الدرجة فى الانحطاط بعد فى المسافة۔

۱۴۰......هذا البيت لعبد يغوث بن وقاص الحاربى ، وكان قد اسر فى يوم الكلاب الثانى ، العروض: وهو مكة والمدينة وما حولهما، نجران: مدينة بالحجاز من شق الايمن،

قائل هذا البيت رجل اسير فى ايدى اعدائه ، فهو يريد راكبا اى راكب منطلقا' نحو بلاد قومه يبلغهم حاله ، لينشطوا الى انقاذه ان قدروا على ذلك ، (حاشيه شرح ابن عقيل ص۲۶۰ جزء ثالث)

مَبۡحَثٌ فِیۡ اِنۡشَاءِ غَیۡرِ الطَّلَبِیۡ

یہ بحث انشاء غیر طلبی کے بیان میں ہے

اَلۡاِنۡشَاءُ غَیۡرُ الطَّلَبِیّ یَکُوۡنُ:

انشاء غیر طلبی (کے مندرجہ ذیل صیغے) ہیں۔ ۱۴۱

(۱):بِالتَّعَجُّبِ :نَحۡوُ، مَا اَقۡبَحُ الۡخِیَانَۃِ ، وَلِلّٰہِ دَرُّہُ مِنۡ اَدِیۡبٍ،

تعجب:۱۴۲ جیسے خیانت کتنی بری چیز ہے۔اوراللہ ہی کے لئے ادیب کی خوبی ہے۔

(۲):وَالۡقَسَمِ :نَحۡوُ، لَعَمۡرُکَ لَیۡسَ فَوۡقَ الۡاَرۡضِ بَاقٍ،

اورقسم: جیسے تیری عمر کی قسم کوئی زمین پر باقی رہنے والا نہیں ہے۔

(۳):وَاَفۡعَالِ الرَّجَاءِ :نَحۡوُ، حَرٰی زَیۡدٌ اَنۡ یَرۡجِعَ ،

اورافعال رجاء:۱۴۳ جیسے امید ہے کہ زید لوٹ آئے۔

(۴):وَاَفۡعَالِ الۡمَدۡحِ وَالذَّمِّ:نَحۡوُ، نِعۡمَ الۡکَرِیۡمُ حَاتِمٌ ، وَبِئۡسَ الۡبَخِیۡلُ مَادِرٌ،

اورافعال مدح وذم:۱۴۴ جیسے حاتم بہت اچھا آدمی ہے۔اور مادر بڑا بخیل۔

(۵): وَصِیَغُ الۡعُقُوۡدِ:نَحۡوُ، بِعۡتُکَ ھٰذَا،وَوَھَبۡتُکَ ذَاکَ،

اورعقود کے صیغے:۱۴۵ جیسے یہ میں نے تجھ کو بیچا۔اوروہ تجھ کو میں نے ہبہ کیا۔

۱۴۱......انشاء غیر طلبی: وہ کلام انشائی ہے جو کسی امر کا تقاضا وطلب نہ کرے،اوراس کے سات صیغے ہیں۔

۱۴۲......تعجب: کے دو صیغے آتے ہیں:(۱):مَا اَفۡعَلَہٗ ،(۲):اَفۡعِلۡ بِہٖ ،جیسے مَا اَحۡسَنَہٗ اور اَحۡسِنۡ بِہٖ۔ان ضمیروں کی جگہ بقیہ تمام ضمیریں اوراسم ظاہر بھی لگا سکتے ہیں،مثلاً ''مَا اَحۡسَنَ رَشِیۡدًا''اور''احسن برشید''(رشید کیا ہی خوبصورت ہے)

۱۴۳......افعال رجاء تین ہیں:عسی ، حرٰی اور اِخۡلَوۡلَقَ۔(شرح ابن عقیل ص۳۲۳ ج۱)

۱۴۴......افعال مدح وذم: چار ہیں:نِعۡمَ ، بِئۡسَ، سَاءَ ، حَبَّذَا۔

۱۴۵......صیغ العقود: یعنی وہ صیغے جو کسی معاملہ کے انعقاد کے متعلق ہوں،جیسے بِعۡتُ ، اِشۡتَرَیۡتُ ، نَکَحۡتُ،

(٦): وَرُبَّ: نَحْوُ، رُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً،

اوررب: ۱۴۶ جیسے بسا اوقات ایک کلمہ نعمت کو چھین لیتا ہے۔

(٧): وَكمِ الْخَبَرِيَّةِ: عَلٰى بَعْضِ الْاَقْوَالِ، نَحْوُ، كَمْ كُتُبٍ قَرَأْتُ،

اورکم خبریہ: ۱۴۷ بعض کے قول کے مطابق، جیسے بہت سی کتابیں میں نے پڑھیں۔

فَائِدَةٌ

قَدْ يَقَعُ الْخَبَرُ مَوْقِعَ الْاِنْشَاءِ لِغَرَضٍ كَالتَّفَاؤُلِ، نَحْوُ "رَحُبَتْ دَارُكَ" وَالتَّأَدُّبِ، نَحْوُ "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" وَالْاِحْتِرَازُ عَنْ صُوْرَةِ الْاَمْرِ، نَحْوُ "يَنْظُرُ اِلَيَّ الْمَوْلٰى سَاعَةً، وَتَأْتِيْنِى سَاعَةً غَداً"

کبھی خبر کا صیغہ کسی وجہ سے انشاء کے معنی میں بھی آتا ہے، ۱۴۸ مثلاً تفاؤل: جیسے

قَبِلْتُ، وَهَبْتُ، وغیرہ۔

۱۴۶......رب: کبھی تقلیل کے لئے آتا ہے، جیسے "رُبَّ رَجُلٍ كَرِيمٍ لَقِيتُهُ" (کریم آدمی سے بہت کم ملاقات ہوئی) اور کبھی تکثیر کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے "رُبَّ مَالٍ صَرَفْتُهُ" (میں نے بہت سا مال خرچ کیا)

۱۴۷......کم: کی دو قسمیں ہیں: (۱): استفہامیہ (۲): خبریہ۔ کم استفہامیہ میں استفہام کے معنی ہوتے ہیں جیسے "کم عندی رجل" اور استفہام کے معنی کا تضمن نہ ہو تو کم خبریہ ہے، جیسے "كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ"

۱۴۸......قد يقع الخبر: چند اغراض کی وجہ سے جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کی جگہ پر آجاتا ہے: (۱): تفاؤل یعنی نیک فال لینا، جیسے کسی کا نام صابر رکھا کہ بڑے ہو کر صبر کرنے والا ہوگا۔ گویا وہ چیز ہو چکی، جیسے "رحبت دارک" یہ دعا ہے، اس لئے جملہ انشائیہ ہونا چاہئے، مگر تفاؤل کی وجہ سے خبریہ لایا گیا۔ (۲): تادیب: یعنی مخاطب کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بھی انشائیہ کی جگہ خبریہ لاتے ہیں، جیسے "یرحمک الله" ہونا چاہئے تھا "لِيَرْحَمْكَ اللّٰهُ" فعل امر مگر اللہ تعالی کے ادب کی وجہ سے جملہ خبریہ استعمال کیا۔ (۳): صورت امر سے بچنے کے لئے، جیسے "يَنْظُرُ اِلَيَّ الْمَوْلٰى" الخ ہونا چاہئے تھا "اُنْظُرْ اِلَيَّ" الخ مگر امر سے بچنے کے لئے "ینظر" خبریہ استعمال کیا۔

کشادہ ہو تمہارا گھر۔اور ادب کے لئے، جیسے اللہ تجھ پر رحم کرے۔اور امر کی صورت سے احتراز کے لئے، جیسے آقا تھوڑی دیر میری طرف توجہ فرماویں،اور کل تھوڑی دیر کے لئے میرے یہاں تشریف لاویں۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱):مَاالْاِنْشَاءُ غَیْرُ الطَّلَبِیّ؟(۲):بِمَ یَکُوْنُ؟(۳): هَلْ یَقَعُ الْخَبَرُ مَوْقِعَ الْاِنْشَاءِ ؟

(۴):اُذْکُرْ بَعْضَ الْاَغْرَاضِ مِنْ وَضْعِ الْخَبَرِ مَوْضِعَ الْاِنْشَاءِ،

(۱)......انشاء غیر طلبی کی تعریف کیا ہے؟

(۲)......اس کے صیغے کیا ہیں؟

(۳)......کیا خبر کبھی انشاء کی جگہ استعمال ہوتی ہے؟

(۴)......خبر کے انشاء کی جگہ استعمال ہونے کی بعض اغراض بتاؤ۔

تَمْرِیْنٌ

بَیِّنْ ضَرْبَ الْاِنْشَاءِ غَیْرِ الطَّلَبِیّ وَالْغَرَضِ مِنْهُ

(۱):رُبَّ سُکُوْتٍ اَبْلَغُ مِنْ کَلَامٍ ،(۲):مَااَسْعَدَ رَجُلاً یَخَافُ اللّٰهَ ،(۳):جَمَعَ اللّٰهُ الشَّمْلَ، وَقَرَّبَ اَیَّامَ اللِّقَاءِ،(۴):لِلّٰهِ دَرُّهُ شَاعِراً،(۵):مَا اَحْسَنَ الرَّجُلُ اَنْ یَصْدُقَ،(۶):وَاهًا عَلٰی تِلْکَ الْاَیَّامُ مَاکَانَ اَحْلَاهَا،(۷):لَعُمْرِیْ لَنْ اَخُوْنَ صَدِیْقِیْ،(۸):عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّ الْکَافِرَ هَالِکٌ،(۹):بِئْسَ الطَّمَعُ طَمَعُ الْبُخَلَاءِ،(۱۰):حَبَّذَا الْخُطَبَاءُ مُجْتَهِدِیْنَ،(۱۱): مَااَضْیَقَ الْبَابُ وَاَحْرَجَ الطَّرِیْقُ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ اِلَی الْحَیَاةِ وَقَلِیْلُوْنَ الَّذِیْنَ یَجِدُوْنَهُ،(۱۲): نَشَدْتُکَ اللّٰهَ اِرْحَمْنِیْ (۱۳): مَااَلْطَفَ مَاکَانَ جُلُوْسُنَا عَلٰی ضَفَّةِ النَّهْرِ،

خَلِيْلِىْ مَااَحْرٰى بِذِى اللُّبِّ اَنْ يُرٰى (۱۴) صَبُوْراً وَلٰكِنْ لَا سَبِيْلَ اِلَى الصَّبْرِ
لَعَمْرُكَ لَيْسَ فَوْقَ الْاَرْضِ بَاقٍ (۱۵) وَلَا مِمَّا قَضَاهُ اللّٰه وَاقٍ
فَقُلْتُ اُقْتُلُوْهَا عَنْكُمْ بِمِزَاجِهَا (۱۶) وَحُبَّ بِهَا مَقْتُوْلَةً حِيْنَ تُقْتَلُ

انشاء غیر طلبی کی قسم اور اس کی غرض بیان کرو

(۱)......بہت سی خاموشی کلام سے زیادہ بلیغ ہے۔(رب)

(۲)......کتنی بڑی سعادت ہے اس آدمی کی جو اللہ سے ڈرے۔(تعجب)۔

(۳)......اللہ نے جمع کیا متفرق چیزوں کو، اور قریب کر دیئے ملنے کے دن۔(تفاؤل)

(۴)......اللہ کے لئے اس شاعر کی خوبی ہے۔(تعجب)

(۵)......کیا ہی اچھا ہے آدمی کے لئے یہ کہ سچ بولے۔(تعجب)

(۶)......تعجب ہے ان دنوں پر جو کتنے عمدہ تھے۔[۱۴۹] (تعجب)

(۷)......میری عمر کی قسم، میں ہرگز خیانت نہیں کروں گا اپنے ساتھی کے ساتھ۔(قسم)

(۸)......اللہ کی قسم بیشک کافر ہلاک ہونے والا ہے۔[۱۵۰] (قسم)

(۹)......بری لالچ بخیلوں کی لالچ ہے۔(فعل ذم)

(۱۰)......عمدہ ہیں خطباء کوشش کرنے والے۔(فعل مدح)

(۱۱)......کیا ہی تنگ ہے دروازہ، اور کیا ہی تنگ ہے راستہ، جو زندگی تک پہنچاتا ہے، اور بہت کم ہیں جو اس کو پاتے ہیں۔(تعجب)

(۱۲)......تم کو خدا کی قسم ہے کہ مجھ پر رحم کرو۔(قسم)

---

[۱۴۹]......ما کان احلاھا: تعجب میں ماضی کے لئے ''کان'' اور مضارع کے لئے ''یکون'' بڑھا کر بھی استعمال کرتے ہیں۔

[۱۵۰]......تادیب کے لئے قسم کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ف

(۱۳)......کیا ہی عمدہ تھا ہمارا بیٹھنا نہر کے کنارے پر۔(تعجب)

(۱۴)......اے میرے دوست' کیا ہی بہتر ہے عقلمند آدمی کے لئے' کہ وہ دیکھا جائے صبر کرنے والا، لیکن کوئی راستہ نہیں ہے صبر کی طرف۔(تعجب)

(۱۵)...... تیری عمر کی قسم کوئی زمین پر باقی رہنے والا نہیں ہے، اور نہیں ہے کوئی بچانے والا اس سے جو اللہ نے مقدر کر دیا ہے۔(قسم)

(۱۶)......پس میں نے کہا: شراب کو قتل کرو (یعنی اس کی تیزی کو ختم کرو) اس میں کچھ ملا کر اور کتنی محبوب ہو جاتی ہے مقتول ہو کر جبکہ قتل ہو جاتی ہے۔(مدح)

اَلْبَابُ الثَّانِیُ فِی الذِّکْرِ وَالْحَذْفِ

دوسرا باب ذکر وحذف کے بیان میں ۱۵۱

فَصْلٌ فِی الذِّکْرِ

یہ فصل ذکر کے بیان میں ہے

کُلُّ لَفْظٍ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِی الْکَلَامِ لَا یُذْکَرُ وَلَا یُحْذَفُ اِلَّا لِدَاعٍ ، فَمِنْ دَوَاعِیْ ذِکْرِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ:

ہر وہ لفظ جو کلام میں کسی معنی پر دلالت کرے، اس کا ذکر یا حذف کسی وجہ اور سبب سے ہوتا ہے، چنانچہ مسند الیہ کے ذکر کرنے کے اسباب (یہ ہیں:)

(۱): عَدَمُ وُجُوْدِ مَایَدُلُّ عَلَیْهِ عِنْدَ حَذْفِهٖ ، نَحْوُ "رَأْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ"

کسی ایسے قرینہ کا نہ ہونا جو مسند الیہ کے حذف کے وقت اس پر دلالت کرے، جیسے حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔۱۵۲

(۲): زِیَادَةُ التَّقْرِیْرِ وَالْاِیْضَاحِ : نَحْوُ اَلشُّجَاعُ مَنْ خَالَفَ هَوَاهُ ، وَالشُّجَاعُ مَنْ اَطَاعَ مَوْلَاهُ ، ۱۵۳

۱۵۱......فی الذکر والحذف: جب مخاطب کو کسی چیز سے باخبر کرنا ہو تو ہر وہ لفظ جو اس خبر سے متعلق کسی معنی پر دلالت کرے، اس کا ذکر کرنا اصل ہے۔ اور جس لفظ کے معنی کا علم محض کلام کے باقی حصہ کی دلالت سے ہو جائے اس کا حذف کر دینا اصل ہے، لیکن کسی موقع پر دونوں اصلوں کا تعارض ہو جائے تو ترجیح کے لئے کسی داعی کی ضرورت ہوگی، اس لئے ذکر وحذف دونوں کے دواعی کا علم ضروری ہوا۔

۱۵۲...... رأس الحکمة: اس مثال میں "رأس الحکمة" مسند الیہ ہے، اس کو حذف کر دیا جائے تو کوئی قرینہ نہیں جو اس پر دلالت کرے۔

۱۵۳......زیادۃ التقریر والایضاح: تقریر سے مراد مخاطب کے ذہن میں کسی بات کو ثابت اور محقق کرنا

ثبوت اور وضاحت کی زیادتی کے لئے، جیسے بہادر وہ ہے جو اپنی خواہش کی مخالفت کرے اور بہادر وہ ہے جو اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے۔

(۳):اَلتَّسْجِيْلُ عَلَى السَّامِعِ حَتّٰى لَا يَتَأَتّٰى لَهُ الْاِنْكَارُ، كَمَا اِذَا قَالَ الْقَاضِیُ لِشَاهِدٍ :هَلْ رَاَيْتَ زَيْدًا هٰذَايَفْعَلُ كَذَا،فَيَقُوْلُ :" نَعَمْ رَأَيْتُ زَيْدًا هٰذَا يَفْعَلُ كَذَا"

تسجیل یعنی سامع کو ذہن نشین کرانا تا کہ اس سے انکار نہ کر سکے۔ جیسا کہ جب قاضی نے گواہ سے کہا: کیا دیکھا تو نے اس زید کو جو کرتا تھا ایسا ایسا؟ تو اس کے جواب میں شاہد یہ کہے: جی ہاں! میں نے اس زید کو دیکھا ہے جو ایسا ایسا کرتا تھا۔

(۴):اَلتَّعْرِيْض بِغَبَاوَةِ السَّامِعِ حَتّٰى لَايَفْهَمُ عِنْدَ حَذْفِ شَيْءٍ مِنَ الْكَلَامِ ، نَحْوُ "حَيَاةُ الْاِنْسَانِ شِقَاءٌ وَحَيَاةُ الْاِنْسَانِ جِهَادٌ"

تعریض (یعنی تنبیہ) کرنا سامع کی غباوت پر یہاں تک کہ (وہ اتنا غبی ہے) کہ اگر کلام میں سے کچھ (مثلاً مسند الیہ) حذف کر دیا جائے تو وہ سمجھ نہیں سکے گا۔ جیسے انسان کی زندگی مشقت ہے، انسان کی زندگی جہاد ہے۔

(۵):لِلتَّبَرُّكِ وَالْاِسْتِلْذَاذِ: نَحْوُ" اَللّٰهُ رَبِّیْ اَللّٰهُ حَسْبِیْ"

تبرک اور استلذاذ (برکت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا) جیسے " الله ربی' الله حسبی"

(۶):لِلتَّعْظِيْمِ اَوِ التَّحْقِيْرِ اَوْ اِفَادَةِ الْهَيْبَةِ، مِمَّايُفِيْدُ ذٰلِكَ ،نَحْوُ قَوْلِكَ' لِمَنْ يَسْأَلُكَ ' هَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ؟ فَتَقُوْلُ "رَجَعَ الْمَنْصُوْرُ اَوِالْمَهْزُوْمُ اَوْ اَبُو الْهَيْجَاءُ "

تعظیم یا تحقیر یا ہیبت کے افادہ کے لئے جبکہ لفظ تعظیم یا تحقیر یا ہیبت کا فائدہ دیتا ہو۔ جیسے

ہے، ایضاح کے معنی کسی بات کو خوب کھول کر بیان کرنا ہے۔ جیسے ﴿اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ اس آیت میں دوسرا" اولئک" زیادتی تقریر اور ایضاح کے لئے ہے۔ کتاب کی مثال میں دوسرا شجاع مسند الیہ کو وضاحت اور تقریر کے لئے بجائے ضمیر کے ذکر کیا۔

تیرا اس سائل کے متعلق جو پوچھے ''ھل رجع القائد'' یہ کہنا ''رجع المنصور اوالمھزوم او ابو الھیجاء''۔۱۵۴ (لف ونشر مرتب ہے)

وَمِنْ دَوَاعِیْ ذِکْرِ الْمُسْنَدِ:

اور ذکر مسند کے اسباب یہ ہیں:

(۱): مَامَرَّ ذِکْرُہٗ فُوَیْقَ ھٰذَا مِنْ دَوَاعِی الذِّکْرِ،

وہی اسباب جو ابھی مسند الیہ میں ذکر ہوئے۔

(۲): تَعْیِیْنُ کَوْنِہٖ فِعْلاً فَیُفِیْدُ التَّجَدُّدَ مُقَیَّدًا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَۃِ الثَّلاَ ثَۃِ عَلٰی اَخْصَرِ طَرِیْقٍ، نَحْوُ ''عِلْمِیْ مَعِیْ حَیْثُمَا یَمَّمْتُ یَنْفَعُنِیْ''

یہ بتانا کہ مسند فعل ۱۵۵ ہے تا کہ کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید ہو کر تجدد کا فائدہ دے، مختصر طریقہ پر، جیسے' میرا علم میرے ساتھ ہے' جہاں کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے فائدہ دیتا ہے،

۱۵۴...... رجع المنصور: مسند الیہ کو تعظیم کے لئے ذکر کیا گیا، مثلاً: سائل نے پوچھا: لشکر کا امیر واپس آ گیا؟ تو جواب دیا' رجع المنصور'' کامیاب انسان لوٹا، اس مثال میں منصور کا ذکر تعظیم کے لئے کیا۔ یا تحقیر کے لئے مسند الیہ کو ذکر کرنا، جیسے: ''ھل رجع القائد''؟ کے جواب میں کہنا 'رجع المھزوم' شکست خوردہ' لوٹا۔ اس میں ''مھزوم'' کا ذکر تحقیراً کیا گیا ہے۔ یا افادہ ہیبت یعنی رعب ڈالنے کے لئے مسند الیہ کو ذکر کرنا جیسے: 'ھل رجع القائد ؟ کے جواب میں کہنا'' رجع ابو الھَیْجَاءُ'' حرب کا باپ (جنگ جو) آیا۔ اس میں ''ابو الھیجاء'' کا ذکر افادہ ہیبت کے لئے کیا۔

۱۵۵...... تعیین کونہ فعلا: مطلب یہ ہے کہ مسند کو اگر اسم لاتے تو بلا قرینہ کے زمانہ پر دلالت نہ ہوتی، اور فعل بغیر قرینہ کے صیغہ کی وجہ سے زمانہ پر دلالت کرتا ہے، بخلاف اسم کے کہ وہ خارجی قرینہ کا محتاج ہو کر زمانہ پر دلالت کرے گا۔ جیسے ''زید قائم الآن' زید قائم غداً او زید قائم امس وغیرہ''۔ لہٰذا مصنفؒ نے ''علی اخصر طریق'' کہا، نیز فعل میں زمانہ داخل ہے اور زمانہ کا وجود دفعۃً نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے' لہٰذا بواسطہ زمانہ فعل کے لئے تجدد لازم ہے اس لئے کہ فعل اختصار کے ساتھ تجدد کا بھی فائدہ دیتا ہے۔

(۳):تَعْیِیْنُ کَوْنِہٖ اِسْمًا فَیُفِیْدُ الثُّبُوْتَ مُطْلَقاً:نَحْوُ''اَلشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ''

یہ بتانا کہ مسند اسم ہے،اس صورت میں مطلق ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے' آفتاب روشن ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِیْ ذِکْرِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ ، اِفَادَۃَ تَعَلُّقِہٖ بِالْفِعْلِ لِوُقُوْعِ الْفِعْلِ عَلَیْہِ ، کَمَایُذْکَرُ الْفَاعِلُ مَعَ الْفِعْلِ لِاِفَادَۃِ وُقُوْعِہٖ مِنْہُ، وَھٰکَذَا یُقَالُ عَمَّا سِوَی الْمَفْعُوْلِ مِنَ الْقُیُوْدِ،

اورمفعول بہ کے ذکر کے دواعی میں سے ایک فعل کے ساتھ اس کے تعلق کا فائدہ دیتا ہے،فعل کے اس پر واقع ہونے کی وجہ سے،جیسا کہ فاعل کا ذکر فعل کے ساتھ اس لئے ہوتا ہے تاکہ اس سے فعل کے وقوع کا فائدہ دے۔اوراسی طرح مفعول کے علاوہ دوسری قیود میں بھی کہا جائے گا۔۱۵۶

اَسْئِلَۃٌ

(۱): مَا الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ ؟(۲):مَاالْاَغْرَاضُ الَّتِیْ تَدْعُوْ اِلٰی ذِکْرِہٖ؟(۳): مَاالْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ وَلِمَ یُؤْتٰی بِہٖ فِعْلاً؟(۴):مَاالدَّاعِیْ لِذِکْرِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْقُیُوْدِ ؟

سوالات

(۱)......مسند الیہ میں اصل کیا ہے؟

(۲)......مسند الیہ کے ذکر کے اغراض کیا ہیں؟

(۳)......مسند میں اصل کیا ہے؟اوراس کو فعل کیوں لاتے ہیں؟

(۴)......مفعول بہ اوراس کے علاوہ دوسرے قیود کے ذکر کے دواعی کیا ہیں؟

تَمْرِیْنٌ

بَیِّنْ دَوَاعِیَ الذِّکْرِ فِیْمَا یَأْتِیْ

(۱): اَلـرَّبُّ اَعْطٰی،وَالرَّبُّ اَخَذَ. فَلْیَکُنْ اِسْمُ الرَّبِّ مُبَارَکاً،(۲):ھٰؤُلَاءِ کَتَبُوْا ، وَ ھٰؤُلَاءِ اَفَـادُوْ،(۳):اَلْاُسْتَاذُ شَرَحَ الدَّرْسَ، وَالْاُسْتَاذُ اَمَرَنَا بِحِفْظِہٖ،(۴):ھَلْ جَاءَ زَیْـدٌ؟ نَـعَـمْ ! جَـاءَ فَـخْرُالدَّوْلَۃِ،اَوْ قَدِمَ غَامِطُ النِّعْمَۃِ،(۵):فُؤَادُ ھٰذَا تَکَلَّمَ بِغِیَابِ الْاُسْتَـاذِ،(٦):اَوَّلُ الْـغَـضَـبِ جُـنُوْنٌ ، وَآخِرُہٗ نَدَمٌ ،(۷):اَوَّلُ الْاِنْسَانِ تُرَابٌ، وَ آخِرُ الْاِنْسَانِ تُرَابٌ،

فَعَبَّاسٌ یَصُدُّ الْخَطْبَ عَنَّا (۸) وَعَبَّاسٌ یُجِیْرُ مَنِ اسْتَجَارَ

ھٰـذَا ابْـنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰہِ قَاطِبَۃً (۹) ھٰـذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاھِرُ الْعَلَمُ

وَنَـحْـنُ التَّارِکُوْنَ لِمَا سَخِطْنَا (۱۰) وَنَـحْـنُ الْآخِـذُوْنَ لِـمَا رَضِیْنَا

اَمَاوَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِیْ (۱۱) اَمَاتَ وَاَحْیَا وَالَّذِیْ اَمْرُہٗ الْاَمْرُ

آنے والے جملوں میں دواعی ذکر بیان کرو

(۱)......اللہ ہی دینے والا ہے'اور اللہ ہی لینے والا ہے، اس لئے رب کا نام برکت والا ہے۔(ذکر المسند الیه' للتبرک والاستلذاذ)

(۲)......ان سب نے لکھا اوران سب نے فائدہ پہنچایا۔

(ذکر المسند الیه ' لزیادۃ التقریر والایضاح)

(۳)......استاد نے درس کی تشریح کی ،اوراستاد نے ہم کواس کے یاد کرنے کا حکم دیا۔

(ذکر المسند الیه للتعظیم او لافادۃ الھیبۃ)

(۴)......کیا زید آیا؟ ہاں! فخر الدولہ آیا۔ یا نعمت کی ناشکری کرنے والا آیا۔

(ذکر المسند الیہ للتعظیم فی الاول وللتحقیر فی الثانی)

(۵)......اس فؤاد نے استاد کی غیر موجودگی میں بات کی۔(ذکر المسند الیہ للتسجیل)

(۶)......غصہ کی ابتدا جنون ہے، اور آخر ندامت ہے۔(ذکر المسند الیہ للاصل)

(۷)......انسان کی ابتدا بھی مٹی ہے اور انسان کی انتہا بھی مٹی ہے۔

(ذکر المسند الیہ للتعریض بغباوۃ السامع)

(۸)......پس عباس' روکتا ہے' مکروہات کو ہم سے، اور عباس پناہ دیتا ہے اس کو جو پناہ طلب کرے۔(ذکر المسند الیہ للاستلذاذ)

(۹)...... یہ تمام بندگان خدا میں بہترین شخص کا صاحبزادہ ہیں، یہ پاک صاف ستھرا نشان ہیں۔(ذکر المسند الیہ للتسجیل والتعظیم)

(۱۰)......اور ہم جن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں' چھوڑ دیتے ہیں، اور جن چیزوں کو ہم پسند کرتے ہیں لے لیتے ہیں۔(ذکر تکرار المسند الیہ لزیادۃ التقریر)

(۱۱)......خبردار قسم ہے اس کی جس نے رلایا اور ہنسایا، اور اس کی جس نے موت وحیات دی، اور اس کی جس کا حکم ہی حکم ہے۔(ذکر المسند الیہ لزیادۃ التقریر والایضاح)

جواب قسم اگلے شعر میں ہے۔(ف)

۱۵۶؎......هذا قول الفرزدق: يمدح زين العابدين على بن الحسين۔(علوم البلاغة ص۷۹)

فَصلٌ فِی الْحَذفِ

یہ فصل حذف کے بیان میں ہے

دَوَاعِیُ حَذفِ الْمُسنَدِ اِلَیہِ

مسندالیہ کے حذف کے اسباب یہ ہیں

(۱): اِخْفَاءُ الْاَمرِ عَنْ غَیرِ الْمُخَاطَبِ: نَحوُ ''حضرَ'' تُرِیدُ شَخصًا مَعْهُوْدًا بَیْنَکَ وَبَیْنَ مُخَاطَبِکَ،

مخاطب کے علاوہ سے معاملہ کو چھپانا، جیسے ''حضرَ'' جبکہ تو ارادہ کرے ایسے شخص کا جو تیرے اور تیرے مخاطب کے درمیان معلوم ہے۔ ۱۵۷

(۲): ضَیقُ الْمَقَامِ: اِمَّا لِتَوَجُّعٍ کَقَوْلِہٖ:

قَالَ لِیْ: کَیْفَ اَنتَ؟ قُلْتُ: عَلِیْلٌ   سَهرٌ دَائِمٌ، وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ

أَوْحَذْراً مِنْ فَوَاتِ فُرْصَةٍ، نَحوُ قَوْلِکَ: لِلصَّیَّادِ: غَزَالٌ،

مقام کلام کی تنگی کی وجہ سے چاہے تکلیف کے سبب ہو، جیسے اس شعر میں: ۱۵۸

اس نے کہا مجھ سے' کیسے ہو تم؟ میں نے کہا: بیمار ہوں' ایک مسلسل بیداری ہے اور لمبا غم ہے

یا فرصت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے، جیسے' تیرا شکاری سے کہنا ''ہرن''۔ ۱۵۹

(۳): اَلْمُحَافَظَةُ عَلٰی وَزْنٍ اَوْ قَافِیَةٍ، کَقَوْلِہٖ:

نَعَبُ الْغُرَابُ فَقُلْتُ: بَیْنٌ عَاجِلٌ   مَاشِئتِ' اِذْ رَحَلَ الْاَحِبَّةُ فَانْعَبِ

۱۵۷......اس میں حضر کا فاعل مسندالیہ محذوف ہے۔

۱۵۸......اس شعر میں مسندالیہ ''انا'' محذوف ہے، اصل میں تھا ''انا علیل''۔

۱۵۹...... یہاں ''ہذا'' مسندالیہ محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہے ''ھذا غزال''

وزن یا قافیہ کی حفاظت کی وجہ سے، جیسے اس شعر میں: ۱۶۰

کوے نے شور مچایا' تو میں نے کہا: جلدی سے فراق ہوجائے گا، اس کو میں نہیں چاہتا، جب دوست چلے جائیں تب شور مچاؤ۔

(۴): اِتِّبَاعاً لِلاِسْتِعْمَالِ: نَحْوُ'' رَمْيَةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ''

اتباعاللا ستعمال (کسی مثل یا کہاوت کونقل کرنے کے لئے حذف کیا جائے) جیسے تیر اندازی کرنا بغیر تیر پھینکنے والے کے۔۱۶۱

(۵): كَوْنُ الْمُسْنَدِ لَايَلِيْقُ اِلَّا بِهِ، نَحْوُ''عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ' وَخَلَّاقٌ لِمَايُرِيْدُ''

مسند کا لائق نہ ہونا، مگر اسی کے لئے، جیسے' جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا۔ بڑا خالق ہے جو چاہے۔(اس کا مسندالیہ اللہ تعالیٰ ہی ہوسکتے ہیں)

(۶): يَعُدُّ مِنَ الْحَذْفِ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلٰى نَائِبِ الْفَاعِلِ' لِلْعِلْمِ بِهِ اَوِالْجَهْلِ، وَالْخَوْفِ مِنْهُ اَوْعَلَيْهِ، نَحْوُ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ''''وَاخْتُرِعَ الْحِسَابُ''''وَسُرِقَ الْبَيْتُ''

(مسندالیہ کے) حذف میں یہ بھی داخل ہے کہ فعل مجہول کی اضافت نائب فاعل کی طرف ہو۔(اب فاعل کا حذف یا تو اس کے) علم کی وجہ سے ہو'یا جہل کی وجہ سے'یا اس سے خوف کی وجہ سے ہو یا اس پر خوف کی وجہ سے، جیسے' انسان پیدا کیا گیا، اور حساب ایجاد کیا گیا، اور گھر چرایا گیا۔۱۶۲

۱۶۰...... البين' بمعنى البينونة والفراق، والتقدير ''الآن فِرَاقٌ عَاجِلٌ''اصل عبارت یوں ہے ''هٰذا بَيْنٌ عَاجِلٌ لاَ اُرِيْدُهٗ''(ثُمَّ خَاطَبَ الْغُرَابَ وَقَالَ اِذَا رَحَلَ :الخ،

۱۶۱......هٰذهٖ مسندالیہ محذوف ہے، اصل میں ''هٰذهٖ رمية'' الخ تھا۔ یہ مثل ہے۔ اس وقت بولتے ہیں' جب کسی نا تجربہ کار سے کوئی کام اتفاقاً ٹھیک ہوجائے۔(فرائدالادب) ف

۱۶۲......خُلق الانسان: اس میں فاعل محذوف ہے، وہ سب کو معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ علم کی مثال ہے۔ اور جہل کی مثال ''اختر ع الحساب''(حساب ایجاد کیا گیا) میں حساب کا ایجاد کرنے والا

وَمِنْ دَوَاعِیْ حَذْفِ الْمُسْنَدِ

اور مسند کے حذف کے اسباب یہ ہیں

(۱): تَعَلُّقُ غَرَضٍ بِتَرْکِهٖ مِمَّا مَرَّ فِیْ حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ، کَالْمُحَافَظَةِ عَلٰی وَزْنٍ، کَقَوْلِهٖ:

نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا، وَاَنْتَ بِمَا عِنْدَکَ رَاضٍ، وَالرَّأیُ مُخْتَلِفٌ

وَاتِّبَاعًا لِّلِاسْتِعْمَالِ: نَحْوُ: لَوْلَا الْوِئَامُ لَهَلَکَ الْاَنَامُ

مسند الیہ کے حذف کے امور مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی غرض کا حذف سے متعلق ہونا، مثلاً وزن کی محافظت، جیسے اس شعر میں:

ہم اس پر راضی ہیں جو ہمارے پاس ہے اور تم جو تمہارے پاس ہے، اس سے خوش ہو، اور رائیں مختلف ہیں۔[۱۶۳]

(۲): دَلَالَةُ قَرِیْنَةٍ عَلَیْهِ مَذْکُوْرَةٌ فِیْ کَلَامِ الْمُتَکَلِّمِ، نَحْوُ "زَیْدٌ قَائِمٌ وَ عَمْرٌو" اَیْ قَائِمٌ، اَوْ فِیْ کَلَامٍ غَیْرِهٖ، نَحْوُ ﴿فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُعِیْدُنَا ؟ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ اَیْ یُعِیْدُکُمُ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ،

متکلم کے کلام میں مسند کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو۔ جیسے "زید قائم و عمرو"

یا دوسرے کے کلام میں (کوئی قرینہ مسند کے حذف پر موجود ہو) جیسے، اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ آپ فرمادیجئے: کہ وہ، وہ ہے جس نے تم کو

معلوم نہیں ہے۔ اور "سرق البیت" (گھر چرایا گیا) اس میں فاعل یعنی چور کو ظاہر کرنے میں فاعل کو یا متکلم کو نقصان کا خوف ہے، اس لئے فاعل کو حذف کردیا۔ یہ خوف کی مثال ہے۔

[۱۶۳]......فیه رَاضٍ محذوف، ای نَحْنُ بِمَاعِنْدَنَا رَاضٍ، وَاَنْتَ رَاضٍ بِمَا عِنْدَکَ۔
یہ عمرو بن امرأالقیس خزرجی کا شعر ہے۔ (نیل الامانی ۳۰۹ ج ۱)

اول بار میں پیدا کیا تھا ”یعنی یُعِیْدُکم الذی فطرکم“

وَمِنْ دَوَاعِیْ حَذْفِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ

اور مفعول بہ کے حذف کے اسباب یہ ہیں

(۱): اَلْمُحَافَظَۃُ عَلٰی وَزْنٍ اَوْسَجْعٍ، نَحْوُ ﴿مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی، وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ ۱۶۵

وزن یا سجع کی حفاظت، جیسے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) دشمنی کی، اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۲): اَلتَّعْمِیْمُ مَعَ الْاِخْتِصَارِ، نَحْوُ ”وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِالسَّلَامِ اَیْ جَمِیْعَ عِبَادِہٖ“

اختصار کے ساتھ عمومیت۔ جیسے اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلا رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دعوت دے رہے ہیں۔

(۳): تَنْزِیْلُ الْفِعْلِ الْمُتَعَدِّیْ مَنْزِلَۃَ اللَّازِمِ، لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْغَرَضِ بِالْمَعْمُوْلِ، نَحْوُ ﴿هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ۱۶۶

۱۶۴......ای لولاموافقة الناس بعضهم بعضا فی الصحبة او المعاشرة لكانت هلكة الانام، (اصل میں ”لولا الوئام موجود“۔ف

۱۶۵......وماقلیٰ (ای ماقلاک وابغضک) ضمیر مفعول کو رعایت سجع کی وجہ سے حذف کیا۔

۱۶۶...... تنزیل المتعدی منزلة اللازم: متعدی بمنزلہ لازم لاتے ہیں، کیونکہ اس سے غرض صرف فعل کا ثبوت فاعل کے بغیر اس تعلق کے کہ کس پر فاعل واقع ہے، اس لئے اس کا مفعول نہیں لاتے ہیں۔ قوله ”هل یستوی الذین“ الخ (کیا برابر ہیں جو جانتے ہیں اور نہیں جانتے) ”ای من یحدث له حقیقة العلم ومن لا یحدث له تلک الحقیقة“ اس آیت کریمہ میں فعل متعدی بمنزلہ لازم استعمال ہوا ہے، کیونکہ یہ مراد نہیں ہے کہ ”الذین یعلمون شیئًا مخصوصًا والذین لایعلون ذالک الشی“ بلکہ مراد یہ ہے کہ ”الذین وُجِدَ لهم معنی العلم والذین لم یُوْجَدُ لهم“۔(قیل: اس مثال میں ”یعلون الدین“ تھا، دین

فعل متعدی کو فعل لازم کے درجہ میں لانا، اس لئے کہ معمول سے کوئی غرض متعلق نہیں، جیسے' کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔

(۴): طَلَبًا لِلاِخْتِصَارِ، نَحْوُ''یَغْفِرُ لِمَنْ یَشَاءُ اَیْ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ''

اختصار کے لئے جیسے' جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے۔''ای یغفر الذنوب'' ذنوب کو اختصاراً حذف کردیا گیا ہے۔

(۵): تَوْطِئَةً لِلاِیْضَاحِ بَعْدَ الْاِبْهَامِ، نَحْوُ﴿مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ﴾(اَیْ مَنْ شَاءَ الْاِیْمَانَ)

ابہام کے بعد وضاحت تمہید کے لئے، جیسے' سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔

(۶): تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ: نَحْوُ''یَمْحُوا اللّٰهُ مَایَشَاءُ وَیُثْبِتُ''(اَیْ یُثْبِتُ مَایَشَاءُ)

مفعول بہ پہلے ذکر کردیا گیا ہو (تو دوبارہ اس کو حذف کردیں گے) جیسے' خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں ہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں۔

اَسْئِلَةٌ

(۱): وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفَ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ؟ (۲): وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفَ الْمُسْنَدِ؟،

(۳): وَضِّحْ دَوَاعِیَ حَذْفَ الْمَفْعُوْلِ ؟

سوالات

(۱)...... مسندالیہ کے حذف کے دواعی بتلاؤ۔

(۲)...... مسند کے حذف کے دواعی بتلاؤ۔

(۳)...... مفعول کے حذف کے دواعی کی وضاحت کرو؟

مفعول بہ سے کوئی غرض متعلق نہیں، اس لئے فعل متعدی کو لازم لانے کے لئے دین کو حذف کردیا گیا ہے۔ (دروس البلاغۃ ص ۳۵)

تَمْرِيْنٌ

اَشِرْ اِلَى الْمَحْذُوْفِ وَاذْكُرْ دَوَاعِيَ حَذْفِهٖ فِيْمَا يَأْتِيْ

(۱):لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ،(۲):لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ ،(۳):سَمْعًا وَطَاعَةً، (۴):اَللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ لَا اَكْذِبُ،(۵):اَلْحَيَّةَ اَلْحَيَّةَ،(۶):غَفَّارٌ لِلذُّنُوْبِ،(۷):اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَمِيْدُ،(۸):اُمٌّ فَرَشَتْ فَأَنَامَتْ،(۹):بَقْبَقَةٌ فِيْ زَقْزَقَةٍ، (۱۰):زُيِّنَ فِيْ عَيْنِ وَالِدٍ وَلَدُهٗ،(۱۱): كَلَامٌ كَالْعَسَلِ وَ فِعْلٌ كَالْاَسَلِ،(۱۲):لَوْلَا الْوِئَامُ لَهَلَكَ الْاَنَامُ،(۱۳):رَمْيَةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ،(۱۴):فَعَّالٌ لِمَا يَشَاءُ،

عَلٰى اَنَّنِيْ رَاضٍ بِاَنْ اَحْمِلَ الْهَوٰى (۱۵) وَاَخْرُجُ مِنْهُ لَا عَلٰى وَلَا لِيَا

لَوْلَا اشْتِعَالُ النَّارِ فِيْمَا جَاوَرَتْ (۱۶) مَا كَانَ يُعْرَفُ طِيْبُ عَرْفِ الْعُوْدِ

شَكَا اِلَيَّ جَمَلِيْ طُوْلُ السُّرٰى (۱۷) صَبْرٌ جَمِيْلٌ فَكِلَانَا مُبْتَلٰى

بَرِّدْ حَشَايَ اِنِ اسْتَطَعْتَ بِلَفْظَةٍ (۱۸) فَلَقَدْ تَضُرُّ اِذَا تَشَاءُ وَ تَنْفَعُ

خَلِيْلَيَّ اِمَّا اِنْ تُعِيْنَا وَ تُسْعِدَا (۱۹) وَاِمَّا كِفَافًا لَا عَلٰى وَلَا لِيَا

قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفَوْا حَدِيْثَهُمْ (۲۰) وَاسْتَوْثَقُوْا مِنْ رِتَاجِ الْبَابِ وَالدَّارِ

محذوف کی طرف اشارہ کرو اور حذف کے دواعی کو آنے والوں جملوں میں ذکر کرو

(۱)......تیری عمر کی قسم میں ایسا ضرور کروں گا۔

(اصل میں ''لعمرک قسمی '' تھا اتباع استعمال کی وجہ سے مسند حذف ہوا۔ وقیل لَاَفْعَلَنَّ کذا،المفعول محذوف ، فیه تنزیل فعل المتعدی منزلة الازم)

(۲)......تقوے کا لباس وہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

(مسند الیہ محذوف ہے۔ والاصل'' هذا لباس التقوى'' وقیل فیه المسند محذوف

والاصل " خُذْ لِبَاسَ التَّقْوٰی" اذا قُرِئَ بِالنَّصْبِ)

(۳)......میں نے سنا اور میں نے اطاعت کی۔(فی الاصل " سَمِعْتُ سَمْعًا" مسندالیہ محذوف (اور مسند دونوں محذوف ،ف)اتباعا للاستعمال)

(۴)......اللہ جانتا ہے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔

(فیہ تنزیلُ فعلِ المُتَعَدِّی بمنزلۃ اللازم، لااَکْذِبُ قولا)

(۵)......سانپ سے بچو۔

(مسندالیہ اور مسند دونوں محذوف۔اصل میں ''اِتَّقِ مِنَ الْحَیَّۃِ، ضیق المقام'')

(۶)......گناہوں کے بخشنے والے۔

(المسند الیہ محذوف،لان المسند لایلیق الا باللہ،کان فی الاصل 'اللہ غفار')

(۷)......اللہ کے لئے ساری تعریف ہے جو خوبیوں والا ہے۔

(مسند محذوف ہے۔اصل میں ''الحمد ثابت'' تھا)

(۸)......ماں نے بستر بچھایا پھر سلا دیا۔(مفعول محذوف ہے۔طلبا للاختصار ،چونکہ متعین ہے۔''ام فرشت فراشًا وانامت صبیًا'')۱۶۷

(۹)......ہنسی میں زیادہ کلام (یعنی شور) کرنا ہے۔۱۶۸

۱۶۷......یہ مثل ہے،اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص کسی قوم کی بہت خدمت کرے۔(فرائد)ف۔ ''ام فرشت فانامت'' (گویا ماں ہے کہ بچھونا بچھا دیا اور سلا دیا)اس شخص کہ بارے میں بولا جاتا ہے جو کسی قوم پر مہربانی اور شفقت کرنے میں مبالغہ کرے،گویا کہ ماں ہے کہ اس نے بچے کے لئے بستر بچھا دیا اور بچہ سو گیا۔(ص۱۱۵۹)

۱۶۸......مثل یضرب للمفتخر بما لیس عندہ،(فرائد)ف۔
"بقبقۃ" شور،بہت بولنے کو کہتے ہیں۔''زقزقۃ'' ہنسی کو کہتے ہیں،اور لایعنی باتیں کرنے والے کے لئے بولا جاتا ہے،شیخی بگھارنا یا بے پر کی اڑانا۔(منجد ص۱۱۶۳)

(مسند الیہ محذوف ہے اصل میں ''هذه بقبقة'' تھا' اتباعاً للاستعمال'')

(۱۰)...... باپ کی نظر میں اس کا بیٹا زینت دیا گیا۔۱۶۹......

(مسند الیہ محذوف ہے ' اتباعا للاستعمال للعلم وهو "الله")

(۱۱)...... بات شہد کی طرح اور کام تیز تلوار کی طرح۔

(مسند محذوف ہے' اتباعا للاستعمال۔ اصل میں ''كلام وفعل ثابت'' تھا)

(۱۲)...... اگر موافقت نہ ہوتی تو مخلوق ہلاک ہو جاتی۔

(مسند محذوف ہے' اتباعا للاستعمال۔ اصل میں ''الوئام موجود'' تھا)

(۱۳)...... تیر اندازی کرنا بغیر پھینکنے والے کے۔

(مسند الیہ محذوف ہے' اتباعا للاستعمال۔ اصل ''هذه رمية'' تھا)

(۱۴)...... کرنے والا ہے جو چاہے۔

(مسند الیہ محذوف ہے ''لان المسند لايَلِيقُ الا بالله''۔ اصل میں ''الله فَعَّالٌ'' تھا)

(۱۵)...... اس کے باوجود میں اس بات پر راضی ہوں کہ عشق کی محبت کو برداشت کرتا رہوں، اور اس سے اس طرح نکل جاؤں نہ نقصان ہو نہ فائدہ۔

(حذف المسند للمحافظة على الوزن' لان الاصل "لا ضرر علىّ ولا نفع لى")

(۱۶)...... اگر آگ کا بھڑکنا نہ ہوتا' ان چیزوں میں جو پڑوس میں ہیں، تو نہ پہچانی جاتی عود کی لکڑی کی خوشبو۔

(حذف المسند اتباعا للاستعمال (او للمحافظة) الاصل "لولا اشتعال النار موجود")

(۱۷)...... شکایت کی مجھ سے میرے اونٹ نے لمبے سفر کی (تو میں نے کہا) صبر اچھا ہے

۱۶۹...... ہر شخص دوسرے کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا۔ (منجد ص ۱۲۲۸)

ہم دونوں ہی مبتلا ہیں۔(المسند الیہ محذوف للمحافظة علی وزن الشعر'لان الاصل فَقُلْتُ لَهُ اَمْرُنَا صَبْرٌ جَمِيلٌ)

وقِيلَ او اتباعًا للاستعمال تدل عليه علامة القوسين۔

(۱۸)......میرے دل کو ایک لفظ سے ٹھنڈا رکھ، اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہو، کیونکہ تو جب چاہتا ہے نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔

(مفعول محذوف ہے،للتعميم مع الاختصار، والاصل تَضُرُّنِیْ وَتَنْفَعُنِی)

(۱۹)......اے میرے دونوں دوست یا تو ہماری مدد اور نصرت کرو، یا برابر رہو' نہ مجھے نقصان پہنچاؤ نہ نفع۔

(حذف المسند للمحافظة على الوزن، لان الاصل لاضرر علی ولا نفع لِیَ)

(۲۰)......وہ ایسے لوگ ہیں کہ کھاتے وقت آہستہ باتیں کرتے ہیں،اور گھر اور دروازے کے کواڑ بند کر لیتے ہیں (کہ کوئی سائل نہ آجائے،یعنی بخیل ہیں)

(مسند الیہ محذوف ہے، اِخفاءُ الامْرِ عن غَيرِ المُخَاطَبِ، والاصل هم قوم)

اَلْبَابُ الثَّالِثُ :فِی التَّقْدِیْمِ وَ التَّاخِیْرِ

تیسرا باب تقدیم وتاخیر کے بیان میں

لَا یَخْفٰی اَنَّ اَجْزَاءَ الْکَلَامِ لَایُمْکِنُ النُّطْقُ بِهَا دَفْعَةً وَاحِدَةً ، بَلْ لَا بُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِ بَعْضِهَا عَلٰی بَعْضٍ، وَلَایُقَدَّمُ لَفْظٌ عَلٰی غَیْرِہٖ اِلَّا لِدَاعٍ،

یہ بات ظاہر ہے کہ کلام کے تمام اجزاء کا بیک وقت تلفظ ممکن نہیں، بلکہ بعض اجزاء کی تقدیم' بعض اجزاء پر ضروری ہے اور کوئی لفظ دوسرے لفظ پر بغیر کسی سبب کے مقدم نہیں ہوتا'

فَمِنْ دَوَاعِیْ تَقْدِیْمِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ

پس مسندالیہ کے تقدیم کے اسباب (یہ ہیں):

(۱):اَلْاَهَمِّیَّةُ 'اَنَّ الْاَصْلَ فِی الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ تَقْدِیْمُ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ لِکَوْنِ ذِکْرِہٖ اَهَمَّ،

اہمیت،اصل جملہ اسمیہ میں مسندالیہ کو مقدم کرنا ہے،اس لئے کہ اس (مبتداء) کا ذکر اہم ہے۔

(۲):اِتِّبَاعُ الْقَوَاعِدِ 'کَمَا فِی الْاَلْفَاظِ الَّتِیْ لَهَا الصَّدَارَةُ وَنَحْوُ ذٰلِکَ،نَحْوُ: مَنْ رَفَعَ الْاَهْرَامُ ؟

قواعد کا اتباع' جیسا ان الفاظ میں جو کلام میں صدارت چاہتے ہوں، اوران جیسے الفاظ (شرط واستفہام) جیسے' کس نے مناروں کو بلند کیا۔

(۳) :اَلتَّشْوِیْقُ اِلَی الْمُتَاَخِّرِ اِذَاکَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِرًابِاَنَّ الْمُتَاَخِّرَ غَرِیْبٌ،نَحْوُ ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاکُمْ﴾

متأخر کو جاننے کا شوق جبکہ متقدم یہ بتاتا ہو کہ متأخر عجیب ہے۔جیسے' اللہ کے نزدیک تم

سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ ۱۷۰

(۴) :تَعْجِیْلُ الْمَسَرَّۃِ اَوِ الْمُسَاءَ ۃِ، نَحْوُ'' اَلْحَبِیْبُ اَقْبَلَ وَالْعَدُوُّ فَاجَأنَا''۔ ۱۷۱

خوشی یا رنج کو جلدی بتانے (کے لئے) جیسے' دوست آیا اور دشمن اچانک آ گیا۔

(۵) :اَلنَّصُّ عَلٰی عُمُوْمِ السَّلْبِ' وَسَلْبِ الْعُمُوْمِ: فَالْاَوَّلُ یَکُوْنُ بِتَقْدِیْمِ اَدَاۃِ الْعُمُوْمِ عَلٰی اَدَاۃِ النَّفْیِ،نَحْوُ''کُلُّ الدَّرَاھِمِ لَمْ آخُذْ'' وَالثَّانِیْ بِتَقْدِیْمِ اَدَاۃِ النَّفْیِ عَلٰی اَدَاۃِ الْعُمُوْمِ ، نَحْوُ''لَمْ یَکُنْ کُلُّ ذٰلِکَ''

عموم سلب یا سلب عموم کی تصریح پر، ۱۷۲ پس پہلا (عموم سلب) ادات عموم کے ادات نفی پر مقدم کرنے سے ہوتا ہے۔ جیسے ''کل الدراھم لم آخذ ''۔اور دوسرا (سلب عموم) ادات نفی کی ادات عموم پر تقدیم کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جیسے ''لم یکن کل ذلک ''

۱۷۰......التشویق الی المتأخر :اس حیثیت سے کہ جزءِ متقدم آنے والے جزءِ متأخر کو سننے کا شوق بڑھائے، اسی لئے جب جملہ متأخرہ کو ذکر کیا جائے گا تو سامع کے ذہن میں متمکن ہو جائے گا، کیونکہ جو خبر شوق کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ذہن میں مضبوط جگہ پکڑ لیتی ہے۔ بخلاف ان خبروں کے جو بغیر شوق کے حاصل ہوں۔ اس مثال میں ''اکرمکم '' مسندالیہ کو اس لئے مقدم کیا کہ وہ بعد والے لفظ کا شوق دلاتا ہے۔

۱۷۱......اس مثال میں '' الحبیب '' مسندالیہ کو تعجیل مسرت اور ''العدو '' مسندالیہ کو تعجیل مسائۃ کے لئے مقدم کیا۔

۱۷۲......عموم سلب یعنی سب کی نفی، اور سلب عموم یعنی بعض کی نفی۔ مطلب یہ ہے کہ مسندالیہ کی تقدیم کی ایک وجہ کل کی نفی کرنا مقصود ہے۔ یہ حروف عموم کو حروف نفی پر مقدم کرنے سے ہوگا۔ جیسے ''کل الدراھم لم آخذ ''یعنی میں نے کسی درہم کو نہیں لیا۔ یہ سب کی نفی ہے۔ اس میں ''کل الدراھم '' کو لم حرف نفی سے مقدم کیا۔ اور سلب عموم یعنی بعض کی نفی مقصود ہو، یہاں حروف نفی کو حروف عموم سے مقدم کرنا ہوگا، جیسے ''لم یکن کل ذلک ''یعنی یہ سب تو نہیں ہوا، (بلکہ کچھ ہوا اور کچھ نہیں ہوا) اس میں لم حرف نفی کو کل حرف عام سے مقدم کیا۔

(۶):اَلتَّخْصِیْصُ:نَحْوُ ’’ مَااَنَا فَعَلْتُ هٰذَا‘وَرَجُلٌ جَاءَ نِیْ‘اَیْ لَاامْرَأَةٌ اَوْلَا رَجُلَانِ،
تخصیص: جیسے’’ما انا فعلت هذا ‘‘اور’’رجل جاء نی ‘‘یعنی نہ عورت اورنہ دوآدمی۔۱۷۳
(۷):تَقْوِیَةُ الْحُکْمِ بِتَکْرَارِ الْاِسْنَادِ،نَحْوُ’’ زَیْدٌ جَاءَ وَالْعِلْمُ یَنْفَعُ‘‘
اسناد کومکررلاکرحکم کوتقویت پہنچانا،جیسے زیدآیااورعلم نفع دیتا ہے۔۱۷۴

فَائِدَةٌ

یُرَادُ بِالتَّخْصِیْصِ هُنَا اَلْقَصْرُنَفْیًا ، فَاِنَّهُ یُفِیْدُ اِخْتِصَاصَ نَفْیِ الْفِعْلِ بِالْمُتَکَلِّمِ، وَعَلَیْهِ فَلَایَصِحُّ اَنْ یُقَالَ:’’مَااَنَا فَعَلْتُ هٰذَا وَلَا غَیْرِیْ ‘‘وَیَصِحُّ ’’بَلْ غَیْرِیْ‘‘

یہاں تخصیص سے مرادنفی میں قصر کامعنی ہے۔اس صورت میں متکلم کے ساتھ فعل کی نفی خاص طور سے معلوم ہوتی ہے۔اوراسی اصل کی بناءپر’’ماانا فعلت هٰذا ولا غیری ‘‘ صحیح نہیں ہے اورصحیح یہ ہے’’ما انا فعلت هٰذا)بل غیری ‘‘۔

وَمِنْ دَوَاعِیْ تَقْدِیْمِ الْمُسْنَدِ

اورمسندکی تقدیم کےاسباب(یہ ہیں)

(۱):بَعْضُ مَا مَرَّ ذِکْرُهُ فِیْ تَقْدِیْمِ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ: کَالْاَهَمِّیَّةِ، وَاِتِّبَاعِ

۱۷۳......ماانا فعلت هذا :یعنی میں نے یہ کام نہیں کیا،یہ کسی اور نے کیا ہوگا،یہاں’’ما‘‘ مسندالیہ کومقدم کیاتخصیص کے لئے۔

۱۷۴......اس مثال میں’’زید‘‘ مسندالیہ کومقدم کیاحکم کی تقویت کے لئے،کیونکہ زیدآیاتوپہلے زیدکاذکر ہے،اور’’جاء ‘‘میں بھی ضمیر پوشیدہ بھی زیدکےآنےکوبتلاتی ہے،تویہ اسناد کی تکرار یعنی دوبارہ زیدکاذکر حکم کوتقویت پہنچاتاہے،اگر’’جاء زید ‘‘ کہتےتو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا۔اورایسےہی’’العلم ینفع ‘‘اور ’’ینفع العلم ‘‘کوسمجھ لیں۔

الْقَوَاعِدِ' وَالتَّشْوِیْقِ' وَالتَّخْصِیْصِ، نَحْوُ'' فِیْ دَارِنَا الْاَمِیْرُ'' وَ کَیْفَ اَنْتَ؟، وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا ' وَقَائِمٌ زَیْدٌ،

مسندالیہ کی تقدیم میں مذکورہ امور میں بعض، جیسے اہمیت اور قواعد کی اتباع، اور شوق دلانا اور تخصیص، جیسے ہمارے گھر میں امیر ہیں، اور آپ کیسے ہیں؟ ۱۷۵ اور یقیناً بعض بیان جادو ہیں، اور زید کھڑا ہے۔

(۲): کَوْنُ الْمُتَقَدِّمِ مَحَطَّ السُّوَالِ کَتَقْدِیْمِ الْمَسئُوْلِ عَنْهُ بَعْدَ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ' اَوْ مَحَطَّ التَّعَجُّبِ اَوِ الْاِنْکَارِ: نَحْوُ : اَتَتَبِّعُ هَوَاکَ بَعْدَ الْمَشِیْبِ،

اور متقدم کا محل سوال ہونا، جیسے کہ مسئول عنہ کا متقدم ہونا ہمزہ استفہام کے بعد، یا متقدم کا محل تعجب وانکار ہونا، جیسے' کیا تو بڑھاپے کے بعد بھی خواہش کی اتباع کرتا ہے۔

(۳): لِلْمُحَافَظَةِ عَلٰی وَزْنٍ ، نَحْوُ :

اِذَانَطَقَ السَّفِیْهُ فَلَا تُجِبْهُ   فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِهٖ السُّکُوْتُ

وزن کی حفاظت کے لئے، جیسے:

جب کوئی احمق بات کہے تو اس کو جواب مت دو، کیونکہ اس کے جواب دینے سے بہتر سکوت ہے۔ ۱۷۶

(۴): لِلتَّفَاؤُلِ: نَحْوُ ''سَعِدَتْ بِغُرَّةِ وَجْهِکَ الْاَیَّامُ'' اَوْفِیْ عَافِیَةٍ اَنْتَ' اِنْشَاءَ اللّٰهُ''

تفاؤل کے لئے، جیسے' نیک بخت ہوگئے تیرے شریف چہرہ کی وجہ سے ایام، یا تو

۱۷۵...... ان مثالوں میں فی دارنا اہمیت کی وجہ سے، اور کیف اتباع قواعد کی وجہ سے یعنی حرف استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے، اور من البیان (تشویق) شوق دلانے کے لئے اور قائم تخصیص کی بناء پر (یہ سارے یعنی: فی دارنا۔ کیف، من البیان، اور قائم مسند ہیں) مقدم ہے۔

۱۷۶...... اس شعر میں وزن شعر کی محافظت کی وجہ سے'' خیر'' مسند کو'' السکوت'' مسندالیہ پر مقدم کیا۔

عافیت میں ہے، انشاءاللہ۔ ۱۷۷

(۵): اِذَا کَانَ عَامِلًا وَالْمُسْنَدُ اِلَیْہِ مَعْمُوْلًا، وَلَا غَرَضَ لِتَاخِیْرِہٖ، نَحْوُ "قَامَ زَیْدٌ"

جب مسند عامل اور مسند الیہ معمول ہو، اور مسند الیہ کے مؤخر لانے کی کوئی غرض نہ ہو۔ جیسے "قام زید"

تَنْبِیْہٌ

اِنَّ کَثِیْراً مِنْ اَحْکَامِ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ وَالْمُسْنَدِ کَالذِّکْرِوَالْحَذْفِ، وَالتَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ، وَغَیْرِ ذٰلِکَ لَایَخْتَصُّ بِھِمَا بَلْ یَجْرِیْ عَلٰی غَیْرِھِمَا مِنْ مَعْمُوْلَاتِ الْفِعْلِ کَمَا سَتَرٰی فِی التَّمَارِیْنِ، وَاعْلَمْ اَنَّ التَّقْدِیْمَ مُطْلَقاً قَدْ یَکُوْنُ فِی الْقُیُوْدِ کَمَا فِیْھِمَا لِلْاِھْتِمَامِ اَوِالتَّبَرُّکِ اَوِالْاِسْتِلْذَاذِ اَوْضَرُوْرَۃِ الشِّعْرِ اَوْ رِعَایَۃِ الْفَاصِلَۃِ اَوِالتَّخْصِیْصِ،

بیشک مسند الیہ اور مسند کے بہت سے احکام جیسا کہ ذکر و حذف، اور تقدیم و تاخیر، اور اس کے علاوہ، صرف مسند اور مسند الیہ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ (یہ احکام) ان کے علاوہ فعل کے معمولات میں بھی جاری ہوتے ہیں جیسے عنقریب تم تمارین میں دیکھو گے۔

۱۷۷.......پہلی مثال میں 'سعدت' مسند ہے اور یہ اچھی فال کی وجہ سے مقدم ہے، اور مسند الیہ 'الایام' ہے اور ان کو مؤخر لانے میں کوئی غرض وابسطہ نہیں ہے کیونکہ یہ تو معمول ہے سعدت فعل کا۔ اور فعل کے بعد فاعل آتا ہے اور یہی اصل ہے۔ مکمل شعر اس طرح ہے: ع

سعدت بغرۃ وجھک الایام   وتزینت ببقائک الایام

دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے: اور تیری بقاء کے ذریعہ زمانہ مزین ہے۔

اور دوسری مثال میں فی عافیۃ مسند ہے اپنے متعلق محذوف "ثابت یا کائن سے مل کر، اور یہ (مسند) بھی اچھی فال کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے، اور انت مسند الیہ ہے جو مؤخر ہے، اور ان کو مؤخر لانے میں کوئی غرض بھی وابسطہ نہیں ہے۔ ی

اور جان لو کہ بیشک تقدیم مطلقاً قیود میں ہوتی ہے جیسا کہ ان دونوں میں (مسند اور مسند الیہ) میں اہتمام' یا تبرک' یا استلذاذ' یا ضرورت شعر' یا فاصلہ کی رعایت' یا تخصیص کے لئے۔

مَبۡحَثٌ فِیۡ تَرۡتِیۡبِ الۡفِعۡلِ وَمَعۡمُوۡلَاتِہٖ

فعل اور اس کے معمولات میں ترتیب کی بحث

اِنَّ الۡاَصۡلَ فِی الۡعَامِلِ اَنۡ یَتَقَدَّمَ عَلَی الۡمَعۡمُوۡلِ، فَیُحۡفَظُ الۡاَصۡلُ بَیۡنَ الۡفِعۡلِ وَالۡفَاعِلِ مُطۡلَقًا، وَالۡاَصۡلُ فِی الۡمَعۡمُوۡلِ اَنۡ تُقَدِّمَ عُمۡدَتَہٗ عَلَی الۡفُضۡلَۃِ،فَیَقَعُ الۡفِعۡلُ اَوَّلًا، ثُمَّ الۡفَاعِلُ، فَالۡمَفۡعُوۡلُ بِہٖ، فَالۡمَفۡعُوۡلُ الۡمُطۡلَقُ، فَالظَّرۡفُ، فَالۡمَفۡعُوۡلُ لِاَجۡلِہٖ، ثُمَّ مَا بَقِیَ مِنَ الۡقُیُوۡدِ،

اصل یہ ہے کہ عامل' معمول پر مقدم ہوگا، پس یہ اصل' فعل اور فاعل کے درمیان برابر محفوظ ہے۔ اور معمول میں اصل یہ ہے کہ عمدہ (عامل) زائد (معمول) پر مقدم ہوگا، اس اعتبار سے فعل پہلے آئے گا، پھر فاعل' پھر مفعول بہ' پھر مفعول مطلق' پھر ظرف (یعنی مفعول فیہ) پھر مفعول لہ' پھر بقیہ قیود۔

وَقَدۡ یُخَالِفُ ھٰذَا التَّرۡتِیۡبُ لِاُمُوۡرٍ تُفۡھَمُ مِنۡ سِیَاقِ الۡاَحۡوَالِ:

اور کبھی اس ترتیب کی مخالفت کی جاتی ہے، ان امور کی وجہ سے جو سیاق احوال سے سمجھے جاسکتے ہیں۔

:...... کَاِرَادَۃِ التَّخۡصِیۡصِ ،نَحۡوُ ''مَاءً شَرِبۡتُ''

مثلا (وہ سیاق احوال یہ ہیں) ارادۃ التخصیص، جیسے' میں نے پانی کو ہی پیا۔ ۱۷۸

:......وَالرَّدُّ اِلَی الصَّوَابِ ،نَحۡوُ '' زَیۡداً کَلَّمۡتُ''

۱۷۸...... تخصیص کے لئے ''ماء'' مفعول کو فعل وفاعل پر مقدم کیا۔

اور صحیح بات بتانا جیسے زید ہی سے میں نے بات کی۔ ۱۷۹؎

:......لِاَمْرٍ مَعْنَوِيٍّ: نَحْوُ "جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَاكِضًا"

امر معنوی کے لئے، جیسے' آدمی شہر کے کنارے (رہتا تھا وہاں) سے آیا دوڑتا ہوا۔ ۱۸۰؎

:......لِلسَّجْعِ اَوْوَزْنِ الشِّعْرِ: نَحْوُ ﴿جَاءَ هُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى﴾

سجع یا وزن شعر کے لئے، جیسے' ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطۂ رسول) ہدایت آچکی ہے۔ ۱۸۱؎

:...... لِلْاَهَمِيَّةِ: نَحْوُ " قَتَلَ الْخَارِجِيَّ زَيْدٌ "

اہمیت کے لئے، جیسے' زید نے خارجی کو قتل کیا۔ (خارجی کو زید فاعل پر مقدم کیا)

:......لِاِصَالَةِ التَّقَدُّمِ: نَحْوُ "حَسِبْتُ زَيْدًا كَرِيْمًا، وَاَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا"

تقدم کے اصل ہونے کی وجہ سے، جیسے' میں نے زید کو کریم گمان کیا، اور زید نے عمرو کو درہم دیئے۔ ۱۸۲؎

لِاِخْلَالٍ فِيْ تَاْخِيْرِهٖ بِبَيَانِ الْمَعْنٰى، نَحْوُ "مَرَرْتُ رَاكِباً بِزَيْدٍ" اَوْبِقَوَاعِدِ اللُّغَةِ، نَحْوُ " يَكْفِيْ كُلَّ يَوْمٍ شَرُّهٗ"

۱۷۹؎...... ای لا خالدًا مثلا، یعنی خالد سے نہیں۔
مخاطب کے خیال میں یہ ہو کہ متکلم نے زید کے علاوہ کسی اور سے بھی بات کی ہوگی، تو یہاں صحیح بات بتانے کے لئے "زید" مفعول کو مقدم کیا۔

۱۸۰؎...... اصل میں "رَاكِضًا" کو مقدم ہونا چاہیئے تھا، مگر اس صورت میں مفہوم یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا ہو، مگر مقصود یہ تھا کہ وہ آدمی شہر کے کنارے رہتا تھا' وہاں سے آیا، ممکن ہے کہ دوڑ قریب آکر شروع ہوئی ہو نہ کہ شہر کے کنارے سے۔

۱۸۱؎...... اس مثال میں "ھدی" فاعل کو مؤخر کیا اور "من ربھم" متعلق کو مقدم لائے سجع کی رعایت کیلئے'

۱۸۲؎...... فِي الْمِثَالَيْنِ زَيْدٌ فِي الْاَصْلِ مُبْتَدأٌ فَلِذَا قَدَّمَ عَلَى الْخَبَرِ۔

مفعول کی تاخیر میں بیان معنی میں خلل واقع ہوتا ہو، جیسے' میں گذرا سوار ہوتے ہوئے زید کے ساتھ۔۱۸۳ یا لغوی قاعدہ کی وجہ سے، جیسے' ہر دن کو اس کی شرارت کافی ہے۔۱۸۴

اَسۡئِلَۃٌ

(۱):وَضِّحُ دَوَاعِیَ تَقۡدِیۡمِ الۡمُسۡنَدِ اِلَیۡہِ،(۲):مَاالۡمُرَادُ بِالتَّخۡصِیۡصِ ھٰھُنَا؟ (۳):وَضِّحُ دَوَاعِیَ تَقۡدِیۡمِ الۡمُسۡنَدِ،(۴):تَکَلَّمۡ عَلٰی عُمُوۡمِ السَّلۡبِ وَسَلۡبِ الۡعُمُوۡمِ ،(۵):مَاالۡاَصۡلُ فِی الۡعَامِلِ ؟ وَاَیۡنَ یَحۡفَظُ ھٰذَا الۡاَصۡلُ؟(۶):مَا الۡاَصۡلُ فِی الۡمَعۡمُوۡلِ،(۷):اُذۡکُرۡ تَرۡتِیۡبَ الۡفِعۡلِ مَعَ مَعۡمُوۡلَا تِہٖ، (۸):مَتٰی یُخَالِفُ ھٰذَا التَّرۡتِیۡبُ؟اُذۡکُرۡ بَعۡضَ الۡاَغۡرَاضِ،

(۱)مسندالیہ کی تقدیم کے دواعی بتلاؤ۔

(۲)......یہاں تخصیص سے کیا مراد ہے۔

(۳)......مسند کی تقدیم کے دواعی بیان کرو۔

(۴)......عموم سلب اور سلب عموم پر کلام کیجئے!

(۵)......عامل میں اصل کیا ہے؟ اور یہ اصل کہاں محفوظ رہتی ہے؟

(۶)......معمول میں اصل کیا ہے؟

(۷)......فعل کی ترتیب معمولات کے ساتھ کیا ہے' بیان کرو۔

(۸)......اس ترتیب کی کب مخالفت ہوتی ہے، اس کی بعض اغراض بیان کرو۔

۱۸۳......اگر'' راکبا'' کو'' بزید'' پر مقدم کرے تو تو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ زید سوار تھا، حالانکہ بتانا یہ ہے کہ گذرنے والا سوار تھا۔ف

۱۸۴......اس مثال میں اگر فاعل '' شرّہ'' کو مقدم کیا جاتا' تو اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً دونوں طرح لازم آتا' جو نا جائز ہے۔ف

تَمْرِیْنٌ

بَیِّنْ دَوَاعِیَ التَّقْدِیْمِ فِی الْعِبَارَاتِ الْآتِیَۃِ

(۱): حَیٌّ اَنَا یَقُوْلُ الرَّبُّ، لِیْ تَجْثُوْ کُلُّ رُکْبَۃٍ، (۲): مَا کُلُّ بَارِقَۃٍ تَجُوْدُ بِمَائِھَا، (۳): لَاخَیْرَ فِی السَّرَفِ، وَلَاسَرَفَ فِی الْخَیْرِ، (۴): اَدَبُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ ذَھَبِہٖ، (۵): مَنْ تَأَمَّلَ اَدْرَکَ مَا تَمَنّٰی، (۶): غَیْرِیْ یَأْکُلُ الدَّجَاجَۃَ ، وَاَنَا اَقَعُ فِی السِّیَاجِ، (۷): کُلُّ امْرِئٍ فِیْہِ مَایَرْمِیْ بِہٖ، (۸): اَلْخَارِجِیُّ دَخَلَ الْبَلَدَ، (۹): ھُوَ یَھَبُ الْاُلُوْفَ، (۱۰): رَجُلٌ جَاءَ نِیْ، (۱۱): اَنْتَ مَاسَعَیْتَ فِیْ حَاجَتِیْ، (۱۲): اَنَا سَعَیْتُ فِیْ حَاجَتِکَ، (۱۳): مَا اسْتَبْقَاکَ مَنْ عَرَضَکَ لِلْاَسَدِ، (۱۴): نِعْمَ الْمُؤَدِّبُ الدَّھْرَ، (۱۵): حَسَنٌ فِیْ کُلِّ عَیْنٍ مَنْ تَوَدُّ، (۱۶): کُلُّ حَیٍّ لَا یَسْتَغْنِیْ عَنِ الْھَوَاءِ ، (۱۷): کُلُّ ظَالِمٍ لَا یُفْلِحُ، (۱۸): مَاکُلُّ رَأیِ الْفَتٰی یَدْعُوْ اِلٰی رَشَدٍ،

وَمَا کُلُّ ذِیْ لُبٍّ بِمُؤْتِیْکَ نُصْحَہٗ (۱۹) وَلَا کُلُّ مُوْتٍ نُصْحَہٗ بِلَبِیْبِ

عِنْدَ الصَّبَاحِ یَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرٰی (۲۰) وَتَنْجَلِیْ عَنْھُمْ غَیَاھِیْبُ الْکَرٰی

اَنَا لَا اَخْتَارُ تَقْبِیْلَ یَدٍ (۲۱) قَطْعُھَا اَفْضَلُ مِنْ تِلْکَ الْقُبُلِ

ثَلَاثَۃٌ تُشْرِقُ الدُّنْیَا بِبَھْجَتِھَا (۲۲) شَمْسُ الضُّحٰی وَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَ الْقَمَرُ

وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّۃُ فِیْہٖ (۲۳) حَیَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ

آنے والی عبارات میں تقدیم کی وجوہات کو بیان کرو

(۱)......رب کہتے ہیں میں زندہ ہوں۔ میرے لئے ہر گھٹنا ٹکتا ہے۔

(''حی'' مسند مقدم ہے (اور ''لی'' متعلق بھی مقدم ہے) تخصیص اور اہمیت کی وجہ سے)

(۲)...... ہر بجلی والا بادل اپنے پانی کی سخاوت نہیں کرتا۔

(سلب عموم۔ ''ما'' مقدم ہے کل سے)

(۳)......اسراف میں کوئی بھلائی نہیں، اور بھلائی میں کوئی اسراف نہیں۔۱۸۵

(۴)......انسان کا ادب اس کے سونے سے بہتر ہے۔

(''ادب المرء'' مسندالیہ ہے اور مقدم ہے۔الاصل فی الجملة تقديم المسند اليه)

(۵)......جو غور کرے گا وہ مقصود کو سمجھ لے گا۔

(''من تأمّلَ'' مسندالیہ مقدم ہے، لِلَاهمية)

(٦)......میرا غیر مرغی کھاتا ہے اور میں باڑ میں پڑا رہتا ہوں۔

(اس مثال میں غیری اور انا مسندالیہ مقدم ہے اصل کی وجہ سے)

(۷)...... ہر انسان میں وہ چیز ہوتی ہے جس کو وہ پھینکتا ہے۔

(کل' مسندالیہ'' مقدم ہے، لِاِصَالَةِ التقديم او للاهمية)

(۸)......خارجی شہر میں داخل ہو گیا۔

(الخارجی' مسندالیہ مقدم ہے۔ لِتَعْجِيلِ الْمُسَاءةِ او للاهمية)

(۹)......وہی دیتا ہے ہزاروں کو۔

(تقديم المسند اليه ،لِلتَّقْوِيَةِ بتكرار المُسند او اتباع القواعد)

(۱۰)......آدمی ہی میرے پاس آیا۔(رجل' مسندالیہ مقدم ہے' للتخصيص)

(۱۱)......تو نے کوشش ہی نہیں کی میری حاجت میں۔

(تکرار اسناد یا تخصیص کی وجہ سے ''انت'' مسندالیہ مقدم ہے)

(۱۲)......میں نے کوشش کی تیری حاجت میں۔

(تکرار اسناد یا تخصیص کی وجہ سے ''انا'' مسندالیہ مقدم ہے)

۱۸۵......سلب عموم۔ خیر پہلے جملہ میں اور دوسرے جملہ میں سرف مسندالیہ مقدم ہے۔

(۱۳)......جس نے تم کو شیر کے سامنے پیش کیا اس نے تم کو باقی نہیں رکھا۔

(اہمیت کی وجہ سے ''ما استبقاک'' مسند مقدم ہے)

''اِسۡتَبۡقَاکَ'' یہ: اِسۡتَبۡقَا یَسۡتَبۡقِیۡ اِسۡتِبۡقَاءً ، باب استفعال سے ہے۔

(۱۴)......زمانہ اچھا مؤدب ہے۔

(نعم المؤدب' مسند مقدم ہے۔ تشویق الی المتأخر کی وجہ سے)

(۱۵)......اچھا ہے ہر نگاہ میں' وہ جس کو وہ چاہتی ہے۔

(اہمیت کی وجہ سے ''حسن'' مسند مقدم ہے۔ یہ مثل ہے' اتباع استعمال یا تخصیص کے لئے)

(۱۶)......کوئی زندہ ہو اسے مستغنی نہیں ہے۔

(عموم سلب ہے، حرف عام ''کل'' مقدم ہے حرف نفی ''لا'' پر)

(۱۷)......کوئی ظالم کامیاب نہیں ہوتا۔

(عموم سلب، حرف عام ''کل'' مقدم ہے حرف نفی ''لا'' پر)

(۱۸)...... ہر نوجوان کی رائے' رہنمائی تک نہیں پہنچاتی۔

(سلب عموم ''ما'' حرف نفی ''کل'' حرف عام پر مقدم ہے)

(۱۹)...... ہر عقلمند تم کو اپنی نصیحت نہیں دیتا، اور ہر نصیحت کرنے والا عقلمند نہیں ہوتا۔

(سلب عموم)

(۲۰)......صبح کے وقت قوم رات کے سفر کی تعریف کرتی ہے، اور دور ہو جاتی ہے ان سے نیند کی غفلت۔[۱۸۶]

(۲۱)...... میں پسند نہیں کرتا ہوں اس ہاتھ کی تقبیل کہ جس کا کاٹنا افضل ہے، اس کے بوسہ

۱۸۶......عند الصباح' مفعول فیہ مقدم ہے، للتخصیص۔

مثل فی احتمال المشقۃ رجاء الرحمۃ (منجد) ف

دینے سے۔(قدم المسند الیه "انا" علی النفی ،للتخصیص)

(۲۲)......تین آدمی، ان کے حسن سے دنیا روشن ہوتی ہے، شمس الضحی، ابو اسحاق اور قمر۔

(ثلاثة، مسند مقدم ہے، للتشویق ، هذا قول محمد بن وهیب ،یمدح المعتصم ،علوم البالغة،ص۹۸)

(۲۳)......اور وہ جس میں مخلوق حیران ہے وہ ایسا جانور ہے زمین سے پیدا ہوتا ہے (یعنی انسان)۔

(قدم المسند الیه ' الذی " اتباعا للقواعد ، للتشویق الی المتأخر ،ف ،

هذا قول ابی العلاء، علوم البلاغة ص۹۳)

۱۸۷......المراد بشمس الضحی والقمر والد الممدوح ، کما فی قوله تعالی : والشمس والقمر رأیتهم لی ساجدین ،الممدوح المعتصم بالله ' کنیته ابو اسحاق۔(انظر علوم البلاغة) ف

۱۸۸......حیوان سے مراد قبروں سے نکلنے والے اجسام ہیں، اور جماد سے مراد مٹی ہے۔شاعر کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس میں حیرانی ہے کہ قبروں میں مدفون برسہا برس کے مردے قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر کیونکر نکل سکیں گے، تو یہاں شاعر نے "والذی حارت" کو مقدم کیا، جو مبتدا ہے، اس کے ذکر میں خبر کا اشتیاق ہے کہ سامع توجہ کرتا ہے کہ وہ چیز کیا ہے، جس میں لوگ حیران ہے، جس کا جواب مصرعہ ثانیہ سے دیا گیا، جو خبر ہے۔

اَلْبَابُ الرَّابِعُ: فِی التَّعْرِیْفِ وَالتَّنْکِیْرِ

چوتھا باب: تعریف اور تنکیر کے بیان میں۔۱۸۹

اَلْمُسْنَدُ اِلَیْہِ مَحْکُوْمٌ عَلَیْہِ ، فَحَقُّہٗ اَنْ یَکُوْنَ مَعْرِفَۃً لِیَکُوْنَ الْحُکْمُ مُفِیْدًا، وَتَعْرِیْفُہٗ یَکُوْنُ بِالْمَعَارِفِ النَّحْوِیَّۃِ السَّبْعَۃِ وَھِیَ الضَّمِیْرُ ، وَالعَلَمُ، وَاِسْمُ الْاِشَارَۃِ، وَالْاِسْمُ الْمَوْصُوْلِ، وَالْمُحَلّٰی بِاَلْ، وَالْمُضَافُ اِلٰی مَعْرِفَۃٍ ، وَالْمُنَادٰی،

مسند الیہ محکوم علیہ ہوتا ہے (یعنی اس پر کسی چیز کا حکم لگایا جاتا ہے) اس لئے اس کا حق یہ ہے کہ (وہ) معرفہ ہو، تاکہ اس پر حکم لگانا مفید ہو۔ اور اس کا معرفہ ہونا نحو کے سات معارف کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور وہ ضمیر، علم، اسم اشارہ، اسم موصول، معرفہ باللام، مضاف الی معرفہ اور منادی ہیں۔

(۱): فَیُؤْتٰی بِالضَّمِیْرِ لِکَوْنِ الْمُقَامِ لِلتَّکَلُّمِ، اَوِ الْخِطَابِ، اَوِ الْغَیْبَۃِ،

پس ضمیر ۱۹۰ کو اس لئے لایا جاتا ہے کہ مقام تکلم یا خطاب یا غائب کا ہوتا ہے۔

(۲): وَبِالْعَلَمِ لِاِحْضَارِہٖ بِعَیْنِہٖ اِبْتِدَاءً فِیْ ذِھْنِ السَّامِعِ اَوْلِلتَّعْظِیْمِ اَوِ الْاِھَانَۃِ،

اور علم کو لایا جاتا ہے، ۱۹۱ اس کو سامع کے ذہن میں ابتداء اسم خاص کے ذریعہ حاضر

۱۸۹...... التعریف: یعنی معرفہ لانا۔ معرفہ کی سات قسمیں ہیں، اور مسند الیہ اور مسند دونوں پر اس کا اجراء ہوتا ہے، اور ہر ایک کے کچھ فوائد ہیں، اس لئے ہر ایک کا بیان کیا گیا ہے۔

۱۹۰...... بالضمیر: مسند الیہ کو مختلف طریقوں سے معرفہ لایا جاتا ہے، ان میں ایک ضمیر کے ساتھ۔ اور ضمیر کے ساتھ معرفہ لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ضمیریں اختصار کا کام دیتی ہیں، اور مدلول پر پورے طور پر دلالت کرتی ہیں، جیسے متکلم کے لئے ''ضَرَبْتُ'' حاضر کے لئے ''ضَرَبْتَ'' اور غائب کے لئے ''ضَرَبَ'' یا ''ھو''۔

۱۹۱...... بالعلم: گفتگو کے موقع پر مسند الیہ کو سامع کے ذہن میں متحضر کرنا ہو تو علم کے ذریعہ معرفہ لاتے ہیں، جیسے ''اللہ اللہ انت السمیع والبصیر'' اس مثال میں اللہ کی ذات کو مخاطب کے ذہن میں متحضر کرنا

کرنے کے لئے یا تعظیم کے لئے یا اہانت کے لئے۔

(۳): وَبِالْاِشَارَةِ لِمَعَانٍ تُسْتَفَادُ بِالْقَرَائِنِ كَالْقُرْبِ وَالْبُعْدِ' وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّحْقِيْرِ،

اور اسم اشارہ کو لایا جاتا ہے ۱۹۲ کئی معانی کے لئے' جو قرائن سے سمجھ میں آتے ہیں، مثلاً' قرب و بعد اور تعظیم و تحقیر۔

(۴): وَبِالْمَوْصُوْلِ لِلْاِبْهَامِ ، وَالتَّفْخِيْمِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّوْبِيْخِ' اَوْلِاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ لَايَعْلَمُ مِنْ اَمْرِهٖ سِوَى الصِّلَةِ ،

اور اسم موصول کو لایا جاتا ہے ابہام اور تفخیم اور تعظیم اور توبیخ کے لئے یا اس لئے کہ متکلم

مقصود ہے، اس لئے لفظ ''اللہ'' علَم سے مسند الیہ کو معرفہ لائے۔

علَم کے ذریعہ معرفہ لانے کی ایک غرض تعظیم بھی ہے۔ جیسے ''رکب سیف الدولۃ'' سیف الدولہ علم کے ذریعہ مسند الیہ کو معرفہ لائے' اس کی تعظیم کی وجہ سے۔

علَم کے ذریعہ معرفہ لانے کی ایک غرض اہانت بھی ہے۔ جیسے ''حضر انف الناقۃ'' انف الناقۃ' علم سے مسند الیہ کو معرفہ لائے، اہانت کے لئے۔

۱۹۲...... بالاشارۃ: اسم اشارہ کے ساتھ معرفہ لانے میں چند اغراض ہیں:

(۱)...... مسند الیہ کے قرب کو بتلانا مقصود ہو تو اسم اشارہ کے ذریعہ معرفہ لاتے ہیں۔ جیسے: ''ھٰذا البیت''

(۲)...... بعد کو بتلانے کے لئے۔ جیسے ''تلک الشجرۃ'' پہلی مثال میں قریب کے لئے ''ھذا'' اور دوسری میں بعید کے لئے ''تلک'' لائے۔

(۳)...... تعظیم مقصود ہو۔ جیسے ''ذلک الکتاب لاریب فیہ'' کتاب کی تعظیم کے لئے ''ذلک'' لائے۔

(۴)...... تحقیر بتلانی مقصود ہو، جیسے ''ھل ھذا الا بشر مثلکم'' بشر کی تحقیر مقصود تھی تو ''ھذا'' کے ذریعہ معرفہ لائے۔

نوٹ:...... کتاب کے حاشیہ میں مثالوں کی ترتیب میں سہو ہے، تیسری مثال تحقیر کی ہے اور چوتھی تعظیم کی۔ فتدبر (مرغوب)

صلہ کے سوا کسی حال کو نہیں جانتا۔۱۹۳

(۵): وَيُعَرَّفُ بِالْ لِلْإِشَارَةِ اِلٰى مَعْهُوْدٍ، نَحْوُ "حَكَمَ الْقَاضِيُ بِكَذَا"

اور معرف باللام متعین کی طرف اشارہ کے لئے لایا جاتا ہے، جیسے' خاص قاضی نے ایسا فیصلہ کیا۔

(۶): وَبِالْاِضَافَةِ لِلْاِخْتِصَارِ اَوِ التَّعْظِيْمِ، نَحْوُ "جَاءَ غُلَامِيْ" وَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ مُوْسٰى' (عليه السلام) وَعَبْدِيْ عِنْدِيْ"

اور معرف بالاضافت کے ساتھ اختصار یا تعظیم کے لئے، جیسے' میرا غلام آیا، اور اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، اور میرا غلام میرے پاس ہے۔۱۹۴

۱۹۳......اسم موصول کے معرفہ لانے میں بھی کچھ اغراض ہیں:

(۱)......ابہام: معاملہ کو مبہم رکھنا مقصود ہو تو اسم موصول سے معرفہ لاتے ہیں، جیسے " ليس للانسان الا ما سعى " سعی ' کا ابہام مقصود تھا، اس لئے" ما" اسم موصول سے معرفہ لائے۔

(۲)...... تفخیم یا تعظیم: کسی بات کو بڑا ابتلا نا مقصود ہو، جیسے ﴿وَاِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ ڈھانکنے والی چیز کی بڑائی مقصود ہے، اس لئے" ما" اسم موصول سے معرفہ لائے۔

(۳)......توبیخ' یعنی ڈانٹنا مقصود ہو، جیسے" وَالَّذِيْ اَحْسَنَ اِلَيْكَ اَسَأْتَ اِلَيْهِ " ڈانٹ مقصود تھی، اس لئے" الذی" اسم موصول سے معرفہ لائے۔ یا متکلم صلہ کے علاوہ کسی کو جانتا ہو تو اسم موصول سے معرفہ لاتے ہیں، جیسے" وَالَّذِيْ سَمِعْنَاهُ اَمْسِ خَطِيْبٌ مُصْقِعٌ" (بلیغ عالی الصوت) متکلم چونکہ خطیب سے واقف ہے، اس لئے" الذی" اسم موصول سے معرفہ لائے۔

(۴)......یعنی الف لام کے ذریعہ مسند الیہ کو اس لئے معرفہ لاتے ہیں کہ معین چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، جیسے' مثال مذکور میں" القاضی" الف لام معہود قاضی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لائے۔

۱۹۴......غلام کی اضافت" یا" کی طرف کردی تو اختصار کے ساتھ معرفہ ہوگیا، اور اللہ کی طرف نبی کی اضافت یہ تعظیم کی مثال ہے، یہاں اضافت سے معرفہ ہوگیا۔ اور تحقیر کے لئے بھی اضافت کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں، جیسے" عبدی عندی" میں۔

وَيُنَكَّرُ قَصْدُ الْاِفْرَادِ ، اَوِ النَّوْعِيَّةِ ، نَحْوُ "وَيْلٌ اَهْوَنُ مِنْ وَيْلَيْنِ ، وَلِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ" ، وَالتَّكْثِيرِ وَالتَّقْلِيلِ ، نَحْوُ " اِنَّ لَهُ لَاِبِلاً وَغَنمًا ، وَعِنْدَهُ كِسَرٌ يُقْتَاتُ بِهَا ،

اور کبھی مسندالیہ نکرہ بھی ہوتا ہے وحدت یا نوعیت کے بیان کے لئے، جیسے ایک ہلاکت اہون ہے دو ہلاکتوں سے۔ ۱۹۵ اور ہر قسم کی بیماری کے لئے اس کا علاج ہے۔ اور تکثیر اور تقلیل کے لئے (کبھی مسندالیہ نکرہ ہوجاتا ہے) جیسے بیشک اس کے پاس بہت اونٹ اور بکریاں ہیں۔ اور اس کے پاس چند ٹکڑے ہیں جن سے وہ روزی حاصل کرتا ہے۔

وَقَدْ يُعَرَّفُ الْمُسْنَدُ بِلَامِ الْجِنْسِ ، فَيُفِيدُ الْقَصْرَ ، نَحْوُ ، اَنْتَ الْاَمِيرُ "حَقِيقَةً اَوْ مُبَالَغَةً"

اور کبھی مسند لام جنس کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے، اس وقت قصر کے معنی کا فائدہ دیتا ہے، جیسے آپ ہی امیر ہیں۔ حقیقۃً یا مبالغۃً ۔ ۱۹۶

وَيُنَكَّرُ قَصْدُ اِنْتِفَاءِ الْعَهْدِ اَوِ الْحَصْرِ ، نَحْوُ " اَنْتَ اَمِيرٌ "

اور (کبھی مسند) نکرہ لایا جاتا ہے عہد (تعیین) یا حصر کی نفی کے لئے، جیسے آپ امیر ہیں۔ ۱۹۷

وَيُخَصَّصُ بِالْوَصْفِ اَوِ الْاِضَافَةِ لِتَكُوْنَ الْفَائِدَةُ اَتَمَّ ، نَحْوُ ، هٰذَا عَالِمٌ بَلِيغٌ ، وَذَاكَ طَالِبُ عِلْمٍ ،

۱۹۵......ایک بتلانے کے لئے "ویل" کو نکرہ لائے، اور نوعیت بتلانے کے لئے "دواء" کو نکرہ لائے، اسی طرح "ابلاً و غنما" کا نکرہ کثرت پر دلالت کرنے کے لئے ہے، اور کسر کا نکرہ قلت کے لئے ہے،

۱۹۶......اس میں "امیر" پر الف لام نے قصر کا فائدہ دیا کہ "آپ ہی امیر ہیں"۔

۱۹۷......اس مثال میں "امیر" مسند نکرہ ہے، اس میں تعیین اور حصر دونوں کی نفی ہے کہ نہ تیرے امیر ہونے میں حصر ہے نہ تعیین۔

اور کبھی (مسند کی) تخصیص وصف یا اضافت کی وجہ سے کرتے ہیں تا کہ فائدہ مکمل ہو، جیسے یہ بلیغ عالم ہیں، اور وہ طالب علم ہے۔۱۹۸

اَسْئِلَةٌ

(۱): وَضِّحِ الْمُرَادَ مِنْ تَعْرِيْفِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ بِالضَّمِيْرِ وَالْعَلَمِ ،(۲): وَضِّحِ الْمُرَادَ مِنْ تَعْرِيْفِهٖ بِالْمَوْصُوْلِ وَالْاِشَارَةِ ،(۳): اُذْكُرْ اَغْرَاضَ تَعْرِيْفِهٖ بِاَلْ وَالْاِضَافَةِ، (۴): لِمَ يُعَرَّفُ الْمُسْنَدُ بِلَامِ الْجِنْسِ وَلِمَ يُنَكَّرُ؟

(۱)......مسند الیہ ضمیر یا علم سے معرفہ ہو اس سے مراد کیا ہے؟ واضح کرو۔

(۲)......مسند الیہ موصول اور اشارہ سے معرفہ ہو اس کی مراد کیا ہے؟

(۳)......ال اور اضافت سے معرفہ لانے کی غرض کیا ہے؟

(۴)......کیوں مسند لام جنس کے ذریعہ معرفہ لایا جاتا ہے؟ اور کیوں نکرہ؟

تَمْرِيْنٌ

بَيِّنْ نَوْعَ الْمَعْرِفَةِ ، وَاذْكُرْ سَبَبَ التَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ فِيْمَا يَلِیْ

(۱): قَرَأْنَا شِعْرَ الْاَخْطَلِ وَلَمْ نَقْرَأْ شِعْرَ الْفِرَزْدَقِ،(۲): يَا بَوَّابُ اِفْتَحْ لِیْ، (۳): هٰذَا قَرِيْبُ الْفَائِدَةِ ،(۴): اِنَّ لَهٗ لَاِبِلًا وَغَنَمًا،(۵): اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ، (۶): جَلِيْسُ الْمَرْءِ مِثْلُهٗ،(۷): جَوْلَةُ الْبَاطِلِ سَاعَةً وَجَوْلَةُ الْحَقِّ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ،(۸): اَنَا هُوَ الرَّبُّ اِلٰهُکَ لَايَكُنْ لَکَ اِلٰهٌ غَيْرِیْ، (۹): اَلْمُؤْمِنُ اَسْعَدُ مِنَ الْكَافِرِ،(۱۰): عِنْدَهٗ كِسَرٌ يُقْتَاتُ بِهَا،(۱۱): شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ،(۱۲): هٰذِهٖ

۱۹۸......اس مثال میں ''عالم'' مسند کو ''بلیغ'' صفت کے ساتھ اور ''طالب'' کی تخصیص علم کی اضافت کی وجہ سے کی، تا کہ مخاطب کو مکمل فائدہ دے۔

بِتِلْکَ، وَالْبَادِیُ اَظْلَمُ، (۱۳): عِنْدَ جُهَیْنَةَ الْخَبَرُ الْیَقِیْنُ، (۱۴): لِکُلِّ جَوَادٍ کَبْوَةٌ، (۱۵): عَیْنٌ عَرَفَتْ فَذَرَفَتْ، (۱۶): جَارٌ قَرِیْبٌ خَیْرٌ مِنْ اَخٍ بَعِیْدٍ،

لَهُ حَاجِبٌ عَنْ کُلِّ اَمْرٍ یَشِیْنُهُ (۱۷) وَلَیْسَ لَهُ عَنْ طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ

وَالْخِلُّ کَالْمَاءِ یُبْدِیْ لِیْ ضَمَائِرَهُ (۱۸) مَعَ الصَّفَا وَیُخْفِیْهَا مَعَ الْکَدَرِ

اَلنَّاسُ اَرْضٌ بِکُلِّ اَرْضٍ (۱۹) وَاَنْتَ مِنْ فَوْقِهِمْ سَمَاءُ

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ یُسْتَطَبُّ بِهٖ (۲۰) اِلَّا الْحَمَاقَةَ اَعْیَتْ مَنْ یُدَاوِیْهَا

معرفہ کی قسم بیان کرو؟ اور آنے والے جملوں میں معرفہ اور نکرہ کا سبب کیا ہے اس کو بیان کرو؟

(۱)......ہم نے اخطل کا شعر پڑھا اور فرزدق کا شعر نہیں پڑھا۔

(تعریف بالعلم، لاحضارهما فی الذهن)

(۲)......اے دربان! میرے لئے کھول۔ (منادیٰ اضافت بالنداء کے ذریعہ تعریف)

(۳)......اس کا فائدہ قریب ہے۔

(ھذا اسم اشارہ سے معرفہ لائے، اشارہ قریب کے لئے)

(۴)...... بیشک اس کے پاس بہت اونٹ اور بکریاں ہیں۔

(مسند الیہ ''ابلا و غنما'' کو نکرہ لائے للتکثیر)

(۵)......جزاء کام کی جنس سے ہے۔ (الف لام جنسی۔ مثل ہے۔ منجد ص ۱۱۶۹)

(۶)......انسان کا ہم نشین اس جیسا ہی ہوتا ہے۔

(مضاف الیہ باللام فیفید القصر۔ مثل ہے۔ منجد ۱۱۶۹)

(۷)...... باطل کی گردش تھوڑی دیر کے لئے ہے، اور حق کی گردش قیامت تک کے لئے

ہے۔(اضافة للاختصار، مثل ہے، منجد ۱۱۷۱)

(۸)......میں ہی رب تیرا معبود ہوں، تیرے لئے میرے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔

(ضمیر ومسند پر الف لام للحصر)

(۹)......مؤمن کافر سے نیک بخت ہے۔(الف لام استغراق کے ذریعہ تعریف)

(۱۰)......اس کے پاس چند ٹکڑے ہیں، جن سے روزی حاصل کرتا ہے۔

(یہاں ''کسر'' کو نکرہ ہے، للتقلیل)

(۱۱)...... برائی نے کتوں کو بھونکایا۔

(مسندالیہ نکرہ للنوعیة ، شرعظیم ' اَهَرَّ ذَانَابٍ، اَلتَّخْصِیْصُ جوَّزَ کَوْنَهُ مُبْتَدَأً)

(۱۲)...... یہ اس کے بدلے میں ہے، اور شروع کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔[۱۹۹]

(فیه اشارة للقریب و التعریف باالام)

(۱۳)......جهینه کے پاس ہی یقینی خبر ہے۔[۲۰۰]

(فیه تقدیم الخبر للحصر وتعریف المبتداء بال)

۱۹۹......هذه بتلك: یہ سزا پہلے عمل کے بدلہ میں ہے اور ابتدا کرنے والا ہی ظالم ہے۔یعنی بدی کرنے والے کو اس کی سزا بھی دی جاتی ہے، اور بدی کی ابتدا کرنے کی وجہ سے ظالم بھی کہلاتا ہے۔

(المنجد ص ۱۱۶۱)

۲۰۰......یہ مثل ہے، کسی معاملہ کی حقیقت کا علم ہونے کے موقع پر بولی جاتی ہے، حصین غطفانی اور بنی جہینہ کا ایک شخص اخنس بن کعب کی لخم نامی ایک شخص نے مہمان نوازی کی۔ حصین غطفانی نے اپنے ساتھی اخنس کی عدم موجودگی میں لخمی میزبان کو قتل کردیا، اس پر اخنس نے حصین کو ملامت کی، تو حصین نے اخنس کو سلادیا، تب اخنس جہنی نے محسوس کیا کہ حصین میری ملامت پر مجھے بھی مارنا چاہتا ہے تو اس نے حصین کو قتل کردیا اور تمام سامان پر قبضہ کرلیا۔ راستہ میں ایک جگہ حصین کی بیوی ملی جو اپنے شوہر کو تلاش کررہی تھی، اس پر اخنس نے یہ شعر پڑھا۔

(۱۴)...... ہر تیز گھوڑے کے لئے ٹھوکر کھانا ہے۔ (مثل ہے۔ منجد ص ۱۱۷۰۔ فیہ تقدیم المسند وتنکیر المسند الیه لکل جواد ' خبر مقدم اور کبوۃ مبتدا)

(۱۵)...... آنکھ نے پہچان لیا پس اس نے آنسو بہا دیئے۔

(مسندالیہ نکرہ ہے للنوعیۃ۔ مثل ہے منجد ص ۱۲۱۳۔ مطلب یہ ہے حقیقت کو دیکھتے ہی پالیا)

(۱۶)...... قریبی پڑوسی دور رہنے والے بھائی سے بہتر ہے۔

(تخصیص کی وجہ سے مبتدا بننا صحیح ہوا۔ اس کو تنکیر بالنوعیہ میں شمار کر سکتے ہیں) ف

(۱۷)...... اس کے لئے کوئی بڑا مانع ہے ہر اس امر سے جو اسے عیب دار کرے، لیکن اس کے لئے بھلائی کے طالب سے کوئی بھی مانع نہیں۔ (اَلنَّکِرَۃُ فی حاجب فیه التَّعْظِیْمُ وفی المصرع الثانی تحقیر، هذا قول مروان ابن ابی حفصة۔ (علوم البلاغۃ ۱۱۶)

(۱۸)...... اور دوست پانی کی طرح ہے' ظاہر کرتا ہے میرے لئے پوشیدہ چیزوں کو صفائی کے ساتھ اور چھپاتا ہے کدورت کے ساتھ۔

(الخِلُّ' باللاف والام للجنس، هذا قول ابی العلاء، (علوم البلاغة ص ۱۱۰)

(۱۹)...... لوگ زمین ہیں ہر جگہ میں، اور تو ان کے اوپر آسمان ہے۔

(۲۰)...... ہر بیماری کے لئے دوا ہے' جس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے، مگر حماقت کہ اس نے عاجز کر دیا ہے معالج کو۔

(یہاں ''دواء'' مسندالیہ نکرہ ہے، للنوعیہ) دواء مسندالیہ ہے، جیسے ''کل جواد'' خبر مقدم ہے اور کبوۃ مبتدا ہے)

تَسْأَلُ عَنْ حُصَیْنٍ کُلَّ رَکْبٍ   وَعِنْدَ جُهَیْنَةَ الْخَبَرُ الْیَقِیْنُ

وہ حصین کے بارے میں ہر سوار سے دریافت کرتی ہے، حالانکہ جہینہ کے پاس ہی یقینی خبر ہے۔

(المنجد ص ۱۱۷۰)

اَلْبَابُ الْخَامِسُ: فِی الْاِطْلَاقِ وَالتَّقْيِيْدِ

پانچواں باب: اطلاق وتقیید کے بیان میں

(۱): اَلْاِطْلَاقُ هُوَ اَنْ يُقْتَصَرَ فِی الْجُمْلَةِ عَلٰى ذِكْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ، نَحْوُ "سَافَرَ اِبْرَاهِيْمُ" وَيُسَمَّى الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ مُطْلَقًا،وَهُوَ يَكُوْنُ حَيْثُ لَمْ يَتَعَلَّقِ الْغَرْضُ بِتَقْيِيْدِ الْحُكْمِ ۲۰۱ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ، حَتّٰى يَتَأَتّٰى لِلسَّامِعِ اَنْ يَذْهَبَ فِی الْكَلَامِ كُلَّ مَذْهَبٍ، ۲۰۲

اطلاق یہ ہے کہ جملہ میں مسند اور مسند الیہ کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے۔ جیسے' ابراہیم نے سفر کیا۔ ایسے جملہ کو مطلق کہتے ہیں، اور یہ وہاں ہوتا ہے' جہاں حکم کو کسی وجہ کے ساتھ مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق نہ ہو' تا کہ سامع جملہ سے ہر ممکن طریقہ اختیار کر سکے۔

(۲): وَالتَّقْيِيْدُ هُوَ اَنْ يُزَادَ عَلَى الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ شَيْءٌ يَتَعَلَّقُ بِهِمَا اَوْ بِاَحِدِهِمَا، نَحْوُ" ظَلَّ الْهَوَاءُ حَارًّا' وَلَمْ يَخْلُقِ اللّٰهُ الْعَالَمَ مُفْتَقِرًا اِلَيْهِمْ" وَيُسَمَّى الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ مُقَيَّدًا، وَهُوَ يَكُوْنُ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ الْغَرْضُ بِتَقْيِيْدِ الْحُكْمِ بِوَجْهٍ مَخْصُوْصٍ، لَوْ لَمْ يُرَاعَ لَفَاتَتِ الْفَائِدَةُ الْمَقْصُوْدَةُ اَوْ كَانَ الْكَلَامُ كَاذِبًا،

اور تقیید یہ ہے کہ مسند اور مسند الیہ پر کوئی چیز بڑھا دی جائے' جو دونوں سے یا کسی ایک سے متعلق ہو۔ جیسے' دن کو ہوا گرم رہی۔ اور اللہ تعالی نے عالم کو ان کا محتاج پیدا نہیں کیا، اور

۲۰۱......الحكم هو ثبوت المسند للمسند اليه او نَفيُهُ عنه ۔

۲۰۲......یعنی مسند اور مسند الیہ پر اکتفاء کیا جائے، اور مخاطب کو مزید کے بارے میں اختیار باقی رہے، جیسے "سَافَرَ ابراهيم" میں "سافر" مسند اور "ابراہیم" مسند الیہ پر کوئی قید نہیں ہے اور مخاطب کو اختیار رہے جو چاہے قید لگائے، مثلاً "ابراہیم نے سفر کیا" تنہا یا کسی کے ساتھ' چل کر یا سوار ہو کر' شام کو یا صبح کو' شام کا یا حجاز کا جنگ کے لئے یا تجارت کے لئے وغیرہ وغیرہ۔

ایسے جملہ کو مقید کہتے ہیں۔اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کسی خاص وجہ کے ساتھ حکم کو مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق ہو، اگر اس کی رعایت نہ کی گئی تو فائدہ مقصودہ [۲۰۳] فوت ہو جائے گا' یا کلام کاذب ہو جائے گا۔[۲۰۴]

(۳): وَالتَّقْيِيْدُ يَكُوْنُ بِاَدَوَاتِ الشَّرْطِ، وَالنَّفْيِ، وَالنَّوَاسِخِ، وَالْمَفَاعِيْلِ، وَالْحَالِ، وَالتَّمِيْزِ، وَالْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا، وَالتَّوَابِعِ،

اور تقیید حروف شرط' حروف نفی' نواسخ' مفاعیل' حال' تمیز' مستثنیٰ بالّا اور توابع کے ساتھ ہوتی ہے۔

اَمَّا التَّقْيِيْدُ بِاَدَوَاتِ الشَّرْطِ فَالْغَرَضُ مِنْهُ هُنَا التَّكَلُّمَ عَلٰى اِنْ وَاِذَا وَلَوْ، لِاِخْتِصَاصِهَا بِاُمُوْرٍ لَمْ يُتَعَرَّضْ لِذِكْرِهَا فِيْ عِلْمِ النَّحْوِ،

پس ادوات شرط کے ساتھ تقیید میں یہاں پر کلام صرف ان' اذا' اور لو' پر ہوگا، اس لئے کہ یہ ایسے امور کے ساتھ خاص ہیں' جن کا ذکر علم نحو میں نہیں ہوتا۔

اِنَّ الْاَصْلَ فِيْ "اِنْ" عَدَمُ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ، وَفِيْ "اِذَا" اَلْجَزْمُ بِوُقُوْعِهٖ، فَلِذَا غَلَبَ الْاِتْيَانُ بِالْقَلِيْلِ الْوُقُوْعِ بَعْدَ الْاُوْلٰى بِلَفْظِ الْمُضَارِعِ، وَبِكَثِيْرِهٖ بَعْدَ الثَّانِيَةِ بِلَفْظِ الْمَاضِيْ، نَحْوُ ﴿فَاِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ، وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ﴾

بیشک "ان" میں قاعدہ یہ ہے کہ (یعنی یہ اس وقت کلام میں لایا جاتا ہے کہ) شرط کے

۲۰۳۔۔۔۔۔جیسے اس مثال میں "ظلّ" کی قید نہ ہوتی تو فائدہ پورا نہ ہوتا۔متکلم کا مقصد یہ تھا کہ دن کو ہوا گرم رہی اور یہ مقصد "ظل" کی قید نے دیا۔

۲۰۴۔۔۔۔۔جیسے "لم یخلق" والی مثال میں "مفتقرا" کی قید نہ ہوتی تو کلام جھوٹا ہو جاتا، کیونکہ اس صورت میں جملہ کا ترجمہ یہ ہوتا "اللہ نے عالم کو پیدا کیا ہی نہیں" تو یہاں قید نے جملہ کو سچا کیا۔

وقوع کا یقین نہ ہو۔اور''اذا'' میں شرط کے وقوع کا یقین ہو،اسی لئے''اِن'' کے بعد عام طور پر قلیل الوقوع شرط کو مضارع کے لفظ سے لاتے ہیں۔اور''اذا'' کے بعد کثیر الوقوع شرط کو لفظ ماضی سے لاتے ہیں۔جیسے' سو جب ان پر خوش حالی آجاتی ہے' تو کہتے ہیں یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے،اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی ہے' تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے ہیں۔۲۰۵

وَالْاَصْلُ فِیْ "لَوْ" اَلْجَزْمُ بِاِنْتِفَاءِ الشَّرْطِ فِیْمَا مَضٰی، فَلِذَا غَلَبَ الْاِ تْیَانُ بِالْمَاضِیْ فِیْ جُمْلَتَیْهِمَا،نَحوُ" لَوْ اَحْبَبْتَ صُنْعَکَ لَأَتْقَنْتَهُ"

اور''لوْ'' میں اصل یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں شرط کی نفی میں قطعیت ہو،اسی لئے''لوْ'' کے بعد اس کے دونوں جملوں میں فعل ماضی لاتے ہیں۔جیسے' اگر تم کو اپنے کام سے محبت ہوتی' تو اچھا کام کرتے۔۲۰۶

۲۰۵......مصنف نے بیان کیا کہ''اذا'' میں شرط کے وقوع کا یقین ہوتا ہے،اسی لئے''اذا'' کے بعد عامۃً فعل ماضی آتا ہے جو کثرت وقوع اور یقین پر دلالت کرتا ہے،جیسے'' اذا جاءتهم الحسنة ''اس میں''اذا'' کے بعد فعل ماضی لائے،کیونکہ اللہ کی طرف سے''حسنۃ'' کا آنا کثیر بھی ہے اور یقینی بھی ہے۔

''ان'' میں قاعدہ یہ ہے کہ وقوع شرط کا عدم یقین ہو،اسی لئے ان کے بعد عامۃً قلیل الوقوع شرط کو فعل مضارع سے لاتے ہیں،جیسے''ان تصبهم'' الخ،یہاں''ان'' کے بعد فعل مضارع آیا جو قلت وقوع پر دلالت کرتا ہے،کیونکہ اللہ کی طرف سے برائیاں (یعنی عذاب کی سزا) کبھی کبھی آتی ہیں۔

۲۰۶......جیسے اس مثال میں شرط کی نفی کا یقین ہے کہ تمہیں اپنے کام سے یقیناً محبت نہیں ورنہ اس کو اچھی طرح کرتے اور اس میں دونوں جملے (یعنی شرط و جزاء) ماضی آئے'' احببت ''اور''اتقن''

تنبیہ:کبھی کبھی یہ حروف ان قاعدہ مذکورہ کے خلاف بھی استعمال ہوتے ہیں،مثلاً:

(۱)......توبیخ کے لئے (یعنی کسی کو ڈانٹنا مقصود ہو) بجائے فعل مضارع کے فعل ماضی کو لاتے ہیں،جیسے کوئی آدمی اپنے بھائی کو تکلیف دیتا ہو تو آپ اس سے یہ کہیں''اِنْ کَانَ هٰذَا اَخَاکَ فَلَا تُؤْذِهٖ ''(اگر یہ تمہارا بھائی ہے تو اس کو تکلیف مت دے) یہاں توبیخ کے لئے ان کے بعد فعل ماضی''کانَ'' لائے۔

وَالْـمَقْصُوْدُ بِالذَّاتِ مِنْ جُمْلَتَيِ الشَّرْطِ وَالْجَوَابِ هُوَ جُمْلَةُ الْجَوَابِ فَقَطْ، وَاَمَّا جُـمْـلَةِ الشَّـرْطِ فَهِـيَ قَيْـدٌ لَهَـا ، فَـاِذَا قُـلْـتَ "اِنِ اجْتَهَدَ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهُ" كَانَ الْـمَـقْـصُـوْدُ اَنَّکَ سَتُـكْـرِمُـهُ، وَلٰـكِـنْ فِيْ حَالِ حُصُوْلِ الْاِجْتِهَادِ ،لَا فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ، وَعَلَيْهِ فَتُعَدُّ اِسْمِيَّةً اَوْ فِعْلِيَّةً خَبَرِيَّةً اَوْ اِنْشَائِيَّةً بِاِعْتِبَارِ الْجَوَابِ،

اور مقصود بالذات شرط اور جواب کے دونوں جملوں میں صرف جواب ہوتا ہے۔اور جملہ شرط اس میں قید ہوتا ہے۔پس جب تو کہے' اگر زید محنت کرے تو اس کا اکرام کروں،تو اس میں مقصود یہ ہے کہ اس کا اکرام تو کرے گا،مگر اجتہاد کے حصول کی حالت میں،تمام احوال میں نہیں۔اور اس بناء پر جواب کے لحاظ سے (لو پر مشتمل) جملہ کو اسمیہ یا فعلیہ خبریہ یا انشائیہ کہتے ہیں۔

---

(۲)......تجاہل (یعنی نہ جاننے کو بتلانے) کے لئے،جیسے"اِنْ كُـنْـتُ فَعَلْتُ هٰذَا فَعَنْ خَطَاٍ" (اگر میں نے یہ کیا ہے تو غلطی سے کیا ہے) تجاہل کے لئے"اِن" کے بعد کنت ماضی لائے۔

(۳)......مخاطب کو وقوع فعل کا یقین نہ ہو تو اس کو سمجھانے کے لئے،جیسے"اِنْ نَـدِمْـتَ فَلُمْ نَفْسَکَ" (اگر تجھ کو ندامت ہے تو اپنی ذات کو ملامت کر) یہاں جاہل مخاطب کے عدم یقین کی وجہ سے"اِن" کے بعد"ندمت"،فعل ماضی لائے ہیں۔

(۴)......کسی عالم کو اپنے علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے جاہل تصور کر کے بات کرے تو،جیسے"اِنْ كُـنْـتَ مِنْ تُـرَابٍ فَلَا تَفْتَخِرْ" (یعنی او! علم پر عمل نہ کرنے والے متکبر! اگر تو مٹی سے بنا ہے تو فخر مت کر (اور علم پر عمل کرنے سے مت اترا) یہاں عالم کو جاہل بتلانے کے لئے"اِن" کے بعد فعل ماضی"کنت" لائے ہیں۔

"اذا" کے بعد فعل ماضی کا آنا اصل ہے،مگر حصول شرط میں شدت رغبت کی وجہ سے مقتضیٰ کے خلاف"اذا" کے بعد فعل مضارع کا استعمال کرتے ہیں۔جیسے" اِذَا يَـرُدُّ اللّٰهُ عَلَيَّ بَصَرِيْ تَصَدَّقْتُ بِمَا تَـمْـلِكُـهُ يَدِيْ" (اگر میری بینائی واپس فرما دیں تو میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے سب صدقہ کر دوں) اس مثال میں بصارت کی شدت حرص کی وجہ سے"اذا" کے بعد فعل مضارع"یرد" کا استعمال کیا۔

وَاَمَّا مَا بَقِیَ مِنَ الْقُیُوْدِ فَالْکَلَامُ عَلَیْهِ مِنْ خَصَائِصِ عِلْمِ النَّحْوِ فَلْیُرَاجِعْ فِیْ مَحَالِّهٖ،

اور بقیہ قیود کے متعلق بحث علم نحو کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے اس کو وہیں دیکھ لیا جائے۔

تَنْبِیْهٌ

قَدْ سَبَقَ الْکَلَامُ اَنَّ جُمْلَةَ الصِّلَةِ، وَالْمُضَافَ اِلَیْهِ لَایُعَدَّانِ مِنَ الْقُیُوْدِ، فَتَدَبَّرْ،

یہ بات گذر چکی ہے کہ موصول کا صلہ اور مضاف الیہ قید میں شامل نہیں ہیں، فتدبر۔[۲۰۷]

اَسْئِلَةٌ

(۱): مَاذَا تُفْهَمُ بِالْاِطْلَاقِ وَالتَّقْیِیْدِ وَمَتٰی یَکُوْنُ کُلٌّ مِنْهُمَا؟ (۲): لِمَاذَا یُقَیَّدُ بِالْمَفَاعِیْلِ، وَالْحَالِ وَالتَّمْیِیْزِ، (۳): لِمَاذَا یُقَیَّدُ بِالنَّوَاسِخِ، (۴): مَاذَا یُفِیْدُ الْقَیْدُ بِالتَّوَابِعِ؟ (۵): لِمَاذَا یُقَیَّدُ بِالشَّرْطِ؟ وَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ اِنْ وَ اِذَا وَ لَوْ؟ (۶): مَا الْمَقْصُوْدُ مِنْ جُمْلَةِ الشَّرْطِیَّةِ؟ (۷): هَلْ یُخَالِفُ حُکْمُ اِنْ وَاِذَا، فَتُسْتَعْمَلُ الْاُوْلٰی فِی مَقَامِ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ، وَالثَّانِیَةُ فِیْ مَقَامِ الشَّکِّ؟

(۱)...... اطلاق اور تقیید سے تم کیا سمجھتے ہو؟ اور یہ کب ہوتے ہیں؟

(۲)...... مفعولات، حال اور تمیز سے کیوں مقید کیا جاتا ہے؟

(۳)...... نواسخ کے ذریعہ تقیید کیوں ہوتی ہے؟

---

[۲۰۷]...... موصول کا صلہ اور مضاف الیہ قید میں داخل نہیں، کیونکہ وہ مسند یا مسند الیہ کا جزء شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً ''اَلَّذِیْ یَتَعَلَّمُ یَتَقَدَّمُ'' (جو سیکھ لیتا ہے وہ آگے بڑھ جاتا ہے) اس میں ''یتعلم'' فعل اور فاعل مل کر الذی اسم موصول کا صلہ ہوا، اور موصول صلہ مل کر مبتداء بنا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ تنہا یہ مبتداء نہیں بن سکتا۔ ایسے ہی مضاف الیہ کا قیاس کرلو۔

(۴)......توابع کی قید کیا فائدہ دیتی ہے؟ ۲۰۸

(۵)......شرط سے کیوں مقید کیا جاتا ہے؟ اور ان، اذا، اور لو میں کیا فرق ہے؟

(٦)......جملہ شرطیہ سے مقصود کیا ہے؟

(۷)......کیا ''ان'' اور ''اذا'' کے حکم میں مخالفت بھی ہوتی ہے، کہ ''ان'' کو شرط کے وقوع کے یقینی ہونے کی جگہ اور ''اذا'' کو شرط کے مشکوک ہونے کی جگہ استعمال کرتے ہیں؟

تَمْرِیْنٌ

اَشِرْ اِلٰی نَوْعِ الْقَیْدِ وَالْغَرَضِ مِنْهُ،وَ مَیِّزِ الْجُمْلَةِ الرَّئِیْسِیَّةِ مِنَ الْفَرْعِیَّةِ فِیْمَا یَأْتِیْ:

(١):اَلرَّبُّ اَلرَّبُّ اِلٰهٌ رَحِیْمٌ وَرَؤُوْفٌ،طَوِیْلُ الْاَنَاةِ،كَثِیْرُ الْمُرَامِ ' وَالْوَفَاءِ،(٢): اَلْكَلَامُ الْمَنْطُوْقُ بِهٖ فِیْ اَوَانِهٖ تُفَّاحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِیْ سَلَالٍ مِنْ فِضَّةٍ،(٣):اِنْ كُنْتَ مِنْ تُرَابٍ فَلَا تَفْتَخِرْ،(۴):اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ ،(۵):اَلْحُرُّ حُرٌّ وَاِنْ مَسَّهُ الضُّرُّ،(٦):اِذَا سَقَطَ عَدُوُّكَ فَلَا تُشْمِتْ،وَاِذَا وَقَعَ فَلَا یَبْتَهِجْ قَلْبُكَ، (۷):لَوْ دَقَقْتَ السَّفِیْهَ فِیْ هَاوَنٍ بَیْنَ الْجَشِیْشَةِ بِالْمُدُقِّ' لَمْ یُفَارِقْهُ سَفَهُهٗ،(۸):لَوْ ذَاتُ سِوَارٍ لَطَمَتْنِیْ،(۹):اِنْ نَدِمْتَ فَلُمْ نَفْسَكَ،(١٠):اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ هٰذَا فَعَنْ

۲۰۸......بظاہر سوال نمبر: ۲، ۳، ۴ کے جوابات کتاب میں نہیں ہیں، مگر غور اور خوض سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مصنف اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ مثلا: سوال نمبر: ۲/(مفاعیل اور حال اور تمیز سے تقیید کی غرض کیا ہے) کا جواب ''ومن دواعی ذکر المفعول به'' الخ صفحہ.... پر اور تیسرے سوال (نواسخ کے ذریعہ تقیید کیوں ہوتی ہے) کا جواب ''یتعلق الغرض بتقیید الحکم بوجه مخصوص لولم یُرَاعَ لفاتت الفائدة المقصودة ''ظل' کی مثال میں آیا ہے، فتدبر۔ ص.... پر۔ اور چوتھے سوال (توابع کی قید کیا فائدہ دیتی ہے) کا جواب ''ویخصص بالوصف او الاضافة لتکون الفائدة اتم ''صفحہ... پر مصنف دے چکے ہیں۔ هذا ما ظهر لی ' والعلم الحقیقی عند الله ، ان صَحَّ فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ یَصِحَّ فَمِنِّی۔

خَطَأٍ، (۱۱):لَوْ زُرْتَنِیْ لَاَکْرَمْتُکَ،

اِذَا اَمْسٰی وَسَادِیْ مِنْ تُرَابٍ (۱۲) وَبِتُّ مُجَاوِرَ الرَّبِّ الرَّحِیْمِ
فَهَنِّئُوْنِیْ اُصَیْحَابِیْ وَ قُوْلُوْا " لَکَ الْبُشْرٰی قَدِمْتَ عَلٰی کَرِیْمٍ
اِذَا جَارَ الزَّمَانُ عَلَیْکَ فَاصْبِرْ (۱۳) فَاِنَّ الصَّبْرَ اَحْسَنُ مَایَکُوْنُ
لَیْسَ بِدْعٌ اِنْ سَاءَ حَالِیْ لَدَیْکُمْ (۱۴) فَزَمَانِیْ هُوَ الْمُضَیِّعُ لِحَالِیْ
اِنْ یَکُنْ فِی الْاَرْضِ شَیْءٌ حَسَنٌ (۱۵) فَهُوَ فِیْ دُوْرِبَنِیْ عَبْدِ الْمَلِکِ
وَاِذَا خَلَا الْجَبَانُ بِاَرْضٍ (۱۶) طَلَبَ الطَّعْنَ وَحْدَهُ وَالنِّزَالَا

آنے والوں جملوں میں قید کی قسم کی طرف اشارہ کرو اور اس کی غرض بتاؤ، نیز جملہ رئیسہ ۲۰۹ (اصلیہ) اور فرعیہ کا فرق بتلاؤ

(۱)......رب رب مہربان معبود ہے' بردبار ہے' بہت مہلت دینے والا ہے' بہت رحم اور وفا والا ہے۔ (توابع سے موصوف کے احوال بیان کرنا مقصود ہے)

(۲)......وہ کلام جو اپنے وقت پر بولا جائے وہ سونے کا سیب ہے' چاندی کی ٹوکری میں۔ (ظرف کے ذریعہ مسند الیہ کی تقیید ہے)

(۳)......اگر تو مٹی سے بنا ہے تو فخر مت کر۔ (اِن حرف شرط سے تقیید ہے) ۲۱۰

(۴)......جب عقل پوری ہو جاتی ہے تو بات کم ہو جاتی ہے۔ ۲۱۱

۲۰۹......جملہ رئیسہ سے مراد جملہ جزاء اور جملہ جواب ہے۔ اور جملہ فرعیہ سے مراد جملہ شرط ہے۔

۲۱۰......ان کے بعد فعل ماضی "کنت" مضارع کے بجائے مقتضی کے خلاف استعمال ہوا ہے۔ "فلاتفتخر" جملہ رئیسہ ہے، اور "ان کنت من تراب" جملہ فرعیہ ہے۔

۲۱۱......(فیہ قیدٌ لان "اذا" حرف شرط) یہ مثل ہے، یعنی عقلمند آدمی کم بات کرتا ہے۔ (المنجد ص ۱۱۲۶) "نقص الکلام" جملہ رئیسہ ہے اور "تم العقل" جملہ فرعیہ ہے۔

(۵)......آزاد آزاد ہی ہے اگرچہ اس کو تکلیف پہونچے۔ ۲۱۲

(۶)......جب تیرا دشمن گرے تو، تو مت ہنس، اور جب وہ گرے تو تیرا دل خوش نہ ہو۔

(قید ہے، اذا حرف شرط ہے "فلا تشمت" اور "فلا یبتھج" جملہ رئیسہ ہے، اور "اذا سقط" اور "اذا وقع" فرعیہ ہے)

(۷)......اگر تو بیوقوف کو کوٹے ہاون میں پیسی ہوئی چیز کے درمیان رکھ کر دستہ کے ذریعہ تو بھی اس کی بیوقوفی اس سے جدا نہ ہوگی۔

(قید ہے "لو" حرف شرط لم یفارقه، جملہ رئیسہ ہے اور "لو دققت" فرعیہ ہے)

(۸)......کاش کوئی کنگن والی عورت مجھے طمانچہ مارتی۔ ۲۱۳ (قید "لو" حرف شرط)

(۹)......اگر تو ندامت کرے تو اپنے آپ کو ملامت کر۔ (قید ہے "ان" حرف شرط، ان کے بعد "ندمت" فعل ماضی خلاف اصل ہے۔ "لو ذات" جملہ فرعیہ ہے "حسن" محذوف رئیسہ ہے، واللہ اعلم۔ "فلم نفسک" جملہ رئیسہ ہے "ان ندمت" فرعیہ ہے)

(۱۰)......اگر میں نے ایسا کیا ہے تو غلطی سے۔

(قید ہے "ان" حرف شرط "ان" کے بعد "کُنت" فعل ماضی خلاف اصل ہے۔ "فعن

۲۱۲......"الحر حر وان مسّه الضر" (شریف شریف ہی رہتا ہے، خواہ اس کو تنگ دستی لپٹی ہوئی ہو) شریف ناداری میں بھی شریف ہی رہتا ہے۔ (مثل ہے، منجد ص ۱۱۷۴)

قید "ان" موجود ہے۔ "الحر" جملہ رئیسہ ہے "حر وان مسّه الضر" جملہ فرعیہ ہے۔

۲۱۳......"لو ذات سوار لطمتنی" کاش کوئی کنگن والی عورت مجھے طمانچہ مارتی۔ حاتم طائی نے ایک قیدی کے فدیہ میں بنی عنزہ کے پاس خود کو رہن رکھ دیا، ایک لونڈی نے اس کو طمانچہ مارا، اس وقت حاتم طائی نے کہا: کاش کوئی کنگن والی عورت (آزاد عورت) میرے طمانچہ مارتی، کنیزیں زیور (کنگن) نہیں پہنتی تھیں۔ (مطلب یہ ہے کہ زیور و کنگن والی آزاد عورت مارتی) بہتر صورت و حالات کے مقابلہ میں گھٹیا صورت اختیار کرنے پر یا کم رتبہ شخص کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

خطا'' جملہ رئیسہ ہے'' ان کُنت'' جملہ فرعیہ ہے)

(۱۱)......اگر تو میری زیارت کرتا تو میں ضرور تیری عزت کرتا۔

(قید''لو'' حرف شرط۔''لا کرمتک'' جملہ رئیسہ ہے،''لو زُرتَنِی'' فرعیہ)

(۱۲)...... جب میرا تکیہ مٹی ہو جائے (یعنی قبر میں چلا جاؤں) اور رب رحیم کی امان میں چلا جاؤں تو۔(قید''اذا'' حرف شرط)

اے میرے دوستوں مجھ کو مبارک باد دینا اور کہنا، تم کو بشارت ہے کہ تم کریم کے پاس گئے ہو۔(''فَھَنِّئُونی'' جملہ رئیسہ ہے، اور'' اذا اَمسی ''الخ 'جملہ فرعیہ ہے،''اذا امسی ای اِذَا سَارَ وِسَادِیُ مِنُ تُرَابٍ ای مِتُّ)

(۱۳)...... جب زمانہ تیرے ساتھ ظلم کرے تو صبر کر، اس لئے کہ صبر سب سے اچھی چیز ہے۔

(قید''اذا'' حرف شرط۔''فاصبر'' الخ' جملہ رئیسہ ہے'' اذا جار الزمان'' جملہ فرعیہ ہے)

(۱۴)......کوئی عجیب بات نہیں اگر آپ لوگوں کے یہاں میرا حال برا ہو گیا ہے، اس لئے کہ میرا زمانہ ہی میرے حال کو خراب کرنے والا ہے۔

(قید''ان'' کی وجہ سے۔''لیس بدع'' جملہ رئیسہ ہے '' ان ساء '' الخ' جملہ فرعیہ)

(۱۵)......اگر زمین میں کوئی چیز اچھی ہے تو وہ تو عبدالملک کے بیٹوں گھروں میں ہے۔

(قید''ان'' کی وجہ سے۔''فھو'' الخ' جملہ رئیسہ ہے، اور''ان یکن'' جملہ فرعیہ ہے)

(۱۶)......اور جب بزدل کسی زمین میں اکیلا ہوتا ہے تو اکیلا ہی نیزہ بازی اور تلوار زنی کو طلب کرتا ہے (اور کوئی مقابل آ گیا تو گھر میں چلا جاتا ہے)

(''طلب ''الخ' جملہ رئیسہ ہے،''اذا خلا'' فرعیہ)

خلاصہ تقسیم قصر

قصر کی تعریف:...... کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مخصوص طریقہ سے خاص کرنے کو قصر کہتے ہیں۔ جیسے' زید کاتب ہی ہے۔

اقسام قصر:...... قصر کی دو قسمیں ہیں: (۱)...... قصر حقیقی۔ (۲)...... قصر اضافی۔

قصر حقیقی:...... یہ ہے کہ جس میں کسی چیز کی تخصیص حقیقۃً اور واقعۃً ہو، جیسے' معبود حقیقی صرف اللہ ہی ہیں۔ اس میں معبود کی تخصیص حقیقۃً اور واقعۃً ہے۔

قصر اضافی:...... یہ ہے کہ جس میں کسی چیز کی تخصیص واقعۃً نہ ہو، بلکہ کسی متعین چیز کے مقابلہ میں کسی چیز کی تخصیص ہو۔ جیسے' نہیں ہے امین مگر یوسف، اس میں امین کی تخصیص واقعۃً نہیں، بلکہ دوسرے کسی کے مقابلہ میں ہے۔ مثلاً کوئی شخص امانت داری کو یوسف اور ہاشم میں ثابت سمجھتا ہو تو اس سے یہ کہا جائے کہ: امین ہی یوسف ہے' ہاشم نہیں، تو یہاں امانت کی صفت یوسف کے ساتھ بمقابلہ ہاشم کے خاص ہے نہ کہ بمقابلہ تمام انسانوں کے

اقسام قصر حقیقی:...... قصر حقیقی کی دو قسمیں ہیں:

(۱)...... قصر موصوف علی الصفت۔ (۲)...... قصر صفت علی الموصوف۔

(۱): قصر موصوف علی الصفت ...... یہ ہے کہ موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کیا گیا ہو، جیسے ''اِنَّمَا زَیْدٌ اِنْسَانٌ'' (زید انسان ہی ہے) میں زید موصوف کو انسان صفت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یہ قصر موصوف علی الصفت ہے۔

(۲): قصر صفت علی الموصوف:...... یہ ہے کہ صفت کو موصوف کے ساتھ خاص کیا گیا ہو، جیسے' لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ اِلَّا اللّٰہ'' (کوئی معبود نہیں، مگر اللہ کے) میں معبود صفت کو اللہ موصوف کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یہ قصر صفت علی الموصوف ہے۔

اقسام قصر اضافی:......قصر اضافی کی دو قسمیں ہیں:
(۱)......قصر موصوف علی الصفت۔(۲)......قصر صفت علی الموصوف۔
(۱): قصر موصوف علی الصفت:...... یہ ہے کہ (کسی کے مقابلہ میں) موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کیا گیا ہو، جیسے ''اِنَّمَا یُوْسُفُ اَمِیْنٌ ''(یوسف امین ہی ہے)، میں یوسف موصوف کو امین صفت کے ساتھ (کسی کے مقابلہ میں مثلاً: کوئی یوسف اور احمد کے امین ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اس سے کہا جائے''اِنَّمَا یُوْسُفُ اَمِیْنٌ ''اس میں یوسف موصوف کو امین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یہ قصر موصوف علی الصفت (اضافی) ہے۔
(۲): قصر صفت علی الموصوف:...... یہ ہے کہ (کسی کے مقابلہ میں) صفت کو موصوف کے ساتھ خاص کیا گیا ہو، جیسے ''مَا اَمِیْنٌ اِلَّا یُوْسُف ''(صرف یوسف ہی امین ہے) میں امین صفت کو یوسف موصوف کے ساتھ (کسی کے مقابلہ میں مثلاً: کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ یوسف امین بھی ہے اور شاعر بھی تو اس سے یہ کہا جائے کہ ''مَا اَمِیْنٌ اِلَّا یُوْسُف ''اس میں امین صفت کو یوسف موصوف کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یہ قصر صفت علی الموصوف (اضافی) ہے۔
تقسیم قصر اضافی باعتبار حال مخاطب:......قصر اضافی میں قصر موصوف علی الصفت اور قصر صفت علی الموصوف کی مخاطب کے اعتبار سے تین تین قسمیں ہیں:
اقسام قصر موصوف علی الصفت:......
(۱)......قصر افراد۔(۲)......قصر تعیین۔(۳)......قصر قلب
(۱): قصر افراد......مخاطب دو یا دو سے زیادہ میں شرکت کا اعتقاد رکھے تو قصر کے ذریعہ ایک کو متعین کرنا، جیسے ''مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ ''(زید نہیں ہے، مگر قائم) اس میں مخاطب کا یہ اعتقاد

تھا کہ زید کھڑا ہے اور قائم ہے' تو ان دو مشترک اعتقادوں میں قائم کی تعیین کر دی گئی ہے، یہ قصر افراد ہے۔

(۲): قصر تعیین...... مخاطب دو مشترک چیزوں کا اعتقاد رکھے، مگر کسی ایک کی تعیین نہ ہو' تو اب قصر کے ذریعہ ایک کو متعین کر دینا، جیسے'' انما قائم زید ''اس میں مخاطب قیام زید و عبید میں متردد تھا تو قائم کو لا کر تعیین کر دی گئی، یہ قصر تعیین ہے۔

(۳): قصر قلب...... مخاطب عکس حکم کا اعتقاد رکھے، اب قصر لا کر اس کے اعتقاد کو پلٹنا' جیسے ''انما قائم زید ''اس میں مخاطب عبید کے کھڑے ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا تو زید کے قائم کی تعیین کر کے مخاطب کے اعتقاد کو بدل دیا۔ یہ قصر قلب ہے۔

اقسام قصر صفت علی الموصوف:

(۱) قصر افراد (۲) قصر تعیین (۳) قصر قلب

(۱) قصر افراد: مخاطب دو یا دو سے زیادہ میں شرکت کا اعتقاد رکھے تو قصر کے ذریعہ ایک کو متعین کرنا جیسے: ''انما قائم زید ''(کھڑا زید ہی ہے)۔ اس میں مخاطب کا اعتقاد یہ تھا کہ قائم زید اور عبید ہے، ان دو مشترک اعتقادوں میں سے زید کے قائم ہونے کی تعیین کر دی گئی۔ یہ قصر افراد ہے۔

(۲) قصر تعیین: مخاطب دو مشترک چیزوں کا اعتقاد رکھے، مگر کسی ایک کی تعیین نہ ہو تو اب قصر کے ذریعہ ایک کو متعین کر دینا، جیسے: ''انما قائم زید ''اس میں مخاطب قیام زید و عبید میں متردد تھا تو زید کے قائم ہونے کی تعیین کر دی گئی۔ اور یہ قصر تعیین ہے۔

(۳) قصر قلب: مخاطب عکس حکم کا اعتقاد رکھے تو اب قصر لا کر اس کے اعتقاد کو بدلنا جیسے: ''انما قائم زید ''اس مثال میں مخاطب عبید کے کھڑے ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا تو زید کے

قائم ہونے کی تعیین کر کے مخاطب کے اعتقاد کو بدلا۔ یہ قصر قلب ہے۔

قصر

(۱)......قصر حقیقی۔(۲)......قصر اضافی۔

(۱) قصر حقیقی:

(۱)......قصر موصوف علی الصفت ۔(۲)......قصر صفت علی الموصوف۔

قصر موصوف علی الصفت:

(۱)......قصر افراد۔(۲)......قصر تعیین۔(۳)......قصر قلب۔

قصر صفت علی الموصوف:

(۱)......قصر افراد۔(۲)......قصر تعیین۔(۳)......قصر قلب۔

....

(۲)......قصر اضافی:

(۱)......قصر موصوف علی الصفت ۔(۲)......قصر صفت علی الموصوف۔

قصر موصوف علی الصفت:

(۱)......قصر افراد۔(۲)......قصر تعیین۔(۳)......قصر قلب۔

قصر صفت علی الموصوف:

(۱)......قصر افراد۔(۲)......قصر تعیین۔(۳)......قصر قلب۔

اَلْبَابُ السَّادِسُ فِی الْقَصْرِ

چھٹا باب قصر کے بیان میں

اَلْقَصْرُ ھُوَ تَخْصِیْصُ شَیْءٍ بِآخر بِطَرِیْقٍ مَخْصُوْصٍ ، وَھُوَاِمَّا حَقِیْقِیٌّ اَوْ اِضَافِیٌّ، فَالْحَقِیْقِیُّ ھُوَ مَاکَانَ التَّخْصِیْصُ فِیْہِ بِحَسْبِ الْحَقِیْقَۃِ وَالْوَاقِع ، لَا بِحَسْبِ الْاِضَافَۃِ اِلٰی شَیْءٍ آخَرَ ، نَحْوُ"لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ اِلَّا اللّٰہَ' وَاِنَّمَا زَیْدٌ اِنْسَانٌ" وَالْاِضَافِیُّ ھُوَ مَاکَانَ التَّخْصِیْصُ فِیْہِ بِحَسْبِ الْاِضَافَۃِ اِلٰی شَیْءٍ مُعَیَّنٍ، نَحْوُ "مَااَمِیْنٌ اِلَّا یُوْسُفَ' وَاِنَّمَا یُوْسُفُ اَمِیْنٌ"

قصر یہ نام ہے ایک چیز کو دوسری کے ساتھ کسی مخصوص طریقہ سے خاص کرنے کا اور وہ (قصر کی دو قسمیں ہیں) یا حقیقی یا اضافی ۔۲۱۴ قصر حقیقی وہ ہے جس میں اختصاص حقیقت اور واقع کے اعتبار سے ہو، کسی دوسری شیٔ کی بنسبت نہ ہو۔ جیسے کوئی معبود نہیں مگر اللہ کے، اور زید انسان ہی ہے۔ اور قصر اضافی وہ ہے جس میں تخصیص کسی شیٔ معین کی بنسبت ہو۔ جیسے صرف یوسف ہی امین ہے اور یوسف امین ہی ہے۔

۲۱۴......اما حقیقی او اضافی: تقسیمات قصر: قصر کی دو طرح تقسیم کی گئی ہے۔ ایک باعتبار حقیقت اور واقع کے، دوم باعتبار ارکان قصر کے۔ باعتبار حقیقت و واقع کے قصر کی دو قسمیں ہیں: ایک قصر حقیقی اور دوم قصر اضافی۔

قصر حقیقی یہ ہے کہ جس میں اختصاص واقع اور حقیقت کے مطابق ہو، جیسے کوئی معبود نہیں، مگر اللہ کے۔ یعنی اللہ ہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔

اور قصر اضافی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک صفت کو دو آدمیوں میں ثابت سمجھتا ہے وہاں ایک معین شخص کے لئے صفت کو ثابت کرنا، جیسے کوئی شخص امین اور یوسف کے درمیان امانت کی صفت میں متردد ہو وہاں یہ کہا جائے کہ "ما امین الا یوسف" تو مطلب یہ ہوگا کہ یہاں امانت کی صفت یوسف میں بمقابلہ امین کے خاص ہے۔ نہ کہ بمقابلہ تمام انسانوں کے۔

وَكُلٌّ مِنْهُمَا يَنْقَسِمُ اِلٰى قَصْرِ صِفَةٍ عَلٰى مَوْصُوْفٍ وَقَصْرِ مَوْصُوْفٍ عَلٰى صِفَةٍ،

اور ہر ایک ان دونوں میں سے منقسم ہوتا ہے (دو قسم کی طرف) قصر صفت علی موصوف اور قصر موصوف علی صفت۔ ۲۱۵

فَائِدَةٌ

اَلْمُرَادُ بِالصِّفَةِ هُنَا الصِّفَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ كَالْفِعْلِ، وَالظَّرْفِ، وَالْجَارِ وَالْمَجْرُوْرِ، وَاِسْمَيِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ، وَالْمَنْسُوْبِ، وَالصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ، وَيَقَعُ الْقَصْرُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ، كَمَا يَقَعُ بَيْنَ الْفِعْلِ وَمَعْمُوْلَاتِهٖ مَاعَدَا الْمَفْعُوْلَ مَعَهٗ، وَقَصْرُ الْفِعْلِ عَلٰى مَعْمُوْلَاتِهٖ يُعْتَبَرُ قَصْرُ صِفَةٍ عَلٰى مَوْصُوْفٍ، اِلَّا فِي الْحَالِ وَالْمَفْعُوْلِ لِاَجْلِهٖ، وَفِي الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ يُعَدُّ الْمُبْتَدَأُ مَوْصُوْفًا وَالْخَبَرُ صِفَةً غَالِبًا،

یہاں (علم بلاغت میں) صفت سے مراد معنوی صفت ہے۔ ۲۱۶ (اس لئے کہ کلام میں آنے والا) مثلاً: فعل، ظرف، جار و مجرور، اسم فاعل، اسم مفعول، منسوب، اور صفت مشبہ، (سب صفت کہلائیں گے)۔ اور قصر مبتدا اور خبر کے درمیان میں بھی ہوسکتا ہے، ۲۱۷ جیسے

۲۱۵...... وکل منهما: یہ دوسری تقسیم ہے باعتبار ارکان قصر کے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱): قصر صفت علی الموصوف۔ (۲): قصر موصوف علی الصفت۔ اور دونوں کی دو دو یعنی قصر حقیقی کی بھی دو اور قصر اضافی کی بھی دو۔ تفصیل خلاصہ میں آچکی ہے۔

۲۱۶...... علم بلاغت میں صفت سے مراد صفت معنوی ہے یعنی صفت لغوی مراد ہے، وہ صفت مراد نہیں جو علم النحو میں نعت اور صفت کہلاتی ہے، کیونکہ وہ خاص ہے۔

۲۱۷...... قصر مبتدا اور خبر کے درمیان بھی ہوسکتا ہے (جیسے "ما انا الا انسان") جیسے کہ فعل اور اس کے معمولات میں ہوتا ہے، جیسے "ماقام الا زید" یہ فعل اور فاعل کے درمیان کی مثال ہے۔ اور "ما ضرب زید الا عمرو" یہ فاعل اور مفعول بہ کے درمیان کی مثال ہے۔

کہ فعل اور اس کے معمولات میں ہوتا ہے مفعول معہ کے علاوہ۔(مفعول معہ میں قصر نہیں ہوگا)۔اور فعل کا قصر اپنے معمولات پر قصر صفت علی الموصوف کہلائے گا، ۲۱۸ مگر حال ۲۱۹ اور مفعول لہ میں (قصر موصوف علی الصفت ہوگا) اور مبتدا و خبر میں عام طور سے مبتدا موصوف اور خبر کو صفت شمار کیا جاتا ہے۔

يَنْقَسِمُ قَصْرُ الْاِضَافِيُّ بِاِعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ: قَصْرُ اِفْرَادٍ: اِذَا اعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشِّرْكَةَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ فَاَكْثَرَ، وَقَصْرُ تَعْيِيْنٍ: اِذَا اعْتَقَدَ وَاحِدًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ، وَقَصْرُ قَلْبٍ: اِذَا اعْتَقَدَ عَكْسَ الْحُكْمِ، نَحْوُ"مَازَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ وَاِنَّمَا قَائِمٌ زَيْدٌ"

قصر اضافی ۲۲۰ تقسیم ہوتا ہے مخاطب کے حال کے اعتبار سے تین قسموں کی طرف: قصر افراد یہ ہے کہ مخاطب دو یا زیادہ چیزوں میں شرکت کا خیال رکھے (اب قصر لاکر ایک میں متعین کرنا) اور قصر تعیین یہ ہے کہ (مخاطب) غیر معین طور پر دو میں سے ایک کا اعتقاد

۲۱۸......جیسے"ماضرب زید الا عمرو"میں صفت کا قصر موصوف پر ہے یعنی ضرب صفت ہے اور عمرو موصوف ہے،ضرب صفت کو عمر موصوف کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کہ نہیں مارا زید نے مگر عمر و کو۔

۲۱۹......الا فی الحال: مگر حال میں ایسا نہیں، وہاں قصر موصوف علی الصفت ہوگا۔جیسے"ماجاء زید الا راکبا" (نہیں آیا زید مگر سوار ہوکر) میں موصوف کا قصر صفت پر ہے کہ اس میں موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔"زید" موصوف ہے اور"راکبا" صفت ہے۔تو"زید" موصوف کو"راکبا" صفت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کہ زید سوار ہوکر ہی آیا۔ایسے ہی مفعول لہ میں بھی فعل کا قصر مفعول لہ پر قصر موصوف علی الصفت ہوگا،جیسے"ماضربت الولد الا تادیبا"(نہیں مارا میں نے بچہ کو، مگر ادب کے لئے) میں"ولد" موصوف ہے اور"تادیبا" صفت ہے اور موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کیا گیا' کہ بچہ کی پٹائی تادیب کے لئے ہی ہوتی ہے، اور مبتدا و خبر میں عامۃً مبتدا موصوف اور خبر صفت ہوتی ہے، جیسے"انمازید انسان"میں"زید"مبتدا موصوف ہے اور"انسان" خبر صفت ہے۔

۲۲۰......قصر اضافی کی اس تقسیم کی مکمل بحث خلاصہ میں گذر چکی ہے، وہاں مراجعت کی جائے۔

رکھے (تو قصر لا کر کسی ایک کے لئے معین کرنا)۔اور قصر قلب یہ ہے کہ (مخاطب) عکس حکم کا اعتقاد رکھے جیسے 'نہیں ہے زید مگر کھڑا، اور کھڑا زید ہی ہے۔

وَطُرُقُ الْقَصْرِ كَثِيْرَةٌ، اَلْمَشْهُوْرُ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ :

قصر کے بہت سے طریقے ہیں، چار ان میں مشہور ہیں۔۲۲۱

اَلْاَوَّلُ: ......اَلنَّفْىُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ، نَحْوُ ﴿اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾

پہلا' نفی ۲۲۲ اور استثناء، جیسے 'یہ تو بزرگ فرشتہ ہے۔

وَالثَّانِىْ: ......اِنَّمَا: نَحْوُ" اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ"

اور دوسرا انما: ۲۲۳ جیسے 'صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

وَالثَّالِثُ: ......اَلْعَطْفُ بِلَا' اَوْ بَلْ' وَلٰكِنْ، نَحْوُ "اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ'وَمَا اَنَا طَامِعٌ بَلْ اَوْ لٰكِنْ قَانِعٌ"

اور تیسرا عطف: لا' ۲۲۴ یا بل' اور لکن کے ساتھ۔ جیسے' میں نثر کلام کہنے والا ہوں' نظم

۲۲۱......دو اور حاشیہ میں ہیں:

(۱)......تَعْرِيْفُ الخبر بِاَل: یعنی خبر پر الف لام داخل کرنے سے بھی قصر کا فائدہ ہوتا ہے۔ جیسے ''انت الامیر'' (آپ ہی امیر ہیں) اس میں ''الامیر'' خبر پر الف لام نے قصر کا فائدہ دیا۔

(۲)......ضمیر الفصل: یعنی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لانے سے بھی قصر کا فائدہ ہوگا، جیسے'' كَلِيْمُ اللّٰهِ هُوَ مُوسٰى '' (کلیم اللہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں)۔اس میں مبتدا اور خبر کے درمیان ''ھو'' ضمیر فصل نے قصر کا فائدہ دیا۔

۲۲۲......حروف نفی اور حروف استثناء کے ذریعہ قصر کرتے ہیں، جیسے ﴿اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ میں حرف نفی ''ان'' اور حرف استثناء ''الا'' کے ذریعہ قصر کیا۔

۲۲۳......انما کے ذریعہ قصر کرتے ہیں، جیسے '' اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ ''الخ میں ''انما'' کے ذریعہ قصر کیا گیا ہے۔

۲۲۴......حرف لا کے ذریعہ قصر ہوتا ہے، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے مثبت ہو، جیسے'' اَنَا نَاثِرٌ

کہنے والا نہیں، اور میں طمع کرنے والا نہیں، بلکہ یا لیکن قناعت کرنے والا ہوں۔

والرابع:......تقدیم ماحقه التاخیر، نحو ’’اِنَّا عَلَی اللّٰہِ مُعْتَمِدُوْنَ ‘‘

اور چوتھا: تاخیر کے مستحق کی تقدیم، ۲۲۵ جیسے' ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔

فَوَائِد

اَوَّلًا: یُعْتَبَرُ الْمُقَدِّمُ مَقْصُوْرًا، فَانْظُرْ فِیْہِ فَاِنْ کَانَ صِفَةً فَقَصْرُ صِفَةٍ عَلٰی مَوْصُوْفٍ وَاِلَّا فَقَصْرُ مَوْصُوْفٍ، اَمَّا الْمُقَدَّمُ وَحَقُّهُ التَّاخِیْرُ فَهُوَ مَقْصُوْرٌ عَلَیْهِ، وَالْخَبَرُ الْمُعَرَّفُ بِاَلْ هُوَ الْمَقْصُوْرُ ، وَالْمُبْتَدَاُ وَالْخَبَرُ الْمُعَرَّفَانِ، فَالثَّانِیْ مَقْصُوْرٌ عَلَیْهِ، وَمَابَعْدَ ضَمِیْرِ الْفَصْلِ مَقْصُوْرٌ،

فوائد

(۱)......مقدم کو مقصور سمجھا جاتا ہے، ۲۲۶ پھر دیکھئے اگر وہ مقدم صفت ہے تو وہ قصر صفت

لَا نَاظِمٌ‘‘ میں لا کے ذریعہ قصر ہے اور ’’لا‘‘ سے پہلے ’’ناثر‘‘ مثبت ہے۔

بل اور لکن کے ذریعہ بھی قصر ہوا کرتا ہے، اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے نفی ہو، جیسے ’’ما انا طامع بل قانع ‘‘اور ’’مااناطامع لکن قانع ‘‘اس میں ’’بل‘‘اور ’’لکن‘‘ سے قصر ہے۔

۲۲۵......تقدیم ماحقہ التاخیر: جس کا حق مؤخر ہونے کا ہے، اس کو مقدم کرنے سے بھی قصر کا فائدہ ہوتا ہے۔

الف:......کبھی خبر کو مقدم کر کے قصر کرتے ہیں، جبکہ خبر کا حق مؤخر ہے۔ جیسے ’’تمیمی انا ‘‘(میں تمیمی ہی ہوں) میں ’’تمیمی‘‘ خبر کو ’’انا‘‘ مبتدا سے مقدم کیا۔ ’’کریم انت ‘‘(آپ ہی کریم ہیں) ’’کریم‘‘ خبر ’’انت‘‘ مبتدا سے مقدم ہے۔

ب:......فعل یا شبہ فعل کے معمول کو مقدم کر کے قصر کرتے ہیں (معمول کا حق مؤخر ہے) جیسے ’’باللہ نستعین‘‘ (ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں) میں ’’باللہ‘‘ معمول کو ’’نستعین‘‘ فعل پر مقدم کیا۔

۲۲۶......یعنی حرف نفی اور انما کے بعد جو لفظ مقدم ہوگا' وہ مقصور کہلائے گا۔ اور جو مؤخر ہوگا' وہ مقصور

علی موصوف ہوگا، ورنہ قصر موصوف علی صفت۔ ۲۲۷ رہا وہ مقدم جس کا حق مؤخر ہوتا ہے تو وہ مقصور علیہ ہے۔ ۲۲۸ اور وہ خبر جو محلی بال ہو تو وہ مقصور ہوتی ہے۔ ۲۲۹ مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر مقصور علیہ ہوتی ہے۔ ۲۳۰ اور ضمیر فصل کا مابعد مقصور ہوتا ہے۔ ۲۳۱

ثَانِيًا: تُفِيدُ ''اِنَّمَا'' اَلْحُكْمَيْنِ اَیْ اِثْبَاتَ الْحُكْمِ لِلْمَقْصُوْرِ عَلَيْهِ، وَنَفْيِهٖ عَمَّا عَدَاهُ فِیْ آنٍ وَاحِدٍ، وَبِذَالِكَ تَمْتَازُ عَنِ الْعَطْفِ، وَاَمَّا النَّفْیُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ فَلَايَقْتَضِيَانِ ذَالِكَ،

(۲): لفظ ''انما'' دونوں حکموں کا فائدہ دیتا ہے، ۲۳۲ مقصور علیہ کے لئے حکم کا اثبات اور

علیہ۔ جیسے ''اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ'' میں ''ھٰذا'' مقصور ہے اور ''ملک کریم'' مقصور علیہ ہے۔ اور ''اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ'' میں ''یتذکر'' مقصور ہے اور ''اولوا الالباب'' مقصور علیہ ہے۔

۲۲۷...... جیسے ''ان ھٰذا الا ملک کریم'' میں مقدم ''ھٰذا'' موصوف ہے، تو یہ قصر موصوف علی الصفت ہوا اور اگر وہ مقدم صفت ہے تو قصر صفت علی الموصوف ہوگا۔ جیسے ''انما یتذکر اولو الالباب'' میں ''یتذکر'' صفت ہے جو مقدم ہے اور ''اُوْلُوْا الْاَلْبَاب'' موصوف ہے جو مؤخر ہے، تو قصر صفت علی الموصوف ہوا۔

۲۲۸...... وہ مقدم جس کا حق مؤخر ہے، وہ مقصور علیہ ہوگا۔ جیسے ''اِنَّا عَلَى اللّٰهِ مُعْتَمِدُوْن'' میں ''علی اللہ'' (مقدم ہے، مگر اس کا حق مؤخر ہے) مقصور علیہ ہے۔ اور ''معتمدون'' مقصور ہے۔

۲۲۹...... جیسے ''اَنْتَ الْاَمِيْرُ'' (الامیر خبر ہے، اس پر الف لام ہے) میں ''الامیر'' مقصور ہے اور ''انت'' مقصور علیہ ہے۔

۲۳۰...... جیسے ''مُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا'' میں ''نبینا'' مقصور علیہ ہے اور ''محمد'' (ﷺ) مقصور ہے۔

۲۳۱...... جیسے ''کلیم اللہ ھو موسیٰ'' میں ''موسیٰ'' مقصور ہے اور ''کلیم اللہ'' مقصور علیہ ہے۔

۲۳۲...... ''انما'' ایک ہی وقت میں مقصور علیہ کے لئے حکم کو ثابت بھی کرتا ہے اور دوسرے سے اس حکم کی نفی بھی کرتا ہے۔ جیسے ''انما یتذکّرُ اولو الالباب'' اس مثال میں ''انما'' نے مقصور علیہ ''اولو الالباب'' کے لئے حکم کو ثابت کیا ہے اور ''غیر اولو الالباب'' کے لئے اس کی نفی بھی کر دی ہے۔

اس کے سوا سے اس کی نفی۔ اور یہ دونوں حکم ''انما'' سے آن واحد میں معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی سے ''انما'' عطف سے ممتاز ہو جاتا ہے۔۲۳۳ اور نفی اور استثناء اس کو چاہتے نہیں ہیں،

وَثَالِثًا: یُسْتَحْسَنُ اِسْتِعْمَالُ ''اِنَّمَا'' فِیْ مَوَاطِنِ التَّعْرِیْضِ، نَحْوُ ''اِنَّمَا اللَّبِیْبُ مِنَ الْاِشَارَۃِ یُفْھَمُ، تَعْرِیْضًا بِغَیْرِہٖ اَنَّہٗ لَایَفْھَمُ، وَلَیْسَ ذَالِکَ فِیْ سِوَاھَا،

(۳)...... ''انما'' کا استعمال تعریض کی جگہوں پر بہتر سمجھا جاتا ہے۔ جیسے 'عقلمند ہی اشارہ سے سمجھتا ہے۔۲۳۴ اس میں تعریض اور اشارہ ہے' دوسرے کی طرف کہ وہ سمجھتا نہیں' ''انما'' کے سوا میں یہ بات نہیں۔

رَابِعًا : یُؤَخَّرُ الْمَقْصُوْرُ عَلَیْہِ دَائِمًا مَعَ اِنَّمَا، وَلَایَجُوْزُ تَقْدِیْمُہٗ،

(۴)...... انما کے ساتھ مقصور علیہ ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ اس کا مقدم کرنا جائز نہیں۔۲۳۵

خَامِسًا: تُفِیْدُ ''اِنَّمَا'' عَدَمَ الْاِصْرَارِ اَیِ الْاِنْکَارِ الشَّدِیْدِ ، فَھِیَ دُوْنَ النَّفْیِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ فِیْ تَوْکِیْدِ الْحُکْمِ ،

۲۳۳...... یعنی ''انما'' ایک ہی وقت میں دو کام کرتا ہے، اسی وجہ سے عطف سے ممتاز ہے، کیونکہ عطف میں پہلے اثبات ہوتا ہے، پھر نفی، جیسے ''مُحَمَّدٌ قَائِمٌ لَا قَاعِدٌ'' یا عطف میں پہلے نفی ہوتی ہے، پھر اثبات، جیسے ''مَامحمد قائم بل قاعد'' ایسے ہی نفی واستثناء بھی ہوتا ہے۔

۲۳۴...... اس میں تعریض ہے کہ غیر عقلمند سمجھتا ہی نہیں اشارہ سے، ایسے ہی ''انما یتذکر'' الخ' میں کفار پر تعریض ہے کہ یہ ذوی العقول ہی نہیں کہ ذوی العقول ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں تو اس سے یہ معنی سمجھ میں آ گئے کہ نصیحت حاصل نہ کرنے والے ذوی العقول ہی نہیں۔

۲۳۵...... ''انما'' کے مقصور علیہ کی تقدیم جائز نہیں التباس کے لازم ہونے کی وجہ سے، مثلاً: ''انما ضرب زید عمروًا'' کے معنی یہ ہے کہ (زید نے عمرو ہی کو مارا) اس میں مقصور علیہ عمرو ہے۔ اگر اسے مقدم کر دیا جائے اور یوں کہا جائے ''اِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرًوا زیدٌ'' تو معنی بدل جائیں گے، اب مقصور علیہ ''زید'' ہو گیا اور ترجمہ یہ ہوا کہ: عمرو کو زید ہی نے مارا۔

(۵)......''انما'' اصرار یعنی انکار شدید کے نہ ہونے کا پتہ دیتا ہے، اس طرح یہ حکم کی تاکید میں نفی اور استثناء سے کم ہے۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): مَا الْقَصْرُ، وَكَمْ قِسْمًا هُوَ؟(۲): اُفْرُقْ بَيْنَ الْقَصْرِ الْحَقِيْقِيِّ وَالْاِضَافِيِّ، (۳): مَا الْفَرْقُ بَيْنَ قَصْرِ الْمَوْصُوْفِ عَلَى الصِّفَةِ وَقَصْرِ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوْفِ؟ (۴): كَمْ قِسْمًا اَلْقَصْرُ الْاِضَافِيُّ بِاِعْتِبَارِ الْمُخَاطَبِ ؟(۵): اُذْكُرِ الْفَرْقَ بَيْنَ قَصْرِ الْاِفْرَادِ وَالْقَلْبِ وَالتَّعْيِيْنِ، (۶): مَاالْمُرَادُ بِالصِّفَةِ فِى الْقَصْرِ، (۷): مَاهِىَ طُرُقُ الْقَصْرِ، (۸): اُفْرُقْ بَيْنَ اِنَّمَا' وَالنَّفْىَ' وَالْاِسْتِثْنَاءَ' فِى الْقَصْرِ ،

(۱)......قصر کیا ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۲)......قصر حقیقی اور قصر اضافی کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۳)......قصر موصوف علی الصفت اور قصر صفت علی الموصوف کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۴)......مخاطب کے اعتبار سے قصر اضافی کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۵)......قصر افراد' قصر قلب' اور قصر تعیین کے درمیان فرق بیان کرو؟

(۶)......قصر میں صفت سے کیا مراد ہے؟

(۷)......قصر کے طرق کیا ہیں؟

(۸)......انما' نفی اور استثناء کے قصر کے مابین کیا فرق ہے؟

تَمْرِيْنٌ

بَيِّنْ نَوْعَ الْقَصْرِ وَطَرِيْقَهٗ وَرُكْنَيْهِ فِيْمَا يَلِىْ:

(۱): بِالْاَرْضِ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ، (۲): اِنَّمَا هُوَ كَبَرْقِ الْخُلَّبِ، (۳): لَايُدْعٰى لِلْجُلّٰى

اِلّا اَخُوْهَا،(۴):لِلْاَرْضِ مِنْ كَأسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ،(۵):مَا الدَّهْرُ اِلّاهٰكَذَا، فَاصْبِرْ لَهُ،(۶):بِالسَّاعِدِ تَبْطِشُ الْكَفُّ،(۷):اِنَّهُ لَيْسَ خَفِيٌّ اِلّا سَيُظْهِرُ،وَلَا مَكْتُوْمٌ اِلّا سَيُعْلِنُ، (۸):لِلرَّبِّ الٰهِكَ تَسْجُدُ وَاِيَّاهُ وَحْدَهُ تَعْبُدُ،(۹):لَايَحْتَاجُ الْاَصِحَّاءُ اِلَى الطَّبِيْبِ لٰكِنْ ذَوُوْ الْاَسْقَامِ،(۱۰):اِنِّى اُرِيْدُ رَحْمَةً لَاذَبِيْحَةً،(۱۱):لَا يُبْقٰى لِلْاِنْسَانِ فِى الْآخِرَةِ اِلّا عَمَلُهُ،(۱۲):لِلْفَرَسِ اَلسَّوْطُ، وَلِلْحِمَارِ اَللِّجَامُ، وَلِظُهُوْرِ الْجُهَّالِ اَلْعَصَا،(۱۳):اِنَّمَا حَيَاتُنَا ظِلٌّ يَمْضِىْ،(۱۴):لَيْسَ بِالْخُبْزِ وَحْدَهُ يَحْيَ الْاِنْسَانُ، بَلْ بِكُلِّ كَلِمَةٍ تَخْرُجُ مِنْ فَمِ اللّٰهِ، (۱۵):بِكَ يَا رِبِّ اِعْتَصَمْتُ، فَلَا اَخزَ اِلَى الْاَبَدِ،

لَيْسَ الْيَتِيْمُ الَّذِىْ قَدْ مَاتَ وَالِدُهُ (۱۶) بَلِ الْيَتِيْمُ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ

وَلِلْفَتٰى مِنْ مَالِهٖ مَا قَدَّمَتْ (۱۷) يَدَاهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ لَا مَاافْتَنٰى

لَيْسَ عَارٌ بِاَنْ يُقَالَ فَقِيْرٌ (۱۸) اِنَّمَا الْعَارُاَنْ يُقَالَ بَخِيْلٌ

وَفَضِيْلَةُ الدِّيْنَارِ يَظْهَرُ سِرُّهَا (۱۹) مِنْ حَكِّهٖ لَا مِنْ مَلَاحَةِ نَقْشِهٖ

شِعْراً نَظَمْتُ فَلَسْتَ اَنْتَ بِجَاهِلٍ (۲۰) بَلْ عَالِمٌ بِتَضَلُّعِىْ وَتَفَنُّنِىْ

آنے والے جملوں میں قصر کی قسم اور طریق اور دونوں رکنوں کو بیان کرو

	الجملة	نوعه باعتبار المقصور	طريق القصر	المقصور	المقصور عليه
۱	زمین ہی پر تیری ماں نے تجھے جنا۔ ۲۳۶	قصر صفت علی الموصوف	تقديم	ولدتک	بالارض

۲۳۶......بِالْاَرْضِ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ : آدمی خاک کا پتلا ہے،غرور وتکبر سے روکنے اور اعتدال اختیار کرنے کی ترغیب کے لئے کہتے ہیں۔(المنجد ص۱۱۵۸)

۲ اس کے سوانہیں ہے کہ وہ دھوکہ دینے والی بجلی کی طرح ہے۔۲۳۷	قصرموصوف علی صفت	انما اضافی	هو	كبرق الخلب
۳ نہیں بلایا جاتا ہے کسی بڑے معاملہ کے لئے مگراس کے اہل کو۔۲۳۸	قصرصفت علی موصوف	النفی والاستثناء	یدعی	اخوها
۴ زمین کے لئے شریف لوگوں ہی کے جام سے حصہ ہے۔۲۳۹	قصرموصوف علی صفت	تقدیم	نصیب	من كأس الكرام
۵ زمانہ نہیں ہے، مگر اسی طرح پس اس کے لئے صبر کر۔	قصرموصوف علی صفت	النفی والاستثناء	الدهر	هكذا
٦ کلائی ہی سے ہتھیلی مضبوط پکڑتی ہے۔ ۲۴۰	قصرصفت علی موصوف	تقدیم	تبطش	بالساعد

هو كبرق الخلب: (وہ تو دھوکہ دینے والی بجلی کی طرح ہے) یعنی بجلی چمکتی ہے، مگر بارش نہیں ہوتی "جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں"۔ (المنجد ص۱۱۶۲)

۲۳۸......لا یدعی: بڑے معاملہ کے لئے اس کا ماہر ہی بلایا جاتا ہے۔ (المنجد: ص۱۱۸۴)

۲۳۹......للا رض: (سخی لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے) سخی کے مال میں سب کا ساجھا ہے۔ (المنجد ص۱۱۸۵)

۲۴۰......بالساعد تبطش الكف: (کلائی کے ذریعہ ہی ہاتھ مضبوط پکڑتا ہے) یعنی کامیابی کے لئے قوت وقدرت ضروری ہے' جو میرے پاس نہیں، اور مددگاروں کی کمی کے موقع پر بھی مثال دی جاتی ہے۔ اسی طرح کا ایک شعر ہے ؎

اُولٰئِکَ اَخْوَانِیُ الَّذِیْنَ رَاَیْتَهُمْ وَمَا الْکَفّ اِصْبَعٌ ثُمَّ اِصْبَعٌ

یہ میرے بھائی ہیں' جن کو تو نے دیکھ لیا، اور ہاتھ' انگلی درانگلی کے علاوہ نہیں (ایک ایک انگلی سے ہی پورا ہاتھ بنتا ہے۔ (المنجد۱۱۹۴)

۷	کوئی چیز پوشیدہ نہیں، مگر عنقریب وہ ظاہر ہوگی۔اور نہ کچھ چھپا ہوا ہے مگر عنقریب اس کا اعلان ہوگا۔	قصر موصوف علی صفت	النفی والاستثناء	خفی	سیظھر
۸	اپنے معبود رب ہی کے لئے تو سجدہ کرتا ہے، اور اسی ایک کی تو عبادت کرتا ہے،	قصر صفت علی موصوف	تقدیم	تسجد وتعبد	للرب وایاہ وحدہ
۹	تندرست لوگ طبیب کے محتاج نہیں ہے، لیکن مریض لوگ۔	قصر صفت علی موصوف	لکن	یحتاج	ذو الاسقام
۱۰	میں مہربانی ہی کرنا چاہتا ہوں، نہ کہ ذبح کرنا (یعنی عذاب دینا)	قصر صفت علی موصوف		ارید	رحمة
۱۱	انسان کے لئے آخرت میں نہیں باقی رہے گا، مگر اس کا عمل۔	قصر صفت علی موصوف	النفی والاستثناء	یبقی	عمله
۱۲	گھوڑے کے لئے کوڑا، اور گدھے کے لئے لگام اور جاہلوں کے لئے عصا ہے،	قصر موصوف علی صفت	تقدیم	السوط	للفرس للحمار
۱۳	بیشک ہماری زندگی صرف ایک گذرتا ہوا سایہ ہے۔	قصر موصوف علی صفت	انما	حیاتنا	ظل یمضی
۱۴	صرف روٹی پر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، بلکہ ہر ایسے کلمہ سے جو اللہ کا حکم ہے۔	قصر صفت علی موصوف	بل	یحی الانسان	بکل کلمة
۱۵	اے میرے رب، آپ ہی سے میں نے پناہ چاہی، پس میں کبھی رسوا نہیں ہوں گا	قصر صفت علی موصوف	تقدیم	اعتصمت	بک

(۱۶)......یتیم وہ نہیں جس کے والد کا انتقال ہو چکا ہو، بلکہ یتیم وہ ہے جو علم وادب سے یتیم ہے۔

(۱۷)......آدمی کو اس کا صرف وہی مال فائدہ دیتا ہے جو آگے بھیج دے! اپنی موت سے پہلے نہ کہ وہ جو اس نے جمع کیا۔

(۱۸)......اس بات میں شرم نہیں کہ فقیر کہا جائے، شرم تو اس بات میں ہے کہ بخیل کہا جائے۔

(۱۹)......اور دینار کی فضیلت کا راز ظاہر ہوتا ہے، اس کے رگڑنے سے نہ کہ اس کے نقش و نگار سے۔

(۲۰)......شعر ہی میں نے کہا ہے، پس تو، تو اس سے جاہل نہیں ہے۔ بلکہ جاننے والا ہے میری قابلیت اور مہارت کو۔

	نوعه باعتبار المقصور	طريق القصر	المقصور	القصور عليه
۱۶	قصر صفت علی موصوف	عطف ببل		
۱۷	,,		ماله ما قدمت	للفتى
۱۸	قصر موصوف علی صفت	انما	عار	اى يقال بخيل
۱۹	قصر صفت علی موصوف		يظهر	من حكمه
۲۰	قصر صفت علی موصوف	ببل	انت	عالم الخ

اَلْبَابُ السَّابِعُ: فِی الْوَصْلِ وَالْفَصْلِ

ساتواں باب: وصل اور فصل کے بیان میں

اَلْوَصْلُ عَطْفُ جُمْلَةٍ عَلٰی اُخْرٰی، وَالْفَصْلُ تَرْکُ الْعَطْفِ بَیْنَهُمَا،وَالْکَلَامُ هُنَا عَلَی الْعَطْفِ بِالْوَاوِ،لِاَنَّ الْعَطْفَ بِغَیْرِهَا لَایَقَعُ فِیْهِ اِشْتِبَاهٌ،

وصل ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف (کا نام) ہے۔اور فصل دو جملوں کے درمیان ترک عطف (کا نام) ہے۔اور بحث یہاں عطف بالواو سے ہے،۲۴۱ اس لئے کہ بغیر واو کے عطف میں اشتباہ واقع نہیں ہوتا۔

فَصْلٌ فِی الْوَصْلِ

فصل: وصل کے بیان میں

یَجِبُ الْوَصْلُ فِیْ مَوْضِعَیْنِ:اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ، وَتَرْکُ الْعَطْفِ یُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ،نَحْوُ''لَاوَاَیَّدَکَ اللّٰهُ''

وصل دو جگہوں میں ضروری ہے: پہلی یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو،اور عطف کا ترک مقصود کے خلاف وہم پیدا کرتا ہے۔جیسے'ایسا نہیں' اور اللہ تمہاری مدد کرے۔۲۴۲

۲۴۱......العطف بالواؤ: یوں تو عطف کے لئے دس کلمات کا استعمال ہوتا ہے، جو اس شعر میں آگئے ہیں:

واؤ' وفا' وثم' حتی' لا' وبل　　　　او' واما' ام ولکن بے خلل

مگر علم معانی میں صرف عطف بالواؤ کا ذکر ہوتا ہے،اس لئے کہ واؤ میں معانی مختلفہ کی بنا پر اشتباہ ہوتا ہے، برخلاف دوسرے حروف عطف کے۔

۲۴۲......لا وایدک الله: مخاطب کے لئے دعا کرتے وقت اہل عرب کا محاورہ ہے''لا وایدک الله'' اس مثال میں''لا''، مضمون سابق کی نفی کے لئے ہے، پس''لا'' یہ جملہ خبریہ ہے۔اور''ایدک الله'' بوجہ

وَالثَّانِیْ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ تَوَسُّطٌ بَیْنَ الْکَمَالَیْنِ، وَذٰلِکَ بِاَنْ تَتَّفِقَا خَبَرًا وَاِنْشَاءً، وَیَکُوْنُ بَیْنَهُمَا جِهَةٌ جَامِعَةٌ، اَیْ مُنَاسَبَةٌ تَامَّةٌ کَالْاِتِّحَادِ اَوِ التَّمَاثُلِ اَوِالتَّقَابُلِ وَلَمْ یَکُنْ مَانِعٌ مِنَ الْعَطْفِ کَقَوْلِهٖ:

اَلْعِلْمُ یَنْهَضُ بِالْخَسِیْسِ اِلَی الْعُلٰی وَالْجَهْلُ یَقْعُدُ بِالْفَتَی الْمَنْسُوْبِ

اور دوسری یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو، اور یہ اس طور پر ہوگا کہ دونوں جملے خبر اور انشاء ہونے میں متفق ہوجائیں، اور دونوں کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو، جیسے اتحاد ۲۴۳؎ یا تماثل ۲۴۴؎ یا تقابل ۲۴۵؎ (میں مناسبت ہے) اور کوئی چیز عطف سے مانع نہ ہو، جیسے، اس شعر میں ۔

علم پست (کمینہ) کو بلندی کی طرف اٹھاتا ہے، اور جہالت بڑے خاندانوں کی طرف منسوب نوجوانوں کو بٹھادیتی ہے۔ ۲۴۶؎

دعا ہونے کے جملہ انشائیہ ہے، لہٰذا ان دونوں میں کمال انقطاع ہے، جو کہ فصل کا سبب ہے اس لئے ترک عطف کا موجب ہے، مگر عطف اس لئے کیا گیا کہ ترک عطف کی صورت میں سامع بجائے دعا کے بددعا سمجھے گا، اور مقصود دعا ہے، یہ مطلب ہے ''ترک العطف یوھم المقصود ''(بجائے دعا کے بددعاء کا وہم ہوتا ہے)

۲۴۳؎......الاتحاد: دونوں الفاظ کا مسندالیہ ایک ہو تو اس کو اتحاد کہتے ہیں۔ جیسے ''زید یعطی و یمنع'' اس میں ''یعطی'' اور ''یمنع'' کا فاعل ایک ہی زید ہے، اس لئے اس میں اتحاد ہے۔

۲۴۴؎......تماثل: دو چیزیں الگ الگ ہوں، لیکن دونوں کسی ایک صفت میں شریک ہوں، جیسے ''حضر سعیدٌ و ذھب اخوہ ''اس میں ''حضر'' اور ''ذھب'' مسند ہونے کے اعتبار سے ایک صفت میں شریک ہیں، اس لئے ان میں تماثل ہے۔

۲۴۵؎......تقابل: دو چیزوں میں ضد ہو۔ جیسے ''زید یعطی و یمنع ''تو ''یعطی' اور ''یمنع' میں ضد ہے، اس لئے اس میں تقابل ہے۔

۲۴۶؎......العلم: اس شعر میں ''العلم'' اور ''الجہل'' دونوں جملے خبریہ ہیں، اور دونوں (علم وجہل) میں

فَصْلٌ فِی الْفَصْلِ

فصل: فصل کے بیان میں

یَجِبُ الْفَصْلُ فِیْ خَمْسَةِ مَوَاضِعَ:

فصل پانچ جگہوں میں ضروری ہے:

اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِتِّصَالِ، اَیْ اِتِّحَادٌ تَامٌّ بِاَنْ تَکُوْنَ الثَّانِیَةُ بَیَانًا لِلْاُوْلٰی، اَوْ تَوْکِیْدًا لَّهَا، اَوْ بَدَلًا مِّنْهَا، نَحْوُ" فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطَانُ" قَالَ: ﴿ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ﴾ وَاَزْهَرَ الْبُسْتَانُ اَزْهَرَتْ اَشْجَارُهٗ ، وَیُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْآیَاتِ ،

پہلی یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہو، یعنی اتحاد تام ہو، اس طرح کہ دوسرا پہلے کا بیان ہو، ۲۴۷ یا اس کی تاکید ہو، یا اس سے بدل ہو۔ جیسے: شیطان نے آدم (علیہ

تقابل ہے، اس لئے توسط بین الکمالین ہوا۔ (یعنی دونوں جملوں کے درمیان نہ پورا اتصال ہے نہ پورا انقطاع) اور واؤ سے وصل کیا۔

۲۴۷...... بیانًا للاولی: کمال اتصال بین الجملتین کی تین صورتیں ہیں:

(۱)...... جملہ ثانیہ پہلے کا بیان ہو، یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے جملے میں خفاء ہو، اور جملہ ثانیہ سے اس خفاء کو دور کرنا مقصود ہو، جیسے اس آیت میں جملہ اولیٰ " فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطَانُ " میں خفاء ہے، کیونکہ اس وسوسہ کو بیان نہیں کیا گیا، اس لئے اس جملہ ثانیہ کو لایا گیا ﴿قَالَ یَاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ﴾۔ اس نے جملہ اولیٰ کے وسوسہ کو بیان کیا اور وضاحت کر دی، اس لئے دونوں کے درمیان واؤ لاکر وصل نہیں کیا گیا۔

(۲)...... جملہ ثانیہ پہلے کی تاکید ہو تب بھی فصل ہوگا۔ جیسے " ازهر البستان ازهرت اشجاره " اس میں دوسرا جملہ " ازهرت اشجاره " پہلے جملہ " ازهر البستان " کی تاکید ہے، اس لئے فصل کیا گیا ہے۔

(۳)...... جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ سے بدل ہو تب بھی فصل ہوگا۔ جیسے " یدبر الامر یفصل الایات " اس میں " یفصل الایات " " یدبر الامر " کا بدل ہے، اس لئے اس میں فصل ہوا۔

السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا' اور کہا: کہ کیا میں تجھ کو ہمیشگی کے درخت کی رہنمائی نہ کروں۔ باغ میں پھول آئے تو اس کے درختوں میں پھول آئے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔

وَالثَّانِیُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ، اَیْ تبایُنٌ تَامٌّ بِاَنْ یَخْتَلِفَا خَبَرًا وَ اِنْشَاءً کَقَوْلِہٖ :

لَا تَنْہَ عَنْ خُلُقٍ' وَتَاْتِیَ مِثْلَہُ   عَارٌ عَلَیْکَ' اِذَا فَعَلْتَ' عَظِیْمُ

اَوْ بِاَنْ لَا یَکُوْنَ بَیْنَھُمَا مُنَاسَبَۃٌ فِی الْمَعْنٰی، نَحْوُ "اَلْمَلِکُ عَادِلٌ' اَلْاَدَبُ مَطْلُوْبٌ"

اور دوسری یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو، یعنی تباین تام ہو، اس طریقے پر کہ دونوں جملے خبر اور انشاء ہونے میں مختلف ہوں۔ جیسے' اس شعر میں:

ایسی عادت سے مت روک کہ جس کو تو خود کرے، اگر تو ایسا کرے' تو تجھ پر بڑی شرم ہے۔ ۲۴۸؎

یا اس طور پر کہ دونوں جملوں کے درمیان معنی میں کوئی مناسبت نہ ہو، جیسے' بادشاہ عادل ہے، ادب مطلوب ہے۔ ۲۴۹؎

اَلثَّالِثُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ شِبْہُ کَمَالِ الْاِ تِّصَالِ، وَھُوَ کَوْنُ الْجُمْلَۃِ الثَّانِیَۃِ جَوَابًا عَنْ سُوَالٍ نَشَأَمِنَ الْجُمْلَۃِ الْاُوْلٰی، کَقَوْلِہٖ :

۲۴۸؎...... یہ ابوالاسود دؤلی کا شعر ہے۔ (حاشیہ ابن عقیل ص ۱۵ ج ۴)

اس شعر میں پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا جملہ خبریہ ہے، لہٰذا کمال انقطاع ہوا، اور یہی وجہ فصل ہونے کی ہے۔

۲۴۹؎......اس مثال میں دونوں جملے خبریہ ہیں، مگر دونوں میں معنوی حیثیت سے کوئی مناسبت نہیں ہے، اس لئے فصل ہوا۔

جَزَی اللّٰهُ الشَّدَائِدَ کُلَّ خَیرٍ عَرَفتُ بِهَا عَدُوِّیُ وَصَدِیْقِیُ

اور تیسری یہ کہ دونوں جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ہو، اور وہ اس طرح پر کہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہوگا۔ جیسے اس شعر میں:

اللہ تعالیٰ مصائب کو جزائے خیر دے کہ انہی کے ذریعہ میں نے دوست اور دشمن کو پہچانا۔ ۲۵۰

اَلرَّابِعُ شِبْهُ کَمَالِ الْاِنْقِطَاعِ، وَهُوَ اَنْ تَسْبَقَ جُمْلَةٌ بِجُمْلَتَیْنِ یَصِحُّ عَطْفُهَا عَلٰی وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا، وَلَا یَصِحُّ عَطْفُهَا عَلَی الثَّانِیَةِ لِوُجُوْدِ فَسَادٍ فِی الْمَعْنٰی، فَیُتْرَکُ الْعَطْفُ دَفْعًا لِلْوَهْمِ کَقَوْلِهٖ:

یَقُوْلُوْنَ اِنِّی اَحْمِلُ الضَّیْمَ عِنْدَهُمْ اَعُوْذُ بِرَبِّی اَنْ یُضَامُ نَظِیْرِیُ

چوتھی شبہ کمال انقطاع ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ دو جملوں کے بعد آئے، اور اس جملہ کا عطف ان میں سے کسی ایک پر صحیح ہو اور اس کا عطف دوسرے پر صحیح نہ ہو معنی کے فساد کی وجہ سے۔ پس عطف کو ترک کر دیا جائے گا وہم کو دفع کرنے کے لئے۔ جیسے اس شعر میں

وہ کہتے ہیں، میں صبر کرتا ہوں ظلم پر ان کے پاس، میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی اس بات سے کہ مجھ جیسے پر ظلم کیا جائے۔ ۲۵۱

۲۵۰...... اس شعر میں پہلے جملے سے یہ سوال پیدا ہوا کہ مصائب کو جزائے خیر کیوں دے؟ تو دوسرے جملہ میں اس کا جواب دیا کہ میں نے ان مصائب کی وجہ سے دوست اور دشمن کو پہچانا، اگر مصائب نہ ہوتیں تو دوست اور دشمن کی معرفت نہ ہوتی۔

۲۵۱...... اس شعر میں ''اعوذ بربی'' الخ' یہ ''یقولون'' اور ''انی احمل'' کے بعد آیا ہے، اور ''اعوذ'' کا عطف ''یقولون'' پر صحیح ہے (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ان کے قول سے) اور عطف ''انی احمل'' پر صحیح نہیں، چونکہ ''انی احمل'' بھی یقولون کے تحت ہو کر عوام ہی کا قول ہے، لہٰذا اگر وصل کرتے اور ''اعوذ'' سے پہلے واؤ لاتے تو معنی اور مقصد میں فساد آ جاتا، اس لئے فصل لائے۔

وَالْخَامِسُ اَلتَّوَسُّطُ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ، وَهُوَ اَنْ لَايُقْصَدُ تَشْرِيْكُ الْجُمْلَتَيْنِ فِى الْحُكْمِ لِوُجُوْدِ مَانِعٍ مِنَ الْعَطْفِ، نَحْوُ "اِنَّمَا زَيْدٌ شَاعِرٌ' اَخُوْهُ نَاثِرٌ"

فَالْمَانِعُ وُجُوْدُ الْقَصْرِ فِى الْاُوْلٰى، وَلَيْسَ مُرَادًا فِى الثَّانِيَةِ،

اور پانچواں توسط بین الکمالین ہے،اوروہ یہ ہے کہ حکم میں دونوں جملوں کی شرکت کا قصد نہ کیا جائے ،عطف سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے۔ جیسے' زید شاعر ہی ہے۔اس کا بھائی ناثر ہے۔۲۵۲

مانع یہ ہے کہ پہلے جملہ میں قصر مراد ہے، دوسرے میں نہیں۔(اگر عطف کردیا جائے تو دونوں میں قصر ہوجائے گا جوخلاف مراد ہے)

اَسْئِلَةٌ

(۱):مَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلِ وَالْوَصْلِ؟(۲):هَلْ يَصِحُّ الْوَصْلُ بِغَيْرِ الْوَاوِ؟(۳):مَتٰى يَجِبُ الْوَصْلُ؟(۴):مَاالْمُرَادُ بِالْجَامِعِ اَوِ الْجِهَةِ الْجَامِعَةِ ؟(۵):اَيْنَ يَتَعَيَّنُ الْفَصْلُ؟(۶):اُفْرُقْ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ؟(۷):مَاالْفَرْقُ بَيْنَ شِبْهَى الْكَمَالَيْنِ؟(۸):اُفْرُقْ بَيْنَ التَّوَسُّطِ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ وَصْلًا وَ فَصْلًا؟(۹):مَاهُوَ الْمَانِعُ ؟

(۱)......وصل اور فصل کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۲)......کیا بغیر واو کے وصل صحیح ہے؟

(۳)......وصل کب واجب ہے؟

(۴)......جامع یا جہت جامعہ سے کیا مراد ہے؟

(۵)......فصل کب متعین ہوگا؟

۲۵۲......''اخوہ ناثر'' سے پہلے واؤ لاتے تو دونوں میں قصر ہوجاتا کہ زید شاعر ہی ہے،اوراس کا بھائی ناثر ہی ہے،حالانکہ ''اخوہ'' ناثر میں قصر مقصود نہیں،اس لئے فصل لائے۔

(۶)......دونوں کمالوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۷)......دونوں شبہ کمالین کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۸)......وصل اور فصل میں توسط بین الکمالین کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۹)......مانع کیا ہے؟

تَمْرِیْنٌ

تَكَلَّمْ عَلٰى مَايَأتِىْ مِنَ الْفَصْلِ وَالْوَصْلِ وَبَيِّنِ السَّبَبَ

(۱):لَا تَدِيْنُوْا لِئَلَّا تُدَانُوْا،(۲):اَحِبُّوْا اَعْدَاءَ كُمْ' وَاَحْسِنُوْا اِلٰى مَنْ يُبْغِضُكُمْ،(۳):لَا تَهْتَمُّوْابِشَأْنِ الْغَدِ فَالْغَدُ يَهْتَمُّ بِشَأْنِهٖ،(۴):مَا اَضْيَقُ الْبَابِ وَاَحْرَجُ الطَّرِيْقِ الْمُؤَدِّىْ اِلَى الْحَيَاةِ،(۵):اَكْرِمْ اَبَاكَ وَاُمَّكَ' اَحْبِبْ قَرِيْبَكَ كَنَفْسِكَ،(۶):اَلسَّمَاوَاتُ تَنْطِقُ بِمَجْدِ اللّٰهِ' وَالْجِلْدُ يُخْبِرُ بِعَمَلِ يَدَيْهِ،(۷):ذَابَتْ نَفْسِىْ شَوْقًا اِلٰى خَلَاصِكَ' اِنَّمَا رَجَوْتُ كَلِمَتَكَ،(۸):لَا تَحْلِفُوْا اَلْبَتَّةَ لَابِالسَّمَاءِ فَاِنَّهَا عَرْشُ اللّٰهِ' وَلَا بِالْاَرْضِ فَاِنَّهَا مَوْطِئُ قَدَمَيْهِ،

لَا تَطْمَحَنَّ اِلَى الْمَرَاتِبِ قَبْلَ اَنْ	(۹)	تَتَكَامَلَ الْاَدْوَاتُ وَالْاَسْبَابُ
اِنَّ الثِّمَارَ تَمُرُّ قَبْلَ بُلُوْغِهَا	"	طَعْمًا وَهُنَّ اِذَا بَلَغْنَ عُذَابُ
اَلدَّهْرُ'لَوْلَاكَ'مَارَقَّتْ سَجَايَاهُ	(۱۰)	وَالْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْكَ مَعْنَاهُ
كَانَ الْعُلٰى وَالنُّهٰى سِرًّا تَضَمَّنَهُ	"	صَدْرُ الزَّمَانِ فَلَمَّالُحْتَ اَفْشَاهُ
لَمْ يُبْقِ جُوْدُكَ مِنْ شَئٍ اُؤَمِّلُهُ	(۱۱)	تَرَكْتَنِىْ اُصْحِبُ الدُّنْيَا بِلَااَمَلِ
وَدَعْ مِنَ الْاَمْرِ اَدْنَاهُ لِاَبْعَدِهٖ	"	فِىْ لُجَّةِ الْبَحْرِ مَا يُغْنِىْ عَنِ الْوَشَلِ

آنے والے (جملوں میں) فصل اور وصل کے متعلق کلام کرو؟ اور سبب بیان کرو

(۱)......بدلہ مت لوتا کہ تم سے بدلہ نہ لیا جائے۔(فصل ، لان الثانیه جزاء للاولیٰ)

(۲)...... اپنے دشمنوں سے محبت کرو، اور جو تمہارے ساتھ بغض کرے اس کے ساتھ احسان کرو۔(وصل،توسط بین الکمالین کی وجہ سے دونوں انشاء ہیں)

(۳)......کل کے کام کا اہتمام مت کرو، اس لئے کہ کل خود اپنے کام کا اہتمام کرے گا۔

(فیه العطف بحرف الفاء، وهو ليس بمقصود عند البلغاء)

(۴)...... کیا ہی تنگ ہے دروازہ، اور کیا ہی تنگ ہے وہ راستہ جو زندگی کی طرف پہنچانے والا ہے۔(وصل،توسط بین الکمالین۔دونوں فعل تعجب ہیں)

(۵)......والدین کا اکرام کر۔اور اپنے رشتہ دار سے ایسی محبت کر جیسے اپنے نفس سے۔

(فصل ہے، دوسرا جملہ تاکید ہے اول کے لئے۔''اکرم اباک واکرم امک''اس صورت میں وصل بھی ہوسکتا ہے،توسط بین الکمالین)

(٦)......آسمان اللہ کی بزرگی بولتا ہے، اور جسم اپنے عمل کی خبر دیتا ہے۔

(وصل، فیہ توسط بین الکمالین، جملہ خبریہ ہونے میں متفق)

(۷)...... تیری ملاقات کے شوق میں میرا نفس پگھل گیا،صرف میں نے امید کی تیرے کلام کی۔(فصل ہے،کمال اتصال۔دوسرا بیان ہے پہلے کے لئے)

(۸)...... بالکل قسم مت کھاؤ، نہ آسمان کی، اس لئے کہ وہ اللہ کا عرش ہے، اور نہ زمین کی اس لئے کہ وہ قدموں کو روندنے کی جگہ ہے۔(فصل،توسط بین الکمالین)

(۹)......مت امید رکھ بڑے مرتبوں کی اس سے پہلے کہ اسباب وادوات کامل ہو جائیں۔

(اس لئے کہ)

بیشک پھل اپنے پکنے سے پہلے کڑوے ہوتے ہیں مزے کے اعتبار سے اور جب پک جاتے ہیں تو میٹھے ہوتے ہیں۔(فصل، الثمار ' لا یضمحن سے بیان ہے)

(۱۰)......اگر تو نہ ہوتا تو زمانہ کی عادتیں عمدہ نہ ہوتیں اور لفظ مجد کا معنی تو ہم نے آپ ہی سے جانا۔

بلندی اور عقلمندی ایک راز تھا' جس کو زمانہ کے سینہ نے چھپا رکھا تھا، پس جب تو ظاہر ہوا تو زمانہ نے اس کو ظاہر کر دیا۔

(فصل ''کان العلی'' بیان لقوله والمجد لفظ عرفنا منک معناه)

نوٹ: لُحتَ: واحد مذکر حاضر، فعل ماضی معروف: لَاحَ یَلُوْحُ لُوحاً، اجوف واوی۔

(۱۱)...... تیری سخاوت نے کوئی چیز باقی نہیں رکھی' جس کی میں امید رکھوں، تم نے مجھے ایسا کر دیا کہ دنیا میں بغیر کسی امید کے رہتا ہوں۔ ۲۵۳

(فصل ''ترکتنی'' الخ تاکید .لم یبق' الخ' لذالک ترک الفصل)

(۱۲)......تو ادنی کو اعلی کی وجہ سے چھوڑ دے (اس لئے کہ) سمندر کی موج تھوڑے پانی سے غنی کر دے گی۔ ۲۵۴ (فصل، فی لجة البحر'' یہ بیان ہے'' ودع'' سے)

۲۵۳......هذا قول ابن نباتة السعدی۔ (علوم ص ۱۷۷)

اور علوم میں پہلا مصرع اس طرح ہے ع

لَمْ یُبْقِ جُوْدُکَ لِیْ شَیْأً اُاَمِّلُه

۲۵۴......الوشل : الماء القلیل۔

اَلْبَابُ الثَّامِنُ

فِی الْاِیْجَازِ وَالْاِطْنَابِ وَالْمُسَاوَاۃِ

آٹھواں باب: ایجاز ۲۵۵ اطناب اور مساوات کے بیان میں

كُلُّ مَايَخْطُرُ بِالْفِكْرِ مِنَ الْمَعَانِیْ يُمْكِنُ اَنْ يُعَبَّرَ عَنْهُ بِثَلَاثِ طُرُقٍ: اَلْاِيْجَازُ، وَالْاِطْنَابُ، وَالْمُسَاوَاةُ،

جو معانی دل میں پیدا ہوتے ہیں، تین طریقوں سے ان کی تعبیر ممکن ہے: ایجاز، اطناب اور مساوات۔

فَصْلٌ فِی الْمُسَاوَاۃِ

یہ فصل مساوات کے بیان میں ہے

اَلْمُسَاوَا ةُ هِیَ تَأدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ مُسَاوِيَةٍ لَهُ، بِاَنْ تَكُوْنَ عَلٰى حَسْبِ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ، وَهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يَرْتَقُوْا اِلٰى دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ وَلَمْ يَنْحَطُّوْا اِلٰى دَرَكَةِ الْفَهَاهَةِ كَقَوْلِهٖ:

اِذَااَكْمَلَ الرَّحْمٰنُ لِلْمَرْءِ عَقْلَهُ فَقَدْ كَمُلَتْ اَخْلَاقُهُ وَمَاٰرِبُهُ

مساوات یہ معنیٰ کو ادا کرنے کا نام ہے، اس کے مساوی عبارت کے ذریعہ، اس طور پر

۲۵۵......الایجاز: مصنف نے عنوان میں ایجاز کو مقدم کیا اور بعد میں مساواۃ' سے شروع کیا تو اس کی کیا وجہ؟ جواب یہ ہے کہ درجات کلام میں جو درجہ پسندیدہ ہے' وہ ایجاز ہے، پھر اطناب، کیونکہ وہ ایجاز کا مقابل ہے۔ اب رہ گیا مساواۃ تو وہ اطناب کے بعد خود ہی متعین ہو گیا۔ اس لئے عنوان میں ایجاز کو مقدم کیا۔ اور بعد میں مساواۃ کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ اصل اور مقیس علیہ مساواۃ ہی ہے، کیونکہ مساواۃ' وہ متعارف کلام ہے، جو اس پر زیادہ ہو' وہ اطناب ہے، اور جو کم ہو وہ ایجاز ہے۔

(مصباح ص ۲۵۲)

کہ اوساط الناس کے عرف کے مطابق ہو، اور وہ وہ لوگ ہیں جو درجۂ بلاغت تک نہیں پہنچے اور نہ عاجزی کے درجہ تک پہنچے ہیں، جیسے اس شعر میں:

جب رحمٰن انسان کے لئے اس کی عقل کو کامل کر دے، پس تحقیق کہ کامل ہو جاتے ہیں اس کے اخلاق اور اس کی حاجات۔۲۵۶

فَصُلٌ فِی الْاِیُجَازِ

یہ فصل ایجاز کے بیان میں ہے

اَلْاِیُجَازُ هُوَ تَأْدِیَۃُ الْمَعْنٰی بِعِبَارَۃٍ نَاقِصَۃٍ عَنْ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ مَعَ وَفَائِهَا بِهٖ، نَحْوُ" اَلْمَرْءُ بِاَصْغَرَیْهِ"۲۵۷ فَاِذَا لَمْ تَفِ بِهٖ سُمِّیَ اِخْلَالًا، كَقَوْلِهٖ:

وَالْعَیْشُ خَیْرٌ فِیْ ظَلَالِ اَلْجَهْلِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا

ایجاز یہ معنی کو ادا کرنے کا نام ہے ناقص عبارت کے ساتھ اوساط الناس کے عرف سے جبکہ عبارت سے پورا معنی ادا ہو جائے۔ جیسے' آدمی کی زینت دو چھوٹی چیزوں (زبان اور عقل) کی وجہ سے ہے، لہٰذا جب عبارت معنی کو پورا' ادا نہ کرے تو اس کو اخلال کہتے ہیں، جیسے اس شعر میں:

آسودہ (خوش عیش) زندگی بے وقوفی کے سایہ میں اچھی ہے، اس سے جو کہ ذلت اور مشقت کی زندگی گذارے (عقل کے سایہ میں)۔۲۵۸

۲۵۶......جیسے اس شعر میں جتنا مقصد ادا کرنا تھا' اس کے برابر الفاظ مذکور ہیں۔

۲۵۷......المرء باصغریه: (آدمی اپنے قلب و زبان کی وجہ سے ہی آدمی ہے)''اصغرین'' دو چھوٹے اعضاء (زبان اور دل) سے ہی آدمی کی قدر و قیمت بنتی' بگڑتی ہے۔ (المنجد)

۲۵۸......والعیش: تقلیل عبارت سے متکلم کی غرض مکمل نہ ہو تو اسے اخلال کہتے ہیں۔ جیسے اس شعر میں اختصار مخل ہے، اس لئے کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ ''اِنَّ الْعَیْشَ الرَّغَدَ فِیْ ظِلَالِ الْحُمْقِ خَیْرٌ مِنَ الْعَیْشِ

وَالْاِیْجَازُ قِسْمَانِ

اور ایجاز کی دو قسمیں ہیں

اِیْجَازُ قَصْرٍ وَھُوَ تَأدِیَۃُ الْمَعَانِی الْکَثِیْرَۃِ بِعِبَارَۃٍ قَصِیْرَۃٍ بِدُوْنِ حَذْفٍ، وَھٰذَا مَرْکَزُعِنَایَۃِ الْبُلَغَاءِ ،نَحْوُ''وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیَاۃٌ''

ایجاز قصر ۲۵۹ یہ ہے کہ بغیر حذف کے قلیل عبارت کے ساتھ معانی کثیرہ ادا کئے جائیں، اور یہ بلغاء کی توجہ کا مرکز ہے۔ جیسے' تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے۔

وَاِیْجَازُ حَذْفٍ 'وَھُوَ اَنْ یُحْذَفَ مِنَ الْعِبَارَۃِ کَلِمَۃٌ اَوْ جُمْلَۃٌ اَوْ اَکْثَرُ مَعَ قَرِیْنَۃٍ تُعَیِّنُ الْمَحْذُوْفَ،

حَذْفُ کَلِمَۃٍ، نَحْوُ''وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ'' اَوْ ''یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا''

حَذْفُ جُمْلَۃٍ ،نَحْوُ'' قُلْتُ لَہُ اِجْتَھِدْ فَنَجَحَ،اَوِالْکِلَابَ عَلَی الْبَقَرِ'' اَکْثَرُ مِنْ جُمْلَۃٍ ، نَحْوُ﴿ فَقُلْنَا اذْھَبَا اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَدَمَّرْنَاھُمْ تَدْمِیْرًا﴾

اور ایجاز حذف یہ ہے کہ عبارت میں سے ایک کلمہ یا ایک جملہ یا اس سے زیادہ حذف

الشَّاقِّ فِیْ ظِلَالِ الْعَقْلِ ''شعر کا مطلب یہ ہے کہ عقلمند رہ کر تنگ عیش زندگی گذارنے سے بہتر یہ ہے کہ احمق رہ کر مزیدار زندگی گذارے، مگر الفاظ شعر سے یہ مطلب ادا نہیں ہوتا' جب تک کہ مصرع اول میں ''عیش'' کی صفت ''رغد'' اور مصرع ثانی میں ''ظلال العقل'' کے الفاظ نہ ہو۔

یہ شعر حارث بن حلزۃ الیشکری کا ہے۔ (علوم ص ۱۶۶)

اور اس میں بجائے لفظ ''جہل'' کے ''نوک'' کا لفظ ہے۔ ''النوک''بضم النون و فتحھا الحمق۔

۲۵۹......ایجاز قصر: یہ ہے کہ بغیر کسی حذف کے قلیل الفاظ کا کثیر معانی کو متضمن ہونا، جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ''ولکم فی القصاص حیاۃ'' میں کہ اس آیت میں معانی بہت ہیں (کہ قانون قصاص کے جاری ہونے سے قاتل' قتل کا ارتکاب نہیں کرے گا' تو مقتول کی زندگی بچی اور قتل نہ ہوا تو قاتل کی زندگی بچی) اور الفاظ کم ہیں اور یہاں کسی لفظ کا حذف بھی نہیں ہوا۔

کر دیا جائے ایسے قرنیہ کے ساتھ جو محذوف کو متعین کر دے۔ حذف کلمہ کی مثال، جیسے' اور گاؤں والوں سے پوچھو۔ یا' اے یوسف! اس بات کو جانے دو۔ ۲۶۰

حذف جملہ (کی مثال) جیسے' میں نے اس سے کہا: محنت کر (تو اس نے محنت کی) پس وہ کامیاب ہو گیا۔ یا چھوڑ تو کتوں کو گائے کی طرف (تو اس نے کتے چھوڑ دئے)۔

(حذف) اکثر من جملہ (کی مثال) جیسے' پھر ہم نے (دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل (ہی) غارت کر دیا۔

وَمِنْ دَوَاعِی الْاِیْجَازِ تَسْهِیْلُ الْحِفْظِ' وَتَقْرِیْبُ الْفَهْمِ' وَضِیْقُ الْمَقَامِ' وَالْاِخْفَاءُ' وَدَفْعُ السَّامَةِ،

اور ایجاز کے بعض دواعی یہ ہیں: یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا، فہم کے قریب کرنا، ضیق مقام، (دوسروں سے) بات چھپانا اور اکتاہٹ کو دور کرنا۔

فَصْلٌ فِی الْاِطْنَابِ

یہ فصل اطناب کے بیان میں ہے

اَلْاِطْنَابُ هُوَ تَأْدِیَةُ الْمَعْنٰی بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ' لِفَائِدَةٍ

۲۶۰......حذف کلمة: یہاں پہلی مثال میں ''اہل'' اور دوسری مثال میں ''یا'' حرف نداء محذوف ہے، اصل عبارت یہ تھی ''واسئل اهل القریة'' اور ''یا یوسف اعرض عن هذا''۔ پہلی میں ''اہل'' اور دوسری میں ''یا'' کو حذف کیا۔

۲۶۱......حذف جملة: یہاں پہلے جملہ میں پوری عبارت یہ تھی ''قلت لهٗ اجتهد' فاجتهد فنجح''۔ اور دوسری میں ''ارسل الکلاب''

۲۶۲......اکثر من جملة: یہاں اصل میں تھا'' فذهبا فکذبوهما فدمرنا'' الخ'۔

جَدِیْدَةٍ ، مِنْ غَیْرِ تَرْدِیْدٍ،نَحْوُ ''رَاَیْتُهُ بِعَیْنِیْ ، وَسَمِعْتُهُ مِنْ اُذُنِیْ''

فَاِذَا لَمْ یَکُنْ فِی الزِّیَادَةِ فَائِدَةٌ سُمِّیَ حَشْوًا ،اِنْ تَمَیَّزَ الزَّائِدُ مِنْ غَیْرِهٖ، وَتَطْوِیْلاً ،اِنْ لَمْ یَتَمَیَّزْ،فَالْاَوَّلُ کَقَوْلِهٖ:

وَاعْلَمُ عِلْمَ الْیَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهُ وَلٰکِنَّنِیْ عَنْ عِلْمِ مَا فِیْ غَدٍ عَمِیَ

وَالثَّانِیْ کَقَوْلِهٖ:

قَدَّدَتِ الْاَدِیْمُ لِرَاهِشَیْهِ وَاَلْفٰی قَوْلَهَا کِذْبًا وَمَیْنًا

اطناب یہ ہے کہ معنی کو اوساط الناس کے عرف سے زائد عبارت سے ادا کیا جائے، کسی جدید فائدہ کے لئے بغیر تردید کے (یعنی تاکید لفظی کے بغیر) جیسے' میں نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور میں نے اس کو اپنے کان سے سنا۔

پھر اگر زائد عبارت میں کوئی فائدہ نہ ہو تو اس کو حشو کہتے ہیں۔ جبکہ زائد عبارت غیر زائد سے الگ اور ممتاز ہو، اور اگر ممتاز نہ ہو تو تطویل کہتے ہیں۔ حشو کی مثال، جیسے یہ شعر:

میں جانتا ہوں آج اور گذشتہ کل کے علم کو اور لیکن آئندہ کل کے علم کو میں نہیں جانتا۔ ۲۶۳؎

اور دوسرا (یعنی تطویل) جیسے یہ شعر:

اور زباء نے جزیمہ کی باہوں کی اندرونی رگوں تک کھال کاٹ ڈالی اور جزیمہ نے اس کے قول کو جھوٹ پایا۔ ۲۶۴؎

۲۶۳؎......اس شعر میں '' قبله '' زائد ہے، کیونکہ '' أمس '' گذشتہ کل ہی کو کہتے ہیں جو پہلے ہوتی ہے۔
والثاني کقولہ: (اور دوسری مثال تطویل کی ہے: (یہ شعر عدی بن زید کا ہے کما فی الحاشیۃ)

۲۶۴؎......قددت: اس شعر میں ''كذبًا و مينًا '' محل استشہاد ہے۔ کذب اور مین دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور ان دونوں لفظوں کے جمع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، نہ کلام میں تاکید مقصود ہے، لہٰذا بغیر کسی فائدہ کے لاعلی التعیین ایک زائد ہے، پس ''کذب'' اور ''مین'' میں ایک کی تطویل ہے۔
نوٹ......والفیٰ: یہ مصرع جزیمۃ الابرش کے قتل کے قصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جزیمۃ الابرش یہ حیرۃ کا

مَبۡحَثٌ فِیۡ اَقۡسَامِ الۡاِطۡنَابِ

مبحث اطناب کی قسموں کے بیان میں

اَلۡاِطۡنَابُ یَکُوۡنُ بِاُمُوۡرٍ کَثِیۡرَۃٍ مِنۡھَا :

(۱):ذِکۡرُ الۡخَاصِّ بَعۡدَ الۡعَامِ : وَالۡعَکۡسُ ، نَحۡوُ ''اِجۡتَھِدُوۡا فِیۡ وَاجِبَاتِکُمۡ وَاِکۡرَامِ وَالِدَیۡکُمۡ' وَتَعَلَّمُوۡا بَابَ الۡقَصۡرِ وَالۡبَلاَغَۃِ''

اطناب بہت سے امور سے ہوتا ہے۔ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)......خاص کا ذکر عام کے بعد اور اس کا عکس (عام کا ذکر خاص کے بعد) جیسے' واجبات میں کوشش کرو، اور والدین کا اکرام کرو،۲۶۵ اور قصر اور بلاغت کو سیکھو۔

(۲):اَلۡاِیۡضَاحُ بَعۡدَ الۡاِبۡھَامِ : نَحۡوُ '' ثَلاَ ثَۃٌ تُوۡرِثُ ثَلاَ ثَۃً ' اَلنِّشَاطُ یُوۡرِثُ الۡغِنٰی'' وَالۡکَسۡلُ یُوۡرِثُ الۡفَقۡرَ'' وَالشَّرِہُ یُوۡرِثُ الۡمَرۡضَ ''

ابہام کے بعد وضاحت، جیسے' تین چیزیں تین چیزوں کو پیدا کرتی ہیں،۲۶۶ چستی غنی کو پیدا کرتی ہے، اور سستی فقر کو پیدا کرتی ہے، اور زیادہ کھانا بیماری کو پیدا کرتا ہے۔

بادشاہ تھا، اس نے زباء کے باپ کو قتل کردیا تھا' جو جزیرہ کی ملکہ تھی۔ پھر زباء نے جزیمۃ کو اپنے ساتھ شادی کرنے کے لئے دھوکے سے بلایا اور بندھوا کر اس کے ہاتھوں کی رگوں کو کٹوا دیا جس سے وہ مرگیا۔(مفتاح الفتاح ص۲۵۶)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ نے ''کتاب الاذکیاء'' میں زباء اور جزیمہ کے قصہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔(لطائف علمیہ (ترجمہ کتاب الاذکیاء) ص۲۳۷،لطیفہ نمبر:۴۷۶)

۲۶۵......واکرام: یہ ذکر الخاص بعد العام کی مثال ہے۔ واجبات میں اکرام والدین داخل تھا، مگر اہمیت کے لئے عام کے بعد اکرام والدین کو خاص طور پر بیان فرمایا۔ اور'' تعلموا باب القصر و البلاغۃ '' ذکر العام بعد الخاص کی مثال ہے۔

۲۶۶......'' ثلاثۃ'' اس سے پہلے تین چیزوں کا ذکر مبہم تھا، پھر النشاط سے ان کی وضاحت کردی۔

(۳):اَلتَّکْرِیْرُ : لِغَرْضٍ کَطُوْلِ الْفَصْلِ فِیْ قَوْلِہٖ:(قائل حماسی" البلاغۃ الواضحۃ"، ص۲۵۲):

وَاِنَّ امْرَءً دَامَتْ مَوَاثِیْقُ عَھْدِہٖ عَلٰی مِثْلِ ھٰذَا اِنَّہٗ لَکَرِیْمُ

اَوْزِیَادَۃُ التَّرْغِیْبِ فِی الْعَفْوِ، نَحْوُ"اِنْ تَعْفُ عَنِ الْمُسِیْئِ اِلَیْکَ' وَتَصْفَحُ عَنْ زَلَّتِہٖ' وَتَغْفِرُ لَہٗ' تَفُزْ بِرَضَائِہٖ تَعَالٰی'

اَوْ تَاکِیْدُ الْاِنْذَارِ ، نَحْوُ﴿ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ، ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

تکریر جو کسی غرض کے لئے ہو،۲۶۷ جیسے' طول فصل شاعر کے قول میں ۔

بیشک وہ شخص جس کے عہد وقرار کے مواثیق ہمیشہ رہیں اس جیسے پر تو بلاشبہ یہ شخص شریف ہے۔

یا (کلام میں تکرار آتی ہے) معانی میں زیادہ ترغیب کے لئے ، جیسے' اگر تو معاف کردے اپنے ساتھ برائی کرنے والے کو' اور اس کی لغزش سے درگذر کردے، اور اس کو بخشدے تو اللہ تعالی کی رضاء کو حاصل کرے گا۔

یا (تکرار) ۲۶۸ ڈرانے میں تاکید پیدا کرنے کے لئے ، جیسے' ہرگز نہیں' تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا، پھر ہرگز نہیں ،تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

۲۶۷......لغرض: مصنف نے غرض کی شرط اس لئے بڑھائی کہ اگر تکرار کسی غرض کے لئے نہ ہو تو تطویل ہوگا، اطناب کی قسم نہ ہوگی "وان امرء" اس شعر میں امرء کے بعد طویل فصل ہو گیا تھا، اس لئے "انہ" کو مکرر لائے۔

۲۶۸......اوتاکید الانذار: انذار' ڈرانا، ﴿ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا جس غلطی پر تم ہو جبکہ قیامت کے خوفناک احوال دیکھو گے ﴿ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ، ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ پہلا "کلا" آخرت سے بالکل غافل ہو کر دنیا میں مشغول ہو جانے پر دھمکانے اور زجر کے لئے ہے اور دوسرا "کلا" اورزجر اور انذار کی تاکید کے لئے ہے۔

(۴):اَلْاِعْتِرَاضُ : وَهُوَ تَوَسُّطُ جُمْلَةٍ اَوْاَكْثَرَ بَيْنَ اَجْزَاءِ جُمْلَةٍ ،اَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَيْنِ مَعْنًى لِغَرَضٍ، كَقَوْلِهٖ:

اِنَّ الثَّمَانِيْنَ ، وَ بُلِّغْتُهَا ۔۔۔ قَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِيْ اِلٰى تَرْجُمَانٍ

وَقَوْلِهٖ:

لَعُمْرِيْ وَمَا عُمْرِيْ عَلَيَّ بِهَيِّنٍ ۔۔۔ لَقَدْ نَطَقَتْ بَطْلًا عَلَيَّ الْاَقَارِعُ

اعتراض: یہ ایک جملہ یا اس سے زائد کو اجزاء کثیرہ کے درمیان، یا دو مربوط جملوں کے درمیان کسی غرض کے لئے لانا۔ جیسے اس شعر میں

بیشک اسّی سال کی عمر نے ''اور تو بھی اس تک پہنچایا جائے'' میرے کانوں کو ترجمان کا محتاج کردیا ہے۔ ۲۶۹

اور جیسے اس شعر میں

میری عمر کی قسم، اور میری عمر مجھ پر ذلیل نہیں ہے، تحقیق آل اقرع نے بلاشبہ مجھ پر جھوٹی باتوں کا الزام لگایا ہے۔ ۲۷۰

(۵):اَلتَّذْيِيْلُ:وَهُوَتَعْقِيْبُ جُمْلَةٍ بِاُخْرٰى تَشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهَا، تَاكِيْدًا لَّهَا،

وَهُوَ قِسْمَانِ :جَارٍ مَجْرَى الْاَمْثَالِ لِاِسْتِقْلَالِ مَفْهُوْمِهٖ،نَحْوُ''يَخْلُقُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

وَقِسْمٌ غَيْرُ جَارٍ مَجْرَى الْاَمْثَالِ لِعَدَمِ اِسْتِقْلَالِهٖ،كَقَوْلِهٖ :

لَمْ يُبْقِ جُوْدُكَ لِيْ شَيْئًا اُؤَمِّلُهُ ۔۔۔ تَرَكْتَنِيْ اُصْحِبُ الدُّنْيَا بِلَااَمَلٍ

تذییل، اور وہ ایک جملہ کا دوسرے جملے کے بعد لانا، جو پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل

۲۶۹......اس شعر میں ''بلّغتها'' جملہ معترضہ دعائیہ ہے۔

۲۷۰......اس میں ''وما عمری علی بهین'' جملہ معترضہ ہے۔

ہو۔اوراس جملہ کی تاکید کے لئے ہو۔اوروہ دوقسموں پر ہے:

ایک قسم جومثالوں کی جگہوں پر جاری ہواس کے مفہوم کے مستقل ہونے کی وجہ سے، جیسے اللہ جوچاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔۲۷۱ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اوردوسری قسم جومثالوں کی جگہوں پر جاری نہ ہوعدم استقلال کی وجہ سے، جیسے اس شعر میں۔

تیری سخاوت نے کوئی چیز باقی نہیں رکھی، جس کی میں امیدرکھوں، تم نے مجھے ایسا کردیا کہ میں دنیامیں بغیرکسی امید کے رہتاہوں۔۲۷۲

(۲):اَلْاِحْتِرَاسُ اَوِالتَّکْمِیْلُ:وَھُوَ اَنْ یُؤتٰی فِیْ کَلَامٍ یُوْھِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا یَدْفَعُہُ،نَحْوُ''اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَاخَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ''،وَنَحْوُ قَوْلِہٖ:

فَسَقٰی دِیَارَکَ غَیْرَ مُفْسِدِھَا صَوْبُ الرَّبِیْعِ وَدِیْمَۃٌ تَھْمِیْ

احتراس یاتکمیل وہ یہ ہے کہ کسی کلام میں خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہوتواس کلام میں کوئی ایسی بات ذکر کی جائے جوخلاف مقصود کے وہم کودور کردے۔جیسے خبردار ہر چیز اللہ کے علاوہ باطل ہے۔۲۷۳ اورجیسے اس شعر میں۔

۲۷۱......یخلق:اس میں دوسراجملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے۔اور(دوسرے جملہ کاسمجھناپہلے پرموقوف نہیں ہے)اوریہ مثال جاری مجری الامثال کی ہے۔

۲۷۲......لم یبق:اس شعر میں''ترکتنی'' پہلے جملہ کی تاکید ہےاوراس کاسمجھناپہلے جملہ پرموقوف ہے۔یہ غیرجاری مجری الامثال ہے''۔

۲۷۳......الا کل' الخ :اس مثال میں''ما خلا اللہ''تکمیل ہے،اگریہاں''ماخلا اللہ'' کا جملہ نہ ہوتاتو مطلب یہ ہوتاکہ ہر چیز یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی باطل ہے،اس وہم کودورکرنے کے لئے''ماخلا اللہ'' بڑھادیا،یہی تکمیل اوراحتراس ہے۔

پس سیراب کرے تیرے گھروں کو درانحالیکہ نہ خراب کرنے والی ہو موسم بہار کی بارش اور دیر تک رہنے والی مسلسل بارش۔ ۲۷۴

فَائِدَةٌ

مِنَ الْاِطْنَابِ اَيْضًا "اَلْاِيْغَالُ" وَهُوَ الْمُبَالَغَةُ لُغَةً ، وَاِصْطِلَاحًا خَتْمُ الْبَيْتِ بِمَا يَتِمُّ الْمَعْنٰى بِدُوْنِهٖ، كَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ :

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ　　　كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِيْ رَأْسِهٖ نَارٌ

وَالتَّتْمِيْمُ 'وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى لِنُكْتَةٍ كَالْمُبَالَغَةِ بِفَضْلَةٍ تَزِيْدُ الْمَعْنَى التَّامِّ حَسَنًا ، نَحْوُ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

اطناب کے اقسام میں سے ایغال بھی ہے، اس کا لغوی معنی مبالغہ کے ہیں، اور اصطلاحا، مطلب یہ ہوتا ہے کہ، شعر کو ایسے لفظ پر ختم کیا جائے جس کے بغیر معنی پورا ہو جاتا ہو، جیسے خنساء کے اس شعر میں ۔

بیشک تمام رہبران قوم صخر کی پیروی کرتے ہیں گویا کہ صخر ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ ہو۔ ۲۷۵

~~۲۷۴ فسقی: اس شعر میں " فسقی دیارک صوب الربیع " سے شاعر کی مراد غیر مفسد بارش ہی~~ ہے، مگر اس کے مطلق ہونے سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ یہ بددعا ہے، کیونکہ کبھی بارش کی کثرت فساد دیار کا ذریعہ ہو جاتی ہے، اس لئے شاعر نے "سقی"، فعل کے فاعل "صوب الربیع" سے "غیر مفسدھا" کو حال بنا کر اس وہم کو دور کر دیا۔ یہ شعر طرفہ بن العبد کا ہے، جو قتادہ بن مسلمۃ الحنفی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ (مصباح ص ۲۵۲)

۲۷۵ ......وان صخرًا : خنساء نے اپنے بھائی صخر کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا، اس شعر میں بطور مبالغہ "فی رأسه نار" کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ (علوم ص ۱۷۶)

نوٹ: تَاْتَمُّ: اِيْتَمَّ يَاْتَمُّ اِيْتِمَامًا سے ہے، باب افتعال مضاعف سے۔

اور تتمیم ١٧٦ وہ یہ ہے کہ کسی نکتہ کے لئے، جیسے مبالغہ کے لئے (کلام میں) کوئی زائد حصہ ذکر کیا جائے جس سے معنی تام کے حسن میں اضافہ ہو جائے۔ جیسے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

اَسئِلَۃٌ

(١):مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْاِیْجَازِ وَالْمُسَاوَاۃِ وَالْاِطْنَابِ؟(٢):مَاالْاِخْلَالُ وَمَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْحَشْوِ وَالتَّطْوِیْلِ ؟(٣):مَاھِیَ دَوَاعِی الْاِیْجَازِ؟(٤):مَا ھِیَ دَوَاعِی الْاِطْنَابِ؟ (٥): کَمْ قِسْمًا الْاِیْجَازُ؟وَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ قِسْمَیْہِ؟(٦):اُذْکُرْ اَقْسَامَ الْاِطْنَابِ ؟ (٧):مَاالْغَرْضُ مِنَ التَّکْرِیْرِ؟(٨):مَا الْاِعْتِرَاضُ وَمَاالتَّذْیِیْلُ ، وَکَمْ قِسْمًا لِھٰذَا الْاَخِیْرِ؟(٩):مَاالْاِحْتِرَاسُ ؟(١٠):تَکَلَّمْ عَلٰی اِیْجَازِ الْقَصْرِ مَعَ التَّمْثِیْلِ؟

سوالات

(١)......ایجاز مساوات اور اطناب کے مابین کیا فرق ہے؟

(٢)......اخلال کیا ہے؟ اور حشو اور تطویل کے مابین کیا فرق ہے؟

(٣)......ایجاز کے دواعی کیا ہیں؟

(٤)......اطناب کے دواعی کیا ہیں؟

(٥)......ایجاز کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور اس کی دونوں قسموں کے درمیان کیا فرق ہے؟

١٧٦......والتتمیم:تتمیم یہ ہے کہ کلام میں ایسے فاضل جملے لائے جائیں جو معنی کی خوبصورتی کو بڑھا دیں۔ بفضلۃ: سے مراد یہ ہے کہ ایسے زائد کلمے جو نہ جملہ مستقلہ ہوں اور نہ رکن، جیسے مفعول یا مجرور تمیز وغیرہ۔ جیسے اس آیت میں ''علیٰ'' (حرف جر) مدح میں مبالغہ کی غرض سے زائد ہے۔ معنی یہ ہے کہ وہ لوگ (یعنی انصار صحابہ) باوجود احتیاج کے ایثار کرتے ہیں اور اپنا کھانا غریبوں اور مسکینوں (یا مہاجرین) کو کھلا دیتے ہیں۔

(۶)......اطناب کے اقسام بیان کرو؟

(۷)......تکریر کی غرض کیا ہے؟

(۸)......اعتراض کیا ہے؟ اور تذییل کیا ہے؟ اور تذییل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۹)......احتراس کیا ہے؟

(۱۰)......ایجاز قصر کو مثال سے واضح کیجئے!

تَمارِیْنٌ

الف:...... بَیِّنْ نَوْعَ الْاِیْجَازِ فِیْمَا یَلِیْ:

(۱):اَلْقَتْلُ اَنْفٰی لِلْقَتْلِ،(۲):جَاءَ اَبُوْ وَاَخُوْ زَیْدٍ،(۳):جَاءَ بَعْدَ اللَّتَیَّا وَالَّتِیْ، (۴):مَنْ کَفَرَ فَعَلَیْهِ کُفْرُهٗ،(۵):اِنْتَظَرْتُکَ طَوِیْلاً(۶):اَلظَّالِمُ هَالِکٌ وَلَوْ مَلِکًا، (۷):اُدْرُسُوْا تَحْفَظُوْا،(۸):زَادَکُمُ اللّٰهُ صَلَاحًا اِلٰی صَلَاحِکُمْ،(۹):لَوْتَرٰی اِذَا الْحَرْبُ حَامِیَةُ الْوَطِیْسِ،(۱۰):اَلْمَنِیَّةُ لَا الدَّنِیَّةُ،(۱۱):قَالَ یَسُوْعُ لِلرَّجُلِ اُمْدُدْ یَدَکَ، فَمَدَّهَا فَعَادَتْ صَحِیْحَةً مِثْلَ الْاُخْرٰی،(۱۲):قَالَ الْجَاهِلُ فِیْ قَلْبِهٖ: لَیْسَ اِلٰهٌ،(۱۳):لَایَحِیْقُ الْمَکْرُالسَّیِّ ءُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ،(۱۴):دَخَلْتُ الْمَدْرَسَةَ فَنِلْتُ الشَّهَادَةَ،

آنے والے جملوں میں ایجاز کی قسم کو بیان کرو

(۱)......قتل دور کرنے والا ہے قتل کو۔۲۷۷ (ایجاز قصر)

(۲)......زید کا باپ اور اس کا بھائی آیا۔(ایجاز حذف)

۲۷۷......القتل انفی للقتل (بعض قتل زیادہ روکنے والے ہیں قتل کو)قتل البعض احیاء للجمیع ہم معنی ہے، لیکن ان مثالوں سے زیادہ جامع اور بلیغ ہے آیت قرآنی ﴿ ولکم فی القصاص حیاہ﴾ (المنجد)

(۳) بہت ٹال مٹول کے بعد آیا۔ ۲۷۸ (ایجاز قصر)

(۴)......جو شخص کفر کرے پس اسی پر اس کے کفر کا وبال ہے۔(ایجاز حذف)

(۵)......میں نے تیرا لمبے زمانہ تک انتظار کیا۔(ایجاز حذف ہے، زمنا طویلا)

(۶)......ظالم ہلاک ہونے والا، ہے اگر چہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

(ایجاز حذف۔ ولو کان ملکا)

(۷)...... پڑھاؤ تا کہ محفوظ رہو۔

(حذف کلمہ۔ ادرسوا، ان تدارسوا تحفظوا ''ان تدارسوا'' محذوف)

(۸)......اللہ تعالیٰ تمہاری صلاحیت میں مزید صلاحیت کا اضافہ کرے۔

(حذف۔ صلاحًا مضمومًا الی صلاحکم)

(۹)......اگر تو دیکھتا جب لڑائی گھمسان کی تھی۔

(فیہ جواب الشرط محذوف وہو ''لرأیت امرًا قطعیاً'' اس مثال میں حذف جملہ ہے)

(۱۰)......موت بہتر ہے نہ کہ ذلت۔

(ایجاز حذف ہے، اِنِّی اَختَارُ الْمَوتَ وَلَا اَختَارُ الدَّنِیَّۃَ)

(۱۱)......(حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے آدمی سے کہا: اپنے ہاتھ کو پھیلا دے، پس اس نے پھیلا دیا، تو وہ پہلے کی طرح صحیح وتندرست ہو گیا۔

(ایجاز حذف۔ فمد ھا، فمسح علیہ)

(۱۲)......جاہل نے اپنے جی میں کہا کوئی معبود نہیں۔

(ایجاز حذف ''ای لیس الہ موجود'' حذف کلمہ)

۲۷۸......اللتیا و اللتیا ''التی کی تصغیر ہے۔

(۱۳)...... برا مکر نہیں گھیرتا ہے، مگر مکر والے کو۔ ۲۷۹؎

(۱۴)...... میں مدرسہ میں داخل ہوا تو سند کو پالیا۔

(ایجاز حذف ''دخلت المدرسة فاجتهدت فنلت الشهادة'')

(ب): ...... وَضِّحِ الْاِطْنَابَ وَاذْكُرْ نَوْعَهُ فِيْمَا يَأْتِيْ:

(۱):اِجْتَهِدُوْا فِيْ دُرُوْسِكُمْ، وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ،(۲):اَكْرِمْ وَالِدَيْكَ اَبَاكَ وَاُمَّكَ (۳):سَرَّ الرَّئِيْسُ التَّلَامِذَةَ ، مَنَحَهُمْ يَوْمَ عُطْلَةَ،(۴):اِجْتَهِدْ وَلَا تَكْسِلْ وَلَا تُهْمِلْ دُرُوْسَكَ،(۵):اَعِدْ غَيْرَ مَامُوْرٍ مَاقُلْتَهُ لَنَا سَابِقًا، (۶):نَحْنُ الْعَرَبُ نُقْرِى الضَّيْفَ،(۷):نَجَحَ الْمُجْتَهِدُ بِاجْتِهَادِهٖ، وَمَا يَنْجَحُ اِلَّا الْمُجْتَهِدُوْنَ ،(۸):اُدْرُسْ عِلْمَ الْمَعَانِيْ، وَبَابَ الْاِيْجَازِ وَالْمُسَاوَاةِ وَالْاِطْنَابِ،(۹):اِحْفَظِ الْوَصَايَا الْعَشْرَ، وَوَصِيَّةَ اِكْرَامِ الْوَالِدَيْنِ،

آنے والے جملوں میں اطناب کی تعیین کرو اور اس کی قسموں کو بیان کرو

(۱)......تم اپنے درس میں محنت کرو اور عربی لغت میں۔(ذکر الخاص بعد العام)

(۲)......اکرام کرو والدین کا، تیرے ماں باپ کا۔

(ایضاح بعد الابہام یا تکرار لزیادۃ الترغیب)

(۳)......رئیس نے تلامذہ کو خوش کیا، ہدیہ دیا ان کو چھٹی کے دن۔

(ایضاح بعد الابہام۔ دوسرے جملے سے خوش کرنے کی صورت کو واضح کیا)

۲۷۹؎......فيه ايجاز قصر ''لايحيق اى لايحيط المكر القبيح الا بمن هو مكر له'' كما قاله الشيخ استاذ المعقول والمنقول فضيلة الشيخ مولانا ثمير الدين القاسمى زيد مجدهٗ فى حاشية السفينة، (ص۸۳)

ولكن عد صاحب البلاغة الواضحة هذا المثال فى المساواة،(ص۲۳۵)

وهكذا فى التلخيص،(مصباح ص۲۵۷)

(۴)......محنت کر اور سستی مت کر، اور اپنے اسباق کو مت چھوڑ۔

(التکریر لزیادۃ الترغیب)

(۵)......وہ بات جو آپ نے پہلے ہم سے کہی تھی' ذرا دہرا دیجئے، آپ کو حکم نہیں ہے۔

(احتراس' لدفع مایوہم خلاف المقصود۔(درخواست ہے۔ف)

(۶)......ہم عرب ہیں، ہم مہمان نوازی کرتے ہیں۔۲۸۰؎ (ایضاح بعد الابہام)

(۷)...... مجتہد اپنی محنت سے کامیاب ہوا اور کامیاب نہیں ہوتے ہیں مگر محنت کرنے والے۔(تذییل)

(۸)......علم معانی کو پڑھ' اور ایجاز' مساوات اور اطناب کے باب کو۔

(ذکر الخاص بعد العام)

(۹)......دس وصیتوں کو یاد رکھ، اور والدین کے اکرام کی وصیت کو بھی۔

(ذکر الخاص بعد العام)

ج:...... مَیِّزِ الْاِیْجَازَ مِنَ الْمُسَاوَاۃِ وَالْاِطْنَابِ وَاذْکُرْ نَوْعَ الْاِطْنَابِ فِیْمَا یَأْتِیْ:
(۱):اَوَّلُ الْغَضَبِ جُنُوْنٌ وَآخِرُہٗ نَدَمٌ،(۲):اَلرَّثِیْئَۃُ تَفْثَأُ الْغَضَبَ،(۳):اَلْمُسْنَدُ قِسْمَانِ :اِسْمٌ وَ فِعْلٌ،(۴):قَطَعَتْ جَھِیْزَۃُ قَوْلَ کُلِّ خَطِیْبٍ،(۵):کَلْبٌ جَوَّالٌ خَیْرٌ مِنْ اَسَدٍ رَابِضٍ،(۶):اُطْلُبُوْا تَجِدُوْا،اِقْرَعُوْا یُفْتَحْ لَکُمْ،

وَقَیَّدْتُ نَفْسِیْ فِیْ ذَرَاکَ مَحَبَّۃً (۷) وَمَنْ وَجَدَ الْاِحْسَانَ قَیْدًا تَقَیَّدَا
وَتَحْتَقِرُ الدُّنْیَا اِحْتِقَارَ مُجَرَّبٍ (۸) یَرٰی کُلَّ مَافِیْھَا' وَحَاشَاکَ فَانِیَا
یَا خَادِعَ الْبُخَلَاءِ فِیْ اَمْوَالِھِمْ (۹) ھَیْھَاتَ تَضْرِبُ فِیْ حَدِیْدٍ بَارِدٍ
اِلٰی مَعْدَنِ الْعِزِّ الْمُؤَمَّلِ وَالنَّدٰی (۱۰) ھُنَاکَ ھُنَاکَ الْفَضْلُ وَالْخُلُقُ الْجَزْلُ

۲۸۰؎......اگر العرب کو منصوب پڑھا جائے تو اعنی العرب کی تقدیر سے اعتراض ہوگا، وھو حسن عندی۔ف

مَــــا اَحْسَــــنَ الْاَیَّــــامِ اِلَّا اَنَّهَــــا (۱۱) یَــا صَاحِبَیَّ اِذَا مَضَتْ لَمْ تَرْجِعِ

لَوْشِئْتَ لَمْ تُفْسِدْ سَمَاحَةَ حَاتِمٍ (۱۲) كَـرَمًـا وَلَـمْ تَهْـدِمْ مَـاثِرَ خَـالِدٍ

ایجاز، مساوات اور اطناب کی تمیز کرو اور اطناب کی قسم کی تعیین کرو آنے والے جملوں میں

(۱) غصہ ابتدا میں جنون ہوتا ہے اور آخر کار ندامت ہے۔ (ایجاز قصر)۔

(۲)......دودھ غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ ۲۸۱ (ایجاز قصر۔ مثل ہے)

(۳)......مسند کی دو قسمیں ہیں، اسم اور فعل۔ (اطناب، ایضاح بعد الابہام)

(۴)......جھیزہ ہر خطیب کی بات کو کاٹ دیتی ہے۔ ۲۸۲ (ایجاز قصر)

(۵)......بہت گھومنے والا کتا پڑے رہنے والے شیر سے بہتر ہے۔ ۲۸۳

(مساوات۔ ایجاز قصر۔ ف)

(۶)......تلاش کرو پالو گے، کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ (ایجاز حذف)

(۷)......اور قید کیا میں نے اپنے نفس کو تیرے گھر کے اطراف میں محبت کی وجہ سے اور جس نے احسان کو قید پایا وہ مقید ہو گیا۔ (تذییل جاری مجری الامثال)

(۸)......اور تو دنیا کو ایسا حقیر سمجھتا ہے، جیسا وہ صاحب تجربہ اس کو حقیر جانتا ہے جو تمام اشیاء دنیا کو تیرے سوا فانی سمجھتا ہے۔ (اطناب، واعتراض، یہ متنبّی کا شعر ہے۔ دیوان متنبّی ص ۷۰۸)

۲۸۱......ان الرثیئة تفثأ الغضب، رثیئة، ترش دودھ جس میں میٹھا ملایا ہوا ہو۔ دہی یا لسی۔ تفثأ بمعنی ساکن۔ کوئی بھوکا ایسے شخص کا مہمان ہوا جس سے ناراض تھا، اس کی تواضع میں دودھ و لسّی پلائی گئی تو اس کا غصہ فرد ہو گیا۔ (المنجد ص ۱۱۸۸)

۲۸۲......قطعت جهيزة قول كل خطيب، دو فریقوں کے درمیان قتل کے کسی معاملہ میں صلح کی گفتگو ہو رہی تھی، جھیزہ نامی لونڈی نے آکر اطلاع دی کہ مقتول کے وارثوں میں سے کسی نے قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا، لوگوں نے کہا ''قطعت جهيزة قول كل خطيب'' (المنجد ص ۱۲۱۸)

۲۸۳......كلب عس خير من اسد ربض، عس، طلب کرنا، طواف کرنا۔ (المنجد ص ۱۲۲۰)

(۹)......اے بخلاء کو دھوکا دینے والے ان کے اموال میں، افسوس ہے' مارتا ہے ٹھنڈے لوہے پر۔(ایجاز قصر، انک تضرب فی حدید بارد، تو ٹھنڈا لوہا پیٹ رہا ہے، بے نتیجہ کوشش کر رہا ہے۔(المنجد ص ۱۲۰)

(۱۰)......اصل عزت اور سخاوت کے خزانے کی طرف وہاں ہی فضیلت ہے اور عمدہ اخلاق ہے۔(تکریر، وذکر الخاص بعد العام)

(۱۱)......کیا ہی اچھے ہیں یہ ایام اے میرے دونوں دوستوں، مگر یہ جب گذر جائیں گے تو واپس نہیں آئیں گے۔

(اطناب (اعتراض) بلفظ یا صاحبی۔ یہ بحتری کا شعر ہے۔علوم البلاغۃ ص ۱۷۴)

(۱۲)......اگر تم چاہتے تو بخشش کر کے حاتم کی سخاوت کو خراب نہ کرتے، اور نہ خالد کے کارناموں کو ڈھاتے۔(ایجاز قصر)

تَتِمَّةٌ

(خَاتِمَةٌ فِیْ اِخْرَاجِ الْکَلَامِ عَلٰی خِلَافِ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ)

اِنَّ اِيْـرَادَ الْـكَلَامِ عَلٰی حَسْبِ مَاتَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ يُدَّعٰی اِخْرَاجَ الْكَلَامِ عَلٰی مُـقْتَضَی الظَّاهِرِ، اَیْ مُقْتَضَی الْحَالِ الَّذِیْ تَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الْبَلَاغَةُ، وَهُوَ الْاَصْلُ فِی الْكَلَامِ فَلَايُعْدَلُ عَنْهُ اِلَّا لِاَغْرَاضٍ، مِنْهَا:

کلام کو گذرے ہوئے قواعد کے مطابق لانے کو 'اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر' کہتے ہیں۔یعنی اس مقتضی الحال کے مطابق ہو، جس پر بلاغت موقوف ہے۔اور وہی اصل ہے کلام میں اور اس اصل کی مخالفت نہیں ہوگی، مگر کسی سبب سے۔چند اسباب یہ ہیں:

(۱)...... وَضْعُ الْـمُـظْهَـرِ مَـوْضِـعَ الْمُضْمَرِ، وَعَكْسُهُ' خِلَافًا لِّمَايَقْتَضِيْهِ الظَّاهِرُ،

نَحوُ" اَیَأذَنُ لِیْ مَوْلَایَ اَنْ اَتکَلَّمُ"، وَ کَقَوْلِہٖ :

هِیَ الدُّنیَا تَقُوْلُ بِملءِ فِیْهَا حَذَارِ حَذَارِ مِنْ بَطْشِیْ وَفَتْکِیْ

اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ لانا اور کبھی اس کا عکس (یعنی اسم ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ پر لانا) ظاہر کے تقاضا کے خلاف ۔جیسے' کیا اجازت دے گا مجھے میرا مولی کہ میں بات کروں۔ ۲۸۴ اور جیسے اس شعر میں ۔

دنیا کہتی ہے اپنے منھ بھر کر بچ بچ ، میری پکڑ اور میرے قتل سے۔ ۲۸۵

(۲)......اَلتَّعْبِیْرُ عَنِ الْمُسْتَقْبِلِ بِلَفْظِ الْمَاضِیْ، نَحوُ ﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا، وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا﴾ اَیْ وَتُفْتَحُ

مستقبل کو ماضی کے لفظ سے تعبیر کرنا ،جیسے' جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہوکر آؤ گے، اور آسمان کھل جاوے گا ،۲۸۶ پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہوجاویں گے۔یعنی تُفْتَحُ۔

(۳)...... اَلتَّغْلِیْبُ: وَهُوَ اِطْلَاقُ لَفْظِ اَحَدِ الصَّاحِبَیْنِ عَلَی الْآخَرِ، تَرْجِیْحًا لَهُ عَلَیْهِ نَحوُ"عَلَی الْاَبَوَیْنِ تَرْبِیَةُ اَوْلَادِهِمَا تَرْبِیَةً حَسَنَةً"

تغلیب یہ ہے کہ دو ساتھیوں میں سے ایک کو دوسرے پر بولنا، ایک کی دوسرے پر ترجیح

۲۸۴......أیأذن: اس مثال میں أتأذن' کی ضمیر مخاطب سے کام چل سکتا تھا، پھر بھی صیغۂ غائب لا کر آگے اسم ظاہر" مولای" کو اہمیت کے لئے ذکر کیا۔

۲۸۵......هی الدنیا :فیه الشاهد الضمیر "هی" وضع المضمر موضع الظاهر "" الدنیا" اسم ظاہر ہے،اس لئے اس سے قبل "هی"،ضمیر کی ضرورت نہیں تھی،مگر پھر بھی ضرورت شعری یا تاکید کے لئے مقتضی الظاہر کے خلاف ضمیر لائے۔مرص۔

۲۸۶......وفتحت: یہاں فعل مضارع استعمال ہونا چاہئے تھا،اس لئے کہ اس واقعہ کا تعلق مستقبل سے ہے،لیکن اثبات یقین کے لئے مقتضی ظاہر کے خلاف فعل ماضی لائے۔

دینے کے لئے۔جیسے والدین پر اپنی اولاد کی بہترین طریقے پر تربیت کرنا لازم ہے۔۲۸۷

(۴)......اَلْقَلْبُ: وَهُوَ جَعَلُ كُلٍّ مِّنَ الْجُزْءَيْنِ فِي الْكَلَامِ مَكَانَ صَاحِبِهٖ لِنُكْتَةٍ كَالْمُبَالَغَةِ، كَقَوْلِهٖ:

وَمَهْمَهٍ مُغْبَرَّةٍ اَرْجَاؤُهُ كَأَنَّ لَوْنَ اَرْضِهٖ سَمَاؤُهُ

اَیْ كَأَنَّ لَوْنَ سَمَاءِهٖ لَوْنُ اَرْضِهٖ، عَكَسَ التَّشْبِيْهَ مُبَالَغَةً فِيْ وَصْفِ لَوْنِ السَّمَاءِ حَتّٰى صَارَتْ بِحَيْثُ يُشَبَّهُ بِهٖ لَوْنُ الْاَرْضِ،

قلب یہ ہے کہ دو جزؤں میں ایک کو دوسرے کی جگہ لانا کسی وجہ سے، جیسے مبالغہ کے لئے، مثلاً اس شعر میں ؎

بہت سے جنگل ایسے ہیں کہ ان کے کنارے غبار آلود ہیں، گویا کہ ان کی زمین کی رنگت ان کے آسمان کی رنگت کی طرح ہے۔۲۸۸

(۵)......اَلْاِلْتِفَاتُ: وَاُسْلُوْبُ الْحَكِيْمِ، وَسَيَأْتِى الْكَلَامُ عَلَيْهِمَا فِى الْبَدِيْعِ،

۲۸۷......التغلیب: دو چیزیں الگ الگ ہیں، لیکن دونوں کے درمیان مناسبت کی وجہ سے تغلیباً دونوں کو ایک ہی قرار دے دیتے ہیں، جیسے سورج اور چاند کو ''قمرین'' کہتے ہیں۔ماں اور باپ الگ الگ ہیں، مگر مناسبت کی وجہ سے ''ابوین'' کہتے ہیں۔

۲۸۸...... یہ رؤبہ بن العجاج کا شعر ہے۔(نیل ص ۳۰۶ ج ۱۔علوم ص ۱۳۲)

ومهمة :المفازة البعيدة، بمعنی جنگل، المغبرة :المملوءة بالغبار :بمعنی غبار آلود ہونا۔والارجاء : النواحی: اطراف، کنارے جمع کا صیغہ ہے۔یہ قلب کی مثال ہے۔اس میں شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ بہت سے ایسے جنگل ہیں کہ جن میں گرد و غبار کے سوا کچھ نہیں، حتی کہ ان کی گرد اڑ اڑ کر آسمان پر پہنچی تو آسمان کا رنگ بھی ایسا ہوگیا کہ جیسا کہ زمین کا رنگ ہے۔تو یہاں اصل کلام اس طرح ہونا چاہئے تھا ''كان لون سماءه لون ارضه'' یعنی ''لون سماء'' مشبہ اور ''لون ارض'' مشبہ بہ ہونا چاہئے تھا، مگر شاعر نے مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ''لون سماء'' کو مشبہ بہ بنا دیا کہ آسمان اس قدر گرد آلود ہوگیا ہے کہ ''لون ارض'' کو ''لون سماء'' سے تشبیہ دی جائے تو بے جا نہیں۔

التفات: اور اسلوب حکیم، ان دونوں کی بحث عنقریب علم بدیع میں آئے گی۔[۲۸۹]

اَسْئِلَةٌ

(۱): عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تَتَوَقَّفُ الْبَلَاغَةُ؟ (۲): مَا الْاَصْلُ فِي الْكَلَامِ؟ (۳): مَتٰى يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ؟ (۴): اُذْكُرِ الْاَغْرَاضَ الَّتِيْ يُعْدَلُ لِاَجْلِهَا عَنْ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ؟

سوالات

(۱)...... کس چیز پر بلاغت کا وقوف منحصر ہے؟ (۲)...... کلام میں اصل کیا ہے؟

(۳)...... کب مقتضی الظاہر سے عدول ہوتا ہے؟

(۴)...... وہ اغراض بیان کرو جن کی وجہ سے کلام مقتضی الظاہر کے خلاف استعمال ہوتا ہے،

تَمْرِيْنٌ

بَيِّنْ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ وَالنُّكْتَةُ الَّتِيْ عُدِلَ لِاَجْلِهَا عَنْهُ فِيْمَا يَأْتِيْ:

(۱): اَنْتُمْ قَوْمٌ تَعْرِفُوْنَ مَا يَجِبُ عَلَيْكُمْ، (۲): هٰذَا اَمْرٌ ذَاعَ فِي الْخَافِقِيْنَ، (۳): اِنْ تَسْئَلُوا الْحَقَّ نُعْطِ الْحَقَّ سَائِلَهُ، (۴): قَالَ سَيِّدٌ لِعَبْدِهٖ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ اُدْخُلْ فَرَحَ سَيِّدِكَ، (۵): اَوْلَانِيْ صَدِيْقِيْ نِعْمَةً وَهَلْ اُقَابِلُ نِعْمَتَهُ بِالْكُفْرَانِ، (۶): خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ، (۷): اَللّٰهُ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا،

اِلٰهِيْ عَبْدُكَ الْعَاصِيْ اَتَاكَا (۸) مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَا

اَنَا الَّذِيْ نَظَرَ الْاَعْمٰى اِلٰى اَدَبِيْ (۹) وَاَسْمَعَتْ كَلِمَاتِيْ مَنْ بِهٖ صَمَمٌ

[۲۸۹]...... فی البدیع: یہ 'بدیع' کا لفظ قدیم نسخہ میں ہے، اسلوب حکیم اور التفات کا بیان آئندہ (علم البدیع میں) آرہا ہے۔

آنے والے جملوں میں مقتضی الظاہر کو بیان کرو، اور اس نکتہ کو جس کی وجہ سے مقتضی الظاہر سے عدول کیا گیا

(۱)......تم ایسی قوم ہو پہچانتی ہے اس کو جو تم پر ضروری ہے۔(تغليب المعنى على اللفظ)

(۲)...... یہ ایسا معاملہ ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان پھیل چکا ہے۔

(تغليب فی الخافقين)

(۳)......اگر تم حق کا سوال کرو، تو ہم سائل کو حق دیں گے۔

(وَضْعُ الْمُظْهَرِ مَوْضِعُ الْمُضْمَرِ، اصل میں تھا: نُعْطِكُمُوْهُ)

(۴)......سردار نے اپنے غلام سے کہا کہ اے غلام، اپنے آقا کی خوشی میں شامل ہو۔

(وَضْعُ الْمُظْهَرِ مَوْضِعُ الْمُضْمَرِ، اَیْ اُدْخُلْ فِیْ فَرْحِیْ)

(۵)...... میرے دوست نے مجھ پر احسان کیا، اور کیا میں اس کے انعام کا ناشکری سے جواب دوں۔(وَضْعُ الْمُظْهَرِ مَوْضِعُ الْمُضْمَرِ، اصل میں تھا، هَلْ اُقَابِلُهَا الخ)

(۶)......لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

(وضع المظهر موضع المضمر، اصل میں تھا، مَن يَّنْفَعُهُمْ)

(۷)......اللہ نے ہوا کو بھیجا، پس وہ بادل کو اڑاتی ہے۔

(فِيْهِ الْاِنْتِقَالُ مِنَ الْمَاضِیْ اِلَی الْمُضَارِعِ)

(۸)......اے میرے مولیٰ! تیرا گنہگار بندہ گناہوں کا معترف ہو کر تیرے در پر آیا ہے، اور تحقیق کہ تجھ کو پکار رہا ہے۔[۲۹۰]

[۲۹۰]...... یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دیوان میں موجود ہے، لیکن ''مجمع الشواہد'' میں اس کو امام زین العابدین علی بن حسین بن علی (رحمہم اللہ) کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔(فِيْهِ وَضْعُ الْمُظْهَرِ ''عَبْدُکَ'' مَوْضِعُ الْمُضْمَرِ)

(۹)......میں وہ ہوں کہ میرے ادب کو اندھے نے بھی دیکھ لیا اور میرے کلمات نے بہرے کو شنوا بنا دیا۔۲۹۱

شعر مذکورہ بالا کے بعد یہ شعر ہے ۔

فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاکَ اَھْلُ وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَن یَّرْحَمْ سِوَاکَا

اور اگر آپ معاف فرما دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر آپ اپنے در سے دھتکار دے تو آپ کے سوا کون رحم کرسکتا ہے۔(نیل الامانی ص ۲۹۰ ج ۱)

۲۹۱...... یہ متنبّی کا شعر ہے، ص ۵۴۹۔ فِیْہِ تَغْلِیْبُ الْمَعْنٰی عَلَی اللَّفْظِ فِیْ اَدَبِیْ وَکَانَ مُقْتَضَی الظَّاھِرِ اَدَبُہٗ لِیَعُوْدَ الضَّمِیْرُ اِلَی الَّذِیْ۔ف

....

شعر

سفینہ جب کنارے پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا گلہ جور ناخدا کہئے

....

قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنْ کِتَابِ" تُحفَۃِ الطُّلَبَاءِ شَرْحُ اردو سَفِیْنَۃُ الْبُلَغَاءِ" فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا، وَیَلِیْہِ الْجُزْءُ الثَّانِیْ، تَقَبَّلَہُ اللّٰہُ مِنِّی وَنَفَعَ بِہٖ الطَّالِبِیْنَ، وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ
مقیم ڈیوزبری (برطانیہ)

....

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

فہرست کتب جن سے پیش نظر شرح میں استفادہ کیا گیا

نمبر	اسمائے کتب	مصنف	سن وفات
۱	علوم البلاغة........................	شیخ احمد مصطفیٰ المراغی.........	
۲	البلاغة الواضحة.......................	شیخ علی الجازم وشیخ مصطفیٰ امین	
۳	دیوان المتنبی.........................	ابوالطیب الجعفی..............	۳۵۴ھ
۴	شرح ابن عقیل........................	قاضی بہاءالدین عقیل مصری	۷۶۹ھ
۵	تلخیص المفتاح.......................	شیخ محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی.	۷۳۹ھ
۶	مختصر المعانی........................	علامہ سعدالدین تفتازانی....	۷۹۲ھ
۷	نیل الامانی شرح اردو مختصر المعانی	مولانا محمد حنیف گنگوہی......	
۸	مصباح الفتاح شرح تلخیص المفتاح.	مولانا محمد افتخار علی..........	
۹	حل العویض فی شرح التلخیص......	مولانا محمد خان زمان.........	
۱۰	دروس البلاغة مع ترجمہ وشرح اردو شروح البلاغة	مولانا محمد سالم وحیدی........	
۱۱	حاشیه سفینة البلغاء (غیر مطبوعہ)......	مولانا ثمیر الدین قاسمی.......	
۱۲	تفهیم البلاغة (اردو۔ غیر مطبوعہ)......	مولانا ثمیر الدین قاسمی.......	
۱۳	تسهیل البلاغة.......................	مولانا عبیداللہ اسعدی.......	
۱۴	عربی کا معلم........................	مولانا عبدالستار خان........	
۱۵	علم الصرف.........................	مولانا مشتاق احمد چرتھاولی..	
۱۶	مصباح اللغات.......................	مولانا عبدالحفیظ بلیاوی......	
۱۷	المنجد.............................		

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ﴾

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا))

یَا طَالِباً عِلْمَ الْبَلَاغَۃِ اِنَّہ تَاجُ الْعُلُوْمِ وَحِلْیَۃُ الْاَقْوَالِ
یُعْطِیْکَ مِنْ سِحْرِ الْبَیَانِ فَصَاحَۃً وَمِنَ الْبَدِیْعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ
وَاِذَا جَلَسْتَ بِمَجْلِسٍ مُتَکَلِّمًا جَاءَ الْکَلَامُ مُطَابِقًا لِلْحَالِ

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

جزء ثانی

از: حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہم

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم

ناشر

جامعۃ القراءات

عِلْمُ الْبَیَانِ

هُوَ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ اِیْرَادُ الْمَعْنَی الْوَاحِدِ بِطُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ فِیْ وُضُوْحِ الدَّلَالَةِ عَلَیْهِ ، وَیُبْحَثُ فِیْهِ عَنِ التَّشْبِیْهِ، وَالْمَجَازِ، وَالْكِنَایَةِ،

علم بیان [1] ایسا علم ہے جس سے ایک ہی معنی کو ایسے مختلف طریقوں سے بیان کرنا معلوم ہو، جو معنی کو بتانے میں واضح ہوں، اوراس فن میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ سے بحث کی جاتی ہے۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی التَّشْبِیْهِ

پہلا باب تشبیہ کے بیان میں

اَلتَّشْبِیْهُ هُوَ اِلْحَاقُ اَمْرٍ بِاَمْرٍ فِیْ وَصْفٍ بِاَدَاةٍ لِغَرْضٍ، نَحْوُ" اَلْعِلْمُ كَالنُّوْرِ فِی الْهِدَایَةِ"،وَالْاَمْرُ الْاَوَّلُ یُسَمّٰی مُشَبَّهًا، وَالثَّانِیْ مُشَبَّهًا بِهٖ، وَالْاَدَاةُ هِیَ الْكَافُ وَنَحْوُهَا،فَالْعِلْمُ فِی الْمِثَالِ مُشَبَّهٌ، وَالنُّوْرُ مُشَبَّهٌ بِهٖ، وَالْهِدَایَةُ وَجْهُ الشِّبْهِ، وَالْكَافُ اَدَاةُ التَّشْبِیْهِ، وَیَتَعَلَّقُ بِالتَّشْبِیْهِ ثَلَاثَةُ مَبَاحِثَ: اَلْاَوَّلُ فِیْ اَرْكَانِهٖ، وَالثَّانِیْ فِیْ اَقْسَامِهٖ، وَالثَّالِثُ فِی الْغَرْضِ مِنْهُ ،

ایک امر کو کسی دوسرے امر کے ساتھ کسی خاص غرض کے لئے حرف تشبیہ کے ساتھ ملانے کو تشبیہ کہتے ہیں، جیسے، علم ہدایت میں روشنی کی طرح ہے۔ پہلے امر (یعنی جس کو ملایا جائے) کو مشبہ کہتے ہیں، اور دوسرے امر کو مشبہ بہ، اور وصف کو وجہ شبہ، اور اداۃ کاف وغیرہ کو کہتے ہیں۔ تو علم مثال مذکور میں مشبہ ہے، اور نور مشبہ بہ ہے اور ہدایت وجہ شبہ ہے۔ اور

---

[1]...... علم بیان ان اصول وقواعد کا نام ہے جن کے ذریعہ انسان ایک ہی معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنے پر قادر ہو، اوران طریقوں میں سے بعض بعض کے مقابلہ میں معنی مراد کے دلالت کرنے میں زیادہ واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمیں زید کی سخاوت کو بیان کرنا ہے تو اس مضمون کو مختلف الفاظ سے ذکر کرنا علم بیان کہلائے گا، مثلاً "زَیْدٌ كَرِیْمٌ" "زَیْدٌ سَخِیٌّ، زَیْدٌ جَوَّادٌ، لِزَیْدٍ یَدٌ عُلْیَا" (مرغوب)

کاف اداۃ تشبیہ ہے۔اور تشبیہ کے ساتھ تین بحثیں متعلق ہیں، پہلی اس کے ارکان کے بارے میں، اور دوسری اس کے اقسام کے بارے میں اور تیسری: اس کی غرض کے بارے میں۔۲

نوٹ:۲......تشبیہ کے مادے کے اعتبار سے چند باتیں جاننا ضروری ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ تشبیہ حسی، تشبیہ عقلی، تشبیہ خیالی کس کو کہتے ہیں:

(۱)......تشبیہ حسی: اس کو کہتے ہیں کہ مشبہ یا مشبہ بہ حواس خمسہ یعنی چھونے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے یا سننے کے ذریعہ معلوم کی جا سکے۔

(۲)......تشبیہ عقلی: اس کو کہتے ہیں کہ مشبہ یا مشبہ بہ کا مادہ یا خود مشبہ یا مشبہ بہ کو حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعہ نہیں، بلکہ عقل کے ذریعہ اس کا ادراک کیا جاتا ہو، جیسے موت کہ عقل کے ذریعہ اس کا ادراک ہوتا ہے حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعہ سے نہیں۔اور اس کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں:

الف:......مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں، جیسے ''الوجہ کالبدر'' اس مثال میں بدر اور وجہ دونوں حسی ہیں، اور دونوں کا حواس خمسہ کے ذریعہ ادراک (محسوس) کیا جاتا ہے۔

ب:......یا دونوں عقلی ہوں، جیسے ''العلم کالحیاۃ'' اس مثال میں علم اور حیات دونوں عقل کے ذریعہ ادراک کئے جاتے ہیں۔

ج:......مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی ہو کما: المنیۃ کالاسد: موت شیر کی طرح ہے۔اس مثال میں موت مشبہ کا عقل سے ادراک کیا جاتا ہے اور شیر مشبہ بہ کا حس سے ادراک کیا جاتا ہے۔

د:......مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی ہو، جیسے ''العطر کالخلق الحسن'' اس مثال میں عطر حسی ہے اور خلق حسن عقلی ہے۔

(۳)......تشبیہ خیالی: فن بلاغت میں تشبیہ خیالی تشبیہ حسی میں داخل ہے۔تشبیہ خیالی اس کو کہتے ہیں کہ: مشبہ یا مشبہ بہ کا مادہ خارج میں موجود ہو اور حواس خمسہ کے ذریعہ سے اس کا ادراک کیا جاتا ہو لیکن مادے کے ذریعہ جس مجموعہ کو تشبیہ دی گئی ہے تو وہ مجموعہ نہ تو خارج میں موجود ہے اور نہ تو اس مجموعہ کو خارج میں حواس خمسہ کے ذریعہ ادراک (محسوس) کیا جاتا ہو۔

وَنَارَنُجِهَا بَيْنَ الْغُصُوْنِ كَاَنَّهَا شُمُوْسُ عَقِيْقٍ فِىْ سَمَاءٍ زَبَرْجَدٍ

باغ کی نارنگیاں شاخوں کے درمیان ایسی معلوم ہوتی ہیں، گویا کہ عقیق کے پتھر کے بہت سے

اَلْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ فِیْ اَرْکَانِ التَّشْبِیْہِ

پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بارے میں

اَرْکَانُ التَّشْبِیْہِ اَرْبَعَۃٌ: مُشَبَّہٌ، وَمُشَبَّہٌ بِہٖ، وَیُسَمَّیَانِ طَرَفَیِ التَّشْبِیْہِ، وَجْہُ الشِّبْہِ، وَاَدَاۃُ التَّشْبِیْہِ،

ارکان تشبیہ چار ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، ان دونوں کو تشبیہ کی دونوں طرف کہتے ہیں، وجہ شبہ اور ادات تشبیہ۔

فَالْمُشَبَّہُ ھُوَ الْاَمْرُ الْمَلْحَقُ بِغَیْرِہٖ، کَالْعِلْمِ فِی الْمِثَالِ السَّابِقِ، وَالْمُشَبَّہُ بِہٖ عَکْسُہُ کَالنُّوْرِ، وَوَجْہُ الشِّبْہِ ھُوَ الْوَصْفُ الْخَاصُ الَّذِیْ یَشْتَرِکُ فِیْہِ الطَّرَفَانِ کَالْھِدَایَۃِ، وَالْاَدَاۃُ ھِیَ اللَّفْظُ الَّذِیْ یَدُلُّ عَلَی التَّشْبِیْہِ، کَالْکَافِ، وَکَاَنَّ،

تو مشبہ وہ ہے جس کو غیر کے ساتھ ملایا جائے، جیسے کہ لفظ ''علم'' مثال مذکور میں، اور مشبہ بہ، مشبہ کا الٹا ہوتا ہے، جیسے کہ ''نور''۔ اور وجہ شبہ وہ وصف خاص ہے جس میں دونوں کنارے شریک ہوں، جیسے لفظ ''ہدایت''۔ [۳]

سورج زبرجد کے آسمان میں لٹکے ہوئے ہوں۔

اس شعر میں مشبہ بہ کا ہر لفظ مثلاً: شمس، عقیق، سماء، زبرجد خارج میں موجود ہے اور حواس خمسہ سے ادراک کیا جاتا ہے، لیکن عقیق کا سورج زبرجد کے آسمان میں لٹکا ہوا ہو اس شان کے ساتھ خارج میں موجود نہیں ہے، یہ صرف خیالی ہے۔ تو جس کا مادہ خارج میں موجود ہو اور حواس خمسہ کے ذریعہ محسوس کیا جاتا ہو، لیکن مجموعہ خیال میں ہو تو اس کو تشبیہ خیالی کہتے ہیں۔

[۳]...... کالھدایۃ: تشبیہ دینے میں یہ شرط ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ: جس صفت میں تشبیہ دی گئی ہو وہ صفت مشبہ بہ میں مشبہ سے زیادہ کامل درجے میں پائی جاتی ہو، اگر وہ صفت مشبہ بہ میں زیادہ نہ ہو تو کم از کم زیادہ ہونے کا دعوی ہی کیا گیا ہو جیسا کہ: تشبیہ مقلوب میں ہوتا ہے۔ تشبیہ مقلوب میں مشبہ میں صفت تشبیہ مشبہ بہ سے زیادہ پائی جاتی ہو لیکن اس کو الٹ کر مشبہ بنا دیا جاتا ہے اور مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیا جاتا ہے

وَالْكَافُ وَشِبْهُ وَمَثَلَ وَنَحْوُهَا مِنْ كُلِّ مَايَدُلُّ عَلَى الْمُفْرَدِ يَجِبُ اَنْ يَلِيَهُ الْمُشَبَّهُ بِهٖ، بِخَلَافِ كَأَنَّ وَنَحْوُهَا كَيُشَابِهُ' وَ يُمَاثِلُ' وَيَحْكِيْ' مِنْ كُلِّ مَايَدُلُّ عَلَى الْجُمْلَةِ فَيَلِيْهِ الْمَشَبَّهُ،

اورحرف تشبیہ وہ لفظ ہے جوتشبیہ پر دلالت کرتا ہو، جیسے کاف اور کاَن ۔کاف اور شبہ اور مثل وغیرہ ۔۴ جو مفرد لفظ پر داخل ہوتے ہیں ضروری ہے کہ مشبہ بہ اس کے متصل ہو، بخلاف کانّ اوراس جیسے الفاظ، جیسے یشابہ' یماثل اور تحکی ، جو پورے جملہ پر داخل ہوتے ہیں،ان کے متصل مشبہ ہوتا ہے۔

وَكَانَّ تُفِيْدُ التَّشْبِيْهَ، اِذَا كَانَ خَبَرُهَا جَامِدًا، نَحْوُ''كَاَنَّكَ اَسَدٌ'' وَالشَّكَّ، اِذَا كَانَ مُشْتَقًّا، نَحْوُ'' كَاَنَّكَ فَاهِمٌ'' وَقَدْ يُذْكَرُ فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِيْهِ،فَاِنْ كَانَ لِلْيَقِيْنِ اَفَادَ قُرْبَ الْمُشَابَهَةِ،وَاِنْ كَانَ لِلشَّكِّ اَفَادَ بُعْدَهَا،نَحْوُ﴿ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾

اور کانّ تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے جبکہ اس کی خبر جامد ہو، جیسے' گویا کہ آپ شیر ہیں ۔۵ اور

اوراس میں صفت کی زیادتی کا دعوی کیا جاتا ہے۔
مشبہ بہ میں صفت کی زیادتی یا حقیقت میں ہو جیسے: زید کالاسد میں شجاعت کی صفت حقیقت میں اسد مشبہ بہ میں زید مشبہ سے زیادہ ہے یا خیالی طور پر صفت تشبیہ مشبہ بہ میں زیادہ ہو حقیقت میں نہ ہو، جیسے:

صَدْغُ الْحَبِيْبِ وَحَالِيْ كِلَاهُمَا كَاللَّيَالِيْ

حبیب کی کنپٹی اور میری حالت زار دونوں ہی رات کی طرح کالی ہیں۔

اس شعر میں کالا پن خیالی ہے، حقیقت میں حالت کالی نہیں ہوتی۔

۴......کاف اور کانّ کی طرح جوحروف یا الفاظ بھی تشبیہ کا معنی دیتے ہوں وہ تمام حروف ادوات تشبیہ میں داخل ہیں جیسے: مثل' شبہ ' یا جیسے مشابہۃ' مماثلۃ' محاکاۃ اور مضاہاۃ وغیرہ الفاظ تشبیہ کے معنی دیتے ہیں، یہ سب حروف تشبیہ میں داخل ہیں۔

۵......كَاَنَّكَ اَسَدٌ: اس میں اسد خبر جامد ہے اس لئے ''كَاَنَّ'' نے تشبیہ کا فائدہ دیا۔

شک کا فائدہ دیتا ہے، جبکہ اس کی خبر مشتق ہو، جیسے، گویا کہ آپ سمجھ دار ہیں۔ ۶ اور کبھی ایسا فعل ذکر کرتے ہیں جو تشبیہ کو بتاتا ہے، ۷ تو اگر یہ تشبیہ یقین کے لئے ہو تو قرب مشابہت کا فائدہ دیتا ہے، اور اگر شک کے لئے ہو تو بعد مشابہت کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے آپ ان غلمان کو دیکھیں گے تو آپ ان کو بکھرے ہوئے موتی گمان کریں گے۔ ۸

وَاِذَا حُذِفَتْ اَدَاةُ التَّشْبِيْهِ وَوَجْهُهُ سُمِّىَ تَشْبِيْهًا بَلِيْغًا، نَحْوُ "اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِيْحُ الدُّنْيَا"

اور جب تشبیہ میں حرف تشبیہ اور وجہ شبہ حذف کر دیا جائے تو اس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں، جیسے، علماء دنیا کے چراغ ہیں۔ ۹

تَمْرِيْنٌ

وَضِّحْ اَرْكَانَ التَّشْبِيْهِ فِيْمَا يَأْتِىْ:

(۱): اَلزَّمَانُ اَكْبَرُ الْمُعَلِّمِيْنَ، (۲): اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ، (۳): اَلْكَلَامُ سَهْمٌ نَافِذٌ لَا يُمْكِنُ رَدُّهٗ، (۴): اَلْاَخُ فِى السِّلْمِ جَنَاحٌ يُرَقِّيْكَ وَفِى الْحَرْبِ سَلَاحٌ يَحْمِيْكَ، (۵): مَنْ وَعَظَ الْمُتَكَبِّرَ كَانَ كَالْكَاتِبِ عَلٰى صَفْحَاتِ الْمَاءِ، (۶): زَيْدٌ

۶...... كانك فاهم: اس مثال میں فہم یفہم سے فاہم اسم فاعل کا صیغہ ہے اور وہ اسم مشتق ہے، اس لئے کانّ نے شک کا فائدہ دیا۔

۷...... وقد يذكر فعل: حروف تشبیہ کے علاوہ کبھی اور دوسرے فعل کو ذکر کرتے ہیں اور اس سے تشبیہ کا معنی (مراد) لیتے ہیں تو اگر وہ فعل یقین کے لئے ہو تو وہ فعل اس بات کا فائدہ دے گا کہ تشبیہ قریب کی ہے، اور اگر وہ فعل شک کے لئے ہے تو اس بات کا فائدہ دے گا کہ تشبیہ بعید کی ہے۔

۸...... حَسِبْتَهُمْ: آیت میں حَسِبْتَهُمْ نے یقین کا فائدہ دیتا ہے اس لئے اس نے قرب مشابہت کا فائدہ دیا۔

۹...... العلماء: میں حرف تشبیہ اور وجہ شبہ ضیاء محذوف ہیں، اس لئے یہ تشبیہ بلیغ ہوئی۔

كَـالْـمَـوْتِ اِذَا حَانَ النِّزَالُ،(۷): اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاوَاتُ هِيَ صُنْعُ يَدَيْكَ يَا رَبُّ، هِيَ تَزُوْلُ وَاَنْتَ تَبْقٰى، وَكُلُّهَا تَبْلٰى كَالثَّوْبِ وَتَطْوِيْهَا كَالرِّدَاءِ فَتَتَغَيَّرُ،

كَـرِيْشَةٍ فِـيْ مَهَبِّ الرِّيْحِ سَاقِطَةٍ (۸) لَا تَسْتَـقِرُّ عَلٰى حَالٍ مِنَ الْقَلَقِ

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى (۹) حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمُ

وَاِذَا افْتَقَرْتَ اِلَى الذَّخَائِرِ لَمْ تَجِدْ (۱۰) ذُخْرًا يَكُوْنُ كَصَالِحِ الْاَعْمَالِ

كَاَنَّ سَوَادَ اللَّيْلِ وَالْفَجْرُ ضَاحِكٌ (۱۱) يَـلُـوْحُ وَيَـخْـفٰى اَسْوَدُ يَتَبَسَّمُ

غَيْـثٌ وَ لَيْثٌ ، فَغَيْثٌ حِيْنَ تَسْأَلُهُ (۱۲) عُرْفًا وَلَيْثٌ لَدَى الْهَيْجَاءِ ضِرْغَامٌ

مندرجہ ذیل جملوں میں ارکان تشبیہ کی وضاحت فرمائیں

(۱)......زمانہ سب سے بڑا معلم ہے۔[۱۰]

(۲)...... بھلائی پر رہنمائی کرنے والا' کرنے والے کی طرح ہے۔[۱۱]

(۳)......کلام پار ہونے والا تیر ہے، اس کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔[۱۲]

(۴)...... بھائی زمانہ امن میں پر کی طرح ہے جو آپ کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے، اور زمانہ جنگ میں ہتھیار کی طرح ہے جو آپ کی حفاظت کرتا ہے۔[۱۳]

---

[۱۰]......الزمان' مشبہ ہے، المعلمین مشبہ بہ ہے، حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں، اس لئے یہ تشبیہ بلیغ ہوئی۔

[۱۱]......الدال علی الخیر' مشبہ ہے' فاعلہ مشبہ بہ ہے' کاف حرف تشبیہ ہے' وجہ شبہ ''فی الثواب'' محذوف ہے۔

[۱۲]......الکلام مشبہ ہے، سہم مشبہ بہ ہے، لایمکن ردہ' وجہ شبہ ہے، حرف تشبیہ محذوف ہے۔ نافذ: نفذ ینفذ سے اسم فاعل ہے، پار اتر جانے والا۔

[۱۳]......الاخ مشبہ ہے، جناح مشبہ بہ ہے، کاف حرف تشبیہ ہے، یرقیک' وجہ شبہ ہے، اسی سے ترقی ہے۔ اسی طرح 'الاخ' مشبہ ثانی ہے، اور سلاح مشبہ بہ ہے، اور یحمیک وجہ شبہ ہے۔ یَحْمِيْ: حَمٰى يَحْمِيْ سے فعل مضارع ہے ''حفاظت کرنا''۔ حرف تشبیہ محذوف ہے، اس لئے اس میں تشبیہ مؤکد ہے۔

(۵)......جو متکبر کو نصیحت کرتا ہے وہ پانی کی سطح پر لکھنے والے کی طرح ہے۔[۱۴]

(۶)......زید جب مقابلہ کا وقت آتا ہے تو موت کی طرح ہوتا ہے۔[۱۵]

(۷)......زمین و آسمان تیرے ہاتھوں کی کاریگری ہے اے رب!، وہ ختم ہو جائیں گے اور آپ باقی رہیں گے، اور تمام کپڑے کی طرح بوسیدہ ہو جائیں گے اور آپ اس کو چادر کی طرح لپیٹ دیں گے تو وہ بدل کر فنا ہو جائیں گے۔[۱۶]

(۸)......(مہجو) ہوا کے چلنے کی جگہ پر گرے ہوئے اس پر کی طرح ہے، جو بے قراری کی وجہ سے ایک حالت پر ٹھہرا نہیں رہتا۔[۱۷]

(۹)......انسانی نفس کی حالت بچے کی طرح ہے، اگر آپ اس کو دودھ پیتا چھوڑ دیں، تو وہ دودھ پینے کی محبت پر جوان ہوگا، اور اگر دودھ چھڑا دیں تو وہ چھوڑ دے گا۔[۱۸]

---

[۱۴]......یہ پورا جملہ مشبہ ہے "کالکاتب علی صفحات الماء" مشبہ بہ ہے، کاف حرف تشبیہ ہے، اثر باقی نہ رہنا' وجہ شبہ محذوف ہے۔
تشریح جملہ: یعنی جس طرح پانی پر لکھنے کا اثر باقی نہیں رہتا، اسی طرح متکبر کو نصیحت کا اثر باقی نہیں رہتا۔

[۱۵]......زید کالموت: زید مشبہ ہے، موت مشبہ بہ ہے، کاف حرف تشبیہ ہے، دشمنوں کو فنا کرنا وجہ شبہ ہے جو محذوف ہے۔

[۱۶]......اس میں کلہا' مشبہ ہے، الثوب' مشبہ بہ ہے، اور 'ک' حرف تشبیہ ہے، تبلیٰ وجہ شبہ ہے، تبلی' بلی یبلی بلاء ' سے بوسیدہ ہونے کے معنی میں ہے۔ اسی طرح "تطویھا کالرداء" میں ھا' مشبہ ہے، رداء مشبہ بہ ہے، اور تطوی وجہ شبہ ہے۔ طوی یطوی طیّاً لپیٹنا۔

[۱۷]......کریشۃ: ریشۃ' مشبہ بہ ہے، اور جس کی ہجو کر رہا ہے وہ مشبہ ہے، اور لاتستقر وجہ شبہ ہے۔ مھب' ھب یھب سے اسم ظرف ہے، ہوا چلنے کی جگہ۔ القلق' بے قراری' بے چینی۔
تشریح شعر: جس کی ہجو کی جا رہی ہے اس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے، وہ قلق اور اضطراب کی وجہ سے ہوا کے چلنے کی جگہ پر جس طرح پر الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، اسی طرح وہ بھی الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔

[۱۸]......تُھمِلُ: اھمل یھمل' سے بے کار چھوڑ دینا۔ رضاع: دودھ پینا۔ تفطم: دودھ چھڑانا، ینفطم:

(۱۰)......اور جب آپ ذخیروں کے محتاج ہوں تو آپ نیک اعمال کی طرح کسی ذخیرے کو کارگر نہیں پائیں گے۔[۱۹]

(۱۱)......رات کا اندھیرا اور ہنستی ہوئی فجر جو کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پوشیدہ ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی حبشی مسکرا رہا ہو۔[۲۰]

(۱۲)......میرا ممدوح برستی ہوئی بارش اور شیر کی طرح ہے، جب اس سے عطیہ مانگیں تو وہ بارش کی طرح ہے اور لڑائی کے وقت وہ بہادر شیر کی طرح ہے۔[۲۱]

باب انفعال سے خود دودھ چھوڑ دینا۔

تشریح شعر: انسانی نفس بچے کی طرح ہے، اگر اس کو ویسے ہی چھوڑ دے تو اس میں رذائل پیدا ہو جائیں گے، اور اگر اس کی تربیت کریں گے تو وہ رذائل چھوڑ دے گا۔

اس مذکورہ بالا شعر میں النفس مشبہ ہے، الطفل مشبہ بہ ہے، اور ان تہمل سے اخیر تک وجہ شبہ ہے۔

[۱۹]......تشریح شعر: قیامت میں احتیاج کے وقت نیک اعمال سب سے زیادہ کارگر ذخیرہ ہیں۔ اس شعر میں ذخرا' مشبہ، صالح الاعمال' مشبہ بہ ہے، اور الاعانۃ وجہ شبہ محذوف ہے۔

[۲۰]......ضاحک: ہنسنے والا، یہاں مراد ہے' فجر کا ظاہر ہونا ہے۔ لاح یلوح: ن سے ظاہر ہونا۔ اسود: کالا، یہاں مراد ہے حبشی آدمی۔ فجر کے ظاہر ہونے اور پوشیدہ ہونے کے وقت رات کی سیاہی کو حبشی آدمی کے مسکرانے سے تشبیہ دی ہے۔

اس شعر میں سواد اللیل' سے یخفی' تک مشبہ ہے اور اسود یتبسم' مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ یلوح اور یخفی کا مفہوم ہے۔

نیز تشبیہ مفرد بالمفرد مانیں تو سواد اللیل کو مشبہ اور اسود کو مشبہ بہ اور فجر کے ظہور و خفاء کو جو ضحک کا بیان ہے مشبہ اور تبسم حبشی کا مشبہ بہ کہہ سکتے ہیں۔ف

[۲۱]......غیث: بارش۔ لیث: بارش۔ عرفا: عطیہ۔ ھیجاء: جنگ۔ ضرغام: یہ لیث کی صفت کی صفر ہے، بمعنی بہادر۔ اس شعر میں غیث ولیث مشبہ بہ ہے، اور ممدوح محذوف ہے' جو مشبہ ہے۔ اور غیث میں کثرت عطاء وجہ شبہ ہے، جس کا اشارہ ''حین تسأ لہ عرفاً'' میں موجود ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِیُ فِیُ اَقْسَامِ التَّشْبِیُهِ

دوسری بحث تشبیہ کے اقسام میں

یَنُقَسِمُ التَّشُبِیُهُ بِاِعُتِبَارِ طَرُفَیُهِ اَرُبَعَةَ اَقُسَامٍ :

تشبیہ کی مشبہ اور مشبہ بہ کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

(۱) :تَشُبِیُهُ مُفُرَدٍ بِمُفُرَدٍ،نَحُوُ "عِلُمٌ لَا یَنُفَعُ كَدَوَاءٍ لَایَنُجَحُ"

مفرد کو مفرد کے ساتھ تشبیہ دینا جیسے: علم جو نفع نہ دے اس دواء کی طرح ہے جو نفع نہ دے۔۲۲

(۲) :تَشُبِیُهُ مُرَكَّبٍ بِمُرَكَّبٍ:بِاَنُ یَكُوُنَ كُلٌّ مِّنَ الُمُشَبَّهِ وَالُمُشَبَهِ بِهٖ هَیُئَةً حَاصِلَةً مِنُ عِدَّةِ اُمُوُرٍ، كَقَوُلِهٖ:

وَالُبَدُرُ فِیُ كَبِدِ السَّمَاءِ كَدِرُهَمٍ مُـلُقًى عَلٰى دِیُبَاجَةٍ زَرُقَاءَ

مرکب کو مرکب کے ساتھ تشبیہ دینا' ۲۳ اس طرح کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں چند امور سے حاصل شدہ ہیئت کذائی ہوں۔ جیسے شاعر کا قول:

چودھویں کا چاند آسمان کے درمیان ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ سبز ریشمی کپڑے پر درہم پڑا ہوا ہو۔۲۴

۲۲......لا ینجع : نفع نہیں دیتا۔اس جملہ میں علم' مشبہ اور دواء' مشبہ بہ ہے،اور دونوں مفرد ہیں،اس لئے اس میں تشبیہ مفرد بمفرد ہوئی۔

۲۳......تشبیہ مرکب بمرکب: کا مطلب یہ ہے کہ مشبہ بھی چند امور سے حاصل شدہ ہیئت کذائی ہو،اور مشبہ بہ بھی چند امور سے حاصل شدہ ہیئت کذائی ہو۔

۲۴......کبد: کلیجہ' یہاں "کبد السماء" سے وسط السماء مراد ہے۔ دیباج' ریشمی کپڑا۔ زرقاء' نیلگوں رنگ۔

(۳): تَشْبِيْهُ مُفْرَدٍ بِمُرَكَّبٍ: كَقَوْلِهٖ:

وَحَدَائِقُ لَبِسَ الشَّقِيْقَ نَبَاتُهَا كَالْأُرْجُوَانِ مُنَقَّطٌ بِالْعَنبَرِ

بہت سے باغ ایسے ہیں جن کے پودوں نے گل لالہ کو پہنا (اگایا، جو) سرخ کپڑے پر عنبر کے نقطہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔۲۵

(۴): تَشْبِيْهُ مُرَكَّبٍ بِمُرَكَّبٍ : كَقَوْلِهٖ:

لَا تَعْجَبُوْا مِنْ خَالِهٖ فِيْ خَدِّهٖ كُلُّ الشَّقِيْقِ بِنُقْطَةٍ سَوْدَاءَ

ممدوح کے رخسار پر اس کے تل سے تعجب نہ کریں، کیونکہ ہر شقیق پھول کالے نقطے کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔۲۶

وَيَنْقَسِمُ التَّشْبِيْهُ بِاعْتِبَارِ وَجْهِ الشِّبْهِ،

اس شعر میں نیلگوں آسمان کے درمیان چودھویں کا چاند ہو، اس کی ہیئت کذائی مشبہ ہے، جو مرکب ہے۔ اور سبز ریشمی کپڑے پر پڑے ہوئے درہم کی ہیئت کذائی مشبہ بہ ہے۔ اور یہ بھی مرکب ہے۔ چونکہ دونوں جزء مرکب ہیں، اس لئے یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہوئی۔

۲۵......شقیق: ایک قسم کا پھول ہے، جس کے پتے بہت ہی سرخ ہوتے ہیں، اور اس پر گہرے کالے نقطے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ الارجوان: ایک قسم کا چھوٹا سا درخت، جس کے پتے بہت سرخ ہوتے ہیں یا وہ کپڑا جو ارجوان کے پھول سے رنگا ہوا ہو۔ عنبر: ایک سیاہ رنگ کی خوشبو جو جلانے سے خوشبو دیتی ہے۔ تشریح شعر: باغ میں جب شقیق (گل لالہ) کا پھول اگتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارجوان کپڑے پر عنبر کا نقطہ لگایا ہوا ہو۔ اس شعر میں شقیق مشبہ مفرد ہے، اور الاجوان منقط بالعنبر کی مجموعی ہیئت کذائی مشبہ بہ ہے جو مرکب ہے۔ اس لئے اس میں تشبیہ مفرد بمرکب ہوئی۔

۲۶......خال: رخسار، رخسار پر نقطۂ سیاہ، جس کو اردو، ہندی میں ''تل'' کہتے ہیں۔ خد: گال، رخسار۔ تشریح شعر: ممدوح کے رخسار پر کالے تل سے اس کا حسن دوبالا ہو گیا، جیسے: شقیق پھول کالے نقطے سے حسین وخوبصورت ہو جاتا ہے۔ اس شعر میں: خالہ فی خدہ کی ہیئت کذائی مشبہ ہے، جو مرکب ہے، اور تنہا شقیق مشبہ بہ ہے، جو مفرد ہے، اس لئے اس میں تشبیہ مرکب بمفرد ہوئی۔

اور تشبیہ وجہ شبہ کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے:

اَوَّلاً: اِلٰی تَمْثِیلٍ وَ غَیرِ تَمْثِیلٍ، فَالتَّمْثِیلُ ھُوَ مَاکَانَ وَجْھُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدّدٍ کَقَوْلِهٖ:

کَأَنَّ مُثَارَ النَّقْعِ فَوْقَ رُؤُوْسِنَا وَاَسْیَافَنَا لَیْلٌ تَهَاوٰی کَوَاکِبُهُ

وَغَیْرُ التَّمْثِیلِ: ھُوَ مَالَمْ یَکُنْ وَجْهُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدّدٍ، نَحْوُ "صَوْتُهُ کَالرَّعْدِ"

پہلے: تمثیل اور غیر تمثیل کی طرف۔ تو تمثیل وہ ہے جس کی وجہ شبہ متعدد امور سے نکلی ہوئی ہو۔ ۲۷ جیسے کہ اس (شاعر) کا قول:

ہمارے سروں پر اڑتا ہوا غبار اور تلواریں ایسے معلوم ہوتے ہیں، جیسے رات میں ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔ ۲۸

اور تشبیہ غیر تمثیل: وہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے متعدد امور سے ماخوذ نہ ہو۔ جیسے 'اس کی آواز کڑک کی طرح ہے۔ ۲۹

۲۷......فالتمثیل: یہاں تمثیل کی بحث میں مشبہ اور مشبہ بہ سے قطع نظر کرتے ہوئے خود وجہ شبہ کو دیکھا جاتا ہے اور وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہو تو اس کو تشبیہ تمثیل کہتے ہیں۔

۲۸......مثار: اصل میں 'النقع المثار' تھا، صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے، اڑتا ہوا غبار۔ نقع: غبار۔ تھاوی: اصل میں تتھاوی' تھا، ایک تاء تخفیف کے لئے حذف کر دی گئی ہے۔ ترجمہ: کسی چیز کا گرنا۔ کواکب جمع کوکب بمعنی ستارے۔

(یہ شعر بشار کا ہے۔ علوم البلاغۃ ص ۱۹۸۔ البلاغۃ الواضحۃ ص ۴۷۔ مرغوب)

تشریح شعر: شاعر اپنی جماعت کی بہادری بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: میدان جنگ میں ہمارے سروں پر غبار اس کثرت سے اڑ رہا تھا اور اس درمیان چمکتی ہوئی تلواریں اس تیزی سے چل رہی تھیں کہ اندھیری رات میں ٹوٹتے ہوئے ستارے معلوم ہوتی تھیں۔ یعنی تلواریں چلانے میں ہم بہت بہادر ہیں۔ اس شعر میں وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہے، اس لئے یہ تشبیہ تمثیل ہوئی۔

۲۹......صوتہ: اس میں وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع نہیں ہے، اسلئے تشبیہ غیر تمثیل ہوئی۔

ثَانِیًا: اِلٰی مُفَصَّلٍ وَ مُجمَلٍ،فَالمُفَصَّلُ هُوَ مَاذُکِرَ فِیْهِ وَجْهُ الشِّبْهِ،نَحْوُ ''اَللِّسَانُ کَالْحَیَّةِ فِی الْاَذٰی'' وَالْمُجْمَلُ: هُوَ مَالَمْ یُذْکَرْ فِیْهِ وَجْهُ الشِّبْهِ،نَحْوُ''اَلْعِلْمُ فِی الصِّغَرِ کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ''

اور پھر دوسری (قسم): مفصل اور مجمل کی طرف: مفصل وہ ہے جس میں وجہ شبہ ذکر کی گئی ہو، جیسے: زبان تکلیف دینے میں سانپ کی طرح ہے۔۳۰ اور مجمل وہ ہے جس میں وجہ شبہ ذکر نہ کی گئی ہو: جیسے علم سیکھنا بچپنے میں پتھر میں نقش کی طرح ہے۔۳۱

وَیَنْقَسِمُ التَّشْبِیْهُ بِاِعْتِبَارِ آدَاتِهٖ:

اور تشبیہ اپنے آدات کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے:۳۲

اِلٰی مُرْسَلٍ:وَهُوَ مَاذُکِرَتْ فِیْهِ آدَاتُهٗ ، نَحْوُ اَنْتَ کَالْبَحْرِ فِی النَّفْعِ، وَمِنَ الْمُؤَکَّدِ: وَهُوَ مَاحُذِفَ فِیْهِ آدَاتُهٗ،نَحْوُ ''اَنْتَ بَحْرٌ فِی النَّفْعِ وَمِنَ الْمُؤَکَّدِ:مَااُضِیْفَ فِیْهِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ اِلَی الْمُشَبَّهِ ،کَقَوْلِهٖ

وَالرِّیْحُ تَعْبَثُ بِالْغُصُوْنِ وَقَدْ جَرٰی ذَهَبُ الْاَصِیْلِ عَلٰی لُجَیْنِ الْمَاءِ

مرسل کی طرف۔ وہ یہ ہے اس میں حرف تشبیہ ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے آپ سمندر کی طرح ہیں نفع دینے میں۔۳۳ اور مؤکد کی طرف: وہ یہ ہے کہ جس میں حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہو۔ جیسے' آپ سمندر ہیں نفع دینے میں،۳۴ اور مؤکد میں سے وہ بھی ہے جس میں مشبہ بہ

۳۰......فی الاذیٰ: اس مثال میں وجہ شبہ مذکور ہے، اس لئے تشبیہ مفصل ہوئی ہے۔

۳۱......العلم: اس مثال میں وجہ شبہ محذوف ہے، اس لئے یہ تشبیہ مجمل ہوئی ہے۔

۳۲......تشبیہ میں حرف تشبیہ اگر ذکر کیا گیا ہو تو اس کو تشبیہ مرسل کہتے ہیں۔ اور حرف تشبیہ ذکر نہ کیا گیا ہو تو اس کو تشبیہ مؤکد کہتے ہیں۔ اور جس تشبیہ میں مشبہ بہ مشبہ کی طرف اضافت کر دیا گیا ہو تو اس کو تشبیہ مؤکد میں ہی شمار کرتے ہیں۔

۳۳......انت کالبحر: اس مثال میں کاف حرف تشبیہ مذکور ہے، اس لئے یہ تشبیہ مرسل ہوئی۔

مشبہ کی طرف اضافت کر دیا گیا ہو۔ جیسے اس کا قول:

اور ہوا شاخوں سے کھیل رہی ہے اور حال یہ ہے کہ شام کا سونا (سنہرے رنگ کی دھوپ) پانی کی چاندی صاف پانی پر جاری ہوئی ہے۔ [۳۵]

---

[۳۴]......انت بحر: اس مثال میں حرف تشبیہ مذکور نہیں ہے، اس لئے یہ تشبیہ مؤکد ہوئی۔

[۳۵]......تعبث: کھیلتا ہے، یہاں اس مثال میں اس سے مراد ہوائیں شاخوں کو ہلا رہی ہیں۔ ذہبٌ: سونا' اس کا رنگ سنہرا ہوتا ہے۔ الاصیل: عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت۔ اس وقت سورج کا رنگ بھی سونے کی طرح سنہرا ہوتا ہے لجین: سفید چاندی۔ یہاں ماء کو سفید چاندی کے ساتھ صفائی اور سفیدی میں تشبیہ دی ہے۔

تشریح شعر: شام کے وقت کا منظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہوائیں شاخوں کے ساتھ کھیل رہی ہیں یعنی ان کو ہلا رہی ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ شام کے وقت کی سنہری صاف وسفید پانی پر چھائی جا رہی ہیں۔ اس شعر میں الاصیل مشبہ ہے، اس کے سنہرے رنگ کو ذہبٌ مشبہ بہ کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ لیکن بجائے تشبیہ دینے کے مشبہ بہ ذہب کو مشبہ اصیل کی طرف اضافت کر دیا۔ یہی تشبیہ ہے جو ما اضیف فیہ المشبہ بہ الی المشبہ ہے۔ جس کو تشبیہ مؤکد میں شمار کرتے ہیں۔

اسی طرح ماء کو لجین کے ساتھ صفائی اور سفیدی میں تشبیہ دی ہے لیکن بجائے تشبیہ کے لجین مشبہ بہ کو ماء مشبہ کی طرف اضافت کر دیا، اس لئے یہ تشبیہ ہے جو ما اضیف فیہ المشبہ بہ الی المشبہ ہے۔

نوٹ: وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں اور بھی ہیں: (۱)......تشبیہ قریب اور (۲)......تشبیہ بعید۔

تشبیہ قریب:......اس کو کہتے ہیں کہ: مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف ذہن جلدی منتقل ہو جائے، اس لئے درمیان میں واسطہ کم ہے یا بالکل نہیں ہے، اور مشبہ بہ ذہن میں ہر وقت حاضر رہتا ہے۔ جیسے چہرے کو بدر سے تشبیہ دینے میں فوراً سمجھ میں آجاتا ہے کہ بدر سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ حسن کے اعتبار سے ہے۔ تو یہ تشبیہ قریب ہوئی۔

تشبیہ بعید:......اس کو کہتے ہیں کہ: ذہن مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف جلدی منتقل نہیں ہوتا، بلکہ غور وفکر کے بعد ذہن اس کی طرف جاتا ہے۔ اس لئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان واسطے بہت ہیں۔ یا مشبہ بہ ذہن میں کم حاضر ہوتا ہے۔ یا اور کوئی وجہ ہے جس سے مشبہ بہ ذہن میں حاضر نہیں ہے۔ جیسے

تَمْرِیْنٌ

وَضِّحْ اَقْسَامَ التَّشْبِیْهِ بِاِعْتِبَارِ الْوَجْهِ فِیْمَا یَأْتِیْ :

(۱):مَرَّ بِنَا یَوْمٌ کَالْعَلْقَمِ ،(۲):مَتٰی اَخَذَ الْمَاکِرُ بِاُحْبُوْلَةِ مَکْرِهٖ یَاْخُذُ یَرُوْغُ کَالثَّعْلَبِ،(۳):اَلْمِکْثَارُ کَحَاطِبِ لَیْلٍ،(۴):هٰذَانِ الشَّابَّانِ کَفَرَسَیْ رِهَانٍ، (۵):طَبْعُ هٰذَا الْمَمْدُوْحِ النَّسِیْمُ رِقَّةً' وَالْبَحْرُ جَوَادًا'وَکَلَامُهُ الدُّرُّ حَسَنًا،(٦): کَلَامٌ کَالْعَسَلِ وَفِعْلٌ کَالْاَسَلِ،(۷):اَلْکَلَامُ الْمَنْطُوْقُ فِیْ اَوَانِهٖ تُفَّاحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِیْ سِلَالٍ مِنْ فِضَّةٍ،(۸): کَالْعُثِّ فِی الثَّوْبِ' وَالسُّوْسِ فِی الْخَشَبِ' هٰکَذَا الْکَآبَةُ فِیْ قَلْبِ الْاِنْسَانِ،(۹):اَلصَّدِیْقُ الْمُنَافِقُ وَالْاِبْنُ الْجَاهِلُ کِلَاهُمَا کَجَمَرِ الْغَضَا،

لَاحَتْ قُرَاهَابَیْنَ خَضْرَةِ اَیْکِهَا (۱۰) کَالدُّرِّ بَیْنَ زَبَرْجَدٍ مَکْنُوْنٍ
فَجَرَی النَّهْرُ' وَهُوَ یُشْبِهُ سَیْفًا (۱۱) فِیْ رِیَاضٍ کَاَنَّهَا لَهٗ جَفْنٌ
وَمَاالْمَرْءُ اِلَّا کَالْهِلَالِ وَضَوْئِهٖ (۱۲) یُوَافِیْ تَمَامَ الشَّهْرِ ثُمَّ یَغِیْبُ
ثُمَّ اَهْدَوْا لَنَا عُقَّارًا کَعَیْنِ (۱۳) الدِّیْکِ صَفّٰی سُلَافَهَا الرَّاوُوْقُ
وَالْعَیْشُ نَوْمٌ وَالْمَنِیَّةُ یَقْظَةٌ (۱۴) وَالْمَرْءُ بَیْنَهُمَاخِیَالٌ سَارٍ

مندرجہ ذیل جملوں میں وجہ شبہ کے اعتبار سے اقسام کی وضاحت فرمائیں

''وَالشَّمْسُ کَالْمِرْاٰةِ فِیْ کَفِّ الْاَشَلِّ'' سورج تھرتھرانے میں مشل ہاتھ میں آئینہ کی طرح ہے۔یعنی جس طرح مشل شدہ ہاتھ میں آئینہ تھرتھراتا ہے،اسی طرح سورج اپنی حرکت میں تھرتھراتا ہے۔اس مثال میں وجہ شبہ جلدی ذہن میں نہیں آتا ہے اس لئے یہ تشبیہ بعید ہوئی۔

اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ شل والے کے ہاتھ میں آئینہ کی طرح ہے یعنی جس طرح آئینہ اس کے ہاتھ میں ٹھہرتا نہیں،اسی طرح دھوپ بھی قبضہ میں نہیں آتی۔ف

(۱)......ہمارا ایک دن حنظل کی طرح کڑوا گذرا۔۳۶

(۲)......مکار جب اپنے مکر کی جال میں پکڑا جاتا ہے' تو لومڑی کی طرح ادھر ادھر بھاگتا ہے۔۳۷

(۳)......بہت زیادہ باتیں کرنے والا رات کو لکڑی چننے والے کی طرح ہے۔۳۸

(۴)......یہ دونوں نوجوان مقابلہ کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں۔۳۹

(۵)......اس ممدوح کی طبیعت بادنسیم کی طرح ہے نرمی میں، اور سمندر کی طرح سخاوت میں، اور اس کا کلام موتی کی طرح ہے حسن میں۔۴۰

(۶)......بات شہد کی طرح اور کام نیزے کی طرح ہے۔۴۱

۳۶......حنظل: اندرائن' ایک قسم کا کڑوا پھل۔ اس جملہ میں وجہ شبہ مذکور نہیں ہے، اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی'

۳۷......ماکر' مکر سے اسم فاعل ہے، مکر کرنے والا۔ حبولة: مأخذ: حبالة :بمعنی جال۔یروغ :دھوکہ دے کر ادھر ادھر کھسکنا۔ ثعلب: لومڑی، جو مکر کرنے میں مشہور ہے۔

اس جملہ میں ماکر مشبہ اور ثعلب مشبہ بہ ہے، اور یروغ وجہ شبہ مذکور ہے، اس لئے تشبیہ مفصل ہوئی۔

۳۸......المکثار: بہت باتونی، حاطب: رات میں سوکھی اور کچی لکڑی چننے والا، یہ عربی کا محاورہ ہے، اس کو ایسے وقت میں بولتے ہیں جب آدمی جہالت میں سچی جھوٹی باتیں کرتا ہو، اس لئے تشبیہ تمثیل بھی ہوگی، اس جملہ میں وجہ شبہ جید اور ردی موجود نہیں ہے اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔

۳۹......ھٰذان الشابان: یہ جملہ عربی کی مثل ہے، کوئی دو آدمی کسی بات میں مسابقت کر رہے ہوں تو یہ مثل بولی جاتی ہے، اس جملہ میں وجہ شبہ عمدگی محذوف ہے، اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔

۴۰......النسیم: صبح کی ٹھنڈی ہوا، اس جملے میں حرف تشبیہ موجود نہیں، اس لئے تشبیہ مؤکد ہوئی، اور وجہ شبہ رقة و جوادًا اور حسنا موجود ہیں اس لئے تشبیہ مفصل ہوئی۔ اس جملے میں تین تشبیہیں ہیں۔

۴۱......الاســـل: نیزہ، یہ پورا جملہ عربی کی مثل ہے، ایسے وقت کہتے ہیں جب کہ کسی کے قول و فعل میں مطابقت نہ ہو، بلکہ میٹھی میٹھی باتیں کر کے تکلیف دینے کے درپے ہو، اس جملے میں ''کلام کالعسل'' میں وجہ شبہ حلو ہے اور فعل ''کالاسل'' میں ایذاء وجہ شبہ محذوف ہے، اس لئے تشبیہ مرسل اور مجمل ہوئی۔

(۷)......بات جو موقع پر کہی گئی ہو چاندی کی ٹوکری میں سونے کے سیب کی طرح ہے۔[۴۲]

(۸)......کپڑے میں کیڑے کی طرح، اور لکڑی میں دیمک کی طرح، اسی طرح غم انسان کے دل میں ہوتا ہے۔[۴۳]

(۹)......منافق دوست اور جاہل بیٹا دونوں جھاؤ کے انگارہ کی طرح ہیں۔[۴۴]

(۱۰)......محبوبہ کے گاؤں سبز گھنے درختوں کے درمیان اس طرح چمکتے ہیں جیسے چھپے ہوئے زبرجد کے درمیان موتی ہو۔[۴۵]

(۱۱)......تو نہر جاری ہوئی، اور وہ تلوار کے مشابہ ہے ایسے باغوں میں جو گویا کہ اس کے لئے میان ہیں۔[۴۶]

---

[۴۲]......سلال سلة، کی جمع ہے، ٹوکری۔ اس جملے میں الکلام سے اوانہ، تک پورا جملہ مشبہ ہے اور تفاح سے فضۃ تک پورا جملہ مشبہ بہ ہے، اس لئے یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ قیمتی ہونا دونوں محذوف ہیں، اس لئے تشبیہ بلیغ ہوئی۔

[۴۳]......عث: ایک قسم کا کیڑا جو ریشمی اور اونی کپڑوں کو کھاتا ہے۔ سوس: دیمک، جو لکڑی کو کھاتی ہے۔ کآبة: رنج و غم، حزن و ملال۔ اس جملے میں عث اور سوس مشبہ بہ ہیں اور کآبة مشبہ مؤخر ہے۔ وجہ شبہ بربادی محذوف ہے اس لئے یہ تشبیہ مجمل ہوئی۔

[۴۴]......جمر: انگارہ۔ غضا: جھاؤ کی لکڑی، جس میں آگ اندر ہی اندر گھلتی رہتی ہے اور دیر تک رہتی ہے، تشریح جملہ: جس طرح جھاؤ کی لکڑی کو آگ اندر ہی اندر جلاتی رہتی ہے اور بغیر محسوس ہوئے دیر تک رہتی ہے، اسی طرح منافق دوست اور جاہل بیٹے کا نقصان اندر ہی اندر دیرپا رہتا ہے۔

اس جملہ میں ''الصدیق المنافق'' اور ''الابن الجاهل'' مشبہ ہے، اور ''جمر الغضا'' مشبہ بہ ہے، اور وجہ شبہ دیرپا نقصانات محذوف ہے، اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔

[۴۵]......قرأ: جمع ہے قرية کی بمعنی گاؤں۔ ایکة: گھنے درخت۔ زبرجد: ایک قسم کا قیمتی پتھر جو سبز رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ مکنون: چھپا ہوا۔ اس جملہ میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے، وجہ شبہ لاحت: چمکنا موجود ہے، اس لئے تشبیہ مفصل و مرسل ہوئی۔

(۱۲)......نہیں ہے انسان مگر چانداوراس کی روشنی کی طرح کہ پورا مہینہ رہتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے۔ ۴۷

(۱۳)......پھر انہوں نے ہمیں شراب ہدیہ دیا' جو مرغے کی آنکھ کی طرح تھی، اس کے شیرے کو چھنے میں صاف کیا تھا۔ ۴۸

(۱۴)......عیش نیند کی طرح ہے، اور موت بیداری کی طرح ہے اور انسان ان کے درمیان رات میں آنے والے خیال کی طرح ہے۔ ۴۹

۴۶......جفن: آنکھ کا پپوٹا، تلوار کا میان، یہاں میان ہی مراد ہے۔
تشریح شعر: باغ کے درمیان نہر اس خوبصورتی سے بہہ رہی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہر تلوار ہو اور باغ اس کے لئے میان کا منظر پیش کر رہا ہو۔ اس شعر میں نہر کو تلوار سے تشبیہ دی ہے اور ریاض کو میان سے، اس لئے یہ تشبیہ مفرد بمفرد ہے، وجہ شبہ موجود نہیں ہے اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔ اور حرف تشبیہ 'کانّ' موجود ہے اس لئے یہ تشبیہ مرسل ہوئی۔

۴۷......یوافی: باقی رہنا، پورا کرنا۔ تشریح شعر: جس طرح چانداوراس کی روشنی وجود میں آتی ہے، پھر چند دنوں کے بعد غائب ہو جاتی ہے، اسی طرح آدمی پیدا ہوتا ہے، پھر زندگی گذارتا ہے، پھر مر کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس شعر میں المرء کو ہلال کے ساتھ تشبیہ دی، اس لئے یہ تشبیہ مفرد بمفرد ہوئی، اور حرف تشبیہ اور وجہ شبہ وجود پھر غیوبت موجود ہے اس لئے یہ تشبیہ مرسل اور مفصل ہوئی۔

۴۸......عُقار: عین کے ضمہ (پیش) کے ساتھ بمعنی شراب، سلاف: انگور کا شیرہ جو نچوڑنے سے پہلے ٹپک جائے، الراؤوق: وہ برتن جس میں شراب صاف کی جاتی ہے۔ تشریح شعر: محبوب نے جو مجھے شراب دی تھی وہ مرغے کی آنکھ کی طرح (لال، سرخ) تھی اور اس کو راؤوق میں اچھی طرح صاف کیا گیا تھا۔ اس شعر میں شراب کی تعریف کی گئی ہے۔ اس شعر میں وجہ شبہ صاف اور شفاف موجود ہے اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔

۴۹......منیۃ: موت، سار: سری یسری سے اسم فاعل کا صیغہ، رات میں آنے والا خیال۔
اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں، اور تینوں تشبیہیں بلیغ ہیں۔ اور تشبیہ مفرد بمفرد ہیں۔
(قالہ التہامی، البلاغۃ الواضحۃ ص ۳۷۔ مرغوب)

اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ فِیْ الْغَرْضِ مِنَ التَّشْبِیْهِ

تیسری بحث تشبیہ کی غرض میں

(۱): اِمَّابَیَانُ اِمْکَانِ الْمُشَبَّهِ، کَقَوْلِهٖ:

وَزَادَ بِکَ الْحَسَنُ الْبَدِیْعُ نَضَارَةً　　کَاَنَّکَ فِیْ وَجْهِ الْمَلَاحَةِ خَالٌ

تشبیہ دے کر مشبہ کو ممکن الوجود بیان کرنا مقصود ہو۔۵۰ جیسے اس کا قول:

آپ کی وجہ سے انوکھے حسن میں تر و تازگی کی زیادتی ہوگئی،۵۱ گویا کہ آپ خوبصورت چہرے پر تل ہیں۔

(۲): وَاِمَّا بَیَانُ حَالِهٖ اَیْ بِاَنَّهٗ عَلٰی اَیِّ وَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ، کَقَوْلِهٖ:

کَاَنَّکَ شَمْسٌ وَالْمُلُوْکُ کَوَاکِبٌ　　اِذَا طَلَعَتْ لَمْ یَبْدُ مِنْهُنَّ کَوْکَبُ

یا مشبہ کی حالت بیان کرنا مقصود ہو' یعنی مشبہ کس وصف پر ہے، جیسے' اس کا قول:

گویا کہ آپ سورج ہیں اور دوسرے بادشاہ ستاروں کی طرح ہیں، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان میں سے کوئی ستارہ ظاہر نہیں ہوتا۔۵۲

۵۰......اما بیان امکان المشبہ: تشبیہ امکان المشبہ اس جگہ استعمال کرتے ہیں جہاں مشبہ عجیب چیز ہو، اور اس کا امکان ہو کہ لوگ اس کی مخالفت کریں گے تو اس کو ممتنع قرار دیں گے، تو کسی چیز سے تشبیہ دے کر اس کو ممکن دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۱......البدیع: انوکھا ہونا۔ نضارة: تر و تازہ' نکھار والا ہونا۔ ملاحة: خوبصورتی۔ خال: جسم پر سیاہ نقطہ یعنی تل۔

تشریح شعر: شاعر کہتا ہے کہ آپ کی وجہ سے حسن کی تازگی میں اضافہ ہوگیا تو سامعین کو تعجب ہوا کہ ایک آدمی سے حسن کی تازگی میں کیسے اضافہ ہوگا تو تشبیہ دے کر اس کا امکان ثابت کردیا گیا کہ جس طرح رخسار پر کالے تل سے حسن میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح ممدوح کے کالے پن سے حسن میں اضافہ ہوگیا

۵۲......کانک شمس: تشریح شعر: آپ کے سامنے تمام بادشاہ معدوم کی طرح ہیں جیسے سورج کے

(۳): وَاِمَّا بَیَانُ مِقْدَارِ حَالِہٖ مِنْ قُوَّۃٍ اَوْ ضُعْفٍ اَوْزِیَادَۃٍ اَوْ نُقْصَانٍ، کَقَوْلِہٖ:

فِیْھَا اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ حَلُوْبَۃً سُوْدًا کَخَافِیَۃِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ

یا مشبہ کی حالت کی مقدار کو بیان کرنا مقصود ہو کہ اس کی حالت قوی ہے یا کمزور یا نقصان، جیسے: اس کا قول:

اس جماعت میں بیالیس دودھ دینے والی کالی اونٹنیاں ہیں، کالے کوے کے پوشیدہ پر کی طرح۔ ۵۳؎

(۴): وَاِمَّا تَقْرِیْرُ حَالِہٖ فِیْ نَفْسِ السَّامِعِ وَتَقْوِیَۃُ شَأنِہٖ، کَقَوْلِہٖ:

اِنَّ الْقُلُوْبَ اِذَا تَنَافَرَ وُدُّھَا مِثْلَ الزُّجَاجَۃِ کَسْرُھَا لَایُجْبَرُ

یا مشبہ کی حالت کو سامع کے دل میں بٹھانا ہو اور اس کی شان کو مضبوط کرنا ہو، جیسے اس کا قول:

یقیناً دل جب ان کی محبت میں نفرت آجائے، تو وہ شیشہ کی طرح ہے، ان کے ٹوٹے ہوئے کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ ۵۴؎

سامنے ستارے چھپ جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہوجاتے ہیں، اسی طرح دوسرے بادشاہ کا آپ کے سامنے کوئی وجود نہیں۔ اس شعر میں تشبیہ دے کر ممدوح کی حالت بیان کی یعنی اس کا مرتبہ بہت بلند اور بڑا ہے۔

۵۳؎...... حلوبۃ: دودھ دینے والی اونٹنی۔ مأخذ اشتقاق 'حلب' ہے۔ سود: صفت ہے حلوبۃ کی بمعنی کالی، خافیۃ: پرندوں کے وہ پر جو بازو سمیٹنے کے وقت چھپ جاتے ہیں، غراب: کوا۔ سحم: کالا، مأخذ سحم۔

اس شعر میں اونٹنیوں کے کالے پن کی مقدار بیان کی کہ وہ کوّے کے پوشیدہ پر کی طرح کالی ہیں۔

۵۴؎......ود: محبت۔ لایجبر: فعل مجہول ہے، اصلاح نہیں کی جاسکتی، بھرا نہیں جاسکتا۔

تشریح شعر: یعنی جس طرح ٹوٹا ہوا شیشہ دوبارہ جڑ نہیں سکتا یا جڑتا ہے تو اس میں ٹوٹے ہوئے نشانات باقی رہ جاتے ہیں اسی طرح دلوں میں نفرت پیدا ہوجانے کے بعد دوبارہ نہیں جڑتے۔ اس شعر میں تشبیہ

(۵): وَاِمَّا تَحْسِیْنُهُ، کَقَوْلِهٖ:

سَوْدَاءُ وَاضِحَةُ الْجَبِیْنِ　　　کَمُقْلَةِ الظَّبْیِ الْغَرِیْرِ

یا تشبیہ دے کر مشبہ کی حسن وخوبی کو بیان کرنا مقصود ہو، جیسے جیسے اس کا قول:

محبوبہ کالی ہے، روشن چمکدار پیشانی والی ہے، جیسے خوبصورت ہرن کی آنکھ۔[۵۵]

(۶): وَاِمَّا تَقْبِیْحُهُ، کَقَوْلِهٖ:

وَاِذَا اَشَارَ مُحَدِّثًا فَکَاَنَّهُ　　　قِرْدٌ یُقَهْقِهُ اَوْعَجُوْزٌ تُلْطَمُ

یا تشبیہ دے کر برائی کرنا مقصود ہو جیسے کہ اس کا قول:

(مہجو) جب بات کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندر قہقہہ مار رہا ہے یا بوڑھیا کو چپت ماری جارہی ہے۔[۵۶]

وَقَدْ یَعُوْدُ الْغَرَضُ اِلَی الْمُشَبَّهِ بِهٖ، اِذَا عُکِسَ طَرَفَا التَّشْبِیْهِ وَمِثْلُ هٰذَا یُسَمّٰی بِالتَّشْبِیْهِ الْمَقْلُوْبِ، کَقَوْلِهٖ:

وَبَدَا الصَّبَاحُ کَاَنَّ غُرَّتَهُ　　　وَجْهُ الْخَلِیْفَةِ حِیْنَ یُمْتَدَحُ

دے کر دل کی حالت کو سامع کے دل میں بٹھانا ہے۔

[۵۵]......مقلة: پوری آنکھ مع سیاہی وسفیدی کے، ظبیٌ: ہرن، غریر: خوبصورت، جوان۔
تشریح شعر: محبوبہ کالی ہے، لیکن اس کی تحسین اس طرح بیان کی کہ جس طرح خوبصورت ہرن کی کالی آنکھ چمکتی ہے، اسی طرح محبوبہ کالی ہے لیکن اس کی پیشانی چمکدار ہے۔ اس شعر میں محبوبہ کی تحسین کی گئی ہے۔

[۵۶]......قرد: بندر، تلطم: فعل مضارع مجہول ہے، چپت ماری جائے۔ تشریح شعر: بندر ہنس رہا ہو یا بوڑھیا کے گال پر چپت ماری جارہی ہو تو ان دونوں کا چہرہ کتنا بدنما معلوم ہوتا ہے، اسی طرح جس کی ہجو کی جارہی تو اس کا چہرہ بات کرتے وقت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اس شعر میں تشبیہ دے کر برائی بیان کی جارہی ہے۔

کبھی غرض تشبیہ مشبہ بہ کی طرف لوٹتی ہے۵۷؎ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ تشبیہ کے دونوں کنارے الٹ دیئے جاتے ہیں۔
اس قسم کی تشبیہ کو تشبیہ مقلوب کہتے ہیں، جیسے اس کا قول:
اور صبح ظاہر ہوئی تو اس کی روشنی ایسی معلوم ہوتی تھی، جیسے کہ خلیفہ کا چہرہ جب اس کی تعریف کی جائے۔۵۸؎

فَائِدَۃٌ

اِعْلَمْ اَنَّ کُلًّا مِّنَ الْاَغْرَاضِ الثَّلَاثَۃِ الْاُوْلٰی (الْاُوْلِ) یَقْتَضِیْ اَنْ یَکُوْنَ الْمُشَبَّہُ بِہٖ بِوَجْہِ الشِّبْہِ اَشْھَرَ، وَالرَّابِعُ اَنَّ الْمُشَبَّہَ بِہٖ بِوَجْہِ الشِّبْہِ اَتَمَّ وَاَشْھَرَ مَعًا،
اِنَّ اَقْوٰی تَشْبِیْہٍ مَاکَانَ مَحْذُوْفَ الْوَجْہِ وَالْاَدَاۃِ، نَحْوُ "زَیْدٌ اَسَدٌ" اَوْ مَاحُذِفَ الْمُشَبَّہُ وَالْاَدَاۃُ وَالْوَجْہُ مَعًا، نَحْوُ "اَسَدٌ" اَوْ مَاحُذِفَ فِیْہِ وَجْہُ التَّشْبِیْہِ، نَحْوُ "زَیْدٌ کَالْاَسَدِ" اَوْ اَدَاتِہٖ، نَحْوُ "زَیْدٌ اَسَدٌ" فِی الشُّجَاعَۃِ، اَوْ "اَسَدٌ فِی الشُّجَاعَۃِ" فِیْ مَقَامِ الْکَلَامِ عَنْہُ، اَوْ "کَالْاَسَدِ" مَعَ حَذْفِ الْمُشَبَّہِ وَالْوَجْہِ مَعًا،
یقین کریں کہ پہلے تینوں اغراض میں سے ہر ایک کا تقاضا یہ ہے کہ مشبہ بہ اس وجہ شبہ

۵۷؎......وقد یعود: مشبہ کو مشبہ بہ کی جگہ اور مشبہ بہ کو مشبہ کی جگہ رکھ دیا جائے تو اس کو تشبیہ مقلوب کہتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک دوسرے کو الٹ دیا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصود تشبیہ میں مبالغہ کرنا ہوتا ہے۔
۵۸؎......غرۃ: گھوڑے کے پیشانی کی سفیدی، یہاں صرف سفیدی اور روشنی مراد ہے۔
تشریح شعر: اصل بات یہ تھی کہ تعریف کے وقت خلیفہ (مامون) کا چہرہ صبح کی روشنی کی طرح چمکدار ہوتا ہے، لیکن شاعر نے اس (تشبیہ) کو الٹا کر صبح کی روشنی کو خلیفہ کے چہرے کے ساتھ تشبیہ دے دی اور یوں کہا کہ صبح کی روشنی خلیفہ کے چہرے کی طرح چمکدار ہے۔ (تشبیہ کو) اسی طرح الٹ دینے کو تشبیہ مقلوب کہتے ہیں۔

کے ساتھ مشہور ہو، ۵۹؎ اور چوتھے میں یہ ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں اتم بھی ہو اور مشہور بھی ہو۔ تشبیہ میں سب سے زیادہ قوی وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونوں محذوف ہوں، ۶۰؎ جیسے ''زَیْدٌ اَسَدٌ'' یا مشبہ' حرف تشبیہ اور وجہ شبہ تینوں محذوف ہوں، جیسے زَیْدٌ' یا جس میں وجہ تشبیہ حذف کی گئی ہو، جیسے ''زَیْدٌ کَالْاَسَدِ'' یا حرف تشبیہ حذف ہو، جیسے ''زَیْدٌ اَسَدٌ' فِی الشُّجَاعَۃِ ''یا'' اَسَدٌ' فِی الشُّجَاعَۃِ'' جبکہ زید کے سلسلہ میں بات جاری ہو۔ یا ''کَالْاَسَدِ'' مشبہ اور وجہ شبہ دونوں کے حذف کے ساتھ۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): مَا عِلْمُ الْبَیَانِ ؟(۲): مَاالتَّشْبِیْہُ وَمَا اَرْکَانُہٗ؟(۳): مَاوَجْہُ الشِّبْہِ؟(۴): تَکَلَّمْ عَلَی التَّشْبِیْہِ بِاِعْتِبَارِ الْاَدَاۃِ؟(۵): تَکَلَّمْ عَلَی التَّشْبِیْہِ بِاِعْتِبَارِ وَجْہِ الشِّبْہِ؟ (۶): وَضِّحِ الْفَرْقَ بَیْنَ اَدَاتَیِ التَّشْبِیْہِ کَأَنَّ وَالْکَافِ؟(۷): مَتٰی تُفِیْدُ کَأَنَّ التَّشْبِیْہَ ؟ وَمَتٰی تُفِیْدُ الشَّکَّ؟ (۸): اَیُّ فِعْلٍ یُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِیْہِ؟(۹): مَاالتَّشْبِیْہُ الْبَلِیْغُ؟لِمَ سُمِّیَ بِذَالِکَ؟(۱۰): مَاالْفَرْقُ بَیْنَ التَّمْثِیْلِ وَغَیْرِ التَّمْثِیْلِ؟(۱۱): مَاالْفَرْقُ بَیْنَ

۵۹؎......اعلم: تشریح مضمون: پہلی تینوں اغراض یعنی امکان مشبہ' بیان حالت مشبہ اور بیان مقدار حالت مشبہ میں ضروری ہے کہ مشبہ بہ اس وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو۔ جیسے شیر بہادری کے ساتھ مشہور ہے۔ اور چوتھی غرض یعنی بیان تقریر حالت میں ضروری ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے مشہور بھی ہو اور اتم بھی ہو۔

۶۰؎......ان اقوی تشبیہ: تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ، وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چاروں چیزیں جملہ میں موجود ہوں تو تشبیہ اتنی قوی نہیں ہوتی، بلکہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ محذوف ہوں تو وہ زیادہ قوی شمار کی جاتی ہے، جس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں۔

یا مشبہ' حرف تشبیہ اور وجہ شبہ تینوں محذوف ہوں تو تشبیہ قوی ہوتی ہے۔

یا وجہ شبہ محذوف ہو یا صرف حرف تشبیہ محذوف ہو یا مشبہ اور وجہ شبہ دونوں محذوف ہوں تو تشبیہ قوی ہوگی۔ گویا کہ کوئی نہ کوئی رکن محذوف ہو تو تشبیہ قوی ہوگی۔

التَّشْبِیْہِ الْمُفَصَّلِ وَالْمُجَمَلِ؟(۱۲):اُفْرُقْ بِیْنَ التَّشْبِیْہِ الْمُرْسَلِ وَالْمُؤَکَّدِ؟ (۱۳):مَاالْغَرْضُ مِنَ التَّشْبِیْہِ؟(۱۴):اِلٰی اَیِّ مِنَ طَرَفَیِ التَّشْبِیْہِ تُرْجَعُ الْاَغْرَاضُ؟(۱۵):مَاذَا تَعْرِفُ عَنِ التَّشْبِیْہِ الْمَقْلُوْبِ ؟

سوالات

(۱)......یعنی علم بیان کی تعریف کریں؟

(۲)......تشبیہ اور ارکان تشبیہ کیا ہیں؟

(۳)......وجہ شبہ کس کو کہتے ہیں؟

(۴)......تشبیہ کی حرف تشبیہ کے اعتبار سے قسمیں بیان کریں؟

(۵)......وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی قسمیں بیان کریں؟

(۶)......حرف تشبیہ کأنّ اور کاف کے درمیان فرق کی وضاحت کریں؟

(۷)......کأنّ کب تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے اور کب شک کا؟

(۸)......کونسا فعل تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے؟

(۹)......تشبیہ بلیغ کیا ہے؟ اور اس کا نام تشبیہ بلیغ کیوں رکھا گیا؟

(۱۰)......تشبیہ تمثیل اور غیر تمثیل میں کیا فرق ہے؟

(۱۱)......تشبیہ مفصل اور مجمل کے مابین کیا فرق ہے؟

(۱۲)......تشبیہ مرسل اور تشبیہ مؤکد کے مابین کیا فرق ہے؟

(۱۳)......تشبیہ کے اغراض کیا کیا ہیں؟

(۱۴)......اغراض تشبیہ کا تعلق مشبہ اور مشبہ بہ میں سے کس چیز کے ساتھ ہے؟

(۱۵)......تشبیہ مقلوب سے آپ کیا مطلب لیتے ہیں؟

تَمْرِیْنٌ اَوَّلُ

بَیِّنْ اَرْکَانَ التَّشْبِیْهِ وَالْغَرْضَ مِنْهُ فِیْمَایَاْ تِیْ

(۱): کُوْنُوْا حُکَمَاءَ کَالْحَیَّاتِ، وَوُدَعَاءَ کَالْحِمَامِ، (۲): کَرَاْفَةِ اَبٍ بِبَنِیْهِ رَئُفُ الرَّبِّ بِالَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَهُ، (۳): اَلْاِنْسَانُ اَیَّامُهُ کَالْعُشْبِ، وَاِنَّمَایَزْهَرُ کَزَهْرِ الْحَقْلِ، (۴): اَنْتَ یَارَبِّ ! اَلْمُلْتَحِفُ بِالنُّوْرِ کَرِدَاءٍ اِلْبَاسِطُ السَّمَاءَ کَسَجَفٍ، (۵): لِلْمُنَافِقِیْنَ سَمٌّ کَسَمِّ الْحَیَّةِ کَالْاَفْعٰی، (۶): شَحَذَ فَاعِلُ الْاِثْمِ لِسَانَهُ کَالسَّیْفِ، (۷): ذَابَتِ الْجِبَالُ کَالشَّمْعِ مِنْ وَجْهِ الرَّبِّ، (۸): رَأَیْتُکَ سَیِّدِیْ کَاَنَّکَ مَلَاکُ اللّٰهِ، (۹): سَمِعْتُ هَزِیْمَ الْمِدْفَعِ فَخِلْتُهُ رَعْدًا، (۱۰): جَعَلَ اللّٰهُ اللَّیْلَ لَنَا سِتَارًا، (۱۱): سَکَبَتْ عَیْنِیْ غَیْثَ الدُّمُوْعِ، (۱۲): اَلْاَمِیْرُ حَاتِمٌ فِی الْجُوْدِ، وَاَسَدٌ فِی الْوَغٰی، وَقُسٌّ فِی الْبَلَاغَةِ، (۱۳): اَلْحَقُّ سَیْفٌ عَلٰی اَهْلِ الْبَاطِلِ، (۱۴): لِهٰذَا الشَّاعِرِ نَظِیْمٌ مِثْلُ الزَّهْرِ عَلَی النَّهْرِ، (۱۵): اَلْوَجْهُ مِرْآةُ النَّفْسِ، (۱۶): کَمَا عَاشَ الْمَرْءُ یَمُوْتُ، (۱۷): اَلْعِلْمُ حَیَاةُ الْعُقُوْلِ،

مندرجۂ جملوں میں ارکان تشبیہ اور تشبیہ کے اغراض کو بیان کریں

(۱)......سانپ کی طرح حکیم بن جاؤ، اور موت کی طرح خاموش رہنے والے بن جاؤ۔[۱۶۱]

---

[۱۶۱]......حیات جمع ہے حیّۃ کی، سانپ۔ ودعاء: ودع سے رخصت کرنا' خاموش رہنا، یہاں خاموش رہنے والا مراد ہے۔ حمام: ح کے کسرہ کے ساتھ: موت۔

تشریح جملہ: عرب کا خیال تھا کہ سانپ بہت حکمت والا ہوتا ہے، اور موت بہت خاموشی کے ساتھ آجاتی ہے، اس لئے محاورہ میں کہتے ہیں کہ: سانپ کی طرح حکیم بن کر زندگی گذارو اور موت کی طرح زیادہ خاموش رہو۔ اس جملہ میں ''کونوا'' میں انتم' مشبہ ہے، حیات مشبہ بہ ہے، حکماء وجہ شبہ ہے، اس لئے اس میں تشبیہ مفصل اور مرسل ہوئی۔ غرض تشبیہ: مقدار حال بیان کرنا ہے۔

(۲)......اپنے بیٹے پر باپ کی مہربانی کے مانند رب مہربان ہوتا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ۔ ۶۲؎

(۳)......انسان کی زندگی ہری گھاس کے مانند ہے اور پھول کھلتا ہے کھیت کے کھلنے کی طرح۔ ۶۳؎

(۴)......آپ اے خدا! اوڑھے ہوئے ہیں نور کو چادر کی طرح پھیلانے والے ہیں آسمان کو پردے کی طرح۔ ۶۴؎

(۵)......منافقوں میں زہر ہوتا ہے اژدھا کے زہر کی طرح۔ ۶۵؎

(۶)......گنہگار نے اپنی زبان کو تلوار کی طرح تیز کر لیا۔ ۶۶؎

۶۲؎......رأفة: رحمت۔ اس جملہ میں تشبیہ مفصل اور مرسل ہے۔ غرض تشبیہ: مقدار حال بیان کرنا ہے۔

۶۳؎......عشب : ہری گھاس۔ یزهر : کلی کھلنا، حقل: ہری بھری کاشت یا ہری بھری کھیتی۔

تشریح جملہ: جس طرح ہری گھاس چند دنوں میں خشک ہو جاتی ہے اور کھیتی کا پھول چند دنوں میں مرجھا جاتا ہے اسی طرح انسانی زندگی چند دنوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس جملے میں وجہ شبہ موجود نہیں، اس لئے تشبیہ مرسل و مجمل ہے۔ اور غرض تشبیہ: بیان حالت ہے۔

۶۴؎......الملتحف: التحف سے اسم فاعل کا صیغہ: بمعنی اوڑھنے والا۔ سجف: پردہ۔ اس جملہ میں نور مشبہ اور رداء مشبہ بہ ہے۔ اور ملتحف وجہ شبہ ہے، اس لئے تشبیہ مفصل اور مرسل ہے۔ اسی طرح اس میں سماء مشبہ اور سجف مشبہ بہ ہے اور البسط وجہ شبہ ہے۔ اس لئے یہ بھی تشبیہ مرسل و مفصل ہے۔ غرض تشبیہ بیان حالت ہے۔

۶۵؎......الافعی: اژدھا۔ اس جملہ میں دو تشبیہیں ہیں: منافقین مشبہ اور افعی مشبہ بہ اور وجہ شبہ سم ہے۔ پھر سم للمنافقین مشبہ اور سم الحیۃ مشبہ بہ اور وجہ شبہ اہلاک محذوف ہے، اس لئے پہلی تشبیہ مفصل اور دوسری مجمل ہے۔ غرض تشبیہ مقدار حالت ہے۔ تشریح جملہ: منافق اژدھا سانپ (مہلک اور قاتل) کی طرح ہیں، اندرونی طور پر زہر ہوتا ہے اور ظاہری طور پر چکنا اور چمکدار رہتا ہے۔

۶۶؎......شحذ: زبان کو تیز کرنا۔ اس جملہ میں تشبیہ مرسل اور مفصل ہے، کیونکہ شحذ وجہ شبہ موجود ہے۔

(۷)......رب کے چہرے کے جلال سے پہاڑ شمع کی طرح پگھل گیا۔ ۶۷

(۸)......آپ کو دیکھتا ہوں اے میرے آقا' گویا کہ آپ اللہ کی قدرت ہیں۔ ۶۸

(۹)......میں نے توپ کی زوردار آواز سنی تو اس کو گرج محسوس کیا۔ ۶۹

(۱۰)......اللہ نے ہمارے لئے رات کو پردہ بنا دیا۔ ۷۰

(۱۱)......میری آنکھ نے آنسو کی بارش برسادی۔ ۷۱

(۱۲)......امیر سخاوت میں حاتم طائی ہے، اور جنگ میں شیر ہے، اور بلاغت میں قس

غرض تشبیہ مقدار حالت بیان کرنا ہے۔ یا تقبیح (قباحت) بیان کرنا ہے۔

۶۷......ذاب: پگھلنا۔ وجہ: چہرہ، یہاں چہرے کا جلال مراد ہے۔

تشریح جملہ: واقعہ یہ ہے کہ اگر رب کے چہرے کا جلال پہاڑ پر اتر جائے تو پہاڑ بھی شمع کی طرح پگھل جائے۔ اس جملہ میں ذاب وجہ شبہ موجود ہے۔ اس لئے تشبیہ مرسل اور مفصل ہے۔ غرض تشبیہ مقدار حالت بیان کرنا ہے۔

۶۸......اس جملہ میں وجہ شبہ شرفت محذوف ہے، اس لئے تشبیہ مرسل و مجمل ہوئی۔ غرض تشبیہ: تحسین و بیان حالت ہے۔ بعض نسخوں میں ''ملک'' ہے فرشتہ۔

۶۹......ھزیم: مشبہ، زوردار آواز۔ مدفع دفع سے اسم آلہ ہے، بمعنی توپ۔ خلتہ فعل ہے جو تشبیہ کا معنی دیتا ہے۔ میں نے خیال کیا۔ (میں نے اس کو خیال کیا کڑک (رعد: گرج)۔

اس جملہ میں ھزیم مشبہ موجود ہے۔ اور مشبہ بہ رعد ہے۔ وجہ شبہ (سختی) محذوف ہے۔ اس لئے تشبیہ مجمل ہے۔ غرض تشبیہ مقدار حالت بیان کرنا ہے۔

۷۰......اس جملہ میں وجہ شبہ مغطی اور حرف تشبیہ محذوف ہے، اس لئے یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ غرض تشبیہ بیان حالت ہے۔

۷۱......سکب: ن سے' برسانا۔ غیث: بارش۔ دموع: آنسو۔ اس جملہ میں مشبہ بہ غیث کو مشبہ دموع کی طرف اضافت کر دیا گیا ہے۔ اصل میں الدمع کالغیث تھا، اس لئے تشبیہ مؤکد ہوئی۔ غرض تشبیہ: مقدار حالت بیان کرنا ہے۔

ہے۔۲ے

(۱۳)......حق باطل والوں پر تلوار ہے۔۳ے

(۱۴)......اس شاعر کی نظم نہر پر پھول کی طرح ہے۔۴ے

(۱۵)...... چہرہ دل کا آئینہ ہے۔۵ے

(۱۶)......انسان جس حال میں زندگی گذارتا ہے اسی حال میں مرتا ہے۔۶ے

(۱۷)......علم عقلوں کی زندگی ہے۔۷ے

۲ے......الوغی : جنگ۔قس : ایک آدمی کا نام ہے جو بلاغت میں مشہور تھا۔اس جملہ میں تین تشبیہیں ہیں : امیر مشبہ اور پہلے میں حاتم مشبہ بہ ہے، دوسرے میں اسد اور تیسرے میں قس مشبہ بہ ہیں۔ پہلے میں وجہ شبہ جود وسخا ہے۔دوسرے میں شجاعت اور تیسرے میں بلاغت موجود ہے۔اس لئے تشبیہ مفصل ہوئی ۔اور حرف تشبیہ موجود نہیں ہے اس لئے تشبیہ مؤکد ہوئی۔غرض تشبیہ مقدار حالت اور تحسین بیان کرنا ہے،

۳ے......الحق: اس جملہ میں وجہ شبہ قطع اور حرف تشبیہ محذوف ہے، اس لئے تشبیہ بلیغ ہوئی۔غرض تشبیہ : بیان حالت ہے۔

۴ے......نظیم: اشعار بمعنی منظوم۔

تشریح جملہ: اس شاعر کے کچھ اشعار اتنے خوبصورت ہیں کہ جیسے نہر پر پھول ہو۔اس جملہ میں وجہ شبہ خوبصورتی محذوف ہے۔اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی۔اور مثل حرف تشبیہ موجود ہے اس لئے تشبیہ مرسل ہوئی۔غرض تشبیہ بیان حالت ہے۔

۵ے......مرأۃ : آئینہ۔اس میں تشبیہ بلیغ ہے۔غرض تشبیہ بیان حالت ہے۔

۶ے...... کما عاش: اس جملہ میں تشبیہ مجمل ہے۔اس لئے کہ وجہ شبہ نہیں ہے۔غرض تشبیہ: تقریر حالت ہے۔

تشریح جملہ: ایمان یا کفر، جس حال میں بھی آدمی زندگی گذارتا ہے اسی حالت میں وہ مرتا ہے۔

۷ے......العلم: تشریح جملہ: جس طرح پانی سے آدمی کی زندگی ہے اسی طرح علم سے عقل کی زندگی ہے۔ یعنی اس کو تازگی ملتی ہے۔اس جملہ میں حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں اس لئے تشبیہ بلیغ ہے۔ غرض تشبیہ: بیان حالت ہے۔

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

بیّنْ اَرْکَانَ التَّشْبِیْہِ وَاَغْرَاضَہُ فِیْمَا یَلِیْ

وَنَارَنْجُھَا بَیْنَ الْغُصُوْنِ کَاَنَّہٗ (۱) شُمُوْسُ عَقِیْقٍ فِیْ سَمَاءٍ زَبَرْجَدٍ

اَلْعِلْمُ فِی الصَّدْرِ مِثْلُ الشَّمْسِ فِی الْفَلَکِ (۲) وَالْعَقْلُ لِلْمَرْءِ مِثْلُ التَّاجِ لِلْمَلِکِ

وَالْوَرْدُ فِیْ اَعْلَی الْغُصُوْنِ کَاَنَّہٗ (۳) مَلِکٌ تَحُفُّ بِہٖ سَرَاۃُ جُنُوْدِہٖ

وَانْظُرْ لِنَرْجِسِہِ الْجَنِیِّ کَاَنَّہٗ (۴) طَرْفٌ تَنَبَّہَ بَعْدَ طُوْلِ ھُجُوْدِہٖ

وَکَاَنَّ اَجْرَامُ النُّجُوْمِ لَوَامِعًا (۵) دُرَرٌ نُثِرْنَ عَلٰی بِسَاطٍ اَزْرَقٍ

اَلشَّمْسُ لَا تَشْرَبُ خَمْرَ النَّدٰی (۶) فِی الرَّوْضِ اِلَّا بِکُؤُوْسِ الشَّقِیْقِ

اَلْخَلُّ کَالْمَاءِ یُبْدِیْ لِیْ ضَمَائِرَہٗ (۷) مَعَ الصَّفَاءِ وَیُخْفِیْھَا مَعَ الْکَدَرِ

اَغَرُّ اَبْلَجُ تَاْتَمُّ الْھُدَاۃُ بِہٖ (۸) کَاَنَّہٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِہٖ نَارٌ

جَمَالُ الْوَجْہِ مَعَ قُبْحِ النُّفُوْسِ (۹) کَقِنْدِیْلٍ عَلٰی قَبْرِ الْمَجُوْسِیْ

کَاَنَّکَ مِنْ کُلِّ النُّفُوْسِ مُرَکَّبٌ (۱۰) فَاَنْتَ اِلٰی کُلِّ الْاَنَامِ حَبِیْبٌ

رِیْحٌ اِذَا رَکَضَتْ رَعْدٌ اِذَا صَھَلَتْ (۱۱) بَرْقٌ سَنَابِکُھَا فِی الصَّخْرِ قَدْ قَدَحَتْ

اِنَّمَا النَّفْسُ کَالزُّجَاجَۃِ وَالْعِلْمُ (۱۲) سِرَاجٌ وَحِکْمَۃُ اللّٰہِ زَیْتٌ

مندرجۂ ذیل اشعار میں ارکان تشبیہ اور ان کی اغراض بیان کریں؟

(۱)......اور باغ کی نارنگیاں شاخوں کے درمیان ایسی معلوم ہوتی ہیں' گویا کہ وہ زبرجد کے آسمان میں عقیق کے سورج ہوں۔۸ے

(۲)......علم سینہ میں آسمان میں سورج کی طرح ہے، اور عقل انسان کے لئے بادشاہ کے

۸ے......عقیق: ایک قسم کا سرخ پتھر۔ زبرجد: سبز رنگ کا پتھر۔ اس شعر میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ حرف تشبیہ موجود ہے، اس لئے تشبیہ مرسل ہے اور وجہ شبہ خوبصورتی محذوف ہے اس لئے تشبیہ مجمل ہے۔

تاج کی طرح ہے۔۷۹ے

(۳)......شاخوں کے اوپر گلاب کے پھول ایسے معلوم ہوتے ہیں، جیسے کہ بادشاہ کو فوجوں کے سردار گھیرے ہوئے ہوں۔۸۰ے

(۴)......دیکھو تم توڑے ہوئے نرگس کے پھول کو گویا کہ لمبے عرصے تک سونے کے بعد بیدار شدہ آنکھ ہو۔۸۱ے

(۵)......ستاروں کے چمکتے ہوئے اجرام گویا کہ نیلے فرش پر موتیاں بکھیری گئی ہوں۔۸۲ے

(۶)......سورج نہیں پیتا ہے شبنم کی شراب کو باغ میں مگر شقیق پھول کے پیالہ سے۔۸۳ے

(۷)......دوستی پانی کی طرح ہے کہ صفائی ہو تو اندر کی چیز میرے لئے ظاہر کرتی ہے اور

۷۹ے......العلم :اس میں دو تشبیہیں ہیں، اور دونوں میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے، وجہ شبہ محذوف ہے۔ علم میں روشنی اور عقل میں زینت وجہ شبہ ہے۔ غرض تشبیہ: بیان حالت ہے۔

۸۰ے......تَحُف: ماخذ حفّ ہے۔ چاروں طرف سے گھیرنا۔ سراۃ: جمع سری کی بمعنی شریف سردار۔ جنود لشکر۔ اس میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ غرض تشبیہ: بیان تحسین ہے۔

۸۱ے......جنی: اسم مفعول کے معنی میں، بمعنی چنا ہوا، جمع کیا ہوا۔ طرف: کنارہ، آنکھ۔ تنبہ: بیدار ہونا۔ جاگنا۔ هجود: رات کو سونا، سوکر بیدار ہونا۔ اسی سے ہے تہجد۔

تشریح شعر: جس طرح آنکھ بیدار ہونے کے بعد خمار آلود ہوتی ہے اسی طرح نرگس کا پھول کے منظر بھی خمار آلود آنکھ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس میں مفرد کو مفرد کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ غرض تشبیہ: بیان تحسین ہے۔

۸۲ے......اجرام جرم کی جمع ہے۔ جسم: دھڑ۔ ستاروں کے جسم کو اجرام کہتے ہیں۔ لوامع لمع سے مشتق ہے بمعنی چمکنے والا۔ نثر ینثر: نثرن: بکھرے ہوئے موتی ہے۔ غرض تشبیہ: بیان تحسین ہے۔

۸۳ے......ندی: تری، شبنم۔ کوؤس جمع ہے کأس کی بمعنی پیالہ۔ شقیق: ایک پھول کا نام ہے۔ اس میں ندی کو خمر کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ پھر مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف اضافت کر دیا، اس لئے تشبیہ مؤکد ہے۔ غرض تشبیہ: بیان حالت اور تحسین ہے۔

اندر کی چیز چھپا دیتی ہے اگر گدلا پن ہو تو۔۸۴؎

(۸)......ممدوح بہت زیادہ چمکیلا ہے، بہت روشن ہے، راہنما بھی اس کی اقتدا کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ پہاڑ ہے اور اس کی چوٹی پر آگ ہے۔۸۵؎

(۹)......چہرے کی خوبصورتی دل کی برائی کے ساتھ مجوسی کی قبر پر فانوس کی طرح ہے۔۸۶؎

(۱۰)......اے ممدوح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ذات تمام نفوس سے مرکب ہے، اس لئے آپ تمام مخلوق کے محبوب ہیں۔۸۷؎

(۱۱)......گھوڑا ہوا کی طرح ہے جب دوڑیا جاتا ہے، گرج ہے جب ہنہناتا ہے۔ چمکتے ہے اس کے کھر بجلی کی طرح جب وہ چٹان میں مارتا ہے۔۸۸؎

۸۴؎......ضمائر : ضمیر کی جمع ہے، پوشیدہ چیز، اندر کی چیز۔ یخفی اَخفٰی یُخفِیُ اِخفَاءً : باب افعال سے، چھپاتا ہے۔الکدر : گدلا پن، مٹیالا۔

تشریح شعر: سچی دوستی ہو تو اندر کی چیز ظاہر ہو جاتی ہے، اور گدلی ہو تو اندر کی چیز چھپ جاتی ہے۔اس میں وجہ شبہ یبدی اور یخفی موجود ہے۔اس لئے تشبیہ مرسل ومفصل ہوئی۔غرض تشبیہ: بیان حالت ہے۔

۸۵؎......اغرّ: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، یہاں روشنی مراد ہے۔ابلج : بلج کا اسم تفضیل، زیادہ روشن۔ھداۃ: جمع ہے ہادی کی، بمعنی رہبر، راہ نما۔علَم : پہاڑ، جھنڈا۔رأس : سر، چوٹی۔

تشریح شعر: میرے ممدوح اتنے روشن ہیں کہ راہبر بھی اس کی اقتدا کرتے ہیں، جس طرح پہاڑ کی چوٹی پر آگ ہو تو مسافر اس کی روشنی سے اپنا راستہ متعین کرتے ہیں۔

۸۶؎......قندیل: فانوس۔مجوسی: کافر۔اس میں وجہ شبہ یہ ہے کہ ظاہری چمک باطنی خباثت کے ساتھ کوئی سود مند چیز نہیں۔اس میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔غرض تشبیہ: تقبیح (قباحت، برائی) بیان کرنا ہے۔

۸۷؎......انام: دنیا کے لوگ، مخلوق۔اس میں وجہ شبہ'' الی کل الانام حبیب ''موجود ہے، اس لئے تشبیہ مرسل ومفصل ہے۔اس میں تشبیہ مفرد بمفرد ہے۔غرض تشبیہ: بیان تحسین وبیان حالت ہے۔

۸۸؎......رکض یرکض : گھوڑے کا دوڑانا۔صھل یصھل :صہلت : گھوڑے کا ہنہنانا۔سنابک: کھر کا

(۱۲)...... نفس صرف شیشہ کی طرح ہے اور علم چراغ کی طرح ہے اور اللہ کی حکمت (اس میں) زیتون کے تیل کی طرح ہے۔ ۸۹

اَلْبَابُ الثَّانِیُ فِی الْمَجَازِ

اَلْـمَـجَـازُ فِی اللُّغَةِ مِنْ قَوْلِکَ جَازَ الْمَکَانُ یَجُوْزُإِذَا تَعَدَّاہُ،وَفِی الْاِصْطِلَاحِ هُـوَ الـلَّفْظُ الدَّالُّ عَلٰی غَیْرِ مَا وُضِعَ لَهُ فِیْ اِصْطِلَاحِ التَّخَاطُبِ،وَهُوَ اِمَّا لُغَوِیٌّ اَوْ عَقْلِیٌّ، وَاللُّغَوِیُّ اِمَّا مُفْرَدٌ اَوْ مُرَکَّبٌ، وَاِذَا اُطْلِقَ الْمَجَازُ لَایَنْصَرِفُ اِلَّا لِلُّغَوِیْ،

دوسرا باب مجاز کے بیان میں

مجاز لغت میں آپ کے قول ''جاز المکان یجوز'' سے مشتق ہے، جبکہ وہ اپنی جگہ سے تجاوز کر جائے۔ اور اصطلاح ۹۰ میں مجاز وہ لفظ ہے جو اصطلاح تخاطب میں موضوع لہ معنی کے سوا پر دلالت کرتا ہو۔ اور وہ مجاز لغوی ہوگا یا عقلی۔ اور لغوی یا مفرد ہوگا یا مرکب ہوگا۔ اور جب مجاز مطلق طور پر بولا جائے تو اس سے مجاز لغوی ہی مراد لیتے ہیں۔

اگلا حصہ۔ قدح: پتھر پر مار مار کر آگ نکالنا۔ یہاں مراد ہے گھوڑے کا اپنے کھر مار کر آگ نکالنا۔ اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ اور سب بلیغ ہیں۔ ریح میں سرعت، رعد میں رفعتِ صوت، برق میں چمک وجہ شبہ ہیں۔ اور اس میں تشبیہ مفرد بمفرد ہے۔ غرض تشبیہ: مقدار حالت بیان کرنا ہے۔

۸۹...... زجاجة: وہ شیشہ جس میں چراغ رکھا جاتا ہے، زیت: زیتون کا تیل۔ اس شعر (مثال) میں تین تشبیہ ہیں۔ اور تینوں میں وجہ شبہ محذوف ہے۔ اس لئے تشبیہ مجمل ہے۔ وجہ شبہ زجاج میں سے کسی روشنی کا باہر نکلنا، سراج میں روشنی یا زیت میں سے کسی چیز کو زیادہ کرنا یا بنیاد کے طور پر استعمال ہونا۔

۹۰...... وفی الاصطلاح: یعنی لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو تو وہ لفظ کسی معنی اور علاقہ کی وجہ سے اس (معنی) کے علاوہ دوسرے معنی پر دلالت کرے تو اس کو ''مجاز'' کہتے ہیں۔

فَصۡلٌ فِی الۡمَجَازِ اللُّغَوِیُ

اَلۡمَجازُ اللُّغَوِیُّ الۡمُفۡرَدُ هَوَ الۡکَلِمَةُ الۡمُسۡتَعۡمَلَةُ فِیۡ غَیۡرِ مَاوُضِعَتۡ لَهُ، لِعَلاقَةٍ مَعَ قَرِیۡنَةٍ مَانِعَةٍ مِنۡ اِرَادَةِ الۡمَعۡنَی الۡاَصۡلِیۡ،

ثُمَّ اِنۡ کَانَتِ الۡعَلاقَةُ بَیۡنَ الۡمَعۡنَیَیۡنِ الۡمُشَابَهَةَ کَمَا فِیۡ نَحۡوِ "رَاَیۡتُ اَسَدًا" یُخَاطِبُ النَّاسَ سُمِّیَ اِسۡتِعَارَةً ، وَاِنۡ کَانَتۡ غَیۡرَ الۡمُشَابَهَةِ کَمَا فِیۡ، نَحۡوِ "اَمۡطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا" سُمِّیَ مُرۡسَلًا،

فصل مجاز لغوی کے بیان میں

مجاز لغوی مفرد وہ کلمہ ہے کہ وہ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو اس کے علاوہ میں کسی علاقہ (تعلق) کی بناء پر استعمال کیا گیا ہو، اس بات کا قرینہ بھی موجود ہو کہ یہاں اصلی معنی میں استعمال نہیں ہوسکتا ہے۔

پھر اگر دونوں معنوں میں علاقہ تشبیہ کا ہو جیسا کہ "میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے باتیں کر رہا تھا" ۹۱؎ تو (اس کا) نام "استعارہ" ہے۔ اور اگر تشبیہ کا علاقہ نہ ہو جیسا کہ "آسمان نے گھاس اگائی" میں ہے تو اس کا نام "مجاز مرسل" رکھتے ہیں۔ ۹۲؎

مَبۡحَثٌ فِی الۡاِسۡتِعَارَةِ

اَلۡاِسۡتِعَارَةُ ، هِیَ مَجَازٌ عَلاقَتُهُ الۡمُشَابَهَةُ، وَاَصۡلُهَا تَشۡبِیۡهٌ حُذِفَتۡ اَدَاتُهُ وَوَجۡهُهُ وَاَحَدُ طَرَفَیۡهِ ، وَالۡمُشَبَّهُ فِیۡهَا یُسَمّٰی مُسۡتَعَارًالَهُ، وَالۡمُشَبَّهُ بِهِ مُسۡتَعَارًا مِنۡهُ، وَلَفۡظُهُ

۹۱؎...... رأیت اسدًا: اس مثال میں مرد کو شیر سے تشبیہ دی ہے اور علاقہ اس (مثال) میں تشبیہ کا ہے، اس لئے اس کو استعارہ کہتے ہیں۔

۹۲؎...... امطرت السماء نباتًا: اس مثال میں نبات اگانے کی نسبت آسمان کی طرف کی گئی ہے، اس لئے اس میں علاقہ تشبیہ کا نہیں ہے بلکہ سبب اس کی نسبت ہے، اس لئے اس کو "مجاز مرسل" کہتے ہیں۔

مُسْتَعَارًا ، فَالْمُسْتَعَارُ لَهُ فِيْ ''رَاَيْتُ اَسَدًا يُخَاطِبُ النَّاسَ'' هُوَ مَعْنَى الرَّجُلِ، وَالْمُسْتَعَارُ مِنْهُ هُوَ مَعْنَى الْاَسَدِ ، وَالْمُسْتَعَارُ هُوَ لَفْظُهُ ،

(یہ) مبحث استعارہ میں ہے

استعارہ ۹۳؎ وہ مجاز ہے جس کا علاقہ مشابہت کا ہو۔ استعارہ اصل میں تشبیہ ہی ہے، جس کا حرف تشبیہ، اور وجہ شبہ اور مشبہ اور مشبہ بہ میں سے کسی ایک کو حذف کر دیا گیا ہو۔ استعارہ میں مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ اور اس کے لفظ کو مستعار کہتے ہیں۔ تو مستعار لہ ''رایت اسدا یخاطب الناس'' میں رجل کا معنی ہے (جو مشبہ ہے) اور مستعار منہ اسد کا معنی ہے (جو مشبہ بہ ہے) اور اس کا لفظ مستعار ہے۔

وَتَنْقَسِمُ الْاِسْتِعَارَةُ بِاعْتِبَارِ مَا يُذْكَرُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ اِلٰى '' تَصْرِيْحِيَّةٍ'' وَهِىَ مَاصُرِّحَ فِيْهَا بِلَفْظِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ، كَقَوْلِهٖ:

فَاَمْطَرَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

استعارہ اپنے دونوں کناروں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے ذکر کے اعتبار سے دو قسموں پر ہے: تصریحیہ: ۹۴؎ اور وہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے لفظ کی تصریح کی گئی ہے، جیسا کہ اس شعر میں:

محبوبہ نے نرگس سے موتی برسایا اور گلاب کے پھول کو سیراب کیا اور اولے کے ذریعہ

۹۳؎......الاستعارۃ: استعارہ وہ مجاز ہے جس میں مشابہت کا علاقہ ہوتا ہے، اور اس میں حرف تشبیہ، وجہ شبہ اور مشبہ اور مشبہ بہ میں سے کسی ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

۹۴؎......تصریحیہ: اگر مشبہ بہ مذکور ہے اور مشبہ محذوف ہے تو اس کو استعارہ تصریحیہ کہتے ہیں، کیونکہ اس میں مشبہ بہ کی تصریح کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ''امطرت لؤلوا میں لؤلو'' ''نرجس وردا اور اعناب یہ سب مشبہ بہ ہیں۔ اور مذکور ہیں، اس لئے یہ استعارہ تصریحیہ ہے۔ شعر میں پانچ استعارہ تصریحیہ ہیں۔

عناب کو کاٹا۔95

وَالٰی مَکْنِیَّۃٍ: وَھِیَ مَاحُذِفَتْ فِیْہِ الْمُشَبَّہُ بِہٖ، وَرَمَزَ اِلَیْہِ بِشَیْءٍ مِنْ لَوَازِمِہٖ، کَقَوْلِہٖ:

وَاِذَا الْمَنِیَّۃُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَھَا اَلْفَیْتَ کُلَّ تَمِیْمَۃٍ لَا تَنْفَعُ

شُبِّھَتِ الْمَنِیَّۃُ بِالْاَسَدِ،ثُمَّ حُذِفَ وَرُمِزَ اِلَیْھَا بِشَیْءٍ مِنْ لَوَازِمِہٖ، وَھُوَ الْاَظْفَارُ، وَاِثْبَاتُ الْاَظْفَارِ لِلْمَنِیَّۃِ یُقَالُ لَہٗ "اِسْتِعَارَۃٌ تَخْیِیْلِیَّۃٌ"

اور دوسری قسم "مکنیہ" ہے،96 مکنیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ حذف کیا گیا ہو،اور مشبہ بہ کی طرف اس کے لوازم میں سے کسی ایک کے ذریعہ اشارہ کردیا گیا ہو۔ جیسے اس شعر میں

اور موت جب اپنے ناخن کو گاڑ دے،تو آپ پائیں گے کہ کوئی تعویذ نفع نہیں دے گی۔97

95......لؤلؤ: موتی، یہاں آنسوؤں کو موتی سے تشبیہ دی ہے، نرجس: آنکھ کی صورت کے ایک پھول کا نام ہے، یہاں آنکھ کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے، وردًا: گلاب کا پھول، یہاں محبوبہ کے رخسار کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دی گئی ہے،عناب: سرخ قسم کا ایک پھل، یہاں محبوبہ کے پوروں کو عناب سے تشبیہ دی ہے، برد: اولا، برف جو سفید رنگ کا ہوتا ہے، یہاں دانت کو اولا سے تشبیہ دی ہے۔

تشریح شعر: محبوبہ نے موتی جیسے آنسو کو نرگس جیسی آنکھ سے برسایا۔اور گلاب جیسے گال کو سیراب کیا۔اور اولے جیسے دانت سے عناب جیسی سرخ انگلی کو کاٹا۔

96......مکنیۃ: جس میں مشبہ بہ محذوف ہو،اور مشبہ مذکور ہو،اور مشبہ بہ کی طرف اس کے (مشبہ کے) کسی لوازم سے اشارہ کیا گیا ہو تو اس کو "استعارہ مکنیہ" کہتے ہیں۔

97......منیۃ: موت، انشب: گاڑ دیا، الفیت: آپ پائیں گے، الفی یلفی الفاء سے، تمیمۃ: تعویذ۔

تشریح شعر: اس میں موت کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پھر شیر مشبہ بہ (اسد: شیر) کو حذف کردیا گیا اور شیر کے لوازم یعنی اظفار (ناخن) سے شیر کی طرف اشارہ کردیا گیا۔اسی کو استعارہ مکنیہ کہتے ہیں، کیونکہ مشبہ بہ کی طرف کنایہ کیا گیا ہے۔ اور اظفار کو موت کے لئے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے، کیونکہ موت کے لئے ناخن کا خیال کیا گیا ہے۔

موت کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی پھر ''شیر'' مشبہ بہ کو حذف کردیا گیا اور اس کی طرف شیر کے لوازم میں سے ایک چیز یعنی ''اظفار'' سے اشارہ کردیا گیا۔ اور موت کے لئے ناخن کو ثابت کرنا اس کو ''استعارہ تخییلیہ'' کہتے ہیں۔

وَتَنْقَسِمُ بِاِعْتِبَارِ اللَّفْظِ الْمُسْتَعَارِ

اِلٰی اَصْلِیَّةٍ :وَهِیَ مَاکَانَ فِیْهَا الْمُسْتَعَارُ اِسْمًا جَامِدًا'کَاسْتِعَارَةِ الْاَسَدِ لِلرَّجُلِ فِیْ نَحْوِ'' رَاَیْتُ اَسَدًا یُخَاطِبُ النَّاسَ''

وَاِلٰی تَبْعِیَّةٍ:وَهِیَ مَاکَانَ فِیْهَا الْمُسْتَعَارُ حَرْفًا' اَوْ فِعْلًا اَوْ اِسْمًا مُشْتَقًّا،نَحْوُ''وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِی جُذُوْعِ النَّخْلِ''،''وَرَکِبَ فُلَانٌ کَتِفَیْ غَرِیْمِهٖ'' وَکَقَوْلِهٖ:

وَلَئِنْ نَطَقْتُ بِشُکْرِ بِرِّکَ مُفْصِحًا فَلِسَانُ حَالِیْ بِالشَّکَایَةِ اَنْطَقُ

(اور استعارہ) مستعار لفظ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ اصلیہ اور وہ ہے جس میں لفظ مستعار اسم جامد ہو۔ جیسے رأیت اسدًا یخاطب الناس' میں' لفظ اسد' کا استعارہ رجل کے لئے۔ ۹۸

اور دوسرا استعارہ ''تبعیہ'': اور وہ' وہ ہے جس میں حرف مستعار حرف ہو یا فعل ہو یا اسم مشتق ہو۔ جیسے' میں تم کو ضرور سولی پر چڑھاؤں گا کھجور کے تنوں پر۔ ۹۹ اور جیسے' فلاں مقروض کے دونوں کندھوں پر سوار ہوگیا۔ ۱۰۰ اور جیسے اس شعر میں:

۹۸......اسدًا: رجل کو اسد سے تشبیہ دی، اور اسد چونکہ اسم جامد ہے، اس لئے یہ استعارہ اصلیہ ہوا۔

۹۹......فی جذوع النخل :اس میں حرف فی علی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، چونکہ استعارہ حرف میں واقع ہوا ہے اس لئے یہ استعارہ تبعیہ ہوا۔

۱۰۰......رکب: ملازمت شدیدہ کو رکب سے تشبیہ دی، اور رکب فعل مشبہ بہ کو ذکر کیا، اس لئے یہ استعارہ

اور اگر میں آپ کی بخشش کا شکریہ زبان فصاحت سے بیان کروں (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ میری زبان حال شکایت کے بارے میں زیادہ بولنے والی ہے۔۱۰۱

وَتَنْقَسِمُ بِاِعْتِبَارِ ذِكْرِ الْمَلَائِمِ وَعَدَمِهٖ

اِلٰى "مُجَرَّدَةٍ" وَهِيَ الَّتِيْ ذُكِرَ فِيْهَا مَلَائِمُ الْمُشَبَّهِ نَحْوُ "كَلَّمْتُ اَسَدًا يَرْمِي النِّبَالَ"، وَاِلٰى "مُرَشَّحَةٍ" وَهِيَ الَّتِيْ ذُكِرَ فِيْهَا مَلَائِمُ الْمُشَبَّهِ بِهٖ، نَحْوُ "نُوْرُ الْحَقِّ"، لَايَخْفٰى: وَاِلٰى "مُطْلَقَةٍ" وَهِيَ الَّتِيْ لَمْ يُذْكَرْ فِيْهَا مَلَائِمُ، نَحْوُ لَا تَنْقُضُوا الْعُهُوْدَ،

استعارہ ملائم اور عدم ملائم کے اعتبار سے (تین قسموں پر ہے)

مجردہ وہ ہے جس میں مشبہ کا ملائم (مناسب) ذکر کیا گیا ہو، جیسے: میں نے ایسے شیر سے بات کی جو تیر پھینک رہا تھا۔۱۰۲ اور مرشحہ' وہ ہے جس میں مشبہ بہ کا ملائم ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے' حق کی روشنی پوشیدہ نہیں ہوتی۔۱۰۳ اور مطلقہ وہ ہے جس میں کسی کا ملائم ذکر نہ کیا گیا

تبعیہ ہوا۔

۱۰۱......برٌّ: بخشش، نیکی، مفصحًا: فصاحت کے ساتھ، وضاحت کے ساتھ۔

اس میں الدلالۃ کو نطق کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور انطق اسم تفضیل اسم مشتق ہے، اس لئے یہ استعارہ تبعیہ ہوا۔ استعارہ تبعیہ کو تبعیہ اس لئے کہتے ہیں کہ حرف کا استعارہ پہلے معنی حرف میں ہوتا ہے، اس کے بعد حرف میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح فعل اور اسم مشتق کا استعارہ پہلے مصدر میں ہوتا ہے، اس کے بعد فعل اور اسم مشتق میں ہوتا ہے۔ تو چونکہ استعارہ اصل سے تابع کی طرف منتقل ہوا اس لئے اس کو استعارہ تبعیہ کہتے ہیں۔

۱۰۲......کلّمت: اس میں رجل مشبہ ہے، اور اسد مشبہ بہ ہے، اور کلّمت قرینہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسد سے مراد رجل شجاع ہے۔ اور اس کے بعد یرمی (تیر پھینکنا) رجل مشبہ کا ملائم اور مناسب ہے تو چونکہ مشبہ کے لوازم کے بعد ملائم کا بھی ذکر جملہ میں موجود ہے اس لئے یہ استعارہ مجردہ ہے۔

ہو۔ جیسے عہدوں کومت توڑو۔۱۰۴

وَلَا یُعْتَبَرُ التَّجْرِیْدُ وَالتَّرْشِیْحُ اِلَّا بَعْدَ تَمَامِ الْاِسْتِعَارَۃِ بِالْقَرِیْنَۃِ، فَلَا تُعَدُّ قَرِیْنَۃُ التَّصْرِیْحِیَّۃُ تَجْرِیْدًا وَلَا قَرِیْنَۃُ الْمَکْنِیَّۃُ تَرْشِیْحًا،

تجرید وترشیح کا اعتبار صرف اس وقت ہوگا جبکہ استعارہ اپنے قرینہ کے ساتھ پورا ہوگیا ہو، ۱۰۵ اس لئے تصریحیہ کے قرینہ کو مجردہ کا قرینہ نہیں شمار کیا جائے گا اور نہ تو مکنیہ کے قرینہ کو مرشحہ کا قرینہ شمار کیا جائے گا۔

تَنْبِیْہٌ

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِطْلَاقَ اَبْلَغُ مِنَ التَّجْرِیْدِ، وَالتَّشْرِیْحُ اَبْلَغُ مِنَ الْاِطْلَاقِ وَالتَّجْرِیْدِ،

تنبیہ

جان لیں کہ استعارہ مطلقہ استعارہ مجردہ سے زیادہ بلیغ ہے۔اور استعارہ مرشحہ استعارہ

۱۰۳......نور الحق: اس میں حق کو شمس کے ساتھ تشبیہ دی، پھر شمس مشبہ بہ کو حذف کردیا گیا، اور اس کے لازم نور کو ذکر کر کے اس کی طرف اشارہ کیا، پھر تخفی، شمس مشبہ بہ کے ملائم کو ذکر کیا، یہ مشبہ بہ بننے کے قرینہ کے علاوہ ہے، اس لئے یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

۱۰۴......لاتنقضوا: اس میں عہد کو رسی سے تشبیہ دی گئی ہے، اور رسی مشبہ بہ کو حذف کر کے اس کے لازم نقض کو ذکر کیا تو استعارہ مکنیہ مکمل ہوا۔ اس کے بعد کسی کے ملازم کو ذکر نہیں کیا۔ اس لئے یہ استعارہ مطلقہ ہوا۔

۱۰۵......لایعتبر التجرید: یعنی ایک قرینہ جو مشبہ کا لازم ہو یا مشبہ بہ کے لوازم میں سے ہو تو اس کو (استعارہ) مکنیہ یا (استعارہ) تصریحیہ بنانے کے لئے متعین رکھیں گے، اس قرینہ کو (استعارہ) مرشحہ یا (استعارہ) مجردہ بنانے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا، اس قرینہ کے علاوہ جو دوسرا قرینہ آئے گا اس کو مرشحہ یا مجردہ بنانے کے لئے استعمال کریں گے، اور اسی دوسرے قرینہ کے ذریعہ سے (استعارہ) مرشحہ یا (استعارہ) مجردہ بنائیں گے۔

مطلقہ اور مجردہ سے زیادہ بلیغ ہے۔۱۰۶

فَائِدَةٌ

لَابُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْمُشَبَّهُ بِهٖ كُلِّيًا كَاِسْمِ الْجِنْسِ وَعَلَمِهٖ ، حَتّٰى يَصِحَّ اِدِّعَاءُ دُخُوْلِ الْمُشَبَّهِ فِىْ جِنْسِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ، فَلَا تَتَاَتّٰى الْاِسْتِعَارَةُ فِى الْعَلَمِ الشَّخْصِيِّ لِاَنَّهُ يُنَافِى الْجِنْسِيَّةِ لِاَنَّ الْجِنْسَ يَقْتَضِى الْعُمُوْمَ، وَالْعَلَمَ يَمْنَعُ الْعُمُوْمَ وَالْاِشْتِرَاكَ، اِلَّا اَنَّهُ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ الْاِسْتِعَارَةُ عَلَمًا،اِذَا كَانَ مُؤَوَّلًا بِالصِّفَةِ لِسَبَبِ اِشْتِهَارِهٖ بِوَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ كَاشْتِهَارِ حَاتِمٍ بِالْجُوْدِ وَمَعْنٍ بِالْحِلْمِ وَقُسٍّ بِالْفَصَاحَةِ،

استعارہ میں مشبہ بہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلی ہو۔ جیسے اسم جنس ہو۱۰۷ یا علم جنس ہو، تا کہ یہ دعوی کرنا درست ہو کہ مشبہ مشبہ بہ کے جنس میں داخل ہے۔اس لئے استعارہ شخصی نام نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ شخصی نام جنسیت کے منافی ہے۔اس لئے کہ جنسیت عموم

۱۰۶......اعلم :استعارہ میں زیادہ اہمیت مشبہ بہ کی ہے،اس لئے مشبہ بہ کے ملائم کی بھی زیادہ اہمیت ہوئی۔اور اسی بنیاد پر (استعارہ) مرشحہ کی اہمیت زیادہ ہے۔اور وہ یعنی استعارہ مرشحہ زیادہ بلیغ ہوا۔مشبہ کی اتنی اہمیت نہیں ہے،اس لئے اس کے ملائم کی بھی اہمیت کم ہوگئی،اور اسی وجہ سے وہ (استعارہ) مطلقہ کے بعد کے درجہ میں بلیغ ہوا۔

۱۰۷......كليًا كاسم الجنس :استعارہ میں چونکہ مشبہ کو مشبہ بہ میں داخل کرنے کا دعوی کیا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ مشبہ بہ کلی ہو، تا کہ مشبہ' مشبہ بہ میں داخل ہو سکے، اور چونکہ علم شخصی میں عمومیت نہیں ہوتی بلکہ خصوصیت ہوتی ہے اس لئے علم شخصی (خصوصی نام) میں استعارہ جاری نہ ہوگا۔ہاں! کوئی نام کسی صفت میں مشہور ہوگیا ہو، جیسے: حاتم: جو جود وسخاوت میں مشہور ہوگیا ہے تو اس وقت حاتم علم شخصی میں استعارہ جاری ہوگا۔کیونکہ حاتم اب صرف نام نہیں بلکہ جود وسخاوت میں مشہور ہونے کی وجہ سے صفت کے درجہ میں آ گیا ہے،اور یہی بات معن اور قس میں بھی جاری ہوگی۔

کا تقاضا کرتی ہے اور شخصی نام عموم اور اشتراک کو روکتا ہے۔ البتہ استعارہ شخصی نام میں ہونا اس وقت درست ہوگا جبکہ وہ نام صفت کے درجہ میں آچکا ہو اوصاف میں سے کسی وصف میں مشہور ہونے کی وجہ سے، جیسے: حاتم کا مشہور ہونا سخاوت کے ساتھ، معن ۱۰۸؎ کا حلم کے ساتھ اور قس کا فصاحت کے ساتھ۔ ۱۰۹؎

اَسْئِلَةٌ

(۱): مَا الْمَجَازُ ؟(۲): كَمْ قِسْمًا اَلْمَجَازُ؟(۳): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَجَازِ وَالْاِسْتِعَارَةِ؟ (۴): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْعَلَاقَةِ وَالْقَرِيْنَةِ؟(۵): مَا الْاِسْتِعَارَةُ؟(۶): كَمْ نَوْعًا اَلْاِسْتِعَارَةُ؟ (۷): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْاِسْتِعَارَةِ التَّصْرِيْحِيَّةِ وَالْمَكْنِيَّةِ؟ (۸): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْاِسْتِعَارَةِ الْاَصْلِيَّةِ وَالتَّبْعِيَّةِ؟(۹): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْاِسْتِعَارَةِ الْمُرَشَّحَةِ وَالْمُجَرَّدَةِ وَالْمُطْلَقَةِ ' (۱۰): مَتٰى يُعْتَبَرُ التَّرْشِيْحُ وَالتَّجْرِيْدُ ؟(۱۱): اُذْكُرْ اَقْسَامَ الْاِسْتِعَارَةِ التَّصْرِيْحِيَّةِ وَمَثِّلْ لِمَا تَقُوْلُ؟(۱۲): اُذْكُرْ اَقْسَامَ الْاِسْتِعَارَةِ الْمَكْنِيَّةِ مَعَ التَّمْثِيْلِ؟(۱۳): مَثِّلْ لِكُلٍّ مِّنَ الْاِسْتِعَارَةِ التَّصْرِيْحِيَّةِ الْاَصْلِيَّةِ وَالتَّبْعِيَّةِ فِى الْفِعْلِ وَالْحَرْفِ، وَالْمَكْنِيَّةِ الْاَصْلِيَّةِ ؟

(۱)......مجاز کی تعریف کریں؟

(۲)......مجاز کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳)......مجاز اور استعارہ میں کیا فرق ہے؟

(۴)......علاقہ اور قرینہ میں کیا فرق ہے؟

(۵)......استعارہ کی تعریف کریں؟

۱۰۸؎......معن: ایک آدمی کا نام ہے جو عرب میں بردباری میں مشہور بلکہ ضرب المثل بن گیا تھا۔

۱۰۹؎......قس: ایک شخص کا نام ہے جو فصاحت میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔

(۶)......استعارہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۷)......استعارہ تصریحیہ اور استعارہ مکنیہ میں کیا فرق ہے؟

(۸)......استعارہ اصلیہ اور استعارہ تبعیہ میں کیا فرق ہے؟

(۹)......استعارہ مرشحہ، استعارہ مجردہ اور استعارہ مطلقہ میں کیا فرق ہے؟

(۱۰)......ترشیح اور تجرید کا اعتبار کب ہوگا؟

(۱۱)......استعارہ تصریحیہ کے اقسام ذکر کریں اور مثال بیان کریں؟

(۱۲)......استعارہ مکنیہ کے اقسام ذکر کریں مثالوں کے ساتھ؟

(۱۳)......استعارہ تصریحیہ اصلیہ کی اور استعارہ تبعیہ کی فعل اور حرف میں اور استعارہ مکنیہ اصلیہ کی مثالیں بیان کریں؟

تَمْرِیْنٌ اَوَّلُ

بَیِّنْ اَنْوَاعَ الْاِسْتِعَارَةِ وَقَرِیْنَتِهَا وَالْجَامِعُ فِیْمَایَأْتِیْ:

(۱):اِنَّکَ لَا تَجْنِیْ مِنَ الشَّوْکِ الْعِنَبَ،(۲):اَلرَّبَّ قَدْ مَلَکَ وَلَبِسَ الْبَهَاءَ، لَبِسَ الرَّبُّ الْعِزَّةَ وَتَنَطَّقَ،(۳):تَخَرَّجْتُ عَلٰی بَحْرٍ لَایُسْبَرُ غَوْرُهُ،(۴):اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا،(۵):اِکْفَهَرَّ وَجْهُ الْاُفُقِ،(۶):بِالْمَاءِ تُحْیَا الْاَرْضُ،(۷):قَتَلْتَ الْبُخْلَ مُذْ نَبَتَّ کَرِیْمًا،(۸):مَنْ غَرَسَ الْمَعْرُوْفَ حَصَدَ الشُّکْرَ،(۹):نَنَامُ وَالْمَوْتُ لَایَنَامُ عَنَّا،(۱۰):قَدِمَ النَّاجِحَ یَجُرُّ اَذْیَالَ التِّیْهِ وَالْاِفْتِخَارِ،(۱۱): دُوْنَکَ غُصْنًا قَصَفَتْهُ الْمَنُوْنُ غَضًّا رَطِبًّا :(۱۲):مَنْ بَاعَ دِیْنَهُ بِدُنْیَاهُ لَمْ تَرْبَحْ تِجَارَتُهُ،(۱۳):تَبَسَّمَتِ الرِّیَاضُ بِقُدُوْمِ الرَّبِیْعِ ،(۱۴):تَلَظّٰی غَیْظًا،

مندرجہ ذیل جملوں میں استعارہ کے اقسام، اس کے قرینے اور رابطے بیان فرمائیں

(۱)...... بیشک آپ نہیں توڑ سکتے کانٹوں سے انگور کو۔۱۱۰

(۲)...... رب مالک ہوا اور رونق کو پہن لیا، رب نے عزت کو پہنا، اور اسی کا کمر بند بنایا۔۱۱۱

(۳)...... علم حاصل کیا میں نے سمندر جیسے عالم سے، نہیں معلوم کی جا سکتی اس کی گہرائی ۔۱۱۲

(۴)...... یقیناً بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔۱۱۳

(۵)...... افق کا چہرہ بہت کالا ہو گیا۔۱۱۴

۱۱۰...... لاتجنی: ض سے، پھل توڑنا۔ شوک: کانٹا: عرب میں یہ جملہ مثل ہے، یعنی برے آدمی سے اچھائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس میں شوک اور عنب مشبہ بہ موجود ہیں اور مزید کوئی مشبہ اور مشبہ بہ کا کوئی ملائم موجود نہیں ہے، اس لئے یہ استعارہ تصریحیہ اور مطلقہ ہوا، اور چونکہ دونوں اسم جامد ہیں اس لئے استعارہ اصلیہ ہوا۔

۱۱۱...... بهاء: رونق، زیبائی۔ تنطق: باب تفعّل سے، ماخوذ ہے نطق ینطق نطاقًا: سے، اس کے معنی ہے کمر بند، پٹکا۔ اس مثال میں عزت کو لباس سے تشبیہ دی ہے اور اس کی طرف لَبِسَ سے اشارہ کیا ہے، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ ہوا، پھر عزت اسم جامد ہے اس لئے یہ استعارہ اصلیہ ہوا۔ لبس میں بھی استعارہ جاری ہو سکتا ہے اس وقت استعارہ تبعیہ ہوگا، تنطق میں استعارہ تبعیہ ہے۔

۱۱۲...... تخرجت: باب تفعل سے، کسی عالم سے (یا کسی جامعہ یا کلیہ سے) فراغت حاصل کرنا، فائق ہونا۔ بحر: سمندر، یہاں متبحر عالم کو بحر سے تشبیہ دی ہے۔ سبر یسبر سبرًا: پانی کی گہرائی معلوم کرنا۔ اس مثال میں بحر مشبہ بہ موجود ہے اور وہ اسم جامد ہے اس لئے استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہوا۔ لایسبر مشبہ بہ بحر کا ملائم ہے، اس لئے استعارہ مرشحہ ہوا۔

۱۱۳...... ان من البیان لسحرًا: اس میں بیان کی تاثیر کو جادو سے تشبیہ دی ہے، اور مشبہ بہ سحر مذکور ہے اور وہ اسم جامد ہے۔ اس لئے یہ استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہوا۔ اور استعارہ مطلقہ بھی ہے کیونکہ مشبہ بہ کا یا مشبہ میں سے کسی کا ملائم مذکور نہیں ہے۔

۱۱۴...... اکفهر: بادل کا سیاہ ہونا، افق کا کالا ہونا۔ اس مثال میں افق کو انسان سے تشبیہ دی اور انسان کو حذف کر کے اس کے لازم وجہ کو ذکر کیا اور مشبہ یا مشبہ بہ کو ملائم کو ذکر نہیں کیا، اس لئے اس مثال میں استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مطلقہ ہوا۔

(۶)...... پانی ہی سے زمین زندہ ہوتی ہے۔۱۱۵

(۷)......قتل کیا آپ نے بخل کو جب سے آپ سخی پیدا ہوئے۔۱۱۶

(۸)......جو بوتا ہے احسان کو وہ کاٹتا ہے شکریہ کو۔۱۱۷

(۹)......ہم (تو) سوتے ہیں (حالانکہ) اور موت نہیں سوتی ہم سے۔۱۱۸

(۱۰)......آیا کامیاب آدمی غرور وفخر کا دامن سمیٹتا ہوا۔۱۱۹

(۱۱)...... لے لو (اس) شاخ کو جس کو توڑ دیا موت نے (حالانہ) وہ تروتازہ تھی۔۱۲۰

۱۱۵......اس مثال میں زمین کو حیوانات سے تشبیہ دی ہے، اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مطلقہ ہوا۔ اور اگر تحیا کے فاعل کو دیکھا جائے تو چونکہ وہ اپنے اصلی فاعل کی طرف منسوب نہیں ہے اس لئے اس میں مجاز عقلی بھی ہے۔ اور اگر تحیا میں استعارہ جاری کیا جائے تو استعارہ تبعیہ ہوگا۔ (ف)۔

۱۱۶......نبت ینبت نباتًا، نبتًا: گھاس کا اگنا: اس جملے میں بخل کو انسان سے تشبیہ دی اور بادشاہ کو گھاس سے تشبیہ دی، پہلے کا قرینہ قتلت ہے اور دوسرے کا قرینہ نبتت (واحد مذکر حاضر) ہے۔ پھر مشبہ بہ کو محذوف کر دیا گیا ہے، اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔

۱۱۷......غرس: بونا، پودا لگانا۔ معروف: احسان ماخوذ ہے عرف سے۔ حصد: کھیتی کاٹنا۔ اس مثال میں معروف اور شکر دونوں کو نبات سے تشبیہ دی ہے۔ اس لئے اس میں استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔

۱۱۸......لاینام: اس مثال میں لاینام لایغفل کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور استعارہ فعل میں جاری ہوا ہے، اس لئے استعارہ تبعیہ ہوا۔

۱۱۹......اذیال : ذیل کی جمع ہے، بمعنی دامن۔ التیہ: غرور، تکبر۔ اس میں تیہ (غرور) کو قمیص سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو حذف کر دیا اور اس کا لازم ثابت کر دیا اس لئے یہ استعارہ مکنیہ ہوا۔ چونکہ قمیص اسم جامد ہے اس لئے استعارہ اصلیہ ہوا۔ نیز اس مثال میں نہ تو مشبہ کا ملائم مذکور ہے اور نہ تو مشبہ بہ کا اس لئے استعارہ مطلقہ ہوا۔

۱۲۰......دونک: اسم فعل ہے۔ لے لو کے معنی میں ہے۔ غصنًا: شاخ، یہاں بچہ کو غصنا سے تشبیہ دی ہے۔ قصف: شاخ کا توڑنا۔ منون: موت۔ غضًّا: تروتازہ۔ رطبیا: رطب سے ماخوذ ہے نرم تروتازہ۔ تشریح جملہ: یعنی ایسا بچہ جو تروتازہ تھا اس کو موت نے دبوچ لیا، اس میں بچہ کو شاخ سے تشبیہ دی اور مشبہ

(۱۲)......جس نے بیچا اپنے دین کو اپنی دنیا کے بدلے، نہیں نفع بخش ہوئی اس کی تجارت۔[۱۲۱]

(۱۳)......مسکرایا باغ موسم بہار آنے سے۔[۱۲۲]

(۱۴)......بھڑک اٹھا غصے سے۔[۱۲۳]

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

تَکَلَّمْ عَلَی الْاِسْتِعَارَةِ وَاِجْرَائِهَا فِی الْاَبْیَاتِ الْآتِیَةِ:

ثَوْبُ الرِّيَاءِ يَشِفُّ عَمَّا تَحْتَهُ (۱) فَاِذَا الْتَحَفْتَ بِهٖ فَاِنَّکَ عَارٍ

اِنَّ الْعُلٰی حَدَّثَتْنِیْ وَهِیَ صَادِقَةٌ (۲) فِیْمَا تُحَدِّثُ اِنَّ الْعِزَّ فِی النُّقَلِ

لَدٰی اَسَدٍ شَاکِی السَّلَاحِ مُقَذَّفٍ (۳) لَهُ لِبَدٌ اَظْفَارُهُ لَمْ تُقَلَّمِ

اَلْمَجْدُ عُوْفِیَ مُذْ عُوْفِیْتَ وَالْکَرَمُ (۴) وَزَالَ عَنْکَ اِلٰی اَعْدَائِکَ السَّقَمُ

بہ غصنًا کو ذکر کیا۔ آگے قصفت اور غضًّا کو ذکر کیا جو شاخ مشبہ بہ کے ملائم میں سے ہیں، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مرشحہ ہوا۔

[۱۲۱]......ربح: نفع ہونا، اس میں دین کو سامان بیع کے ساتھ تشبیہ دی اور بیع کے ملائم میں سے ربح ہے، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مرشحہ ہوا۔

[۱۲۲]......ربیع: موسم بہار۔ اس میں ریاض (گلستاں) کو انسان سے تشبیہ دی اور تبسم اس کا لازم بیان کیا اور قدوم مشبہ بہ کا ملائم ہے اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مرشحہ ہوا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موت کو انسان سے تشبیہ دی۔ مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں استعارہ تبعیہ بھی ہوسکتا ہے۔

[۱۲۳]......تلظی: آگ کا بھڑکنا۔ اس مثال میں انسان کو آگ سے تشبیہ دی اور اس کے لئے تلظی کے لوازم کو بیان کیا، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مطلقہ ہوا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موت کو انسان سے تشبیہ دی، اوپر کی دونوں مثالوں میں بھی استعارہ تبعیہ ہوسکتا ہے۔ف

حِصَانِیْ کَانَ دَلَّالَ الْمَنَایَا (۵) فَخَاضَ غُبَارَهَا شَرٰی وَبَاعَا

وَسَیْفِیْ کَانَ فِی الْهَیْجَا طَبِیْبًا ” یُدَاوِیْ رَاْسَ مَنْ یَشْکُو الصُّدَاعَا

اِذَا امْتَحَنَ الدُّنْیَا طَبِیْبٌ تَکَشَّفَتْ (۶) لَهُ عَنْ عَدُوٍّ فِیْ ثِیَابِ صَدِیْقٍ

وَاِذَا تُبَاعُ کَرِیْمَةٌ اَوْتُشْتَرٰی (۷) فَسِوَاکَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِیْ

اَصُوْنُ عِرْضِیْ بِمَالِیْ لَا اُدَنِّسُهُ (۸) لَا بَارَکَ اللّٰهُ بَعْدَ الْعِرْضِ بِالْمَالِ

وَمَا الْمَوْتُ بَیْنَ النَّاسِ اِلَّا مُهَنَّدٌ (۹) بِکَفِّ الْمَنَایَا وَالنُّفُوْسُ لَهَا غِمْدٌ

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ نَشْرَ فَضِیْلَةٍ (۱۰) طُوِیَتْ اَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حُسُوْدٍ

مندرجۂ ذیل اشعار میں استعارہ کی قسمیں بتائیں اور ان کا اجراء کریں

(۱)......ریا کے کپڑے میں ظاہر ہوتا ہے جو کچھ اس کے نیچے ہوتا ہے، تو جب آپ اس کو اوڑھیں گے تو گویا کہ آپ ننگے ہیں۔ ۱۲۴

(۲)...... بیشک بلندی نے مجھ سے کہا، اور جو بات وہ کہہ رہی ہے اس میں وہ سچی ہے کہ بیشک عزت ہجرت کرنے میں۔ ۱۲۵

(۳)......میرے پاس ایسا شیر ہے جو ہتھیار بند جنگ میں پھینکا ہوا ہے اس کی گردن پر بال ہیں اور اس کے ناخن کٹے ہوا نہیں ہیں۔ ۱۲۶

۱۲۴......یشف: شَفَّ یَشِفُّ (ض) مضاعف: کپڑے کے اندر کی چیز کا ظاہر ہونا۔ التحف: چادر لپیٹنا، ماٰ خذ: لحف۔عار: عَرِیَ یَعْرٰی سے اسم فاعل کا صیغہ: ننگا ہونے والا۔

اس میں ریا کو چادر سے تشبیہ دی اور مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف اضافت کر دیا، یشف مشبہ بہ کا لوازم ہے اور التحف اور عار مشبہ بہ ثوب کے ملائم ہیں، اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہوا۔

۱۲۵......عُلی: بلندی۔النقل: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، ہجرت کرنا۔

اس میں عُلی کو انسان سے تشبیہ دی اور اس کو حذف کر دیا، اور اس کا قرینہ حدثتنی ہے، اور صادقۃ مشبہ بہ کا ملائم ہے، اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ ہوا۔

(۴)...... بزرگی صحت مند ہوگئی جب سے آپ صحت مند ہوگئے اور کرم بھی (صحت مند ہوا) اور بیماری آپ سے زائل ہوکر آپ کے دشمن کی طرف چلی گئی۔ ۱۲۷

(۵)...... میرا گھوڑا موت کا دلال تھا، تو وہ گھسا موت کے غبار میں، کچھ خریدا کچھ بیچا۔

اور میری تلوار جنگ میں طبیب تھی، جس کو درد سر کی شکایت ہوتی ' اس کا علاج کرتی تھی۔ ۱۲۸

(۶)...... جب کوئی طبیب دنیا کو آزماتا ہے تو وہ اس کو دوست کے کپڑوں میں دشمن معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲۹

۱۲۶...... لدی: پاس، قریب کے معنی میں ہے، شاکی: شَکَا یَشْکُوْ شَکُوًا: ن سے۔ شاکی السلاح: وہ آدمی جو ہتھیار باندھے ہوئے ہوں۔ قَذَّفَ یُقَذِّفُ، مقذف: کود پڑنا، یہ باب تفعیل سے مفعول بہ ہے بمعنی پھینکا ہوا، تجربہ کار۔ قلم یقلم: باب تفعیل سے، قلم' ناخن کاٹنا۔

اس مثال میں انسان کو اسد سے تشبیہ دی اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے، آگے اسد کا ملائم لبد اظفار ہے اور یہی قرینہ ہے جس کی وجہ سے لبد اظفارہ لم تقلم سے رجل شجاع مراد ہے۔ یہ استعارہ تصریحیہ اصلیہ مرشحہ ہوا۔

۱۲۷...... المجد: شرافت، بزرگی۔ عوفی: مرض سے شفایاب ہونا۔ اعداء: دشمن۔ سقم: بیماری۔

اس مثال میں مجد کو انسان سے تشبیہ دی ہے، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔

۱۲۸...... دلال: جو بائع اور مشتری کے درمیان دلالی (واسطہ) کا کام کرتا ہو۔ منایا: جمع ہے منیۃ کی بمعنی موت۔ خاض: پانی میں گھسنا، سختیوں میں گھسنا۔ شَرٰی یَشْرِیْ: خریدا یعنی خریدنے بیچنے کا معاملہ کیا۔

تشریح شعر: میرا گھوڑا دشمنوں کو اتنا مار رہا تھا کہ گویا کہ موت کا دلال ہو، وہ جنگ کے غبار میں گھس کر ایسا لگتا تھا کہ موت سے لاش کی خرید وفروخت کر رہا ہو۔ اور انسانی لاشوں کو بیچ رہا ہو۔ اس میں حصان کو انسان سے تشبیہ دی اور لازم ثابت کر دیا تو استعارہ مکنیہ اصلیہ ہوا۔

۱۲۹...... امتحن: آزمانا، تجربہ کرنا۔ تَکَشَّفَ: تفعل سے، ظاہر ہونا۔

اس مثال میں دنیا کو طالب علم (مریض) سے تشبیہ دی ہے۔ اور امتحن اس کا لازم ہے، اور مشبہ بہ

(۷)...... جب کوئی بزرگی کی چیز بیچی جاتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو آپ کے علاوہ اس کو بیچنے والا ہوتا ہے اور آپ خریدنے والے ہوتے ہیں۔۱۳۰

(۸)...... میں اپنی عزت کی مال دے کر حفاظت کرتا ہوں، اس کو داغدار ہونے نہیں دیتا، عزت برباد ہونے کے بعد اللہ مال میں برکت نہ دے۔۱۳۱

(۹)......لوگوں (یعنی دشمنوں) کے درمیان موت نہیں ہے، مگر جیسے کہ ہندوستانی تلوار موت کے ہاتھ میں اور جان اس کے لئے میان بنتی ہے۔۱۳۲

طالب علم کو محذوف کر دیا اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔

اور دوسرے مصرع میں دنیا کو انسان سے تشبیہ دی ہے اور لباس کو اس کے لئے ثابت کیا۔ف

۱۳۰......تشریح شعر: ساری شرافت ممدوح ہی میں ہے، لوگ شرافت بیچنے والے ہیں، اور آپ گویا کہ شرافت خریدنے والے ہیں۔اس مثال میں کریمۃ کو مبیع کے ساتھ تشبیہ دی اور مشبہ بہ محذوف ہے اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ ہوا۔اور آگے بائعھا اور مشتری مبیع مشبہ بہ کے ملائمات میں سے ہیں اس لئے استعارہ مرشحہ ہوا۔نوٹ: کریمۃ: شرافت کی چیز۔

۱۳۱......اصون: (ن سے) حفاظت کرنا، کپڑے یا عزت کو عیب لگانے والی چیزوں سے بچانا۔ماٗخوذ 'اُدَنِّسُ' باب تفعیل سے، داغدار کرنا۔

تشریح شعر: شاعر کہتا ہے کہ عزت برباد ہونے کے بعد مال سے کیا فائدہ؟ اس لئے عزت کی بربادی کے بعد خدا مال کو غارت کرے۔اس میں عرض (عزت) کو کپڑے سے تشبیہ دی، اور اس کو (کپڑے) حذف کر دیا، اور میلا ہونا ثابت کر دیا، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ ہوا، آگے مشبہ یا مشبہ بہ کا ملائم نہیں ہے اس لئے استعارہ مطلقہ ہوا۔

۱۳۲......مھند: ہندوستان کی بنی ہوئی تلوار۔منایا منیۃ کی جمع بمعنی موت۔غمد: تلوار کا میان۔

تشریح شعر: میری ہندوستانی تلوار کے ذریعہ سینکڑوں دشمنون کی جان گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کے ہاتھ میں مہند تلوار ہے۔اور انسانی جان اس کی میان بنتی جا رہی ہے۔

اس میں موت کو قاتل سے تشبیہ دی ہے۔اور وہ محذوف ہے، اور اس کا لازم کف مذکور ہے، اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ ہوا۔اور غمد قاتل کے ملائم میں سے ہے اس لئے یہ استعارہ مرشحہ ہوا۔

(۱۰)...... جب اللہ (کسی کی) چھپی ہوئی فضیلت پھیلانا چاہتے ہیں تو حاسدوں کی زبان کو اس کے لئے مقدر کر دیتے۔ ۱۳۳

مَبۡحَثٌ فِی الۡمَجَازِ الۡمُرۡسَلِ

اَلۡمَجَازُ الۡمُرۡسَلُ هُوَ مَجَازٌ عَلَاقَتُهُ غَيۡرُ الۡمُشَابَهَةِ وَعَلَاقَاتُهُ كَثِيۡرَةٌ، مِنۡهَا:

مجاز مرسل ۱۳۴ وہ مجاز ہے جس میں علاقہ تشبیہ کے علاوہ ہو۔ اور اس کے علاقے بہت ہیں، لیکن ان میں سے مشہور یہ ہیں:

(۱)......اَلسَّبَبِيَّةُ: نَحۡوُ" رَعَتِ الۡغَنَمُ الۡغَيۡثَ"

سببیت: ۱۳۵ جیسے' بکرے نے بارش چری۔

(۲)......اَلۡمُسَبَّبِيَّةُ: نَحۡوُ" اَمۡطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا"

مسبب: ۱۳۶ جیسے' آسمان نے گھاس برسایا۔

۱۳۳......طویت : طوی یطوی ' سے لپیٹنا۔ یہاں مراد ہے لپیٹی ہوئی۔ اتاح: مقدر کرنا، مہیا کرنا۔ حسود جمع ہے حاسد کی۔

تشریح شعر: حاسد اس کی برائی بیان کرتے رہتے ہیں، جس سے اس آدمی کی شہرت ہوتی رہتی ہے، اور اسی کے چھپے ہوئے فضائل بھی پھیلتے رہتے ہیں۔ اس میں فضیلت کو کپڑے سے تشبیہ دی، اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔

۱۳۴......المجاز المرسل: جس میں تشبیہ کا علاقہ ہو اس کو استعارہ کہتے ہیں، اور جس میں تشبیہ کا علاقہ نہ ہو بلکہ مندرجۂ ذیل واسطوں کی وجہ سے ایک معنی چھوڑ کر لفظ دوسرے معنوں میں استعمال ہوتا ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔

۱۳۵......سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہو، جیسے مثال میں بارش سبب بول کر گھاس مسبب مراد لیا گیا ہے، کیونکہ بکری بارش نہیں چرتی ہے، بلکہ گھاس چرتی ہے جو بارش کے سبب سے اگتی ہے۔

۱۳۶......مسبب بول کر سبب مراد لیا جائے جیسے: مثال مذکور میں: نبات مسبب بول کر سبب بارش مراد لی'

(۳)......اَلْجُزْئِیَّۃُ :نَحْوُ"اَجْمَعَتِ الْاُمَمُ عَلٰی تَحْرِیْرِ الرِّقَابِ"

جزئیت: ۱۳۷؎ جیسے'امتوں نے اجتماع کیا ہے، غلاموں آزاد کرنے پر۔

(۴)......اَلْکُلِّیَۃُ: نَحْوُ" یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَھُمْ فِیْ آذَانِھِمْ "

کلیت: ۱۳۸؎ جیسے'وہ کفار اپنی انگلیوں کو کانوں میں کرتے ہیں۔

(۵)......اَلْمَحَلِّیَّۃُ :نَحْوُ" قَرَّرَ الْمَجْلِسُ کَذَا"

محلیت: ۱۳۹؎ جیسے'مجلس (اہل مجلس) نے اس طرح کا فیصلہ کیا۔

(۶)......اَلْحَالِیَّۃُ :نَحْوُ "حَفَرْتُ الْمَاءَ "

حالیت: ۱۴۰؎ جیسے'میں نے پانی (یعنی نہر کو) کھودا۔

(۷)......اِعْتِبَارُ مَاکَانَ :نَحْوُ" شَرِبْنَا بُنًّا"

اعتبار ما کان: ۱۴۱؎ جیسے'ہم نے قہوہ پیا۔

(۸)......اِعْتِبَارُ مَایَکُوْنُ : نَحْوُ" اِنِّی اَعْصِرُ خَمْرًا"

۱۳۷؎......الجزئیة: جزء بول کر کل مراد لیا جائے۔ جیسے مثال مذکورہ میں گردن جزء ہے انسان کے جسم کا، اس کو بول کر پورا غلام مراد لیا گیا ہے۔

۱۳۸؎......الکلیة: کل بول کر جزء مراد لیا جائے۔ جیسے مثال میں کہ اصابع بول کر پورا مراد لیا، کیونکہ انگلیاں کان میں نہیں جاتی بلکہ انگلیوں کے سرے (کنارے) کان میں داخل کرتے ہیں۔

۱۳۹؎......المحلیة: محل بول کر یعنی اس میں جو رہتا ہے وہ مراد لیا جائے۔ جیسے: مثال مذکورہ بالا میں مجلس کا لفظ بول کر اہل مجلس مراد لیا گیا ہے۔

۱۴۰؎......الحالیة: حال بول کر محل مراد لیا جائے جیسے: میں نے پانی کھودا تو پانی نہیں کھودا جاتا ہے وہ تو حال ہے، بلکہ نہر کھودتے ہیں جو پانی کا محل ہے۔ تو حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔

۱۴۱؎......اعتبار ما کان: مابعد کی حالت بول کر ماقبل کی حالت مراد لی جائے۔ جیسے'میں نے بَن پیا' بن قہوہ کے بیج کو کہتے ہیں، تو بن بول کر قہوہ مراد لیا گیا ہے' جو بعد کی حالت ہے، اسی کو اعتبار ما کان کہتے ہیں۔

مابعد کے اعتبار سے:۱۴۲؎ جیسے' میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں۔

فَائِدَةٌ

يَدْخُلُ فِي الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ كُلُّ تَوَسُّعٍ فِي الْكَلَامِ 'كَتَسْمِيَةِ الشَّيْءِ بِاسْمِ آلَتِهِ، نَحْوُ" اُذْكُرْنِيْ يَا رَبِّ بِلِسَانِ صِدْقٍ"اَوْ بِاسْمِ فَاعِلِهٖ: نَحْوُ" فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ"اَوْ بِاسْمِ مَفْعُوْلِهٖ:نَحْوُ "شَرِبْنَا الْحُمَيَا"وَقِيْلَ :اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مِنَ الْجَمْعِ وَعَكْسِهٖ،

کلام میں جتنی توسعات ہیں وہ سب مجاز مرسل میں داخل ہوجاتی ہیں، جیسے' آلہ کے نام سے کسی چیز کا نام رکھنا۔ جیسے' مجھے یاد کیجئے میرے سردار سچی زبان (سچے ذکر) کے ساتھ۔۱۴۳؎ یا فاعل کے نام سے، جیسے' وہ لوگ لوٹے اپنی ذات کی طرف۔۱۴۴؎ یا مفعول کے نام سے۔۱۴۵؎ جیسے' ہمیں شراب نے پی لیا۔اور کہا گیا ہے کہ جمع کی جگہ پر مفرد اور

۱۴۲؎......اعتبار ما یکون: مابعد کی حالت بول کر ماقبل کی حالت مراد لی جائے، جیسے: ''میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں''۔تو شراب تو نچوڑی ہوئی چیز ہوتی ہے جو بعد کی حالت ہے۔تو شراب بول کر انگور مراد لیا گیا ہے جو نچوڑا جاتا ہے اور شراب' بننے سے پہلے یعنی ماقبل کی حالت ہے۔تو خمر ما یکون بول کر عنب ما کان مراد لیا گیا ہے۔

۱۴۳؎......بلسان صدق : یہاں لسان جو آلہ کلام ہے وہ بول کر ذکر مراد لیا گیا ہے، اس لئے آلہ بول کر کوئی اور چیز مراد لینا ہوا۔

۱۴۴؎...... فرجعوا الی انفسھم: اس میں نفس رجعوا کا فاعل ہے، کیونکہ لوٹنے والی خود اس کی ذات ہے، لیکن یہاں فاعل بول کر مفعول مراد لیا گیا ہے۔

اس میں ''انفس'' سے مراد خود لوٹنے والے ہیں، اسی طرح مرجع الیہ کو راجع کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ف

۱۴۵؎......باسم مفعولہ: یعنی مفعول بول کر فاعل مراد لیا جائے جیسے' ہمیں شراب نے پی لیا۔اس میں حمیا

مفرد کی جگہ پر جمع کا صیغہ استعمال کرنا بھی مجاز مرسل میں سے ہے۔[۱۴۶]

اَسۡئِلَۃٌ

(۱):مَا الۡمَجَازُ الۡمُرۡسَلُ ؟(۲):مَا هِیَ عَلَاقَاتُ الۡمَجَازِ الۡمُرۡسَلِ ؟(۳):اُذۡکُرۡ مِثَالَیۡنِ لِکُلِّ عَلَاقَةٍ مِنۡ عَلَاقَاتِهٖ؟(۴):لِمَ سُمِّیَ بِالۡمُرۡسَلِ ؟(۵):عَرِّفۡ کُلَّ عَلَاقَةٍ مِنۡ عَلَاقَاتِ الۡمَجَازِ الۡمُرۡسَلِ ؟ (۶):اُذۡکُرِ الۡفَرۡقَ بَیۡنَ الۡمَجَازِ الۡمُرۡسَلِ وَالۡمَجَازِ بِالۡاِسۡتِعَارَةِ ؟

(۱)......مجاز مرسل کس کو کہتے ہیں؟

(۲)......مجاز مرسل کے علاقے کیا کیا ہیں؟

(۳)......تمام علاقوں کی دو دو مثالیں بیان کریں؟

(۴)......مجاز مرسل کا نام مجاز مرسل کیوں رکھا گیا؟

(۵)......مجاز مرسل کے تمام علاقوں کی تعریف فرمائیں؟

(۶)......مجاز مرسل اور مجاز بالاستعارہ میں فرق بیان کریں۔

تَمۡرِیۡنٌ

بَیِّنِ الۡمَجَازَ الۡمُرۡسَلَ وَوَضِّحِ الۡعَلَاقَةَ وَالۡقَرِیۡنَةَ فِیۡمَا یَأۡتِیۡ :

(۱):رَعَیۡنَا الۡغَیۡثَ،(۲):اَمۡطَرَتِ السَّمَاءُ الۡقُمۡحَ،(۳):تَبُثُّ الۡحُکُوۡمَةُ الۡاَمۡنَ فِیۡ

مفعول ہے، کیونکہ لوگ شراب کو پیتے ہیں، لیکن جملہ میں اس کو فاعل بنادیا گیا ہے۔تو یہاں مفعول بول کر فاعل مرادلیا گیا ہے۔حمیا: شراب اور غصہ کا ابتدائی جوش۔ یہاں خود شراب مراد ہے یا غصہ مراد ہے۔

[۱۴۶]......استعمال المفرد من الجمع: جمع کے لفظ کی جگہ پر مفرد کا لفظ کا استعمال کر لینا یا مفرد لفظ کی جگہ پر جمع کا لفظ استعمال کر لینا بھی مجاز مرسل میں داخل ہے۔

اَرُجَاءِ الْبِلَادِ،(۴):لِیْ عَیْنٌ عَلَی الْعَدُوِّ لِیَطَّلِعَ عَلٰی اَحْوَالِہٖ،(۵):شَرِبْتُ النِّیْلَ،(۶):اِلْتَأَمَ الْمَجْلِسُ،(۷):اَثْنَتَ الْمَدْرَسَۃُ عَلٰی ھٰذَا التِّلْمِیْذُ الْمُجْتَھِدُ، (۸):اَقَامُوْا فِیْ نَعِیْمٍ مِنَ الْعَیْشِ،(۹):اَرَانِی اللّٰہُ وُجُوْھَکُمْ بِخَیْرٍ،(۱۰):بَنَی الرَّئِیْسُ الْمَدْرَسَۃَ،(۱۱):غَرَسْتُ الْبُرْتَقَالَ، (۱۲):قَامَتِ الْبِلَادُ وَقَعَدَتْ لِھٰذَا الْخَبَرِ،(۱۳):مَنْزِلٌ عَامِرٌ بِفَضْلِ الْمَوْلٰی، (۱۴):ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ،(۱۵):لَمْ تَرْبَحْ تِجَارَتُکَ ھٰذَا الْعَامِ،(۱۶):سَنَۃٌ مُجْدِبَۃٌ،(۱۷):یَوْمُ فَرْحٍ ،(۱۸):لَعِبَتْ حُمَیَّا الطَّرْبِ بِالرُّؤُوْسِ،

وَکُلُّ اِمْرَئٍ یُوْلِی الْجَمِیْلَ مُحَبَّبٌ (۱۹) وَکُلُّ مَکَانٍ یُنْبِتُ الْعِزَّ طَیِّبٌ

اَحْسِنْ اِلٰی النَّاسِ تَسْتَعْبِدْ قُلُوْبَھُمْ (۲۰) فَطَالَمَا اِسْتَعْبَدَ الْاِنْسَانَ اِحْسَانٌ

سَیَعْلَمُ الْجَمْعُ مِمَّنْ ضَمَّ مَجْلِسُنَا (۲۱) بِاَنَّنِیْ خَیْرُ مَنْ تَسْعٰی بِہٖ قَدَمٌ

تَسِیْلُ عَلٰی حَدِّ الظُّبَاۃِ نُفُوْسُنَا (۲۲) وَلَیْسَتْ عَلٰی غَیْرِ الظُّبَاۃِ تَسِیْلُ

مَا کُلُّ مَایَتَمَنَّی الْمَرْءُ یُدْرِکُہٗ (۲۳) تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَھِی السُّفُنُ

بَلَادِیْ وَاِنْ جَارَتْ عَلَیَّ عَزِیْزَۃٌ (۲۴) وَاَھْلِیْ وَاِنْ ضَنُّوْا عَلَیَّ کِرَامُ

اَنَا الَّذِیْ نَظَرَ الْاَعْمٰی اِلٰی اَدَبِیْ (۲۵) وَاَسْمَعَتْ کَلِمَاتِیْ مَنْ بِہٖ صَمَمُ

مندرجہ ذیل جملوں میں مجاز مرسل اور اس کے علاقہ اور قرینہ کی وضاحت فرمائیں

(۱)......ہم نے بارش چرایا۔[۱۴۷]

(۲)...... برسایا آسمان نے گیہوں کو۔[۱۴۸]

---

[۱۴۷]...... الغیث: بارش۔ بارش سبب ہے گھاس اگنے کا، اس لئے یہاں سبب بول کر مسبب گھاس مراد لیا گیا ہے۔ اس لئے کہ گھاس ہی چرتے ہیں نہ کہ بارش کو چرا جاتا ہے۔ علاقہ سببیت کا ہے۔

[۱۴۸]......قمح: گیہوں، آسمان گیہوں نہیں برساتا بلکہ بارش برساتا ہے، اس لئے قمح مسبب بول کر بارش سبب مراد لیا گیا ہے۔ تسمیۃ المسبب باسم السبب۔

(۳)......حکومت شہر کے اطراف میں امن پھیلاتی ہے۔[۱۴۹]

(۴)......میرے پاس دشمن کا جاسوس ہے تا کہ وہ ان کے حالات کی اطلاع رکھے۔[۱۵۰]

(۵)......میں نے نیل، یعنی اس کا پانی پیا۔[۱۵۱]

(۶)......بھر گئی مجلس۔[۱۵۲]

(۷)......مدرسہ نے اس محنتی طالب علم کی تعریف کی۔[۱۵۳]

(۸)......وہ عیش کی خوش حالی میں رہے۔[۱۵۴]

(۹)......مجھے اللہ نے آپ لوگوں کے چہروں کو خیریت سے دکھلایا۔[۱۵۵]

---

[۱۴۹]......بث: پھیلانا۔ ارجاء جمع ہے رجاء کی: اطراف شہر۔ حکومت اس کے اسباب پھیلاتی ہے، اس لئے امن مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ مسبب کا ہے۔ یا حکومت سے مراد اہل حکومت بھی لے سکتے ہیں۔

[۱۵۰]......عین: آنکھ۔ اس میں عین بول کر کل انسان کو جاسوس مراد لیا گیا ہے۔ اس لئے علاقہ جزئیت کا ہے۔ تسمیۃ الجزء باسم الکل: جزء بول کر کل مراد لینا۔

[۱۵۱]...... النیل : نیل محل ہے پانی کا، اور انسان (وجانور) پانی پیتا ہے نیل پانی نہیں پیتا۔ اس لئے محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ محلیت کا ہے۔

[۱۵۲]......التأم : لأم سے ہے: درست ہونا مل جانا۔ مجلس: مجلس محل ہے، وہ نہیں ملتی، بلکہ اہل مجلس ملتے ہیں۔ اس لئے محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔

[۱۵۳]...... المدرسة: مدرسہ تو محل ہے، وہ تعریف نہیں کرتا بلکہ اہل مدرسہ (مدرسہ والے، ذمہ دار) تعریف کرتے ہیں اس لئے محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ محلیت کا ہے۔

[۱۵۴]......نعیم من العیش: آدمی خوش حالی میں نہیں بلکہ خوش حالی کی چیزوں میں رہتا ہے اس لئے عیش بول کر سبب عیش مراد لیا گیا۔ علاقہ مسبب کا ہے۔ یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔

[۱۵۵]......وجوہ: وجوہ: چہرہ جزء ہے جسم کا، لہٰذا جزء بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔ اس لئے علاقہ جزئیت کا ہے۔ (تسمیہ الکل باسم الجزء)

(۱۰)......رئیس نے مدرسہ بنایا۔۱۵۶

(۱۱)......میں نے نارنگی بوئی۔۱۵۷

(۱۲)......اس خبر کی وجہ سے شہر زیروزبر ہو گئے۔(یعنی اہل شہر)۱۵۸

(۱۳)......اللہ کے فضل سے گھر بھرا ہوا ہے۔۱۵۹

(۱۴)......یہ سخت دن ہے۔۱۶۰

(۱۵)......اس سال تمہاری تجارت نفع بخش نہیں ہوئی۔۱۶۱

(۱۶)......قحط زدہ سال۔۱۶۲

۱۵۶......الرئیسة: رئیس مدرسہ نہیں بناتا بلکہ رئیس کے حکم سے معمار مدرسہ تعمیر کرتا ہے۔اس لئے یہ علاقہ سببیت کا ہے۔(سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے:تسمیۃ السبب باسم المسبب)

۱۵۷......البرتقال: نارنگی پھل ہے، وہ نہیں بوئی جاتی بلکہ اس کے بیج بوئے جاتے ہیں۔اس لئے ما یکون بول کر ما کان مراد لیا گیا ہے۔علاقہ اعتبار ما یکون کا ہے۔(تسمیۃ الحال باسم المحل:)

یا یہ کہ درخت محل ہے تو حال بول کر محل مراد لیا گیا۔اس لئے علاقہ محلیت کا ہے۔ف

۱۵۸......البلاد: بلاد کھڑا نہیں ہوتا کیونکہ یہ محل ہے۔بلکہ اہل بلاد کھڑے ہوتے ہیں جو حال ہے۔اس لئے علاقہ محلیت (ظرفیت) کا ہے۔(تسمیۃ الفاعل باسم الظرف فیۃ والمحلیۃ)

۱۵۹......عامر: عامر اسم فاعل کا صیغہ ہے'عَمَرَ' سے، بھرنے والا گھر کو۔اس مثال میں عامر اسم فاعل بول کر اسم مفعول مراد لیا گیا ہے۔علاقہ تسمیۃ الشئی باسم فاعلہ۔

۱۶۰......عصیب: عصب سے گروہ بندی کرنا، سخت ہونا،یوم عصیب: سخت دن۔یوم محل ہے اس میں سختی واقع ہوتی ہے، محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔(تسمیۃ المحل باسم الحال)

۱۶۱......لم تربح: ربح کا معنی کمایا یا نفع والا ہوا نہ کہ نفع بخش ہوا۔اس لئے تقریر یہ ہوگی کہ تجارت بول کر تاجر مراد لیا گیا ہے۔اس لئے کہ تجارت نفع کا سبب ہے۔یعنی سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے

۱۶۲......مجدبة: باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی کا ہونا۔سال خشک نہیں ہوتا، بلکہ زمین خشک ہوتی ہے۔علاقہ زمان بول کر ما فی الزمان مراد لیا گیا ہے۔

(۱۷)......خوشی کا دن۔۱۶۳

(۱۸)......خوشی کی شراب نے سروں سے کھیل کیا۔۱۶۴

(۱۹)...... ہر وہ انسان جو احسان کرتا ہو محبوب ہوتا ہے، ہر وہ مکان جو عزت اگاتا ہوا اچھا ہوتا ہے۔۱۶۵

(۲۰)......لوگوں پر احسان کریں تو' تو اس سے ان کا دل قبضہ میں کرلے گا، اس لئے کہ بار بار ایسا ہوا ہے کہ احسان نے انسان کو غلام بنایا ہے۔۱۶۶

(۲۱)......عنقریب وہ لوگ مجھے جان لیں گے جس کو ہماری مجلس شامل تھی، اس بات کو کہ میں ان لوگوں میں سے بہتر ہوں جس کو قدم لے کر چلتا ہے۔۱۶۷

اجدب القوم بھی بولا جاتا ہے۔صرف زمین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام لفظ ہے۔ف

۱۶۳......یوم فرح : دن خوش نہیں ہوتا، بلکہ دن میں رہنے والے انسان خوش ہوتے ہیں، اس لئے یہ علاقہ ظرفیت یا محلیت کا ہے۔

۱۶۴......حمیا: شراب کا جوش۔طرب: خوشی۔اس میں رؤوس جزء بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔اور اس میں علاقہ جزئیت کا ہے۔

۱۶۵......جمیل: اچھی چیز، یولی الجمیل: احسان کرنا۔مکان: اس مثال میں مکان سے اہل مکان مراد ہیں اور علاقہ محلیت کا ہے۔

۱۶۶...... تستعبد: عبد سے ہے اور باب استفعال کا صیغہ ہے۔: غلام بنانا۔استعبد القلب: دل پر قبضہ کرنا۔اس مثال میں قلوب جزء بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔اور اس میں علاقہ جزئیت کا ہے۔

اور دوسرے مصرع میں احسان سے مراد اہل احسان ہے۔ف

۱۶۷......تسعیٰ بہ قدم: جس کو قدم لے کر چلے۔یعنی جو حیوانات قدم سے چلتے ہیں۔

تسعی بہ قدم جزء ہے، اس سے پورا انسان مراد لیا گیا ہے جو کہ کل ہے، اور علاقہ جزئیت کا ہے۔

تشریح شعر: ہماری مجلس کے لوگ جان لیں گے کہ میں تمام انسانوں سے بہتر ہوں۔(یا یہ کہ قدم سے چلتے ہیں۔تسمیۃ الشئ باسم آلتہ)

(۲۲)...... ہماری جانیں تلواروں کی دھار پر بہتی ہیں اور دھار کے علاوہ پر نہیں بہتی۔ ۱۶۸

(۲۳)...... ایسا نہیں ہوتا کہ جو کچھ انسان تمنا کرے' اس کو پا ہی لے، ہوائیں اس طرف چلتی ہیں جس طرف کشتیاں نہیں چاہتی۔ ۱۶۹

(۲۴)...... میرے اہل شہر اگر چہ وہ مجھ پر ظلم کریں' وہ مجھے پیارے ہیں اور میرے خاندان والے اگر چہ بخل کریں مجھ پر وہ مجھے عزیز ہیں۔ ۱۷۰

(۲۵)...... میں وہ ہوں کہ میرے ادب کو اندھے نے بھی دیکھ لیا اور میرے کلمات نے بہروں کو بھی شنوا بنا دیا۔ ۱۷۱

۱۶۸...... حدّ: تیز کرنا، یہاں تیز دھار مراد ہے۔ ظباۃ: جمع ہے ظبۃ کی: بمعنی تلوار کی دھار۔
اس مثال میں تسیل النفس سے مراد خون کا بہنا ہے۔ کیونکہ نفس نہیں بہتا، خون بہتا ہے۔ نفس سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ (قرینہ) مسببیت کا ہے۔

۱۶۹...... مــا کــل: تشریح شعر: جس طرح کبھی ہوائیں کشتی کے مخالف چلتی ہیں اسی طرح آدمی جو کچھ تمنا کرتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ پوری ہو جائے۔ اس میں کشتی بول کر صاحب کشتی مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ محلیت کا ہے۔

۱۷۰...... جارت: جار 'ن' جار یجور سے: ظلم کرنا، راستہ سے ہٹ جانا۔ عزیزۃ: پیارا۔ ضَنَّ یَضِنُّ ضَنًّا: بخل کرنا۔ کرام: کریم کی جمع: بڑا سخی، بڑا بزرگ۔ اس مثال میں بلاد بول کر اہل بلاد مراد لیا گیا ہے۔ علاقہ محلیت کا ہے۔

۱۷۱...... صمم: بہرا پن۔ تشریح: میرا ادب اتنا اونچا ہے کہ اندھے نے بھی دیکھ لیا، اور کلمات اتنے تیز ہیں کہ بہرے کو بھی شنوا بنا دیا، اس کے بھی کان کھل گئے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے کلمات سے بہرے کو شنوا بنا دیا، تسمیہ الشئی باسم آلتہ ہے۔

مَبۡحَثٌ فِی الۡمَجَازِ الۡمُرَکَّبِ

اَلۡـمَجازُ الۡمُرَکَّبُ هُوَ اللَّفۡظُ الۡمُرَکَّبُ الۡمُسۡتَعۡمَلُ فِیۡ غَیۡرِ مَاوُضِعَ لَهُ لِعَلاقَةٍ مَعَ قَرِیۡنَةٍ مَانِعَةٍ مِنۡ اِرَادَةِ الۡمَعۡنَی الۡاَصۡلِیِّ،

مجاز مرکب۲۷۱ وہ مرکب لفظ (جملہ) ہے جو کسی علاقے کی وجہ سے ماوضع لہ کے علاوہ میں استعمال کیا گیا ہو، ساتھ میں اس بات کا قرینہ بھی موجود ہے کہ اصلی معنی مراد لینا ممکن نہیں ہے۔

ثُـمَّ اِنۡ کَـانَـتِ الۡعَلاَقَةُ الۡمُشَابَهَةُ سُمِّیَ "اِسۡتِعَارَةً تَمۡثِیۡلِیَّةً "اَوِ" التَّمۡثِیۡلَ عَلٰی سَبِیۡـلِ الۡاِسۡتِعَارَةِ" لِاِنۡتِزَاعِ وَجۡهِهٖ مِنۡ مُتَعَدِّدٍ کَمَا فِی تَشۡبِیۡهِ التَّمۡثِیۡلِ، وَذِکۡرِ الۡـمُشَبَّـهِ بِهٖ، وَاِرَادَةِ الۡمُشَبَّهِ کَمَا فِی الۡاِسۡتِعَارَةِ ،نَحۡوُقَوۡلِکَ لِمَنۡ یَتَرَدَّدُ فِیۡ اَمۡرٍ "اِنِّی اَرَاکَ تُقَدِّمُ رِجۡلاً وَتُؤَخِّرُ اُخۡرٰی،

پھر اگر وہ علاقہ تشبیہ۲۷۳ کا ہو تو اس کو استعارہ تمثیلیہ یا تمثیل علی سبیل الاستعارہ کہتے ہیں۔ (اس کو تمثیلیہ اس لئے کہتے ہیں کہ) اس کی وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہوتی ہے جیسا کہ تشبیہ تمثیل میں ہے۔ (اور استعارہ اس لئے کہتے ہیں کہ) مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے

۲۷۲......المجاز المرکب: اب تک کی بحث میں صرف ایک لفظ میں استعارہ یا مجاز مرسل کا استعمال بتلایا جارہا تھا۔ اب آگے یہ بتایا جارہا ہے کہ پورے جملے کو غیر ماوضع لہ میں استعمال کیا گیا ہو تو اس کو مجاز مرکب کہتے ہیں۔

۲۷۳......العلاقة المشابهة: پورا جملہ اپنے معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہو اور دونوں میں تشبیہ کا علاقہ ہو تو اس کو استعارہ تمثیلیہ یا تمثیل کہتے ہیں۔ تمثیل تو اس لئے کہتے ہیں کہ متعدد امور سے

اورمشبہ کا ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ استعارہ میں ہوتا ہے۔جیسے کہ تمہارا قول:اس آدمی کے لئے جو کسی معاملہ میں متردد ہو ۴ ۔۱۷ ''میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک پاؤں کو آگے کرتے ہیں اور دوسرے کو پیچھے کرتے ہیں''۔

وَاِنْ كَانَتْ عَلَاقَتُهُ غَيْرَ الْمُشَابَهَةِ سُمِّيَ مَجَازًا مُرْسَلًا مُرَكَّبًا، كَالْجُمَلِ الْخَبَرِيَّةِ اِذَا اسْتُعْمِلَتْ فِي الْاِنْشَاءِ، كَقَوْلِهٖ:

تَصَرَّمَتْ مِنَّا اُوَيْقَاتُ الصِّبَا وَلَمْ نَجِدْمِنَ الْمَشِيْبِ مَهْرَبًا

اگر مجاز مرکب میں علاقہ تشبیہ کا نہ ہوتو اس کو مجاز مرسل مرکب کہتے ہیں۔۵ ۔۱۷ جیسے کہ جملہ خبریہ کو (جب) جملہ انشائیہ میں استعمال کیا جائے۔جیسے اس شعر میں:

بچپن کا زمانہ ہم سے ختم ہو گیا اور ہم نے بڑھاپے سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائی۔۶ ۔۱۷

مَتٰى شَاعَ اِسْتِعْمَالُ الْمَجَازِ الْمُرَكَّبِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعَارَةِ ، سُمِّيَ مَثَلًا،

وجہ شبہ منتزع ہوتی ہے۔اور استعارہ اس لئے کہتے ہیں کہ استعارہ کی طرح یہاں بھی مشبہ کو حذف کیا گیا ہے۔

۴ ۔۱۷......لمن يتردد في امر :جس طرح متردد آدمی کسی کام کو کرنے کے لئے کبھی ارادہ کرتا ہے اور کبھی ارادہ ختم کر دیتا ہے،اس کو تشبیہ دی گئی ہے ایسے آدمی سے جو قدم کو آگے بڑھاتا ہے اور پھر پیچھے کھینچ لیتا ہے،ان دونوں میں وجہ شبہ ایک چیز نہیں ہے، بلکہ امور متعددہ سے منتزع کی گئی ہے۔اور تمام امثال کا یہی حال ہے اور وہ استعارہ تمثیلیہ کے درجہ میں ہیں۔

۵ ۔۱۷......وان كانت علاقته :اگر پورا جملہ اپنے معنی میں استعمال ہونے کے بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہو اور علاقہ تشبیہ کا نہ ہو، بلکہ دوسرا علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل مرکب کہتے ہیں۔مثلاً: جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کے لئے استعمال کیا گیا ہو اس طور پر کہ جملہ خبریہ سے خبر دینا مقصود نہ ہو بلکہ اظہار حسرت، اظہار ضعف، اظہار غم اور اظہار خوشی مقصود ہو تو اس کو مجاز مرسل مرکب کہتے ہیں۔اسی طرح جملہ انشائیہ مثلاً: امر، نہی اور استفہام وغیرہ کو خبر دینے کے لئے استعمال کیا گیا ہو تو وہ بھی مجاز مرسل مرکب ہے۔

۶ ۔۱۷......تصربت: ضرب یضرب سے: کسی چیز کا ختم ہو جانا، باب تفعل، بالکل کٹ جانا' ٹکڑے ٹکڑے

وَاسْتُعْمِلَ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ مُطْلَقًا، فَلَا يُغَيَّرُ عَنْ مَوْرِدِهِ الْاَوَّلِ، وَاِنْ لَمْ يُطَابِقِ الْمَضْرُوْبَ لَهُ، كَمَا يُقَالُ لِلرَّجُلِ الْمُتَعَنِّتِ الَّذِیْ يَطْلُبُ الْجَمْعَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ مُتَنَاقِضَيْنِ:

تَسْاَلُنِیْ اُمُّ الْخِيَارِ جَمَلاً يَمْشِیْ رُوَيْداً وَيَكُوْنُ اَوَّلَا

جب مجاز مرکب کا استعمال استعارہ کے طریقے پر شائع ہو جائے تو اس کو "مثل" کہتے ہیں۔ ۱۷۷ اور وہ ایک ہی طرح کے الفاظ سے استعمال کی جائے گی۔ اور اپنے مقام اول سے کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ چاہے کہ وہ مضروب لہ کے مطابق نہ ہو۔ جیسا کہ کوئی ضدی آدمی جو دو متضاد چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے پر مصر ہو تو اس کے لئے کہا جاتا ہے:
ام خیار مجھ سے ایک ایسا اونٹ مانگتی ہے جو آہستہ چلے اور سب سے آگے نکل جائے۔ ۱۷۸

اَسْئِلَةٌ

(۱):مَاالْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ؟(۲): كَمْ قِسْمًا الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ ؟(۳):مَاهُوَ الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ الْمُرْسَلُ؟(۴):مَاهِیَ الْاِسْتِعَارَةُ التَّمْثِيْلِيَّةُ ؟ وَلِمَ سُمِّيَتْ بِذَالِكَ ؟ (۵):مَاالْفَرْقُ بَيْنَ تَشْبِيْهِ التَّمْثِيْلِ وَالْاِسْتِعَارَةِ التَّمْثِيْلِيَّةِ ؟

ہونا، اللیل: رات کا گذر جانا۔ مشیب: بڑھاپا۔ مھرب: ہرب سے اسم ظرف۔ بھاگنے کی جگہ۔
اس شعر میں جملہ خبریہ استعمال کر کے حسرت کا اظہار کرنا مقصود ہے اس لئے مجاز مرسل مرکب ہوا۔

۱۷۷......متی شاع: مجاز مرکب استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہو تو اس کو "مثل" کہتے ہیں، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ "مثل" میں حروف اور الفاظ کی کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ چاہے وہ مضروب لہ کے مطابق نہ ہو بلکہ جیسا ہے ویسا ہی استعمال کیا جائے گا۔

۱۷۸......تسالنی ام الخیار: ام الخیار: محبوبہ کا نام ہے۔ رویدًا: آہستہ چلنا۔ اوّلاً: آگے نکلنا، پہلا ہونا، یہ پورا شعر مثل ہے، اس مثل میں ام خیار عورت کا نام ہے اور شعر میں مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے، اور مرد کے لئے یہ مثال بیان کی گئی ہے جو مذکر ہے۔ اس کے باوجود الفاظ میں مذکر کا صیغہ استعمال نہیں کیا

(۱)......مجاز مرکب کی تعریف کریں؟

(۲)......مجاز مرکب کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳)......مجاز مرکب مرسل کس کو کہتے ہیں؟

(۴)......استعارہ تمثیلیہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا نام استعارہ تمثیلیہ کیوں رکھا گیا؟

(۵)......تشبیہ تمثیل اور استعارہ تمثیلیہ میں کیا فرق ہے؟

تَمْرِیْنٌ

بَیِّنِ الْمَجازَ الْمُرَکَّبَ بِنَوْعَیْهِ ،وَوَضِّحِ الْعَلاقَةَ فِیْمَا یَأتِیْ :

(۱):زَارَنَا مَطَرُ الرَّبِیْعِ،(۲):رَبِّ اِنِّی لَا اَسْتَطِیْعُ اِصْطِبَاراً،(۳):اَلْیَدُ لَا تُصَفِّقُ وَحْدَهَا،(۴):وَافَقَ شَنٌّ طَبَقَةً،(۵):یَا اَیُّهَا الْوَطَنُ الْعَزِیْزُ لَکَ الْبَقَاءُ،(۶) :لَا تُطِعْ اَمْرِیْ،(۷):اَنْتَ تَصْرَخُ فِیْ وَادٍ وَ تَنْفُخُ فِیْ رَمَادٍ،(۸):لَافُضَّ فُوْکَ،(۹):رَمَتْنِیْ بِدَائِهَا وَانْسَلَّتْ،(۱۰):اِنْ کُنْتَ رِیْحًا فَقَدْ لَاقَیْتَ اِعْصَارًا،(۱۱):اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ،

ذَهَبَ الزَّمَانُ فَمَالَهُ مِنْ عَوْدَةٍ (۱۲) وَاَتَی الْمَشِیْبُ فَاَیْنَ مِنْهُ الْمَهْرَبُ

وَمَنْ ذَاالَّذِیْ تَرْضٰی سَجَایَاهُ کُلُّهَا (۱۳) کَفَی الْمَرْءُ نُبْلًا اَنْ تُعَدَّ مَعَایِبُهٗ

اِنَّ الْاَفَاعِیَ وَاِنْ لَانَتْ مُلَامَسُهَا (۱۴) عِنْدَ التَّقَلُّبِ فِیْ اَنْیَابِهَا الْعَطَبُ

مَااَقْصَرَ اللَّیْلَ عَلَی الرَّاقِدِ (۱۵) وَاَهْوَنَ السُّقْمَ عَلَی الْعَائِدِ

یَاخَادِعَ الْبُخَلَاءِ فِیْ اَمْوَالِهِمْ (۱۶) هَیْهَاتَ تَضْرِبُ فِیْ حَدِیْدٍ بَارِدٍ

اِنَّ الْحَمَاةَ اُوْلِعَتْ بِالْکَنَّهْ (۱۷) وَاُوْلِعَتْ حَمَاتُهَا بِالظِّنَّه

لَا تَکُنْ سُکَّرًا فَتَاْکُلُکَ النَّا (۱۸) سُ وَلَاحَنْظَلًا تُذَاقُ وَتُرْمٰی

گیا ہے بلکہ مؤنث کا استعمال ہوا ہے۔اور نہ تو الفاظ میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے۔جیسی مثل تھی اسی طرح

وَمَا طَلَبُ الْمَعِيْشَةِ فِي التَّمَنِّي (۱۹) وَلٰكِنْ اَلْقِ دَلْوَكَ فِي الدِّلَاءِ

لَاتَقْطَعَنَّ ذَنَبَ الْاَفْعٰى وَتُرْسِلِهَا (۲۰) اِنْ كُنْتَ شَهْمًا فَاتْبِعْ رَاْسَهَا الذَّنَبَا

مندرجہ ذیل جملوں میں مجاز مرکب کی دونوں قسموں کو بیان کریں اور اس میں علاقہ کی وضاحت فرمائیں

(۱)......موسم بہار کی بارش نے ہماری زیارت کی۔[۱۷۹]

(۲)......میرے پروردگار میں صبر نہیں کرسکتا۔[۱۸۰]

(۳)......تنہا ایک ہاتھ تالی نہیں بجاسکتا۔[۱۸۱]

(۴)......مشکیزہ اپنے ڈھکن کے موافق ہوگیا۔[۱۸۲]

(۵)......اے وطن عزیز تو ہمیشہ رہے۔[۱۸۳]

مرد کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

۱۷۹......الربیع: موسم بہار، مقام خوشی کو ''زارنا مطر الربیع'' سے تشبیہ دی ہے، اس لئے یہ استعارہ تمثیلیہ ہوا۔(اس میں خوشی کا اظہار مقصود ہے۔اس لئے مجاز مرسل مرکب ہے۔ف)

۱۸۰...... اصطباراً: باب افتعال سے مأخذ ہے، صبر کرنا، اور یہ جملہ خبریہ ہے۔ اور اس سے مراد اظہار جزع وفزع ہے جو انشاء ہے، اس لئے مجاز مرسل مرکب ہوا۔

۱۸۱......صفق: ض سے تالی بجانا۔ اس میں یہ ہے کہ خیر خواہی کا معاملہ ایک طرف سے نہیں ہوتا، بلکہ دونوں طرف سے ہوتا ہے، اور اس کو تشبیہ دی ہے کہ ''ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی ہے''۔ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ اس لئے اس میں استعارہ تمثیلیہ ہوا۔

۱۸۲......شنّ: پرانا مشکیزہ جو کہیں کہیں سے پھٹ گیا ہو۔(چمڑے کا برتن جو سکڑ گیا ہو۔ف)

طبق: غطاء، ڈھکن۔ اہل عرب مشکیزہ پر ڈھکن چڑھا دیتے تھے جو کچھ دن بعد مشکیزہ پر فٹ ہوجاتا تھا۔ جب کوئی چیز یا آدمی کسی کے بالکل موافق ہوجائے یا فٹ ہوجائے تو یہ مثل بولتے ہیں، اس لئے اس میں استعارہ تمثیلیہ ہوا۔

(۶)......تم میرے حکم کی اطاعت مت کرو۔۱۸۴

(۷)......آپ وادی میں آواز لگاتے ہیں، اور راکھ میں پھونک مارتے ہیں۔۱۸۵

(۸)......تیرے دانت نہ گرائے جائیں۔۱۸۶

(۹)......اپنی بیماری میری طرف منسوب کردی اور کھسک گئی۔۱۸۷

(۱۰)......اگر تو ہوا تھا تو بگولہ سے پالا پڑا گیا۔۱۸۸

(۱۱)......خیر کی رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔

(الدال: اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے)

(۱۲)......زمانہ گذر گیا تو اس کے لئے لوٹنا نہیں ہے، اور بڑھاپا آگیا تو اس سے اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔۱۸۹

۱۸۳......لک البقاء: اس مثال میں ''لک البقاء'' جملہ خبریہ ہے اور یہ بول کر دعا دینا مقصود ہے، جو انشاء ہے، اس لئے اس میں مجاز مرسل مرکب ہوا۔

۱۸۴......لا تطع امری: اس مثال میں تحکم ہے۔ نہی کے صیغہ کو ڈانٹنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اس لئے مجاز مرسل مرکب ہوا۔

۱۸۵...... تصرخ: چیخنا۔ نفخ: ف سے پھونک مارنا۔ رماد: راکھ۔ یہ محاورہ ہے اور اس محاورہ کو اس وقت بولتے ہیں جب آدمی بے موقع کوشش کرے اور اس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۸۶......فُضّ: ن سے مجہول کا صیغہ ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ یہاں مراد ہے اس سے دانت گرایا جانا۔ فوک: تیرا منھ۔ یہاں منھ سے دانت مراد ہے۔ یہ محاورہ ایسے وقت بولتے ہیں جب آدمی اچھا اور بلند کام کرے تو لوگ دعاء دیتے ہیں کہ تیرے دانت نہ گرائے جائیں، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ یا خبر دعاء کے معنی میں ہے تو مجاز مرسل مرکب ہے۔

۱۸۷......انسلت: اِنسلّ سے بمعنی چپکے سے کھسک جانا۔ یہ محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اپنا عیب دوسرے پر ڈال دیتا ہے، اس لئے یہ استعارہ تمثیلیہ ہوا۔

۱۸۸......اعصارًا: گردباد، بگولہ۔ یہ محاورہ ایسے وقت بولتے ہیں جب کہ کسی شریر کا مقابلہ اس سے بڑے

(۱۳)......اور کون ہے جس کی تمام عادتوں سے لوگ راضی ہوں، کافی ہے انسان کی بزرگی کے لئے کہ اس کے عیوب شمار کئے جائیں۔۱۹۰

(۱۴)......یقیناً اژدھا اگر اس کا چھونا نرم ہوتا ہے' پلٹنے کے وقت، لیکن اس کے دانتوں میں ہلاکت ہوتی ہے۔۱۹۱

(۱۵)......رات کتنی چھوٹی معلوم ہوتی ہے سونے والوں پر، اور بیماری کتنی آسان معلوم ہوتی ہے عیادت کرنے والے پر۔۱۹۲

شریر سے ہو جائے یعنی سیر کو سوا سیر مل جائے۔اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۸۹......عودۃ: عاد یعود سے لوٹنا۔مشیب: مأخذ ہے شیب: بڑھاپا۔مھرب: ھرب سے اسم ظرف: بھاگنے کی جگہ۔

اس شعر میں جملہ خبریہ استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس سے حسرت کا اظہار مقصود ہے، اس لئے مجاز مرسل مرکب ہوا۔جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۹۰......سجایا: جمع ہے سجیۃ کی: عادت، خصلت۔نُبلاً: بزرگی، شرافت۔معایب: عیب کی جمع ہے۔ کفی سے آخر تک محاورہ اور مثل ہے۔یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ یہ بتانا مقصود ہو کہ کوئی انسان عیب سے خالی نہیں ہے، اس لئے کسی کی خامیوں کو بیان کیا جانا ہی اس کی بزرگی کی دلیل ہے، اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۱...... الافاعی: الافاعی جمع ہے افعی کی بمعنی اژدھا۔ملامس: جمع ہے ملمس کی، مصدر میمی ہے بمعنی چھونا یعنی چمڑی۔تقلب: پلٹنا، یہاں اس سے مراد ہے ادھر اُدھر چلنا۔انیاب جمع ہے ناب کی بمعنی دانت، ایسے دانت جس میں سانپ کا زہر ہوتا ہے۔عطب: ہلاکت۔

تشریح شعر: سانپ کی چمڑی ملائم ہوتی ہے لیکن اس کے دانت میں زہر ہوتا ہے۔جب کوئی آدمی ظاہری طور پر انتہائی نرم خو ہو اور اندرونی طور پر اس میں خباثت بھری ہوئی ہو تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں، اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۲......مااقصر: فعل تعجب ہے۔کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔راقد: رقد سے اسم فاعل کا صیغہ: سونے والا۔عائد

(۱۶)......اے بخیلوں کو ان کے اموال میں دھوکہ دینے والے، افسوس کہ تو ٹھنڈے لوہے میں پٹ رہا ہے۔۱۹۳

(۱۷)...... یقیناً ساس تجسس میں لگی رہتی ہے بہو کے ساتھ، اور لگی رہتی ہے اس کی ساس بد گمانی کے ساتھ۔۱۹۴

(۱۸)......شکر نہ بن کہ لوگ تمہیں کھالیں، اور نہ اندرائن بن کہ چکھا جائے اور پھینک دیا جائے۔۱۹۵

(۱۹)...... معاش کا طلب کرنا تمنا کرنے سے نہیں ہے، لیکن ڈولوں میں اپنا ڈول بھی ڈال۔۱۹۶

: عـاد یـعـود سے اسم فاعل: لوٹنا، بیمار پرسی کرنا۔ یہاں بیمار پرسی مراد ہے۔ یہ محاورہ ایسے وقت بولتے ہیں جب کہ دوسرے کی تکلیف کا کوئی احساس نہ کرتے ہوں۔ اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۳......خـادع: دھوکہ دینے والا۔ تشریح شعر: یعنی جس طرح ٹھنڈے لوہے کو پیٹنے سے لوہے پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا، اسی طرح بخیل کے مال میں امید لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ''تـضـرب فـی حدید بارد'' اس وقت بولتے ہیں جب کسی کام کے کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۴......الـحـمـاۃ: شوہر کے رشتہ دار، یہاں صرف ساس مراد ہے۔ اولـعـت : تجسس کرنا، عاشق ہونا۔ الکنّہ: بہو (بیٹے کی بیوی)۔ الظِنہ: تہمت، بدگمانی۔ یہ ظ کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

تشریح شعر: ساس بہو میں عموماً دشمنی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ساس بہو کی خامیوں کے تجسس میں لگی رہتی ہے۔ اور یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے پیچھے لگا رہے، اور بدگمانی کرتا رہے۔ یہ (اسی لئے) استعارہ تمثیلیہ ہے۔ (مجمع الامثال پر یہ شعر اس طرح ہے: (ف)

اِنَّ الْحَمَاۃَ اُوْلَعَتْ بِالْکَنَّۃِ وَاُوْلَعَتْ کَنَّتُھَا بِالظِّنَّۃِ

۱۹۵......حـنـظلاً: اندرائن: ایک قسم کا کڑوا پھل۔ تـذاق: فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں کہ ''بہت زیادہ نرم بھی مت بن جاؤ کہ لوگ تمہیں دبا دیں اور نہ اتنا کڑوا

(۲۰)......سانپ کی دم کاٹ کر اس کو چھوڑ نہ دو، اگر تم عقلمند ہو تو دم کے ساتھ اس کے سر کو بھی کچل دو۔ ۱۹۷

مَبۡحَثٌ فِی الۡمَجَازِ الۡعَقۡلِیۡ

اَلۡـمَجَازُ الۡعَقۡلِیُّ هُوَ اِسۡنَادُ الۡفِعۡلِ اَوۡ مَا فِیۡ مَعۡنَاهُ اِلٰی غَیۡرِ مَاهُوَ لَهُ عِنۡدَ الۡمُتَكَلِّمِ فِی الظَّاهِرِ، لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِیۡنَةٍ مَانِعَةٍ مِنۡ اِسۡنَادِهٖ اِلٰی مَاهُوَ لَهُ، وَعَلَاقَاتُهُ:

مجاز عقلی: ۱۹۸ فعل یا معنی فعل کا متکلم کے نزدیک ظاہر میں جو فاعل ہے اس کے علاوہ

بن جاؤ کہ لوگ آپ سے بات ہی نہ کریں۔ اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۶......الق دلوک فی الدلاء: یہ ایک محاورہ ہے یعنی لوگ ڈول ڈالتے ہیں تم بھی ڈول ڈالدو (ڈالو) اور اوروں کی طرح پانی نکالنے کی کوشش کرو۔ تشریح شعر: صرف تمنا کرنے سے مال نہیں آئے گا، بلکہ لوگ کماتے ہیں (کام کرتے ہیں) تو ان کے ساتھ تم بھی کماؤ (کام کرو اور مال کماؤ) تب مال آئے گا۔ اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۷......الافعی: اژدھا، سانپ۔ :شهما: عقلمند۔ :فاتبع راسها الذنبا: دم کے ساتھ سر کا پیچھا کرو۔ یعنی دم کی طرح سر کو بھی کچل دو۔ تشریح شعر: دشمن کو چھیڑ کر نہ چھوڑو بلکہ اس کا صفایا کر کے چھوڑو۔ اس مثال میں بھی استعارہ تمثیلیہ ہے۔

۱۹۸......المجاز العقلی: فعل یا معنی فعل مثلاً مصدر، اسم مفعول یا اسم فاعل کی نسبت اپنے ظاہری فاعل کے بجائے کسی اور فاعل کی طرف علاقہ کی وجہ سے نسبت کرنے کو مجاز عقلی کہتے ہیں۔ وہاں یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ فعل کی نسبت اپنے اصلی فاعل کی طرف کرنا ناممکن ہے۔

عند المتکلم فی الظاهر: فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے لئے متکلم کی ظاہری حالت بھی دیکھی جائے گی کہ اگر متکلم ایک فعل کو ایک فاعل کی طرف نسبت کر رہا ہے اور متکلم کے اعتقاد کے اعتبار سے وہ فاعل اس فعل کا نہیں ہے تو اس فعل کی اس فاعل کی طرف نسبت کرنا مجاز عقلی ہوگا۔ مثلاً: ایک مؤمن آدمی کہتا ہے: شفی الطبیب المریض: تو (اس قائل) مؤمن کا اعتقاد یہ ہے کہ مریض کو شفا دینے والا طبیب نہیں بلکہ اللہ ہے۔ اس لئے شفی (فعل ماضی) کی نسبت طبیب کی طرف مجاز عقلی ہوگی۔

کی طرف کسی علاقہ کے وجہ سے نسبت کرنے کو مجاز عقلی کہتے ہیں۔ فعل اپنے اصلی فاعل کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت کے قرینے کے ساتھ۔ اور اس کے علاقے یہ ہیں:

:.......اِمَّا الزَّمَانِيَّةُ: نَحْوُ ''لَيْلَةٌ سَاهِرَةٌ''

یا زمانہ کا علاقہ ہو۔ جیسے' جاگنے والی رات۔ ۱۹۹

:.......اَوِ الْمَكَانِيَّةُ: نَحْوُ'' سَالَ الْوَادِیْ اَیْ مَاءُ هٗ''

یا علاقہ مکانیت کا ہو۔ جیسے' وادی بہی یعنی وادی میں پانی بہا۔ ۲۰۰

:.......اَوِ الْفَاعِلِيَّةُ: سَيْلٌ مُفْعَمٌ،

یا فاعلیت کا علاقہ ہو۔ جیسے: سیلاب بھرنے والا۔ ۲۰۱

:.......اَوِ الْمَفْعُوْلِيَّةُ: عِيْشَةٌ رَا ضِيَةٌ،

یا علاقہ مفعولیت کا ہو۔ جیسے: عیش راضی ہونے والا ہے۔ ۲۰۲

لیکن یہی جملہ ایک دہریہ کہے تو چونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ شفا دینے والا طبیب ہی ہے، اس لئے شفا کی نسبت طبیب کی طرف حقیقت ہوگی۔

۱۹۹......الزمانية: یعنی فعل کی نسبت فاعل حقیقی کی طرف کرنے کے بجائے زمانہ کی طرف کردی جائے، جیسے کہا جائے: لَيْلَةٌ سَاهِرَةٌ: یعنی جاگنے والی رات، تو رات تو نہیں جاگتی، بلکہ رات تو زمانہ ہے، اس میں آدمی جاگتا ہے۔ تو جاگنے کی نسبت رات زمانہ کی طرف کرنا مجاز عقلی ہوئی۔ اور علاقہ زمانیت کا ہوا۔ اور ساهرة: اسم فاعل معنی فعل ہے۔

۲۰۰...... المكانية: فعل کی نسبت فاعل کی بجائے مکان کی طرف کردی جائے۔ جیسے کہا جائے: ''سال الوادی ''یعنی وادی بہی، اس مثال میں اصل میں پانی وادی میں بہتا ہے، سال (فعل ماضی) کی نسبت اصلی فاعل پانی کی طرف ہونا چاہیئے، لیکن سال کی نسبت وادی کی طرف کردی جو کہ پانی کے بہنے کا مکان ہے، اس لئے یہ علاقہ مکانیت کا ہوا۔ اسی طرح دوسری نسبتوں میں بھی فعل کو اصلی فاعل کے بجائے کسی اور کی طرف علاقہ کی وجہ سے نسبت کردی گئی ہے، جس سے وہ مجاز عقلی ہوگئی۔

۲۰۱......الفاعلية: اسم مفعول کی نسبت مفعول کے بجائے فاعل کی طرف کردی گئی ہو، جیسے کہا جائے

:......اَوِ الْمَصْدَرِيَّةُ: جَدَّ جِدُّهُ،

یا علاقہ مصدریت کا ہو۔ جیسے: کامیاب ہوئی اس کی کوشش۔ ۲۰۳؎

:......اَوِ السَّبَبِيَّةُ: بَنَى الْاَمِيْرُ الْمَدِيْنَةَ،

یا علاقہ سببیت کا ہو۔ جیسے: امیر نے شہر تعمیر کیا۔ ۲۰۴؎

وَيُعْلَمُ مِمَّا تَقَدَّمَ اَنَّ الْمَجَازَ اللُّغْوِيَّ يَكُوْنُ فِي اللَّفْظِ، وَالْعَقْلِيَ يَكُوْنُ فِي الْاِسْنَادِ،

ماقبل کی عبارتوں سے معلوم ہوگیا کہ مجاز لغوی لفظ میں جاری ہوتا ہے، اور مجاز عقلی نسبت کرنے میں جاری ہوتا ہے۔ ۲۰۵؎

''سیل مفعم: سیلاب بھرا ہوا ہے''۔ سیلاب تو بھرنے والا فاعل ہے، اور ''وادی بھری ہوئی'' مفعول ہے لیکن مفعم اسم مفعول کی نسبت فاعل کی طرف کردی گئی ہے تو یہ مجاز عقلی ہوگیا۔

۲۰۲؎......المفعولیة: اسم فاعل کو فاعل کے بجائے اسم مفعول کی طرف نسبت کردی جائے، جیسے کہا جائے :''عیشة راضیة'' عیش راضی ہونے والا ہے۔ اس میں راضیة اسم فاعل ہے اس کو اصلی فاعل انسان کی طرف نسبت کرنا چاہئے تھا، لیکن اس کے بجائے عیش مفعول کی طرف منسوب کردیا، اس لئے یہ علاقہ مفعولیت کا ہوا۔

۲۰۳؎......المصدریة: یعنی فعل کو حقیقی فاعل کے بجائے مصدر کی طرف منسوب کردیا جائے جیسے کہا جائے کہ ''جد جده: اس کی کوشش کامیاب ہوئی''۔ جَدَّ مصدر ہے جس کی نسبت جِدٌّ کی طرف کی گئی ہے، اس لئے یہ علاقہ مصدریت کا ہوا۔

۲۰۴؎...... السببیة: یعنی فعل کی نسبت حقیقی فاعل کیبجائے سبب فعل کی طرف کردی جائے جیسے کہا جائے'' بنی الامیر المدینة: امیر نے شہر تعمیر کیا''، شہر تو معمار تعمیر کرتا ہے، امیر تو اس کا سبب ہوتا ہے، تو یہاں بنی کی نسبت امیر جو سبب ہے (شہر تعمیر کرانے کا) اس کی طرف کردی گئی ہے۔ اس لئے یہ علاقہ سببیت کا ہوا۔

۲۰۵؎......ویعلم مماتقدم: ماقبل کی تشریح (وتفصیل اور تحریر) سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ''مجاز لغوی'' لفظ

تَنْبِیْهٌ...... لَایَقَعُ هٰذَا الْمَجَازُ فِی الْاِسْنَادِ الْمُثْبَتِ فَقَطْ بَلْ فِی النَّفْیِ، وَفِی النِّسْبَةِ الْاِضَافِیَّةِ اَیْضًا، نَحْوُ" مَانَامَ لَیْلُهٗ"وَنَحْوُ"مَکْرُ اللَّیْلِ وَجَرَی الْاَنْهَارِ"وَغُرَابُ الْبَیْنِ"

مجاز عقلی صرف مثبت کی نسبتوں میں جاری نہیں ہوتا بلکہ منفی نسبتوں میں بھی جاری ہوتا ہے اور نیز اضافت کی نسبتوں میں بھی جاری ہوتا ہے۔ جیسے' اس کی رات نہیں سوئی۔ ۲۰۶؎ جیسے رات کی سازش۔ ۲۰۷؎ اور نہر کا جاری ہونا۔ ۲۰۸؎ اور جدائی کا کوا۔ ۲۰۹؎

اَسْئِلَةٌ

(۱): مَاالْمَجَازُ الْعَقْلِیُّ؟ وَمَاالْفَرْقُ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ الْمَجَازِ اللُّغْوِیِّ؟

(۲): لِاَیِّ شَیْءٍ یَکُوْنُ الْاِسْنَادُ فِی الْمَجَازِ الْعَقْلِیِّ؟

میں جاری ہوا ہے (یا جاری ہوتا ہے)۔ اور "مجاز عقلی"، فعل اور معنی فعل کو حقیقی فاعل کے علاوہ کی طرف نسبت کرنے میں جاری ہوا ہے (یا جاری ہوتا ہے)

۲۰۶؎......مانام لیله: اس منفی میں (فعل منفی میں) مجاز عقلی جاری ہوا ہے، نام فعل کی نسبت سونے والے کے بجائے ظرف زمان لیل کی طرف کردی گئی ہے۔ اور یہ علاقہ زمانیت کا ہوا۔

۲۰۷؎......مکر اللیل: رات سازش نہیں کرتی بلکہ انسان رات کے وقت میں سازش کرتا ہے، اس لئے مصدر (مکر) کی اضافت لیل زمانہ کی طرف ہوئی، اس لئے یہ علاقہ زمانیت کا ہوا۔ مکر کا اصل فاعل انسان ہے۔

۲۰۸؎......وجری الانهار: جری کا حقیقی فاعل پانی ہے۔ اور انہار ظرف مکان ہے، اس لئے اضافت انہار کی طرف کرنا مجاز عقلی اضافت میں (ہوا) ہے، اور یہ علاقہ مکانیت کا ہے۔

۲۰۹؎......وغراب البین: جدائی کا کوا: ایک کوّا جو سیاہ رنگ (کا) والا ہوتا ہے، اس کے متعلق عرب (لوگوں) کا اعتقاد تھا (ہے) کہ (جب گھر سے نکلتے ہیں اور یہ سیاہ کوا سامنے آجاتا ہے تو) اس کے سامنے آنے سے دوستوں میں جدائی ہوجاتی ہے، اس لئے اس کو غراب البین کہتے ہیں۔ اس (مثال)

(۳):مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْعَلَا قَتَيْنِ الزَّمَانِيَّةِ وَالْمَكَانِيَّةِ ؟

(۴):اُفْرُقْ بَيْنَ الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ؟

(۵):اُفْرُقْ بَيْنَ الْمَصْدَرِيَّةِ وَالسَّبَبِيَّةِ؟

سوالات

(۱)......مجاز عقلی کیا ہے؟اور مجاز عقلی اور مجاز لغوی کے مابین کیا فرق ہے؟

(۲)......مجاز عقلی میں کس چیز (علاقہ) کی طرف نسبت ہوتی ہے؟

(۳)......علاقہ زمانیت اور علاقہ مکانیت کے مابین کیا فرق ہے؟

(۴)......علاقہ فاعلیت اور علاقہ مفعولیت کے مابین فرق کو واضح کیجئے؟

(۵)......علاقہ مصدریت اور علاقہ سببیت کے مابین فرق کو بیان کریں؟

بَيِّنِ الْمَجَازَ الْعَقْلِيّ وَوَضِّحْ عَلَا قَتَهُ فِيْمَا يَأْتِيْ

(۱):هَزَمَ الْاَمِيْرُ الْاَعْدَاءَ وَهُوَ فِيْ قَصْرِهٖ،(۲):جَدَّ جِدُّهٗ،(۳):قَرَّرَتِ الْمَدْرَسَةُ نَجَاحَ زَيْدٍ،(۴):قَامَتِ الصَّلٰوةُ،(۵):اَلدَّهْرُ نِعْمَ الْمُؤَدِّبُ،(۶):سَعٰى سَعْيُهٗ، (۷):كُلُّ مَكَانٍ نَضِرٌ،(۸):هٰذِهٖ سَنَةٌ مُجْدِبَةٌ فَالْعَيْشُ شَاقٌّ وَالْمَعِيْشَةُ غَالِيَةٌ،(۹): اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ،

وَمِنْ نَكِدِ الدُّنْيَا عَلَى الْحُرِّ اَنْ يَرٰى (۱۰) عَدُوًّا لَهٗ مَامِنْ صَدَاقَتِهٖ بُدٌّ

نِعْمَ الْمُعِيْنُ عَلَى الْمُرُوْءَةِ لِلْفَتٰى (۱۱) مَالٌ يَصُوْنُ عَلَى التَّبَذُّلِ نَفْسَهٗ

وَالْهَمُّ يَخْتَرِمُ الْجَسِيْمُ نَحَافَةً (۱۲) وَيُشِيْبُ نَاصِيَةَ الصَّبِيِّ وَيُهْرِمُ

اَلدَّهْرُ يَفْتَرِسُ الرِّجَالَ فَلَا تَكُنْ (۱۳) مِمَّنْ تُطَيِّشُهُ الْمَنَاصِبُ وَالرُّتَبُ

مَا كُلُّ مَا يَتَمَنّٰى الْمَرْءُ يُدْرِكُهٗ (۱۴) تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ

میں غراب کی اضافت اصلی مضاف الیہ کے بجائے مسبب کی طرف کر دی گئی ہے، اس لئے یہ اضافت

مندرجۂ ذیل جملوں میں مجاز عقلی بیان کریں اور اس کے علاقے کی وضاحت کریں

(۱)......امیر نے اپنے محل میں رہتے ہوئے دشمنوں کو شکست دی۔۲۱۰

(۲)......اس کی کوشش کامیاب ہوئی۔۲۱۱

(۳)......اہل مدرسہ نے زید کے کامیاب ہونے کا فیصلہ کیا۔۲۱۲

(۴)......نماز کھڑی ہوئی۔۲۱۳

(۵)......زمانہ بہترین استاد ہے۔۲۱۴

(۶)......اس کی کوشش کامیاب ہوئی۔۲۱۵

(۷)...... ہر جگہ تر و تازہ ہے۔۲۱۶

میں مجاز عقلی ہوا ہے۔

۲۱۰......ھزم: شکست دینا۔ شکست حقیقت میں لشکر دیتا ہے اور امیر اس کا سبب بنتا ہے، اس لئے ھزم فعل کی نسبت امیر کی طرف نسبت حقیقی فاعل کے بجائے سبب کی طرف کی گئی ہے۔ اس لئے اس مثال میں علاقہ سببیت کا ہے۔

۲۱۱......جد جده: علاقہ مصدریت کا ہے، فعل اپنے مصدر کی طرف منسوب ہے۔ تفصیل گذر چکی۔

۲۱۲......قـرّرت فعل کی نسبت حقیقی فاعل اہل مدرسہ کے بجائے مدرسہ ظرف مکان کی طرف کر دی، اس لئے یہ علاقہ مکانیت کا ہوا۔

۲۱۳......قـامـت: اس میں قامت کی نسبت حقیقی فاعل مصلی کے بجائے صلوٰۃ مفعول کی طرف کر دی گئی ہے اس لئے یہ علاقہ مفعولیت کا ہوا۔ اور مجاز عقلی ہوا۔

۲۱۴......الدهر: ادب دینے والا حقیقت میں اہل زمانہ ہے، اور دہر اس کا ظرف زمان ہے، اب مؤدب کی نسبت دہر کی طرف معنیً فعل کی نسبت زمانہ کی طرف ہوئی اور علاقہ زمانیت کا ہوا۔ یہ مجاز عقلی ہے۔

۲۱۵......نوٹ (۱) سعی سعیه: فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہے۔ اور علاقہ مصدریت کا ہے۔

(۸)...... یہ قحط سالی کا سال ہے، اس لئے آرام مشکل ہے، اور آرام دہ چیز مہنگی ہے۔ ۲۱۷

(۹)...... اچھی جگہ اپنے رب کے حکم سے گھاس نکالتی ہے۔ ۲۱۸

(۱۰)...... ایک شریف آدمی کے لئے دنیا کی مصیبت میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن کو دیکھے کہ اس سے دوستی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ ۲۱۹

(۱۱)...... جوان کے لئے مروت کی حفاظت پر بہترین مددگار وہ مال ہے جو اس کے نفس کو ذلیل ہونے سے بچائے۔ ۲۲۰

(۱۲)...... اور غم دبلا کر دیتا ہے موٹے آدمی کو کھود کر اور سفید کر دیتا ہے بچے کے پیشانی کو اور بوڑھا کر دیتا ہے۔ ۲۲۱

۲۱۶...... کل مکان نضر: نضر کا حقیقی فاعل وہاں کے پودے ہیں، لیکن نضر کی نسبت مکان کی طرف کرنا فعل کی نسبت ظرف مکان کی طرف کرنا ہوا، اس لئے یہ علاقہ مکانیت کا ہوا۔

۲۱۷...... مجدبة: اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین کا خشک ہو جانا۔ مجدبۃ کا اصل مفعول زمین اور لوگ ہیں لیکن اس کی طرف (یعنی زمین اور لوگوں کی طرف) نسبت نہ کر کے سنۃ کی طرف نسبت کرنا زمانے کی طرف نسبت کرنا ہوا۔ اس لئے علاقہ زمانیت کا ہوا۔ اور مجاز عقلی ہے۔

۲۱۸...... البلد الطیب: شہر نبات نہیں نکالتا کیونکہ وہ تو مردہ ہے۔ حقیقت میں اللہ نبات نکالتا ہے اور شہر اس کا مکان ہے اس لئے یخرج کی نسبت البلد کی طرف مجاز عقلی ہے۔ اور علاقہ مکانیہ ہے۔

۲۱۹...... نکد: عیش کا مکدر ہونا، تنگی ہونا۔ الحرّ: آزاد، شریف۔ بد: چارہ، کوئی علاج نہ ہو۔

تشریح شعر: یعنی اپنے دشمن کو دیکھتا ہے اور مجبوراً اس سے دوستی کرنی پڑتی ہے، یہ دنیا کی مصیبت میں سے ایک بڑی مصیبت ہے۔ اس میں نکد کی اضافت دنیا کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اضافت اہل دنیا کی طرف ہونی چاہئے کیونکہ اہل دنیا ہی دشمن ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں اضافت الشئ الی مکانہ ہوئی اور علاقہ اضافت کا ہوا۔

۲۲۰...... یصون: حفاظت کرنا، بچانا۔ تبذل: ذلیل ہونا۔ اس میں یصون کی نسبت مال کی طرف کی گئی ہے جو عزت بچانے کا سبب ہے۔ اس لئے اس میں علاقہ سببیت کا ہے۔ اسی طرح نعم المعین میں بھی

(۱۳)......زمانہ لوگوں کو پھاڑتا ہے، اس لئے آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جن کو عہدے اور مرتبے پریشان کرتے ہیں۔۲۲۲

(۱۴)......ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ تمنا کرے وہ پالے، ہوائیں بعض مرتبہ اس رخ سے چلتی ہیں کہ وہ کشتی کے لئے موافق نہیں ہوتی۔۲۲۳

اَلْبَابُ الثَّالِثَةُ فِی الْکِنَایَۃِ

تیسرا باب کنایہ کے بیان میں

اَلْکِنَایَۃُ لَفْظٌ اُرِیْدَ بِہٖ لَازِمُ مَعْنَاہُ، مَعَ جَوَازِ اِرَادَۃِ ذٰلِکَ الْمَعْنٰی،نَحْوُ ''جَعْفَرٌ مَھْزُوْلُ الْفَصِیْلِ''

کنایہ،۲۲۴ وہ لفظ ہے جس کا لازمی معنی مراد لیا گیا ہو،اصلی معنی کے جائز ہونے کے

ہے۔(ف)

۲۲۱......یخترم:مأخذ خرم یخرم :چھید کرنا۔ الجسیم :فعیل کے وزن پر،جسم والا ڈیل ڈول ہونا، خوب موٹا ہونا۔نَحَافَۃً: نحف ینحف سے: دبلا پتلا ہونا۔ناصیۃ :پیشانی کے بال۔یھرم:بوڑھا ہونا۔
تشریح شعر:اس میں تخترم اور یہرم کی نسبت ہمٌّ کی طرف کی گئی ہے جو کہ سبب ہے لیکن اصل میں بوڑھا کرنے والی ذات اللہ ہے۔اس لئے علاقہ سببیت کا ہے۔اور مجاز عقلی ہے۔یہ مؤمن کے اعتقاد کے مطابق ہوگا۔دہریہ کے اعتقادات اس کے حلاف ہیں۔

۲۲۲......تطیش :ض سے۔کم عقل ہونا،عقل کھونا،یا مقصد اور نشانہ سے ہٹ جانا۔رتب :رتبۃ کی جمع ہے، مرتبہ۔
تشریح شعر: آپ منصب اور مرتبہ کے نشہ میں بیوقوف نہ بن جائیں ورنہ زمانہ آپ کو پھر پھاڑ دے گا۔ اس میں یفترس کی نسبت دہر کی طرف کی گئی ہے جو ظرف زمان ہے، حالانکہ اہل زمانہ پھاڑتا ہے۔اس میں علاقہ زمانیت کا ہے۔(اور تطیشہ میں علاقہ سببیت کا ہے۔ف)

۲۲۳......ما کل:اس شعر کی تحقیق گذر چکی دیکھئے!ص۲۷۴،حاشیہ۱۶۹۔اس میں لاتشتھی کی نسبت سفن محل کی طرف کی ہے حالانکہ اس کی نسبت صاحب سفن کی طرف کرنی چاہئے۔اس لئے اس میں علاقہ

ساتھ ساتھ، جیسے' جعفر اونٹنی کے دبلے بچے والا ہے۔۲۲۵

وَتَنْقَسِمُ الْكِنَايَةُ بِاِعْتِبَارِ الْمَكْنِيِّ عَنْهُ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ :

کنایہ مکنی عنہ کے اعتبار سے تین قسموں میں منقسم ہے:۲۲۶

مکانیت کا ہے۔

۲۲۴......الکنایۃ: جس لفظ سے اس کا لازم معنی مراد لیا گیا ہو اور اس کا اصلی معنی مراد لینا بھی جائز ہو تو اس کو کنایہ کہتے ہیں۔ کنایہ کا معنی ہے اشارہ کرنا، چونکہ یہاں لازم معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس لئے اس کو کنایہ کہتے ہیں۔ جیسے: جعفر اونٹنی کے دبلے بچے والا ہے، اس سے اس کا لازم معنی یہ ہے کہ جعفر بہت سخی ہے، یہاں تک کہ مہمانوں کے لئے اونٹنی ذبح کردی جاتی ہے اور اس کا بچہ بغیر دودھ کے دبلا پتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لازمی معنی کو مراد لینے کا نام کنایہ ہے۔ اور اصلی معنی یہ ہے کہ جعفر اونٹنی کے دبلے پتلے بچے والا ہے۔ یہ اصلی معنی بھی یہاں مراد لینا جائز ہے۔

کنایہ اور مجاز میں فرق یہ ہے کہ: کنایہ میں لازمی معنی کے ساتھ اس کا اصلی معنی مراد لینا بھی جائز ہے اور مجاز میں اصلی معنی مراد لینا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ کوئی قرینہ وہاں مجاز میں ہوتا ہے اور وہ قرینہ اصلی معنی مراد لینے سے روکتا ہے۔

۲۲۵...... مھزول: ہزل سے اسم مفعول کا صیغہ، بمعنی دبلا پتلا ہونا۔ فصیل: فصل سے ہے، جدا ہونا۔ فصیل اونٹنی کا وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ مھزول الفصیل: سے کنایہ ہے کہ: وہ (جعفر) بہت سخی ہے، کیونکہ مہمانوں کے لئے اس نے اونٹنی بھی ذبح کردی جس کی وجہ سے اس کا بچہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے دبلا پتلا ہو گیا۔

۲۲۶...... ثلاثۃ اقسام: مکنی عنہ یعنی جس چیز کی طرف کنایہ کیا جا رہا ہے اس کے اعتبار سے بھی کنایہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا (مکنی عنہ) ہو وہ صفت ہو

(۲)......جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہو (یعنی مکنی عنہ) وہ لفظ کا موصوف ہو۔

(۳)......جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہو (یعنی مکنی عنہ) وہ لفظ کی صفت نہ ہو اور نہ وہ موصوف ہو بلکہ مکنی کے ساتھ اس کا کچھ تعلق ہو جس کو نسبت کہتے ہیں۔ جیسے آئندہ آ رہا ہے کہ قبہ کی صفت مروت اور سخاوت

(ا): قِسْمٌ یَکُوْنُ الْمَکْنِیُّ عَنْهُ صِفَةً قَرِیْبَةً، کَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ:

طَوِیْلُ النِّجَادِ رَفِیْعُ الْعِمَا   دِ سَادَ عَشِیْرَتَهُ اَمْرَدَا

ایک قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ صفت ہو، صفت قریبہ۔ جیسے خنساء کا قول:

لمبے پر تلے والے، بلند عمارت والے، امرد ہونے کی حالت ہی میں وہ اپنے قبیلہ کا سردار ہوگیا۔ ۲۲۷

اَوْ بَعِیْدَةً، نَحْوُ "کَثِیْرُ الرَّمَادِ اِذَا مَاشَتَا"

بیان کی ہے اور اس سے مراد ابن حشرج کی صفات ہیں اور ابن حشرج قبہ کا نہ تو موصوف ہے اور نہ تو صفت ہے بلکہ ابن حشرج قبہ کا مکین ہے۔ تو ایک لفظ بول کر اس طرح تعلق والے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو اس کو مکنی عنہ نسبت کہتے ہیں۔

پھر مکنی عنہ صفت کی بھی دو قسمیں ہیں:

(الف)...... وہ صفت قریبہ ہو، جس میں بغیر واسطہ کے ذہن مقصود کی طرف منتقل ہو یا۔

(ب)...... صفت بعیدہ ہو جس میں واسطہ سے مقصود کی طرف ذہن منتقل ہو۔

اسی طرح موصوف کی بھی دو قسمیں ہیں:

(الف)...... موصوف بسیط ہو یعنی اس کے ایک ہی معنی ہو۔

(ب)...... یا موصوف کئی معانی کا مجموعہ ہو۔

۲۲۷...... نجاد: تلوار لٹکانے کا پر تلا، طویل النجاد: لمبے پر تلے والا، جس آدمی کا پر تلا لمبا ہوگا وہ خود بھی لمبے قامت والا ہوگا۔ اور لمبے قامت والا آدمی عموماً بہادر ہوتا ہے۔ طویل النجاد سے کنایہ یہ ہے کہ وہ لمبے پر تلے والا اور بہادر ہے۔

رفیع العماد: عماد: عمارت، رفیع العماد: بلند عمارت والا۔ اس سے کنایہ یہ ہے کہ وہ سردار ہے، کیونکہ بلند عمارت سردار کی ہوتی ہے۔ اور یہاں سردار ہونا ہی مراد ہے، اگر چہ اصلی معنی بلند عمارت والا مراد لینا بھی صحیح ہے۔

عشیرۃ: اہل خاندان۔ امرد: جس کی ابھی ڈاڑھی نہ آئی ہو۔ یعنی یہ لوگ اتنے سمجھدار ہیں کہ ان کے

یا مکنی عنہ صفت بعیدہ ہو۔ جیسے' ممدوح بہت راکھ والا ہے جب سردی پڑتی ہے۔ ۲۲۸

(۲): وَقِسْمٌ يَكُونُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ نِسْبَةً، كَقَوْلِهِ :

اِنَّ السَّمَاحَةَ وَالْمُرُوْءَةَ وَالنَّدٰى فِيْ قُبَّةٍ ضُرِبَتْ عَلَى ابْنِ الْحَشْرَجِ

دوسری قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ نسبت ہو۔ ۲۲۹ جیسے اس کا قول:

یقیناً سخاوت' مروت (جوانمردی)، اور بخشش اسی قبے میں ہیں جو ابن حشرج کے لئے بنا گیا ہو۔ ۲۳۰

اہل خاندان نوجوانی ہی میں سرداری کرنے لگتے اور سرداری کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں طویل النجاد سے لمبے قامت اور رفیع العماد سے سرداری کی طرف کنایہ کیا گیا ہے اور یہ دونوں صفت قریبہ ہے۔

۲۲۸......او صفة بعيدة: مکنی سے جس چیز کی طرف کنایہ کیا جارہا ہو وہ صفت بعیدہ ہو۔ یعنی اصلی لفظ اور اس صفت کے درمیان بہت سے وسائط ہوں۔ کثیر الرماد: بہت راکھ والا، اس سے کنایہ یہ ہے کہ ممدوح بہت سخی ہے کیونکہ بہت راکھ دلالت کرتی ہے بہت سے کھانے پکانے پر اور بہت کھانا پکانا دلالت کرتا ہے بہت سے مہمانوں کے آنے جانے پر اور یہ (بہت مہمانوں کا آنا جانا) سخاوت کی دلیل ہے۔ بہت راکھ اور سخاوت کے درمیان تین واسطے ہیں، اس لئے یہ صفت بعیدہ ہوئی۔ یہاں کثیر الرماد کا اصلی معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ سخاوت کی اہمیت سردی کے وقت زیادہ ہوجاتی ہے، کیونکہ موسم سرما میں لوگوں کے پاس خورد ونوش کا سامان بہت کم ہوجاتا ہے۔

۲۲۹...... المكنى عنه نِسبَة: مکنی عنہ نہ صفت ہو اور نہ تو موصوف ہو، بلکہ اس لفظ کی طرف کسی امر کی نسبت ہو۔

۲۳۰......السماحة: بخشش۔ الندى: نرمی، تری اور بخشش کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ابن الحشرج: اس کا نام عبداللہ ہے۔ یہ قیس خاندان کے سردار تھے۔ اور بہت سخی تھے۔

اس شعر میں سماحت، مروت اور نرمی تینوں صفتوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قبے میں ہیں۔ اور وہ ایسا قبہ جو ابن الحشرج پر بنایا گیا ہے۔ اس سے کنایہ یہ کیا گیا کہ یہ صفتیں ابن الحشرج میں موجود ہیں۔ تو مکنی عنہ نہ تو صفت ہے (کیونکہ صفات صراحۃ مذکور ہیں) اور نہ تو کوئی موصوف، بلکہ ان صفات کی ابن الحشرج کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ اور وہ صریح نہیں ہے، کیونکہ صراحۃً ان کی نسبت تو قبہ کی طرف کی گئی

(۳): وَقِسمٌ يَكُونُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ لا صِفَةً وَلا نِسبَةً بَلْ مَوْصُوفًا وَاحِدَ الْمَعْنٰى كَقَوْلِهِ :

اَلضَّارِبِيْنَ بِكُلِّ اَبْيَضَ مِخْذَمٍ وَالطَّاعِنِيْنَ مَجَامِعَ الْاَضْغَانِ

اور تیسری قسم یہ ہے کہ مکنی عنہ کنایہ کی نہ صفت ہو اور نہ نسبت، بلکہ اس کا موصوف ہو، (خواہ) ایک معنی والا موصوف ہو، جیسے:

ممدوحین مارنے والے ہیں ہر سفید کاٹنے والی تلوار سے، اور نیزہ مارنے والے ہیں کینے کی جمع ہونے کی جگہوں پر۔۲۳۱

أَوْ مَجْمُوعُ مَعَانٍ ، كَقَوْلِكَ "حَيٌّ مُسْتَوِي الْقَامَةِ ، عَرِيْضُ الْاَظْفَارِ" كِنَايَةٌ عَنِ الْإِنْسَانِ ،

یا چند معانی کے مجموعہ والا موصوف ہو۔۲۳۲ جیسے تیرا قول 'زندہ ہے سیدھی قامت والا ہے، چوڑے ناخن والا ہے۔ کنایہ ہے انسان سے (اشارہ انسان کی طرف ہے)۔۲۳۳

ہے اور قبہ میں یہ صفات نہیں ہیں، ہاں مقصود تو ابن حشرج ہی ہے جو قبہ میں ہے، لیکن صراحۃ نسبت اس کی طرف نہیں کی گئی ہے، اسی کو مکنی عنہ نسبت کہتے ہیں۔

۲۳۱......ابیض: سفید، تلوار سفید ہو تو وہ بہت تیز ہوتی ہے۔ مِخْذَمٍ: خذم سے مشتق ہے: ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی تلوار۔ الطاعنین: طعن سے مشتق ہے: نیزہ مارنے والا۔ اَضْغَان: جمع ہے ضغینۃ کی، کینہ۔ مجامع الاضغان: کینہ جمع ہونے کی جگہ۔ اس سے مراد ہے دل۔ کیونکہ کینہ وہیں جمع ہوتا ہے۔

تشریح شعر: ممدوح کاٹنے والی تیز تلوار سے مارنے والے ہیں، اور وہ صرف قلوب پر نیزہ مارتے ہیں۔ اور کینہ ور انسان کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ اس میں مجامع الاضغان سے دل کی طرف کنایہ کیا گیا ہے۔ اور دل کینہ کا موصوف ہے، اور کوئی صفت نہیں، اس لئے مکنی عنہ موصوف ہوا۔ اور پھر مجامع الاضغان بسیط لفظ ہے اور کئی معنوں کا مجموعہ نہیں ہے اس لئے موصوف واحد المعنی ہوا۔

۲۳۲......موصوف مجموع معان: موصوف کی طرف کنایہ کیا گیا ہو اور وہ موصوف کئی معنوں کا مجموعہ ہو۔

وَتَنْقَسِمُ بِاِعْتِبَارِ الْوَسَائِطِ اِلٰی ثَلَاثَۃِ اَقْسَامٍ

وسائط کے اعتبار سے کنایہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱): تَلْوِیْحٌ: وَھُوَ مَاکَثُرَتْ فِیْہِ الْوَسَائِطُ، نَحْوُ" فُلَانٌ کَثِیْرُ الرَّمَادِ"

تلویح: وہ کنایہ ہے جس میں وسائط بہت ہوں۔ جیسے' فلاں بہت راکھ والا ہے۔ ۲۳۴

(۲): وَرَمْزٌ: وَھُوَ مَاقَلَّتْ فِیْہِ الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَکُنْ مَعَ خَفَاءِ اللُّزُوْمِ، نَحْوُ" زَیْدٌ عَرِیْضُ الْوِسَادَۃِ' وَعَمْرٌو اَقْمَرَ لَیْلُہٗ"

اور رمز: ۲۳۵ وہ کنایہ ہے جس میں وسائط بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن لازمی معنی پوشیدہ ہو، جیسے' زید چوڑا تکیہ والا ہے۔ اور عمرو کی رات چاندنی والی ہوگئی۔

(۳): وَاِشَارَۃٌ وَاِیْمَاءٌ: وَھُوَ مَاقَلَّتْ فِیْہِ الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَکُنْ مَعَ وُضُوْحِ اللُّزُوْمِ،

۲۳۳......حی: حی، مستوی القامۃ: اور عریض الاظفار ان تین جملوں سے انسان کی طرف کنایہ کیا گیا ہے تو انسان موصوف ہے، لیکن تینوں جملوں کا مجموعہ ہے اس لئے موصوف مجموعہ معان ہوا۔

۲۳۴......فلان کثیر الرماد: کثرت راکھ دلالت کرتا ہے کثرت سے کھانا پکانے پر اور کثرت سے کھانا پکانا دلالت کرتا ہے کثرت سے مہمانوں کے آنے جانے پر، اور کثرت سے مہمانوں کا آنا جانا دلالت کرتا ہے ممدوح کے سخی ہونے پر۔ تو کنایہ (مقصد) تک پہنچنے کے لئے تین واسطے ہوئے۔ اس لئے اس کو تلویح کہتے ہیں۔

۲۳۵......رمز: رمز اس کو کہتے ہیں کہ واسطے بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن جو لازم معنی مراد لیا جا رہا ہے وہ اتنا پوشیدہ یا دور ہے کہ وہ معنی جلدی ذہن میں نہیں آتا ہے۔ جیسے کہ زید عریض الوسادۃ سے' یہ کنایہ ہے کہ' زید بیوقوف ہے، کیونکہ جو چوڑا تکیہ والا ہوتا ہے اس کا سر بڑا ہوگا اور جس کا سر بڑا ہوگا وہ عمومًا بیوقوف ہوتا ہے، تو عریض الوسادۃ اور بیوقوف ہونے میں صرف ایک واسطہ ہے، لیکن عریض الوسادۃ سے بیوقوف کی طرف ذہن جلدی نہیں جاتا کیونکہ معنی تھوڑا پوشیدہ ہے، اس لئے یہ کنایہ رمز ہوا۔ عمرو اقمر لیلہ: (عمرو کی رات چاندنی والی ہوگئی) سے کنایہ ہے کہ اس کے کالے بال سفید ہوگئے۔

كَقَوْلِهٖ :

اَوْ مَارَاَيْتَ الْمَجْدَ اَلْقٰى رَحْلَهُ فِىْ آلِ طَلْحَةَ ثُمَّ لَمْ يَتَحَوَّلِ

وَقَوْلُهٗ:

اَقِيْمُوْا بَنِىْ اُمِّىْ صُدُوْرَ مَطِيِّكُمْ فَاِنِّى اِلٰى قَوْمٍ سِوَاكُمْ لَامُيَلُ

اشارہ اور ایماء: ۲۳۶؎ وہ کنایہ ہے جس میں واسطے بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن لازمی معنی واضح ہو، جیسے:

کیا آپ نے نہیں دیکھا شرافت کو کہ اس نے، آل طلحہ میں اپنا کجاوہ ڈال دیا پھر وہاں سے ہٹی نہیں۔

اور اس کا قول:

میری ماں کے بیٹو اپنی سواری کے سینے کو سیدھا کر لو، اس لئے کہ میں تمہارے علاوہ دوسری قوم کی طرف مائل ہو رہا ہوں۔

وَهُنَاكَ نَوْعٌ مِنَ الْكِنَايَةِ يُسَمّٰى تَعْرِيْضًا، وَهُوَ اَنْ يُّشِيْرَ الْمُتَكَلِّمُ بِكَلَامِهٖ اِلٰى شَيْءٍ يَفْهَمُهُ السَّامِعُ بِالْقَرَائِنِ، نَحْوُ: قَوْلِكَ لِمَنْ يَضُرُّ غَيْرَهُ "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ"

یہاں کنایہ کی اور ایک قسم ہے جس کا نام تعریض ہے، اور وہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام

لیل سے کالے بال اور اقمر سے سفید بال مراد لینا (بہت) پوشیدہ ہے۔ اس طرف ذہن جلدی نہیں جاتا، اس لئے یہ رمز ہوا۔

۲۳۶؎...... واشارۃ وایماء: اس کو کہتے ہیں کہ اس میں واسطے بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن جو لازم معنی مراد لیا جا رہا ہے وہ بہت واضح ہو اور جلدی ذہن میں آتا ہو۔ جیسے کہ او ما رایت: سے کنایہ یہ ہے کہ مجد و شرافت آل طلحہ ہی میں ہے، وہاں سے کہیں نہیں جاتی۔ اس کنایہ میں واسطہ نہیں ہے اور لازم معنی بالکل واضح ہے۔

سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرے اور سامع قرائن سے اس کو سمجھ لے، ۲۳۷ جیسے آپ کا قول: ایسے شخص کے لئے جو غیروں کو نقصان دیتا ہو (اس کو مخاطب کر کے کہے) لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے۔

اَسْئِلَۃٌ

(۱): مَاالْكِنَايَةُ؟ (۲): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْكِنَايَةِ وَالْمَجَازِ اللُّغْوِيّ؟ (۳): كَمْ قِسْمًا اَلْكِنَايَةُ بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِيّ عَنْهُ ؟ (۴): كَمْ قِسْمًا اَلْكِنَايَةُ بِاعْتِبَارِ الْوَسَائِطِ؟ (۵): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ التَّلْوِيحِ وَالرَّمْزِ وَالْإِيْمَاءِ وَالتَّعْرِيْضِ ؟

(۱)...... کنایہ کی تعریف کریں، (۲)...... مجاز لغوی اور کنایہ میں کیا فرق ہے؟ (۳)...... مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ (۴)...... واسطوں کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ (۵)...... تلویح، رمز، ایماء اور تعریض کے مابین کیا فرق ہے؟

تَمْرِيْنٌ

وَضِّحْ نَوْعَ الْكِنَايَةِ بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِيّ عَنْهُ وَالْوَسَائِطَ وَالْخِفَاءَ وَالْوُضُوْحَ فِيْمَا يَلِيْ:
(۱): اَلطَّاهِرُ الذَّيْلُ اَلنَّقِيُّ الْكَفُّ لَايَخَافُ مِنَ الْعَدْلِ، (۲): حَيٌّ مُسْتَوَى الْقَامَةِ عَرِيْضُ الْاَظْفَارِ، (۳): قَابَلْتُ اَخْضَرَ الْاَسْنَانِ، (۴): اَلْمَرْءُ بِاَخِيْهِ يَشُدُّ عَضُدَهُ، (۵): هُوَ رَحْبُ الصَّدْرِ طَوِيْلُ الْبَاعِ فِيْ نَظْمِ الشِّعْرِ، (۶): اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَ النَّاسُ شَرَّ لِسَانِهِ، (۷): اَعْرِفُ فِيكَ عَيْبًا، (۸): مَنْ لَا يُكْرِمُ نَفْسَهُ لَا

القی رحلہ: اپنا کجاوہ ڈال دیا۔ یعنی وہاں آکر ٹھہر گیا۔ لم یتحوّل: تحوّل یتحوّل باب تفعّل سے: منتقل ہونا، ہٹنا۔

۲۳۷...... تعریضًا: تعریض اس کو کہتے ہیں کہ متکلم ایک بات کسی اور کے لئے کہے اور مخاطب قرینہ سے یہ سمجھتا ہو کہ یہ میرے لئے کہہ رہا ہے۔ جیسے کہ ایک آدمی لوگوں کو تکلیف دینے کا عادی ہو، اس کے سامنے

يُكْرَمُ، (۹): اَظْلَمَتِ الدُّنْيَا فِيْ عَيْنَيْهِ، (۱۰): نَوَّرَ غُصْنُ شَبَابِهٖ،

(۱۱) بِيضٌ صَنَائِعُنَا ، سُوْدٌ وَقَائِعُنَا خُضْرٌ مَرَابِعُنَا حُمْرٌ مَوَاضِيْنَا

(۱۲) تَعَوَّدَ بَسْطَ الْكَفِّ حَتّٰى لَوْ اَنَّهُ اَرَادَ اِنْقِبَاضًا لَمْ تُطِعْهُ اَنَامِلُهُ

(۱۳) وَمَا يَكُ فِيَّ مِنْ عَيْبٍ فَاِنِّيْ جَبَانُ الْكَلْبِ مَهْزُوْلُ الْفَصِيْلِ

(۱۴) لَا يَنْزِلُ الْمَجْدُ اِلَّا فِيْ مَنَازِلِنَا كَالنَّوْمِ لَيْسَ لَهُ مَاْوٰى سِوَى الْمُقَلِ

(۱۵) وَنُكْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِيْنَا وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالَا

مندرجۂ ذیل جملوں میں مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی قسموں کی وضاحت فرمائیں اور واسطوں خفاء اور وضوح کی بھی وضاحت فرمائیں؟

(۱)...... پاک دامن، صاف ہتھیلی والا، انصاف سے خوف نہیں کھاتا۔[۲۳۸]

(۲)...... زندہ ہے، لمبے قد والا ہے، چوڑے ناخن والا ہے۔[۲۳۹]

(۳)...... میں نے سبز چراگاہ والے سے ملاقات کی۔[۲۴۰]

(۴)...... انسان اپنے بھائی کی وجہ سے اپنا بازو مضبوط کرتا ہے۔[۲۴۱]

یہ کہا جائے کہ ''بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے'' اور مخاطب یہ سمجھ رہا ہو کہ مجھے تکلیف دینے سے روکنے اور نفع پہنچانے کے لئے کہا جارہا ہے۔ اس طرح کلام کرنے کو تعریض کہتے ہیں۔

[۲۳۸]...... النقی الکف: صاف ہتھیلی والا سے مراد یہ ہے کہ اس کا معاملہ صاف ہے۔ اس کنایہ میں ایماء و اشارہ ہے، کیونکہ معنی واضح ہے اور واسطے بہت کم ہیں۔ اور مکنی عنہ صفت ہے۔

[۲۳۹]...... حیٌّ: موصوف ہے، اور مجموعہ معانی ہے اس میں بھی اشارہ ہے کیونکہ معنی واضح ہے اور واسطے بہت کم ہیں۔

[۲۴۰]...... اَسْنَان: جمع ہے سن کی بمعنی دانت۔ چراگاہ۔ یہاں چراگاہ مراد ہے۔ اخضر الاَسنان: سبز چراگاہ والا۔ کنایہ ہے کہ وہ (ممدوح) سخی ہے۔ کیونکہ جس کی چراگاہ سبز ہو تو اس میں جب چاہے چرلو (کھا پی لو)۔ اس میں تلویح ہے کیونکہ اخضر الاسنان سے سخی کی طرف کنایہ کرنے میں واسطے بہت ہیں۔

(۵)......وہ وسیع دل والا ہے، لمبے ہاتھ والا ہے، شعر نظم کرنے میں۔۲۴۲

(۶)......مؤمن وہ ہے کہ لوگ اس کی زبان کے شر سے محفوظ رہیں۔۲۴۳

(۷)......میں آپ میں عیب دیکھتا ہوں۔۲۴۴

(۸)......جو خود اپنی تعظیم نہیں کرتا' اس کی تعظیم نہیں کی جاتی۔۲۴۵

(۹)......اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی۔۲۴۶

(۱۰)......اس کی جوانی کی ٹہنی میں کلی آ گئی۔۲۴۷

مکنی عنہ صفت ہے۔

۲۴۱......یشد: مضبوط کرتا ہے۔ عضد: بازو۔ یشد عضده: مضبوط کرتا ہے اپنا بازو۔ یعنی جنگ میں مدد کرتا ہے اس میں مکنی عنہ صفت قریبہ ہے اور اشارہ ہے، کیونکہ وسائط کم ہیں۔ اور معنی واضح ہے۔

۲۴۲......رحب: وسیع۔ رحب الصدر: وسیع دل والا۔ اس سے کنایہ ہے ممدوح کے سخی ہونے کی طرف۔ باع: ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک کا فاصلہ۔ طویل الباع: سے کنایہ ہے شعر کہنے میں مہارت رکھتا ہے۔ اس میں مکنی عنہ صفت بعیدہ ہے۔ اور تلویح ہے کیونکہ طویل الباع سے مہارت' مراد لینے میں بہت سے وسائط ہیں۔

۲۴۳......امن: محفوظ رہنا۔ امن میں رہنا۔ اس جملہ میں تعریض ہے کیونکہ شریر کو نصیحت کرنا مقصود ہے۔

۲۴۴......اعرف: کا معنی یہ ہے کہ 'میں پہچانتا ہوں' لیکن ایسے مواقع پر اردو کا یہ محاورہ ہے کہ ''میں دیکھتا ہوں'' اس جملہ سے مخاطب کی اصلاح کرنا مقصود ہے۔ اور یہ صفت قریبہ ہے۔ اور یہ ایماء واشارۃ ہے، کیونکہ لازم معنی واضح ہے۔ اور وسائط نہیں ہیں۔

۲۴۵......من لا یکرم نفسه لا یکرم: یعنی جو خود احترام سے نہیں رہتا لوگ اس کا اکرام نہیں کرتے ہیں۔ یہ جملہ ایسے آدمی کے سامنے کہا جا رہا ہے جو بداخلاق ہے تو اس وقت یہ جملہ (قول) تعریض ہوگا،

۲۴۶......اظلمت الدنیا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا سے مایوس ہوگیا۔ چونکہ اس جملہ سے دنیا سے مایوس ہونا مراد لیا گیا ہے اس لئے یہ صفت بعیدہ ہوئی اور یہ تلویح ہے۔ کیونکہ کنایہ اور مکنی عنہ میں وسائط بہت ہیں۔

(۱۱)...... ہمارے کارنامے سفید ہیں، ہماری جنگیں کالی ہیں، ہمارے رہنے کی جگہ سرسبز ہے، ہماری کاٹنے والی تلواریں سرخ ہیں۔ ۲۴۸

(۱۲)......اس کو ہتھیلی پھیلانے کی عادت پڑ گئی ہے' یہاں تک کہ اگر وہ منقبض (بند) کرنے کا ارادہ بھی کرے تو انگلیاں اس کی اطاعت نہیں کریں گی۔ ۲۴۹

(۱۳)......اور میرے اندر جو عیب ہو' ہوسکتا ہے، اس لئے کہ میں بزدل کتے والا اور دبلا پتلا اونٹنی کا بچہ والا ہوں۔ ۲۵۰

۲۴۷......نوّر: روشنی (روشن ہونا، چمکنا)۔ نور الغصن: کا مطلب ہے ''ڈالی میں روشنی''، یعنی سفید کلی چمکنے لگی۔ اور شباب کی ٹہنی میں کلی چمکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر بڑھاپا چھانے لگا۔ اور سفید بال جو کلی کے مانند سفید ہیں ''وہ چمکنے لگے'' یہ کنایہ ہے کہ بڑھاپا شروع ہو گیا۔ اس مین وسائط بہت ہیں، اس لئے یہ صفت بعیدہ ہے اور رمز بھی ہے کیونکہ اس جملہ میں بڑھاپے کا مطلب سمجھنا خفی ہے (پوشیدہ) ہے۔

۲۴۸......بیض' صنائعنا: ہمارے کارنامے سفید ہیں۔ کنایہ ہے نیک ہونے سے اور بہت اچھے ہونے سے۔ سود وقائعنا: ہماری جنگیں کالی ہیں۔ اس سے مراد بہت خطرناک ہیں۔: خضر مرابعنا: مرابع جمع ہے مربع کی، رہنے کی جگہ۔ چوکور مکان۔: خضر مرابعنا کا مطلب کہ ہمارے رہنے کی جگہیں سرسبز اور اونچے مقام پر ہیں۔ یعنی ہم خوش حال ہیں۔ حمر مواضینا: مواضی جمع ہے ماضی کی، کاٹنے والی تلوار۔ حمر مواضینا: کا مطلب یہ ہے کہ بار بار کاٹنے کی وجہ سے ہماری تلواریں سرخ ہو چکی ہیں۔

اس شعر میں چار کنایات ہیں اور چاروں صفت قریبہ ہیں۔ اور اشارہ ہے۔ کیونکہ ان کا لازمی معنی واضح ہے۔ جس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

۲۴۹......تعود: عادت پڑ جانا۔ انقباض: انقبض باب انفعال سے ہے۔ سکڑنا، بھینچنا۔

تشریح شعر: ہتھیلی پھیلا کر دیتے دیتے اتنی عادت پڑ گئی ہے کہ اب بخل کرنا بھی چاہے اور ہاتھ بند کرنا بھی چاہے تو بند نہیں کرسکتا ہے۔ کنایہ ہے کہ ممدوح بہت سخی ہے۔ اور یہ صفت قریبہ ہے اور رمز ہے۔

۲۵۰......جبان: بزدل۔ مهزول: ہزل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے: کمزور ہونا۔ دبلا پتلا ہونا۔

تشریح شعر: میں اتنا سخی ہوں کہ مہمانوں کے بار بار آنے کی وجہ سے میرا کتا بزدل ہو گیا ہے۔ اور اونٹنی کو

(۱۴)......شرف نہیں اترتا ہے مگر ہمارے ہی گھروں میں، جیسے کہ نیند کہ اس کے لئے آنکھ کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔۲۵۱

(۱۵)......ہم اپنے پڑوسیوں کی عزت کرتے ہیں' جب تک وہ ہمارے اندر ہوتے ہیں، اور اس کے پیچھے عزت کو لگا دیتے ہیں' جہاں جاتا ہے۔۲۵۲

تَمْرِیْنٌ عَامٌ

تَکَلَّمْ مِنْ عِلْمِ الْبَیَانِ عَلٰی مَایَأْتِیْ:

اِنَّمَا تَحْسُنُ الرِّیَاضُ اِذَا مَا (۱) ضَحِکَتْ فِیْ خِلَالِهَا الْاَزْهَارُ

قَدْ اَوْرَقَتْ فِیْکَ آمَالِیْ بِوَعْدِکَ لِیْ (۲) وَلَیْسَ فِیْ وَرَقِ الْآمَالِ لِیْ ثَمَرُ

ثَمَرُ الْکَدِّ نَجَاحٌ وَ غِنًی (۳) وَرِدَاءُ الْفَقْرِ مِنْ نَسِیْجِ الْکَسَلِ

اَلزَّهْرُ یَلْقَاکَ بِابْتِسَامٍ (۴) وَالرِّیْحُ تَلْقَاکَ بِالْقَبُوْلِ

مندرجۂ ذیل جملوں میں علم البیان کے سارے ابحاث جاری کریں

ذبح کردینے کی وجہ سے اس کا بچہ دبلا ہوگیا ہے۔اس میں جبان الکلب اورمہزول الفصیل سے سخاوت مراد لی گئی ہے جوصفت بعیدہ ہے۔اور یہ بات جلدی سمجھ میں نہیں آتی۔اس لئے یہ رمز ہے۔

۲۵۱......ماوی:اوی یأوی سے اسم ظرف ہے۔پناہ لینے کی جگہ۔مقل:جمع ہے مقلۃ کی:آنکھ کا ڈھیلا۔

تشریح شعر:جس طرح نیند صرف آنکھ پر ہی بسیرا کرتی ہے اسی طرح شرف وکرم صرف ہمارے گھروں پر ہی اترتی ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ہی صاحب مجد وکرم ہیں۔اس شعر میں صفت قریبہ ہے اور معنی واضح ہے۔اس لئے اس میں ایماء واشارہ ہے۔

۲۵۲......نتبعہ:پیچھے بھیجنا۔الکرامۃ:عزت،عزت کی چیز، یہاں مراد ہے ہدیہ اور بخشش وغیرہ۔ مالا:مائل ہونا،ہجرت کرنا۔

تشریح شعر:ہم اتنے سخی ہیں کہ اگر پڑوسی ہمارے پاس ہوں تب تو خدمت کرتے ہی ہیں اور اگر دوسری جگہ چلے جائیں (ہمارے پڑوس کو چھوڑ کر) تب بھی (وہاں) ہدیہ، بخشش وغیرہ بھیجتے رہتے ہیں۔اس

(۱)...... باغ اسی وقت اچھا لگتا ہے، جبکہ اس کے درمیان کلیاں مسکرانے لگیں۔۲۵۳

(۲)...... تحقیق کہ مجھے امید پیدا ہوگئی آپ سے آپ کے وعدہ کی وجہ سے لیکن نہیں ہے امید کے پتوں میں میرے لئے کوئی پھل۔۲۵۴

(۳)...... مشقت اٹھانے کا پھل کامیابی اور مالداری ہے اور فقر کی چادر سستی کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔۲۵۵

(۴)...... پھول آپ سے مسکرا کر ملتا ہے اور ہوا آپ کو قبول کرنے کے لئے ملتی ہے۔۲۵۶

شعر سے اپنی سخاوت کا اظہار کرنا مقصود ہے جو واضح ہے۔ اس لئے اس میں اشارہ وایماء ہے۔ (میرے خیال میں کرامت کی نسبت مقصود ہے)

۲۵۳...... ضحک: ہنسنا، مسکرانا۔ ضحکت الازہار: کلی کا کھلنا۔ الازھار: زہر کی جمع بمعنی کلی۔ اس میں ازہار کو انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کی طرف ضحکت سے اشارہ کیا گیا ہے، اس لئے اس میں استعارہ مکنیہ ہوا۔

۲۵۴...... اوراق: ماخذ اشتقاق ورق باب افعال سے بمعنی پتے لانا۔ اورق الامال: امیدیں باندھنا۔ تشریح شعر: آپ کے وعدے کی وجہ سے مجھے امید پیدا ہوگئی تھی، لیکن مذکورہ امید کوئی فائدہ مند نہیں ہوئی (یعنی مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اس امید سے) کیونکہ آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس شعر میں امل کو درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اس کے لوازم میں سے ورق کو لائے ہیں۔ پھر ثمر مشبہ بہ کا ملائم بھی ہے۔ اس لئے استعارہ مکنیہ مرشحہ تخییلیہ ہوا۔

۲۵۵...... کد: مشقت اٹھانا۔ نسیج: نصر سے کپڑا بننا۔ کسل: سستی کرنا۔ تشریح شعر: محنت کرنے سے کامیابی اور مالداری حاصل ہوتی ہے اور سستی اور کاہلی سے فقر وفاقہ گھیر لیتا ہے۔ اس شعر میں استعارہ کد میں ہے کہ اس کو درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور لازم ثابت کیا گیا ہے۔

۲۵۶...... اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہوا آپ کا استقبال کرتی ہے۔ اس شعر میں زہر کو انسان سے تشبیہ

اَلدَّھرُ لَوْلَاکَ مَارَقَّتْ سَجَایَاہُ (۵) وَالْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْکَ مَعْنَاہُ
تَاَمَّلْ اِلَی الدَّوْلَابِ وَالنَّھرِ اِذْ جَرٰی (۶) وَدَمْعُھُمَا بَیْنَ الرِّیَاضِ غَزِیْزُ
کَاَنَّ نَسِیْمَ الرَّوْضِ قَدْ ضَاعَ مِنْھُمَا ,, فَاَصْبَحَ ذَا یَجْرِیْ وَذَاکَ یَدُوْرُ
بَـــاکِیَۃٌ یَـضْحَکُ فِیْھَـا بَرْقُھَـا (۷) مَوْصُوْلَۃٌ بِالْاَرْضِ مُرْخَاۃُ الطُّنُبِ
وَذِیْ رَحْمٍ قَلَّمْتُ اَظْفَارَ ضِغْنِہٖ (۸) بِحِلْمِیْ عَنْہُ وَھُوَ لَیْسَ لَہٗ حِلْمٌ
وَسَـــارِیَۃٍ لَا تَـمَـلُّ الْبُـکَـــاءُ (۹) جَرٰی دَمْعُھَا فِیْ خُدُوْدِ الثَّرٰی
فَانْھَضْ اِلٰی صَھَوَاتِ الْمَجْدِ مُعْتَلِیًا (۱۰) فَـالْبَـازُ لَمْ یَاْوِ اِلَّا عَالِی الْقُلَلِ

(۵)......اگر آپ نہ ہوتے تو زمانہ کی فطرت نرم نہ ہوتی اور لفظ مجد کا معنی ہم نے آپ سے ہی پہچانا۔[۲۵۷]

(۶)...... رہٹ اور نہر پر غور کریں جبکہ وہ جاری ہوں اور ان دونوں کے آنسو باغ کے درمیان خوب بہہ رہے ہوں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باغ کی ٹھنڈی ہوا ان دونوں سے چھن گئی ہے اس لئے نہر دوڑنے لگی اور رہٹ چکر کاٹنے لگا۔[۲۵۸]

---

[۲۵۷]......رقت: نرم ہونا، پتلا ہونا۔سجایا: جمع ہے سجیۃ کی بمعنی فطرت۔
تشریح شعر: آپ کی نرمی اور سخاوت کی وجہ سے ہی زمانے کی فطرت نرم ہوئی ہے۔اگر آپ دنیا میں نہ آتے اور اتنی سخاوت اور نرمی نہ کرتے تو زمانہ کی فطرت نرم نہ ہوتی۔آپ سراپا مجد وشرف ہیں۔جس کو دیکھ کر ہم نے مجد کا معنی پہچانا۔اگر آپ نہ ہوتے تو ہم مجد کا معنی ہی نہ جان سکتے تھے۔اس میں اشارہ ہے اور صفت قریبہ ہے کیونکہ لازم معنی واضح ہے۔
مکنی عنہ نسبت ہے۔مجد کی نسبت کرنا ممدوح کی طرف مقصود ہے)۔ف

[۲۵۸]......الدولاب: رہٹ پرانے زمانے میں کنویں میں سے پانی نکالنے کے لئے رہٹ لگاتے تھے۔اور بیل یا اونٹ کے ذریعہ رہٹ چلا کر پانی نکالتے تھے۔دمع: آنسو۔غزیر: بہت، موسلا دھار بارش۔

(۷)...... بادل رونے والا ہے اس میں بجلی مسکرا رہی ہے، زمین کے ساتھ ملی ہوئی رسی لٹکائے ہوئے ہیں۔۲۵۹

(۸)......اور کچھ ذی رحم رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں نے ان کے کینہ کے ناخن کو اس کے ساتھ بردباری کر کے کاٹ دیا اور وہ ایسے ہیں کہ ان میں کچھ بردباری نہیں ہے۔۲۶۰

(۹)......رات میں آنے والے بہت سے بادل رونے سے نہیں تھکتے، ان کا آنسو نمناک مٹی کے حدود میں جاری ہو گیا۔۲۶۱

نسیم الروض: باغ کی ٹھنڈی ہوا جو صبح کے وقت چلتی ہے۔ضاع: گم ہو جانا، چھین جانا۔
تشریح شعر: جس وقت نہر میں پانی جاری ہوا اور رہٹ بھی گھوم رہا ہو تو غور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہر اور رہٹ سے باغ کی باد نسیم چھین گئی ہے اس لئے وہ دونوں اپنے آنسو بہا رہے ہیں۔گویا کہ نہر اس باد نسیم کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور رہٹ اس کی یاد میں چکر کھا رہا ہے۔اس شعر میں نہر اور دولاب کو انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کا لازم دمع کو لایا گیا ہے اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اور اصلیہ ہوا،

۲۵۹......برق: بجلی: مُرخاۃ: رخی یرخی سے رسی کو دراز کرنا۔طنب: واحد ہے جمع اطناب اور طنبۃ خیمہ کی رسی۔تشریح شعر: بادل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ رو رہا ہو اور اس کے درمیان بجلی مسکرا رہی ہے۔اور بارش کا سماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے رسی زمین سے لگی ہوئی ہے۔اس شعر میں بادل کو خیمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔اور اس کے لازم مرخاۃ الطنب کو ذکر کیا گیا ہے۔اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ ہے۔
یا بادل کو انسان سے تشبیہ دی گئی ہے۔اور اس کے لازم ضحک کو ثابت کیا ہے۔ف

۲۶۰......قلمت اظفارہ: میں نے اس کے ناخن کاٹ دئے یعنی اس کے کینہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔
ضغن: کینہ۔
تشریح شعر: بہت سے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں نے ان کے ساتھ حلم و بردباری کر کے ان کے کینے کو ختم کر دیا لیکن افسوس یہ ہے کہ ان میں کوئی بردبار نہیں ہے۔اس شعر میں ضغن کو درندے سے تشبیہ دی اور اس کے لازم میں سے اظفار کو ذکر کیا گیا۔اس لئے یہ استعارہ اصلیہ مکنیہ ہوا۔

۲۶۱......ساریۃ: رات میں آنے والی بدلی۔سری یسری سے رات میں چلنا۔تمل مل یمل سے

(۱۰)......شرافت کی پیٹھ پر غلبہ کر کے بیٹھ جا، اس لئے کہ باز نہیں پناہ لیتا ہے مگر چوٹیوں کی بلندی پر۔۲۶۲

عِلْمُ الْبَدِیْعِ

اَلْبَدِیْعُ :عِلْمٌ یُعْرَفُ بِہٖ وُجُوْہُ تَحْسِیْنِ الْکَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَی الْحَالِ،وَھٰذِہِ الْوُجُوْہُ، مَایَرْجِعُ مِنْھَا اِلٰی تَحْسِیْنِ الْمَعْنٰی یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّۃِ، وَمَا یَرْجِعُ اِلٰی تَحْسِیْنِ اللَّفْظِ یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِیَّۃِ ،

رنجیدہ ہونا، تھکنا۔ دمع آنسو۔ الثری: نمناک مٹی، جمع اثراء۔

تشریح شعر: رات میں آنے والی بعض بدلی رونے سے نہیں تھکتی یعنی برستی ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے آنسو یعنی پانی زمین کے نچلے حصے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس شعر میں بادل کو انسان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اوراس کے لوازم میں سے بکاء کو لایا گیا ہے اور ملائم میں سے جری دمعھا لایا گیا ہے۔ اس لئے اس میں استعارہ مکنیہ مرشحہ اصلیہ ہوا۔

۲۶۲......انھض: امر کا صیغہ ہے، جلدی سے اٹھ جا، کھڑا ہو جا۔ صھوات صھوت کی جمع ہے بمعنی گھوڑے کی پیٹھ۔ معتلیا: اسم فاعل کا صیغہ، اِعْتَلٰی یَعْتَلِیُ اِعْتِلَاءً فھو مُعْتَلٍ: اعتعال بمعنی بلند ہو کر غلبہ پانا۔ باز: ایک پرندہ کا نام جو پہاڑ کی چوٹی پر بسیرا کرتا ہے۔ قلل قلۃ کی جمع ہے پہاڑ کی چوٹی۔

تشریح شعر: شاعر نصیحت کر رہا ہے کہ شرافت کی پیٹھ پر بیٹھ کر آگے بڑھ جاؤ اور محنت کر کے اس کو حاصل کر لو جس طرح کہ باز پہاڑ کی چوٹیوں کے علاوہ کہیں بسیرا نہیں کرتا اسی طرح تم بھی بلندی کے علاوہ کسی چیز سے راضی نہ ہونا۔ اس شعر میں مجد کو گھوڑے سے تشبیہ دی ہے اور اس کے لوازم میں سے صھوات لائے اور ملائم میں سے معتلیا لائے۔ اس لئے یہ استعارہ مکنیہ مرشحہ ہوا۔

نوٹ:......ان تمرینات میں ایک ایک جملے میں کئی کئی طرح کا کنایہ، استعارہ اور تشبیہ جاری ہو سکتا ہے، لیکن طوالت کے خوف سے میں نے نمونے کے طور پر ایک ہی طریقہ کی تشریح کی ہے۔ باقی طریقے ناظرین خود جاری فرمائیں۔ جزاک اللہ۔

ثمیر الدین قاسمی

بدیع ۲۶۳؎ وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ مقتضی حال کے مطابق کلام کے تحسین کے طریقے پہچانے جائیں۔ان وجوہ میں سے کچھ وہ ہیں: جو معنی کے تحسین سے تعلق رکھتی ہیں، ان کا نام محسنات معنویہ ہیں۔اور جو لفظ کی تحسین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو محسنات لفظیہ کہتے ہیں۔

اَلْبَابُ الاَوَّلُ فِی الْمُحَسَّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةُ

پہلا باب ہے محسنات معنویہ میں

اَلْمُحَسَّنَاتُ الْمَعْنَوِیَّةُ کَثِیْرَةٌ ، اَلْمَشْهُوْرَةُ مِنْهَا :

محسنات معنویہ بہت ہیں۔ان میں سے مشہور یہ ہیں:

(۱)......اَلتَّوْرِيَّةُ :وَهِيَ اَنْ يُذْكَرَ لَفْظٌ لَهُ مَعْنَيَانِ، قَرِيْبٌ وَ بَعِيْدٌ ' هُوَ الْمَقْصُوْدُ لِقَرِيْنَةٍ خَفِيَّةٍ، كَقَوْلِهٖ:

اَرٰى ذَنْبَ السِّرْحَانِ فِي الْاُفُقِ سَاطِعًا ۔۔۔ فَهَلْ مُمْكِنٌ اَنَّ الْغَزَالَةَ تَطْلُعُ

توریہ ۲۶۴؎ یہ ہے کہ ایک لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب' دوسرا

۲۶۳؎......البدیع: جس علم کے ذریعہ مقتضی حال کے مطابق کلام کے حسن وخوبصورتی کے طریقوں کو پہچانا جائے، اس کو ''علم البدیع'' کہتے ہیں۔ان طریقوں کی دو قسمیں ہیں:
(۱) اگر اس معنوی حسن پیدا ہو تو اس کو ''محسنات معنویہ'' کہتے ہیں۔
(۲) اور اگر ان طریقوں سے لفظی حسن پیدا ہو تو اس کو ''محسنات لفظیہ'' کہتے ہیں۔

۲۶۴؎......التوریة: توریہ اس کو کہتے ہیں کہ: ایک لفظ کے دو معنی ہوں، ایک معنی قریب ہو (مطلب یہ ہے کہ معنی جلد سمجھ میں آجائے، کیونکہ لفظ کی دلالت اس معنی پر واضح ہے) اور دوسرا معنی بعید (مطلب یہ ہے معنی جلد سمجھ میں نہ آئے کیونکہ لفظ کی دلالت اس معنی پر واضح نہیں ہے، بلکہ خفی ہے) اور کسی پوشیدہ قرینے کی وجہ سے معنی بعید ہی وہاں مقصود ہو تو اس کو توریہ کہتے ہیں۔

بعید، اور کسی پوشیدہ قرینہ کی وجہ سے دوسرا معنی ہی مقصود ہو، جیسے:

میں بھیڑئے کی دم کو افق میں بلند ہوتا دیکھ رہا ہوں تو کیا ممکن ہے کہ ہرن کا بچہ (یعنی آفتاب) طلوع ہوجائے۔ ۲۶۵؎

(۲)......اَلطِّبَاقُ: وَهُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَعْنَيَيْنِ مُتَنَافِيَيْنِ، نَحْوُ "اَللّٰهُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ" (وَهُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ) (وَلِكُلِّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ) (وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ)

طباق ۲۶۶؎ دو متضاد معنوں کو (ایک ہی) جملہ میں جمع کرنا ہے۔ جیسے اللہ وہ اول ہے اور آخر ہے۔ اور وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور ہر نفس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا، اور اس پر اس کا بوجھ ہے جس کو اس نے کمایا۔

(تَنْبِيْهٌ)......اَلطِّبَاقُ فِي الْاَوَّلِ بَيْنَ اِسْمَيْنِ، وَفِي الثَّانِيْ بَيْنَ فِعْلَيْنِ، وَفِي الثَّالِثِ بَيْنَ حَرْفَيْنِ،

تنبیہ......طباق: پہلی (مثال) میں دو اسموں کے درمیان ہے، اور دوسری (مثال) میں دو

۲۶۵؎...... ذنب السرحان: بھیڑئے کی دم، اور صبح کاذب۔ یہاں اس سے مراد صبح کاذب ہے۔ جو اس کے معنی بعید ہے۔ ساطعًا: سطع سے اسم فاعل کا صیغہ۔ بلند ہو کر پھیلنا۔ الغزالۃ: ہرن کا بچہ۔ اور اس کے دوسرے معنی جو بعید ہے، وہ ہے آفتاب۔ لیکن فی الافق اور تطلع کے قرینے سے یہاں دوسرا معنی آفتاب ہی مراد لیا گیا ہے۔ جس سے یہ مثال توریہ کی ہوئی۔

۲۶۶؎......الطباق: دو متضاد معنوں کو ایک ہی جملے میں جمع کر دیا جائے تو اس کو طباق کہتے ہیں، طباق کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں لفظ ایک ہی جملہ میں ہو، یا دو جملے ہو تو ان میں اتصال تام ہو، اور ایک ہی جملہ کی طرح معلوم ہوتے ہوں جیسے: اللہ اول ہے اور آخر ہے، تو اول جملہ اور دوسرا جملہ دونوں میں تضاد اور طباق واقع ہوا ہے، اور یہ تضاد دو اسموں کے مابین واقع ہوا ہے اور دو فعلوں کے مابین بھی تضاد ہوتا ہے جیسے: یحي ویمیت: یہ دونوں فعل ہیں، اور آپس میں یحی اور یمیت کے مابین معنی میں واقعی تضاد ہے۔ اور لکل نفس ما کسبت وعلیها ما اکتسبت: میں لام اور علی دونوں حرف جر کے مابین معنی کے اعتبار سے تضاد اور طباق واقع ہوا ہے۔

فعلوں کے درمیان ہے اور تیسری (مثال) میں دو حرفوں کے درمیان ہے۔

(۳)......اَلْـمُقَابَلَةُ :وَهِيَ اَنْ يُؤْتٰى بِمَعْنَيَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ، ثُمَّ بِمَا يُقَابِلُ كُلًّا مِنْهُمَا عَلَى التَّرْتِيْبِ، كَقَوْلِهٖ :

مَا اَحْسَنُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا اِذَا اجْتَمَعَا وَاَقْبَحُ الْكُفْرِ وَالْاِفْلَاسِ بِالرَّجُلِ

مقابلہ[۲٦۷] یہ ہے کہ ایک جملہ میں دو معنی یا اس سے زیادہ لائے جائیں، پھر اسی ترتیب سے اس کے مقابل الفاظ لائے جائیں۔ جیسے اس کا قول:

کتنا اچھا ہے دین اور دنیا جب دونوں جمع ہوں اور کتنا برا ہے آدمی کے ساتھ کفر اور افلاس۔

فَوَائِدُ

اَلْاُوْلٰى :لِلطِّبَاقِ ضَرْبٌ آخَرُ يُدْعٰى طِبَاقُ السَّلَبِ، وَهُوَ اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ فِعْلَيْنِ مِنْ مَصْدَرٍ وَاحِدٍ اَحَدُهُمَا مُثْبَتٌ وَالْآخَرُ مَنْفِيٌّ، نَحْوُ ''يَسْتَحْيِ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ''

پہلا فائدہ: طباق کی ایک دوسری قسم ہے جس کو طباق سلب کہتے ہیں۔[۲٦۸] اور وہ یہ ہے کہ جمع کیا جائے دو فعلوں کو ایک ہی مصدر سے، اور ان دونوں میں سے ایک مثبت ہو اور

۲٦۷......المقابلة: مقابلہ یہ ہے کہ دو معانی یا اس سے زیادہ معانی کو لایا جائے اور پھر اسی ترتیب سے اس کا مقابل لفظ لایا جائے جیسے اس شعر میں ہے ما احسن الدین والدنیا میں پہلے دین اور دنیا دو لفظ لائے گئے پھر دین کے مقابلہ میں کفر اور دنیا کے مقابلہ میں افلاس کا لفظ لایا گیا ہے، اور اسی مذکورہ ترتیب سے لایا گیا ہے۔ اور اسی کو مقابلہ کہتے ہیں۔

۲٦۸......طباق السلب: اس کو کہتے ہیں: ایک ہی مصدر سے دو فعل لائے جائیں، ان میں سے ایک مثبت ہو اور اس کے مقابلہ پر جو دوسرا فعل لایا جاتا ہے وہ منفی ہو جیسے :یستحی من الناس یستحی کا فعل مثبت ہے اور اس کے مقابلہ پر اسی مصدر سے فعل منفی لا یستحی من اللہ لایا گیا ہے۔ بس اسی ترتیب سے مثبت اور منفی فعل کا لانا' طباق کہلاتا ہے۔

دوسرا منفی ہو۔ جیسے' لوگوں سے شرماتا ہے اور اللہ سے نہیں شرماتا ہے۔

اَلثَّانِیَۃُ: یُلْحَقُ بِالطِّبَاقِ اِیْھَامُ التَّضَادِ،وَھُوَ مَابُنِیَ عَلَی الْمُضَادَّۃِ تأوِیْلًا فِی الْمَعْنٰی' اَوْ تَخْیِیْلًا فِی اللَّفْظِ،نَحْوُ''یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ''مَنْ تَوَلَّاہُ' فَاِنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ،

دوسرا فائدہ طباق کے ساتھ ایہام تضاد کو بھی ملحق کرتے ہیں۔۲۶۹؎ اور ایہام تضاد یہ ہے کہ معنی میں تاویل کر کے تضاد کی بنیاد رکھی گئی ہو یا لفظ میں تخیل کرنے کے طور پر (بنیاد رکھی گئی ہو) جیسے' معاف کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ جو اس سے (شیطان سے) دوستی کرے گا تو وہ اس کو گمراہ کردے گا۔۲۷۰؎ اور جہنم کے عذاب کی طرف رہنمائی کرے گا۔۲۷۱؎

اَلثَّالِثَۃُ:مَتٰی ذُکِرَ فِی اَثْنَاءِ الْکَلَامِ اَلْوَانٌ یُرَادُ بِھَا التَّوْرِیَۃُ اَوِ الْکِنَایَۃُ، وَوَقَعَ التَّقَابُلُ بَیْنَ الْاَلْوَانِ کَانَ نَوْعٌ مِنَ الْبَدِیْعِ یُسَمّٰی اَلتَّدْبِیْجُ (۱)مِنْ حَقِّہٖ اَنْ یُعَدَّ مِنَ الطِّبَاقِ، نَحْوُ''یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ وَتَبْیَضُّ وُجُوْہٌ''

۲۶۹؎......یلحق بالطباق: طباق کے ساتھ ایہام تضاد کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور ایہام تضاد یہ ہے کہ حقیقت میں کوئی خاص تضاد نہ ہو مثلاً معنی میں تاویل کر کے اختلاف وتضاد کی بنیاد رکھی گئی ہو یا لفظ کی ظاہری صورت سے ایسا محسوس ہوتا ہو کہ ان دولفظوں میں تضاد ہے۔

۲۷۰؎......یغفر لمن یشاء: یغفر اور یعذب میں تضاد کا ایہام ہے تو اس کو بھی طباق کے زمرے میں شامل کردیا جاتا ہے۔

۲۷۱؎......من تولاہ: اس میں یضل اور یہدی کے درمیان صورۃً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں تضاد ہے جس میں ایہام التضاد تخییلاً فی اللفظ ہے۔ اور ایہام تضاد یہ ہے کہ حقیقت میں کوئی تضاد نہ ہو مثلاً معنی میں تاویل کر کے اختلاف وتضاد کی بنیاد رکھی گئی ہو یا لفظ کی ظاہری صورت سے ایسا محسوس ہوتا ہو کہ ان دو لفظوں میں تضاد ہے۔

تیسرا فائدہ: جب کلام کے درمیان کچھ رنگ ذکر کئے جائیں اوران سے توریہ یا کنایہ مرادلیا جائے اوران رنگوں کے درمیان تقابل واقع ہوتو یہ بھی بدیع کی ایک قسم ہوگی۔ جس کو"تدبیج" کہتے ہیں۔۲۷۲ اوراس کا حق یہ ہے کہ اس کو اس وقت طباق میں شمار کیا جائے۔ جیسے' جس دن کچھ چہرے کالے ہوں گے اور کچھ چہرے سفید ہوں گے۔(یہاں سفیداورسیاہ رنگوں (کے ذکرکرنے) سے کنائی معنی مرادلیا گیا ہے)۔

(۴)......مُرَاعَاةُ النَّظِيْرِ :وَهِيَ اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ اَمْرٍ وَمَايُنَاسِبُهُ بِغَيْرِ التَّضَادِ، كَقَوْلِهٖ:

اَلْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

مراعات نظیر'۲۷۳ یہ ہے کہ ایک چیز کواور جواس کے مناسب ہواس کو بغیر تضاد کے جمع کردیا جائے، جیسے'اس کا قول:

گھوڑا'اوررات'اورمیدان پہچانتے ہیں مجھ کواور تلوار'نیزہ' کاغذاورقلم بھی۔

(۵)......اَلْاِسْتِخْدَامُ :وَهُوَ اَنْ يُذْكَرَ لَفْظٌ بِمَعْنًى،وَيُعَادُ اِلَيْهِ ضَمِيْرٌ اَوْ اِشَارَةٌ بِمَعْنًى آخَرَ، اَوْ ضَمِيْرَانِ يُرَادُ بِثَانِيْهِمَا غَيْرَ مَا اُرِيْدَ بِاَوَّلِهِمَا، :فَالْاَوَّلُ، كَقَوْلِهٖ:

۲۷۲......التدبیج: کلام کے درمیان کچھ رنگ ذکر کئے جائیں اوران سے توریہ یا کنایہ مرادلیا جائے اور اس کے مقابلہ میں بھی رنگ بطور توریہ یا کنایہ کے ذکر کیا جائے تو اس کو"تدبیج" کہتے ہیں۔اوراس کو بھی طباق میں شمار کیا جاتا ہے۔جیسے:یوم تسود :اس میں یوم تسود وجوہ سے برے لوگوں کی طرف کنایہ کیا گیا ہے اور یوم تبیض وجوہ سے نیک لوگوں کی طرف کنایہ کیا گیا ہے۔تو اس میں سود کا مقابلہ بیاض کے ساتھ کیا گیا ہے۔جس کو"تدبیج" کہتے ہیں۔

۲۷۳......مراعاۃ النظیر :یعنی چند چیزوں میں تضاد نہ ہو بلکہ تھوڑی مناسبت ہوان کوایک جگہ جمع کرنے کو'مراعاۃ النظیر" کہتے ہیں، جیسے:اس شعر میں گھوڑا،رات،اورمیدان (مسافر کے لئے) اور تلوار، نیزہ (بہادر کے لئے) اسی طرح کاغذ اورقلم (کاتب کے لئے) قریب قریب چیزیں ہیں یعنی شعر کی تشریح اس طرح ہوئی کہ میں ان تمام چیزوں کا ماہر ہوں۔

اِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَيْنَاهُ وَاِنْ كَانُوْا غِضَابًا

وَالثَّانِيْ: نَحْوُ "نَزَلْتُ الْعَقِيْقَ" وَنَظَمْتُ مِنْ ذٰلِكَ عِقْدًا"

وَالثَّالِثُ: كَقَوْلِهٖ:

وَالْعَيْنُ قَرَّتْ بِهِمْ لَمَّا بِهَا سَمَحُوْا وَاسْتَخْدَمُوْهَا مَعَ الْاَعْدَاءِ فَلَمْ تَنَمِ

استخدام: ۲۷۴ اور وہ یہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے ایک معنی میں، پھر اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے یا اسم اشارہ لایا جائے دوسرے معنی میں، یا دو ضمیریں لوٹائی جائیں، دوسرے (معنی) مراد لیا جائے پہلے (معنی کے) علاوہ۔ پہلے (ضمیر لوٹانے) کی مثال، جیسے شاعر کا قول:

جب کسی قوم کی زمین میں بارش اترتی ہے تو ہم اس (گھاس) کو چراتے ہیں چاہے وہ ناراض کیوں نہ ہو۔ ۲۷۵

۲۷۴......الاستخدام: استخدام کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ سے کئی معنوں کی خدمت لی جائے۔ اور اس کی تین صورتیں ہیں:

(الف)......ایک لفظ کو ایک معنی میں ذکر کیا جائے، پھر اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے، اور اس وقت اس لفظ کا دوسرا معنی مراد لیا جائے۔

(ب)......ایک لفظ کو ایک معنی میں ذکر کیا جائے، پھر اس لفظ کی طرف اسم اشارہ سے اشارہ کیا جائے اور اس وقت اس اسم اشارہ سے اس لفظ کا دوسرا معنی مراد لیا جائے۔

(ج)......ایک لفظ کی طرف دو ضمیریں لوٹائی جائیں اور ہر ضمیر سے اس لفظ کا الگ معنی مراد لیا جائے۔

۲۷۵......اذا نزل السماء بارض قوم: تشریح شعر: ہم اتنی بہادر قوم ہیں کہ کسی قوم کی زمین میں بھی بارش ہو ہم وہاں جا کر اس کی گھاس چرا آتے ہیں، چاہے وہ ناراض ہی کیوں نہ ہو۔

اس شعر میں سماء سے بارش مراد لی گئی ہے، اور اسی شعر کے دوسرے مصرع میں رعیناہ کی (ہ) ضمیر مفعول بہ سماء کی طرف لوٹائی گئی ہے اور اس سے گھاس مراد لیا گیا ہے۔ تو ایک ہی لفظ سے دو معنی کی خدمت لی گئی ہے۔ اور اسی کو استخدام کہتے ہیں۔ اور یہ استخدام کی پہلی قسم ہے۔

اور دوسرے کی مثال: جیسے: میں مقام عقیق آیا،۲۷۶ اور اس عقیق پتھر سے ہار بنایا۔
اور تیسرے کی مثال:
اور آنکھ ٹھنڈی ہوئی ممدوح سے جب انہوں نے سونے کی سخاوت کی اور جاسوس سے دشمنوں کے ساتھ خدمت لی تو آنکھ نہیں سوئی۔۲۷۷

۶......اَلْجَمْعُ: وَهُوَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَعَدَّدٍ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ، كَقَوْلِهٖ:

اِنَّ الشَّبَابَ وَالْفَرَاغَ وَالْجِدَّةَ   مَفْسَدَةٌ لِلْمَرْءِ اَیُّ مَفْسَدَةٍ

جمع، وہ یہ ہے کہ متعدد چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا جائے، جیسے اس کا قول:
یقیناً جوانی اور فراغت اور مالداری انسان کو برباد کرنے والی چیزیں کتنی بڑی بربادی ہیں۔۲۷۸

۷......اَلتَّفْرِيْقُ: وَهُوَ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ مُتَعَدَّدٍ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ، كَقَوْلِهٖ:

۲۷۶......نزلت العقیق: اس شعر میں عقیق سے عقیق (عرب کی ایک بستی کا نام) جگہ مراد لی گئی ہے۔ اور اسی عقیق کی طرف (اسم اشارہ) ذالک سے اشارہ کیا گیا ہے تو اس اسم اشارہ سے پتھر مراد لیا گیا ہے۔ تو یہاں ایک ہی لفظ سے دو معنی کی خدمت لی گئی ہے۔ اور یہ استخدام کی دوسری قسم ہوئی۔

۲۷۷......والعین: تشریح شعر: ممدوح نے سونا کی سخاوت کی تو آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی، اور انہوں نے جاسوس کا سہارا لیا تو آنکھیں نہیں سوئیں۔

اس شعر میں پہلے عین سے آنکھ مراد لی گئی ہے، پھر اسی عین کی طرف بھا کی ضمیر ھا لوٹائی گئی تو اس سے سونا مراد لیا گیا۔ اور پھر استخدموھا میں ہا ضمیر اسی عین کی طرف لوٹائی گئی تو اس سے جاسوس مراد لیا گیا ہے۔ پھر لم تنم کا فاعل عین کو قرار دیا گیا۔ تو گویا دو ضمیریں عین کی طرف لاٹائی گئی اور ایک سے سونا اور دوسری ضمیر سے جاسوس مراد لیا گیا۔ اسی کو استخدام کی تیسری قسم کہتے ہیں۔

۲۷۸......ان الشباب: اس شعر میں جوانی فراغت اور مالداری تینوں کو ایک ہی حکم مفسدۃ کے ماتحت داخل کر دیا گیا ہے، اور اسی کو ''جمع'' کہتے ہیں کہ کئی چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا۔

مَـانَوَالُ الْغَمَامِ يَوْمَ رَبِيْعٍ كَنَوَالِ الْاَمِيْرِ وَقْتَ سَخَاءٍ

فَـنَـوَالُ الْاَمِيْرِ بَدْرَةُ عَيْنٍ وَنَـوَالُ الْـغَـمَامِ قَطْرَةُ مَاءٍ

تفریق: ۲۷۹ وہ یہ ہے کہ ایک ہی قسم کی متعدد چیزوں کے درمیان حکم میں فرق کر دیا جائے، جیسے کہ اس کا قول:

موسم بہار میں بادل کا عطیہ' سخاوت کے وقت' امیر کے عطیہ کی طرح نہیں۔

اس لئے کہ امیر کا عطیہ سونے کی تھیلی ہے اور بادل کا عطیہ پانی کا قطرہ ہے۔ ۲۸۰

(۸)...... اَلتَّقْسِيْمُ :وَهُوَ اِمَّا اِسْتِيْفَاءُ اَقْسَامِ الشَّئِ، كَقَوْلِهٖ :

اِنَّـمَـا هٰـذِهِ الْـحَيَـاةُ مَتَـاعٌ وَالْجَاهِلُ الْجَاهِلُ مَنْ يَصْطَفِيْهَا

مَامَضٰى فَاتَ وَالْمُؤَمَّلُ غَيْبٌ وَلَكَ السَّاعَةُ الَّتِىْ اَنْتَ فِيْهَا

تقسیم' ۲۸۱

۲۷۹......التفریق: ایک ہی قسم کی چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کو ''تفریق'' کہتے ہیں۔

۲۸۰......نوال: نال ینال سے بمعنی: بخشش، عطیہ، بدرۃ: دس ہزار۔

تشریح شعر: جب امیر سخاوت کرتا ہے تو اس سخاوت کے وقت امیر کا جو عطیہ ہوتا ہے اتنا تو بارش کا بھی عطیہ نہیں ہوتا، کیونکہ امیر کا عطیہ جو بہت ہی عظیم ہے اور بارش کا عطیہ صرف پانی کا قطرہ ہے۔

اس شعر میں ایک ہی قسم کے دو عطیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور دونوں عطیوں کا حکم الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ ایک کا بدرۃ عین سے اور دوسرے کا قطرۃ ماء سے الگ الگ حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۸۱......التقسیم: تقسیم: یہاں تقسیم سے پانچ مطلب مراد لئے جاتے ہیں:

(الف)......کسی چیز کی تمام قسمیں بیان کی جائیں، اور ہر قسم کے ساتھ اس کا حکم بھی بیان کر دیا جائے۔

(ب)......متعدد چیزیں ذکر کی جائیں پھر ہر ایک کے لئے بغیر ترتیب کے الگ الگ حکم بیان کیا جائے'

(ج)......ایک چیز کے کئی احوال بیان کئے جائیں اور ہر حالت کی مناسب وجہ بھی بیان کی جائے۔

(د)......الطیّ والنشر: یہ بھی تقسیم کے قریب ہے۔ الطی والنشر کا مطلب یہ ہے کہ ایک متعین تعداد بیان

اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کو تمام قسمیں بیان کی جائیں،۲۸۲؎ جیسے اس کا قول
یہ دنیوی زندگی صرف متاع قلیل ہے اور مکمل جاہل وہ ہے جو اس کا انتخاب کرتا ہے۔
اس لئے کہ جو گذر چکا وہ فوت ہوگیا اور جس کی امید ہے وہ غائب ہے اور آپ کے لئے وہی گھڑی کارگر ہے جس میں آپ ہیں۔

وَاِمَّا ذِکْرُ مُتَعَدَّدٍ، وَاِرْجَاعُ مَا لِکُلٍّ اِلَیْہِ عَلَی التَّعْیِیْنِ، وَھُوَ التَّفْسِیْرُ،نَحْوُ ’’لَایَنْجَحُ اِلَّا الْمُتَاَدِّبُ وَالْمُجْتَھِدُ‘ ھٰذَا بِاِجْتِھَادِہٖ وَذَاکَ بِحُسْنِ سِیَرِہٖ،

یا متعدد چیزیں ذکر کی جائیں،۲۸۳؎ پھر ہر ایک کے لئے علی التعیین وہ چیزیں منسوب

کی جائے پھر اسی ترتیب سے اس کی تفصیل بیان کی جائے۔
(ھ)......الایضاح: جمع مع التفریق اور جمع مع التقسیم ‘ ان سب کی تعریف قریب قریب ایک جیسی ہی ہے، اور سب تقسیم میں شامل ہیں۔
ایضاح کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ بول کر پھر اس کی وضاحت کی جائے۔ اور جمع مع التفریق کا مطلب یہ ہے کہ چند چیزوں کو پہلے مجموعی طور پر بیان کیا جائے، پھر ہر ایک کا حکم الگ الگ بیان کیا جائے۔
اور جمع مع التقسیم کا مطلب یہ ہے کہ چند چیزوں کو مجموعی طور پر بیان کیا جائے، پھر اس کی تفصیل بیان کی جائے۔ گویا کہ یہ سات قسمیں ہوئیں۔ اور یہ سب تقسیم میں داخل ہیں۔
۲۸۲؎......اما استیفاء اقسام الشیٔ: یہ تقسیم کی پہلی قسم ہے: یعنی کسی چیز کی تمام قسمیں بیان کی جائیں اور ہر قسم کے ساتھ ہی اس کا حکم بھی بیان کر دیا جائے جیسے مثال مذکور میں ما مضیٰ: اس میں ماضی، حال اور مستقبل تینوں کو بیان کیا گیا ہے اور ہر ایک کا حکم بھی اس کے ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے کہ ماضی فوت ہوگیا، مستقبل غیب میں ہے اور آپ کے لئے کارگر وہی گھڑی ہے جس میں ابھی آپ ہیں یعنی حال۔
۲۸۳؎......واما ذکر متعدد: یہ تقسیم کی دوسری قسم ہے یعنی متعدد چیزیں ذکر کی جائیں، پھر ہر ایک کے لئے بغیر ترتیب کے الگ الگ حکم بیان کیا جائے، جیسے ’’ لا ینجح الا المتادب ‘‘ میں نے کامیابی کے لئے دو آدمیوں کی گرانٹی دی، با ادب اور محنتی، پھر بغیر ترتیب کے پہلے مجتہد کا حکم بیان کیا کہ وہ اپنی کوشش سے کامیاب ہوتا ہے اور بعد میں متادب کا حکم بیان کیا کہ وہ اپنے حسن اخلاق سے کامیاب ہوتا ہے۔

کی جائیں، جو اسی کے لئے ہیں۔ اس کو تفسیر بھی کہتے ہیں، جیسے' نہیں کامیاب ہوتا ہے مگر باادب اور محنت کرنے والا، یہ اپنی کوشش کی وجہ سے اور وہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے۔

وَاِمَّا ذِکْرُ اَحْوَالِ الشَّئِ مُضَافًا اِلٰی کُلٍّ مِنْهَا مَایَلِیْقُ بِهٖ، کَقَوْلِهٖ :

اَنْتَ بَدْرٌ حُسْنًا وَ شَمْسٌ عُلُوًّا   وَحُسَامٌ عِزًّا وَبَحْرٌ نَوَالًا

یا ایک چیز کے کئی احوال بیان کئے جائیں ۲۸۴ اور ہر حالت کی مناسبت بھی بیان کردی جائے۔ جیسے اس کا قول:

آپ چودھویں کا چاند ہیں' حسن کے اعتبار سے اور سورج ہیں بلندی کے اعتبار سے اور تیز تلوار ہیں غلبہ کے اعتبار سے اور سمندر ہیں عطیہ کے اعتبار سے۔

تَنْبِیْهٌ

یَقْرُبُ مِنَ التَّقْسِیْمِ بِضْعَةُ اَنْوَاعٍ بَدِیْعَةٍ لَا تَخْتَلِفُ عَنْهُ کَثِیْرًا، مِنْهَا الطَّیُّ وَالنَّشْرُ، کَقَوْلِهٖ:

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْیَا بِبَهْجَتِهَا   شَمْسُ الضُّحٰی وَاَبُوْاِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

تقسیم کے قریب بدیع کی چند قسمیں ہیں، ۲۸۵ جو اس سے زیادہ مختلف نہیں ہیں، ان

۲۸۴......واما ذکر احوال الشئ: یہ تقسیم کی تیسری قسم ہے: اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک چیز کے کئی احوال بیان کئے جائیں اور ہر حالت کی مناسبت کی وجہ بھی بیان کردی جائے۔ جیسے: انت بدر حسنًا: اس مثال میں ممدوح کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور ہر ایک کے ساتھ اس کی مناسبت کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ جیسے کہ فرمایا: آپ چودھویں کے چاند ہیں، پھر اس کی وجہ بھی بیان کی گئی کہ حسن (خوبصورتی) کے اعتبار سے آپ چاند ہیں۔ اسی طرح سے شمس، حسام اور بحر کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ حسام: کاٹنے والی تلوار۔ عزًا: غلبہ۔ نوالًا: عطیہ، بخشش۔

۲۸۵......یقرب من التقسیم بضعة انواع: محسنات بدیعیہ کی چند قسمیں اس تقسیم کے قریب قریب ہیں، ان میں سے ایک الطی والنشر بھی ہے، یہ بھی تقسیم کی چوتھی قسم ہے۔

میں سے طی اور نشر ہے۔ ۲۸٦ جیسے کہ اس کا قول:

تین چیزیں ہیں کہ ان کی خوبصورتی سے دنیا روشن ہوتی ہے، دوپہر کا سورج' ابواسحاق اور چاند۔

وَالْاِیْضَاحُ: وَالْجَمْعُ مَعَ التَّفْرِیْقِ، وَالْجَمْعُ مَعَ التَّقْسِیْمِ، وَکُلُّهَا مُتَقَارِبَةٌ،

ایضاح' ۲۸۷ جمع مع التفریق اور جمع مع التقسیم' یہ تمام قریب قریب ہیں۔

(۹)......تَاکِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یُشْبِهُ الذَّمِّ، وَهُوَ اِمَّا اَنْ یُسْتَثْنٰی مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِیَّةٍ صِفَةُ مَدْحٍ عَلٰی تَقْدِیْرِ دُخُوْلِهَا فِیْهَا، کَقَوْلِهٖ:

لَاعَیْبَ فِیْهِمْ سِوٰی اَنَّ النَّزِیْلَ بِهِمْ   یَسْلُوْ عَنِ الْاَهْلِ وَالْاَوْطَانِ وَالْحَشَمِ

تاکید المدح بمایشبہ الذم' ۲۸۸ وہ یہ کہ منفی ذم کی صفت سے مدح کی صفت مستثنیٰ کی جائے، اس تقدیر پر کہ مدح کی صفت ذم کی صفت میں داخل ہے، جیسے، اس کا قول:

۲۸٦......الطی والنشر: کا مطلب یہ ہے کہ ایک متعین تعداد بیان کی جائے پھر اسی ترتیب سے اس کی تفصیل بیان کی جائے، جیسے ''ثلاثۃ'' اس میں پہلے تین کی تعداد بیان کی، پھر اس کی تفصیل ترتیب کے ساتھ شمس الضحی ابواسحاق اور القمر سے کی، اسی کو طی ونشر کہتے ہیں، یعنی جس طریقے سے لپیٹا اسی طریقے سے اس کو پھر پھیلا دیا۔ تشرق: روشن ہوتا ہے، چمکتا ہے۔ بھجۃ: رونق' خوبصورتی۔ شمس الضحی: چاشت کے وقت کا سورج، یہاں شمس الضحی سے ممدوح معتصم باللہ (جس کی کنیت ابواسحاق ہے) کا والد مراد ہے اور قمر سے اس کی والدہ مراد ہے۔

۲۸۷...... الایضاح الخ، ایضاح تقسیم کی پانچویں قسم ہے، ان تینوں قسموں کی وضاحت گذر چکی۔

۲۸۸......تاکید المدح بما یشبہ الذم: اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(الف)......ایک صورت یہ ہے کہ پہلے ذم کی منفی صفت لائی جائے، پھر مدح کی صفت اس سے الگ کی جائے اور انداز یہ ہو کہ متکلم ممدوح کی برائی بیان کر رہا ہے، حالانکہ وہ اعلیٰ درجہ کی مدح بیان کر رہا ہے۔ اور اسی کو ''تاکید المدح بمایشبہ الذم'' کہتے ہیں۔

(ب)......اور دوسری شکل ''واما ان یثبت لشیٔ'' سے بیان کی گئی ہے، اور اس کا حاشیہ بھی وہیں پر ہے۔

ممدوح میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کے یہاں اترنے والا مہمان اہل وطن اور خادموں کو بھول جاتا ہے۔ ۲۸۹

وَاِمَّا اَنْ یَثْبُتَ لِشَیٍٔ صِفَةُ مَدْحٍ وَیُؤتٰی بَعْدَهَا بِاَدَاةِ اِسْتِثْنَاءٍ تَلِیْهَا صِفَةُ مَدْحٍ اُخْرٰی، کَقَوْلِهٖ:

فَتًی کَمُلَتْ اَوْصَافُهٗ غَیْرَ اَنَّهٗ　　جَوَادٌ فَمَا یُبْقِیْ عَلَی الْمَالِ بَاقِیًا

اور یا کسی چیز کے لئے صفت مدح ثابت کی جائے ۲۹۰ پھر اس کے بعد حرف استثناء لایا جائے، اور اس کے متصل ہی دوسری صفت مدح لائی جائے۔ جیسے کہ اس کا قول:

اس نوجوان کے تمام اوصاف مکمل ہیں مگر یہ کہ وہ اتنا سخی ہے کہ مال پر کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا۔

۲۸۹...... النزیل: نزل سے ہے بمعنی اترنا، قیام کرنا۔ نزیل، فعیل کے وزن پر اترنے والا مہمان۔ سلا یسلو سے یسلو: باب نصر ینصر، بھول جانا۔ الحشم: عہدہ۔ خدمت گذار۔

تشریح شعر: ممدوح میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی عیب ہوسکتا ہے تو ایک عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اتنی خدمت کرتا ہے کہ مہمان اپنے اہل، وطن اور خادموں کو بھی بھول جاتا ہے۔ اس میں بیان کرنے کا انداز یہ ہے کہ ممدوح میں ایک عیب ہے، حالانکہ یہ تو اعلی درجہ کی تعریف ہوئی، اور اسی کو ''تاکید المدح بمایشبہ الذم'' کہتے ہیں۔

۲۹۰...... واما ان یثبت: تاکید المدح بمایشبہ الذم' کی یہ دوسری صورت ہے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ کسی چیز کے لئے صفت مدح ثابت کی جائے، پھر حرف استثناء لاکر اس انداز سے استثناء کی جائے کہ ایسا محسوس ہو کہ اب برائی بیان کی جائے گی، حالانکہ دوبارہ صفت مدح لانے سے مدح کی مزید تاکید ہوجائے گی۔ جیسے فتی کملت اوصافہ میں صفت مدح لائی گئی پھر حرف استثناء اس انداز سے لایا گیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب برائی بیان کی جائے گی حالانکہ اس سے اعلی درجہ کی مدح ثابت ہوگئی ہے۔ باقیا: یہ ہے کہ سخاوت کی وجہ سے کچھ مال بھی باقی نہ رہا۔

تَنْبِیْهٌ

قَدْ یُلْحَقُ بِهٰذَا النَّوْعِ ثَلَاثَةٌ اُخْرٰی لِقَرَابَةٍ بَیْنَهُنَّ وَهِیَ: الْهَزْلُ الَّذِیْ یُرَادُ بِهِ الْجِدُّ، کَقَوْلِهِ:

اِذَا مَا تَمِیْمِیٌّ اَتَاکَ مُفَاخِرًا　　فَقُلْ عَدِّ عَنْ ذَا، کَیْفَ اَکْلُکَ لِلضَّبِّ

وَالْهَجْوُ فِیْ مَعْرَضِ الْمَدْحِ، وَالتَّهَکُّمَ، نَحْوُ قَوْلِهِ:

یَالَهُ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ　　یَرْفَعُهُ اللّٰهُ اِلٰی اَسْفَلٍ

کبھی اس قسم کے ساتھ دوسری تین قسمیں بھی شامل کر لی جاتی ہیں، آپس میں قربت کی وجہ سے، اور وہ ہزل ہے، ۲۹۱ جس سے حقیقت مراد لی گئی ہو جیسے کہ اس کا قول:

جب آپ کے پاس کوئی تمیمی فخر کرتا ہوا آئے تو کہہ دے تو ان کو جانے دو، تمہارا گوہ کھانا کیسا ہے۔ ۲۹۲

۲۹۱......هــزل الـذی: کا مطلب یہ ہے کہ کلام سے اندازہ ہوتا ہو کہ یونہی مذاق کر رہا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ متکلم تو حقیقت میں حقیقی معنی مراد لے رہا ہے۔ یہ قسم دراصل تاکید الذم بما یشبہ المدح میں داخل ہے۔

۲۹۲......تمیمی: قبیلہ تمیم کا رہنے والا۔ عدِّ: امر کا صیغہ ہے عدّٰی یعدّی سے بمعنی چھوڑ دینا۔ ضبّ: گوہ۔
تشریح شعر: کوئی تمیمی آدمی فخر کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے تو آپ ان سے کہیں کہ اس فخر کرنے سے تجاوز کر یعنی چھوڑ دے، کیونکہ تم گوہ کھاتے ہو اور یہ گوہ کا کھانا علامت کمینگی میں سے ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تم کمینے ہو۔
اس شعر میں انداز (شعر پیش کرنے کا طریقہ) مذاق کا ہے (مخاطب اس کو مذاق کی وجہ سے جھوٹ سمجھ سکتا ہے) لیکن (متکلم) اس سے حقیقی معنی مراد لیتا ہے۔

اور تعریف کے پیرائے میں ہجو، اور مذاق اڑانا،۲۹۳؎ جیسے اس کا قول:

واہ رے نیک عمل کہ اللہ اس کو نیچے کی طرف اٹھائے۔

(۱۰)......حُسْنُ التَّعْلِيْلِ ،وَهُوَ اَنْ تُدَّعٰى لِوَصْفٍ عِلَّةٌ غَيْرُ حَقِيْقَةٍ، كَقَوْلِهٖ:

مَازُلْزِلَتْ مِصْرُ مِنْ كَيْدٍ اُلِمَّ بِهَا لٰكِنَّهَا رَقَصَتْ مِنْ عَدْلِكُمْ طَرَبًا

حسن تعلیل:۲۹۴؎ اور وہ یہ ہے کہ کسی وصف کے لئے حقیقی وجہ کے سوا کسی دوسری وجہ کا دعوی کیا جائے، جیسے کہ اس کا قول:

مصر میں کسی خفیہ تدبیر کی وجہ سے نہیں زلزلہ آیا جو اس کو لاحق ہوئی ہو، لیکن آپ کے انصاف کی وجہ سے خوشی سے ناچنے لگا۔

(۱۱)...... اِئتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنٰى، وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَلْفَاظُ مُوَافِقَةً لِلْمَعَانِىْ بِاَنْ يُؤْتٰى بِالْعِبَارَةِ الشَّدِيْدَةِ لِنَحْوِ الْفَخْرِ وَالْحِمَاسَةِ وَاللَّيِّنَةِ لِنَحْوِ الشَّوْقِ وَالْاِسْتِعْطَافِ

۲۹۳؎......التهكم : یہ ”تاکید الذم بمایشبہ المدح“ کی تیسری قسم ہے، جس کو مصنف نے ”تاکید المدح بمایشبہ الذم“ میں شامل کیا ہے۔ جیسے یرفعہ اللہ الی اسفل: ”اللہ اس کو نیچے کی طرف بلند کرے“ میں مذاق کے پیرائے میں کس طرح حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور کس طرح مسخری کی گئی ہے۔ اس میں اگر بلندی کی طرف اٹھانا بیان کیا جاتا تو یہ مثال تعریف کی ہوتی لیکن 'نیچے کی طرف اٹھانے' کی بات کی جس یہ سے ہجو ہوگئی۔

۲۹۴؎......حسن تعلیل: کسی معاملہ کی جو اصل وجہ ہے اس کو چھوڑ کر اپنے تخیل سے اس کی دوسری عجیب وجہ بیان کی جائے تو اس کو حسن تعلیل کہتے ہیں۔ جیسے مازلزت مصر: میں ہے۔

تشریح شعر: مصر میں زلزلہ کسی اور وجہ سے آتا ہے لیکن شاعر اپنے تخیل سے اس کی دوسری وجہ بیان کرتا ہے کہ مصر ممدوح کے انصاف کی وجہ سے خوشی سے جھوم اٹھا ہے اور اسی وجہ سے خوشی کا زلزلہ آیا ہے۔ اسی عجیب وجہ بیان کرنے کا نام حسن تعلیل ہے۔

کید : خفیہ تدبیر۔ المّ باب افعال کا صیغہ ہے اور مصدر ہے المام بروزن افعلال: نازل ہونا۔ لاحق ہونا، پیش ہونا۔

وَنَحوِهِمَا، كَقَوْلِهِ :

اِذَا مَا غَضِبْنَا غَضْبَةً مُضَرِيَّةً   هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ اَوْ قَطَّرَتْ دَمَا

اِذَا مَا اَعَرْنَا سَيِّدًا مِنْ قَبِيْلَةٍ   ذُرٰى مِنبَرٍ صَلّٰى عَلَيْنَا وَسَلَّمَا

وَقَوْلُهُ:

اَرَجُ النَّسِيْمِ سَرٰى مِنَ الزَّوْرَاءِ   سَحَرًا فَاَحْيَا مَيِّتَ الْاَحْيَاءِ

معنی کے ساتھ لفظ کی مناسبت، ۲۹۵ اور وہ یہ ہے کہ الفاظ معانی کے موافق ہوں، اس طور پر کہ فخر اور دلیری بیان کرنے کے لئے سخت عبارت لائی جائے۔ اور شوق اور مہربانی وغیرہ طلب کرنے کے لئے نرم عبارت لائی جائے، جیسے اس کا قول:

جب ہم قبیلہ مضر کی طرح غصہ ہوتے ہیں تو ہم پھاڑ دیتے ہیں سورج کے پردے کو یہاں تک کہ وہ خون ٹپکائے۔ ۲۹۶

جب ہم کسی قبیلے کے سردار کو منبر کی بلندی دیتے ہیں، تو وہ ہم پر درود وسلام بھیجتا ہے۔

اور اس کا قول:

۲۹۵......ائتلاف اللفظ مع المعنی: یعنی جس انداز کا معنی بیان کرنا مقصود ہو تو اسی انداز کی عبارت لائی جائے۔ مثلاً: اگر فخر، دلیری اور بہادری بیان کرنا مقصود ہو تو عبارت سخت لائی جائے۔ اور اگر شوق کا اظہار مقصود ہو اور مہربانی طلب کرنا مقصود ہو تو عبارت میں نرمی ہونی چاہئے۔ اسی کو ائتلاف اللفظ مع المعنی کہتے ہیں۔

۲۹۶......مضربة: قبیلہ مضر کا رہنے والا یا قبیلہ مضر کی طرح۔ هتک یهتک هتکا: پھاڑنا۔ قَطَّرَ یُقَطِّرُ تقطیرا: باب تفعیل سے خوب ٹپکنا۔ اعرنا: اَعَارَ یُعِیْرُ اِعَارَةً سے مشتق ہے فعل ماضی کا جمع متکلم کا صیغہ بمعنی عاریت پر دینا۔ ذری ذروة کی جمع ہے۔ علو: بلندی۔

تشریح شعر: شاعر کا قبیلہ مضر کا قبیلہ ہے یعنی شاعر مضر قبیلہ کا ہے، اس لئے کہتا ہے کہ ہم جب قبیلہ مضر غصہ کرتے ہیں تو سورج کا پردہ پھاڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خون ٹپکاتا ہے اور ممبر شپ دینا یہ ہمارا حق

بادِ نسیم کی خوشبورات کے آخری وقت میں مقام زوراء سے چلی تو زندوں میں جو مردوں کی طرح (غافل) تھے ان کو زندہ کر دیا۔ ۲۹۷

(۱۲)......اُسْلُوْبُ الْحَكِيْمِ :وَهُوَ تَلَقِّىَ الْمُخَاطَبِ بِغَيْرِ مَايَتَرَقَّبُهٗ، اَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ مَايَطْلُبُهٗ، تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهٗ هُوَ الْاَوْلٰى بِالْقَصْدِ،

اسلوب حکیم: ۲۹۸ اور وہ یہ ہے کہ مخاطب جس کے انتظار میں ہو اس کے علاوہ جواب دینا۔ یا سائل جو کچھ طلب کرے اس کے علاوہ جواب دینا، اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے

ہے اور کسی قبیلہ کے سردار کو اگر ہم عاریت کے طور پر ممبر بناتے ہیں تو اس پر چڑھ کر ہماری ہی تعریف کرتا ہے۔ اور شکریہ کے طور پر ہم کو دعاء وسلام بھی کرتا رہتا ہے۔

اس شعر میں دلیری اور حماست بیان کرنی مقصود تھی اس لئے عبارت میں زیادہ تر جہر وشدت کے حروف لائے گئے ہیں۔ اور اسی کو ائتلاف اللفظ مع المعنی کہتے ہیں۔

۲۹۷......ارج: خوشبو،ارج النسیم: بادِ نسیم کی خوشبو۔ سری: رات میں چلنا۔ زوراء: مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔ احیا: جمع حَیٌّ کی، قبیلہ۔ مردہ: یہاں غافل لوگ مراد ہیں۔

تشریح شعر: مقام زوراء سے بادِ نسیم کی خوشبو چلی تو غفلت میں پڑے ہوئے لوگ بیدار ہو گئے۔ اس شعر میں رحمت اور شفقت کے لئے بادِ نسیم کی حالت بیان کرنی تھی اس لئے عبارت میں زیادہ تر حروف ہمس لائے گئے ہیں۔

۲۹۸......اسلوب الحکیم: کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......قائل کے کلام کا مطلب کچھ اور ہو، لیکن اس کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیا جائے، اس طرح کہ یہ قائل کے مقصد کے خلاف ہو یعنی قائل کچھ اور مطلب لے رہا ہے اور مخاطب اس کا کچھ اور مطلب لے رہا ہے۔

(۲):......دوسری صورت یہ ہے کہ سائل ایک سوال کر رہا ہے لیکن مجیب دوسرا جواب دے رہا ہے اور یہ سمجھا رہا ہے کہ آپ کو یہ دوسرا سوال کرنا چاہئے۔ اور یہ آپ کے حال کے مناسب ہے۔ اور پہلا سوال آپ کے حال کے مناسب نہیں ہے۔

کہ یہ مقصد کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

فَالْاَوَّلُ : یَکُوْنُ بِحَمْلِ الْکَلَامِ عَلٰی خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِہٖ، کَقَوْلِ الْقَبَعْثَرِیْ لِلْحَجَّاجِ وَقَدْ تَوَعَّدَہٗ بِقَوْلِہٖ "لَاَحْمِلَنَّکَ عَلَی الْاَدْھَمِ" "مَثَلُ الْاَمِیْرِ یَحْمِلُ عَلَی الْاَدْھَمِ وَالْاَشْھَبِ" فَقَالَ لَہٗ ' وَیْلَکَ اِنَّمَا اَرَدْتُ الْحَدِیْدَ، فَقَالَ: لَاَنْ یَکُوْنَ حَدِیْدًا خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ بَلِیْدًا،

تو پہلی صورت اس طرح ہوگی کہ قائل کے کلام کو اس کی مراد کے علاوہ پر محمول کرے۔ جیسے حجاج ابن یوسف ثقفی کے لئے قبعثری ۲۹۹ کا قول: جب کہ حجاج نے یہ کہہ کر اس کو دھمکی دی تھی کہ میں تم کو ضرور بیڑی پر سوار کروں گا۔ امیر جیسا آدمی کالے گھوڑے پر سوار

۲۹۹......قول القبعثری : یہ اسلوب حکیم کی پہلی صورت کی مثال ہے۔ یعنی قائل کے کلام کو اس کے مقصد کے خلاف اپنے مطلب کے لئے ڈھال لینا۔ قبعثری خارجی تھا، کسی باغ میں (اپنے دوستوں کی مجلس میں) بیٹھ کر حجاج بن یوسف ثقفی کا تذکرہ آ گیا تو قبعثری نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا حجاج نے بلا کر اس کو دھمکی دی کہ میں تم کو بیڑی پہنا دوں گا۔ "لاحملنک علی الادھم" ادہم کے دو معنی ہیں: (۱) کالا گھوڑا اور (۲) لوہا۔ اور لوہے کی بیڑی جو کالی ہوتی ہے۔ اس میں حجاج نے ادہم سے بیڑی مراد لی ہے، لیکن قبعثری نے اس کے کلام کو کالے گھوڑے پر محمول کر دیا۔ اور کہا: مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب :(اشہب: سیاہی مائل سفید گھوڑا) یعنی امیر جیسا آدمی کالے گھوڑے پر بھی سوار کر سکتا ہے اور بھورے گھوڑے پر بھی سوار کر سکتا ہے۔ اب حجاج نے ادہم کا معنی بیڑی لیا اور قبعثری نے ادہم کے لفظ کو دوسرے معنی میں استعمال کر لیا جو اس کے اپنے مقصد کے مطابق تھا۔ (اور یہی اسلوب حکیم ہے) حجاج نے کھسیا کر کہا: ویلک انما اردت الحدید : حدید کے بھی دو معنی ہیں: (۱) لوہا اور (۲) تیز۔ حجاج نے حدید سے لوہا مراد لیا یعنی لوہے کی بیڑی مراد لی۔ اور قبعثری نے اس کے کلام کو اس کے مقصد کے خلاف اپنے مقصد پر ڈھال لیا۔ اور حدید سے تیز گھوڑا مراد لیا۔ اور کہا: لان یکون حدیدا خیر من ان یکون بلیدا: گھوڑا تیز ہو یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ گھوڑا سست ہو۔ اس میں بھی حجاج کے کلام کو اس کے مقصد کے خلاف اپنے مقصد پر ڈھالیا۔ اور اسی کو "اسلوب حکیم" کہتے ہیں۔

کرسکتا ہے اور بھورے رنگ کے گھوڑے پر بھی۔تو حجاج نے اس سے کہا: تیرا ناس ہو میں نے تو لوہا مراد لیا ہے۔تو قبعثری نے کہا: تیز گھوڑا ہو یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ سست ہو،

وَالثَّانِیُ:یَكُوْنُ بِتَنْزِیْلِ السُّوَالِ مَنْزِلَةِ سُوَالٍ آخَرَ مُنَاسَبٌ لِحَالَةِ السَّائِلِ، كَقَوْلِ اُسْتَاذٍ لِتَلَامِیْذِهٖ : وَقَدْ اِسْتَخْبَرُوْا عَنِ الْاِمْتِحَانِ "اِجْتَهِدُوْا"

اور دوسری صورت یہ ہے کہ ۳۰۰ سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتار دیا جائے جو سائل کے حال کے مناسب ہو۔جیسے استاذ کا قول اپنے شاگردوں سے: جب کہ شاگردوں نے استاذ سے تاریخ امتحان کے بارے میں پوچھا ہو خوب محنت کرو۔۳۰۱

اَسْئِلَةٌ

(۱):مَاهُوَ عِلْمُ الْبَدِیْعِ ؟(۲): مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْمُحَسَّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ وَاللَّفْظِیَّةِ؟ (۳):اُذْكُرْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ ؟(۴):مَا الْفَرْقُ بَیْنَ التَّوْرِیَةِ وَالْاِسْتِخْدَامِ؟ (۵):مَا الْفَرْقُ بَیْنَ الطِّبَاقِ وَالْمُقَابَلَةِ ؟ (۶):مَاهِیَ مُرَاعَاةُ النَّظِیْرِ؟ (۷):مَاهُوَ الْجَمْعُ؟(۸):مَاهُوَ التَّفْرِیْقُ ؟(۹):اُذْكُرِ التَّقْسِیْمَ بِاَنْوَاعِهِ الثَّلَاثَةِ ؟ (۱۰):مَاهُوَ تَاكِیْدُ الْمَدْحِ بِمَایُشْبِهُ الذَّمِّ ؟(۱۱):مَا هُوَ حُسْنُ التَّعْلِیْلِ ؟ (۱۲):مَاهُوَ اِئْتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنٰی ؟(۱۳):مَاهُوَ اُسْلُوْبُ الْحَكِیْمِ ؟

۳۰۰......الثانی: یہ اسلوب حکیم کی دوسری قسم ہے: کہ سائل کے سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتار دیا جائے کہ یہ دوسرا سوال تمہاری حالت کے مناسب ہے۔اور اس کا جواب یہ ہے۔

۳۰۱......اجتهدوا: شاگردوں نے استاد سے سوال کیا: کہ امتحان کی تاریخ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ "امتحان فلاں تاریخ کو ہے" لیکن یہ جواب دینے کے بجائے، یہ جواب دیا گیا کہ "خوب محنت کرو"۔جس کا حاصل (خلاصہ) یہ ہے کہ آپ لوگوں کو یہ سوال کرنا چاہئے کہ "ہم کیا کریں"؟ کیونکہ یہ سوال آپ لوگوں کی حالت کے مناسب ہے۔تو شاگردوں کے سوال کو دوسرے سوال کے جواب میں اتار کر جواب دیا گیا۔اسی کو "اسلوب حکیم" کہتے ہیں۔

سوالات

(۱)......علم بدیع کی تعریف کریں؟

(۲)......محسنات معنویہ اور لفظیہ میں کیا فرق ہے؟

(۳)......محسنات معنویہ کے اقسام بیان کریں؟

(۴)......توریہ اور استخدام میں کیا فرق ہے؟

(۵)......طباق اور مقابلہ میں کیا فرق ہے؟

(۶)......مراعاۃ النظیر کی تعریف کریں؟

(۷)......جمع کی تعریف کریں؟

(۸)......تفریق کی تعریف کریں؟

(۹)......تقسیم کی تینوں قسمیں بیان کریں؟

(۱۰)......تاکید المدح بما یشبہ الذم کی تعریف کریں؟

(۱۱)......حسن تعلیل کیا ہے؟

(۱۲)......ائتلاف اللفظ مع المعنی کی تعریف کریں؟

(۱۳)......اسلوب حکیم کیا ہے؟

تَمْرِیْنٌ

بَیِّنْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ الْبَدِیْعِیَّةِ فِیْمَایَأْتِیْ :

تَأَمَّلْ اِلَی الدَّوْلَابِ وَالنَّهْرِ اِذْ جَرٰی (۱) وَدَمْعُهُمَا بَیْنَ الرِّیَاضِ غَزِیْرُ

كَأَنَّ نَسِیْمَ الرَّوْضِ قَدْ ضَاعَ مِنْهُمَا ” فَاَصْبَحَ ذَا یَجْرِیْ وَذَاکَ یَدُوْرُ

وَالصُّبْحُ قَدْ اَخَذَتْ أَنَامِلُ كَفِّهِ (۲) فِیْ كُلِّ جَیْبٍ لِلظَّلَامِ مُزَرَّرِ

فَکَأَنَّمَا فِی الْغَرْبِ رَاکِبُ اَدْھَمٍ ،، یَحُثُّہٗ فِی الشَّرْقِ رَاکِبُ اَشْقَرِ

آرَائُکُمْ وَوُجُوْھُکُمْ وَسُیُوْفُکُمْ (۳) فِی الْحَادِثَاتِ اِذَا دَجُوْنَ نُجُوْمٌ

اُرَاعِی النَّجْمَ فِیْ سَیْرِیْ اِلَیْکُمْ (۴) وَیَرْعَاہُ مِنَ الْبَیْدَا جَوَادِیْ

وَالْحِلْمُ وَالْجُوْدُ فِیْہِ وَالْعَفَافُ وَمَا (۵) تَحْوِی الْکِرَامُ مِنَ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

فَجُوْدُ کَفَّیْہِ لَمْ تُقْلَعْ سَحَائِبُہٗ (۶) عَنِ الْعِبَادِ وَجُوْدُ السُّحْبُ لَمْ یَقُمِ

وَاعْلَمُ عِلْمَ الْیَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَہٗ (۷) وَلٰکِنَّنِیْ عَنْ عِلْمِ مَافِی غَدٍ عَمِ

فَاِنَّ الْحَقَّ مُقْطَعُہٗ ثَلَاثٌ (۸) یَمِیْنٌ اَوْ شُھُوْدٌ اَوْ جَلَاءٌ

فَتًی کَمُلَتْ اَوْصَافُہٗ غَیْرَ اَنَّہٗ (۹) جَوَادٌ فَمَا یُبْقِیْ عَلَی الْمَالِ بَاقِیًا

یَا وَاشِیًا حَسُنَتْ فِیْنَا اِسَائَتُہٗ (۱۰) نَجّٰی حِذَارُکَ اِنْسَانِیْ مِنَ الْغَرَقِ

لَھُمْ اَسَامٍ سَوَامٍ غَیْرَ خَافِیَۃٍ (۱۱) مِنْ اَجْلِھَا صَارَ یُدْعَی الْاِسْمُ بِالْعَلَمِ

فَلَمَّا عَرَفْتُ الدَّارَ قُلْتُ لِرَبْعِھَا (۱۲) اَلَا اَنْعِمْ صَبَاحًا اَیُّھَا الرَّبْعُ وَاَسْلِمْ

وَحَیَاتِکُمْ وَحَیَاتِکُمْ قَسَمًا وَفِی (۱۳) عُمْرِیْ بِغَیْرِ حَیَاتِکُمْ لَمْ اَحْلِفِ

لَوْ اَنَّ رُوْحِیْ فِیْ یَدِیْ وَوَھَبْتُھَا ،، لِمُبَشِّرِیْ بِقُدُوْمِکُمْ لَمْ اَنْصِفِ

مندرجہ ذیل جملوں میں محسنات بدیعیہ کی قسمیں بیان کریں

(۱)......رہٹ اور نہر کی طرف غور کریں جب کہ وہ جاری ہوں،اور ان دونوں کے آنسو باغ کے درمیان خوب بہہ رہے ہیں۔۳۰۲

۳۰۲......تأمل الی الدولاب:اس شعر کا ترجمہ ومطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔
تشریح شعر:نہر پانی کی وجہ سے جاری ہوتا ہے اور رہٹ پانی نکالنے کے لئے چلایا جاتا ہے۔لیکن شاعر کہتا ہے: وجہ یہ نہیں ہے جو بیان کی گئی ہے بلکہ نہر اور رہٹ سے بادنسیم چھین لی گئی ہے اس لئے نہر اس کے حصول میں دوڑ رہی ہے اور رہٹ بھی اس کے حصول میں چکر کھا رہا ہے۔یہ عجیب وجہ بیان کرنا حسن تعلیل ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باغ کی ٹھنڈی ہوا ان دونوں سے چھین گئی ہے، اس لئے نہر دوڑنے لگی اور رہٹ چکر کاٹنے لگا۔

(۲)......اور صبح کی ہتھیلی کے پوروں نے اندھیرے کے ہر لگے ہوئے گریبان کو پکڑ لیا۔

تو گویا کہ مغرب میں کالے گھوڑے کا ایک سوار ہے، جس کو مشرق میں سرخ زرد رنگ گھوڑے کا سوار دوڑا رہا ہے۔۳۰۳

(۳)......آپ کی رائیں، آپ کے چہرے اور آپ کی تلواریں تاریک حادثات میں ستارے معلوم ہوتے ہیں۔۳۰۴

(۴)......میں آپ کی طرف چلنے میں ستاروں کو دیکھتا رہتا ہوں اور میرا گھوڑا میدان سے گھاس کو چرتا ہے۔۳۰۵

۳۰۳......انامل جمع ہے انملة کی: انگلی کا پورا۔ جیب: پھٹن، گریبان، پاکٹ۔ یہاں پر گریبان مراد ہے۔ مزرر: زر سے اسم مفعول کا صیغہ: گھنڈی، بٹن لگایا ہوا۔ یحثه: احتث یحتث احتثابا فهو محتث،: برانگیختہ کرنا، اکسانا۔ اشقر: سرخ و زرد گھوڑا۔

تشریح شعر: شعر میں صبح کا منظر پیش کیا گیا ہے کہ صبح ہوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرے کے ہر گریبان میں صبح کا سفید ہاتھ بٹن لگانے کے لئے پہنچ گیا ہو۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانب مغرب میں آگے آگے کالا گھوڑا سوار جا رہا ہو اور مشرق سے سرخ و زرد گھوڑا سوار اس کو دھکا دے رہا ہو۔

اس شعر میں غرب و شرق اور ادہم و اشقر کے درمیان صنعت طباق ہے۔ اسی طرح حسن تعلیل بھی ہو سکتی ہے۔

۳۰۴......دجی یدجو : دجون : رات کی تاریکی چھا جانا۔

تشریح شعر: حادثات کے اندھیرے میں ہم آپ کی رائے، آپ کے چہرے اور آپ کی تلوار سے بہت کام لیتے ہیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ستارے کی طرح چمک رہے ہوں۔ اس شعر میں آراء، وجوہ اور سیوف کو ایک حکم میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں جمع ہے۔

۳۰۵......اراعی: مأخذ رعی باب مفاعلت سے: مراقبہ کرنا، دیکھنا، اور فتح سے گھاس چرنا۔ یہاں پہلے

(۵)......اور ممدوح میں بردباری' سخاوت اور پاکدامنی ہے، اور شریف لوگ جن اخلاق و عادات میں شامل ہوتے ہیں' وہ سب ہیں۔۳۰۶

(۶)......پس اس کے ہاتھوں کی سخاوت کی بدلیاں بندوں سے نہیں ہٹیں، اور بادل کی سخاوت قائم نہیں رہی۔۳۰۷

(۷)......میں جانتا ہوں آج کا علم اور گذشتہ کل کا، لیکن اس علم سے جو آئندہ کل کا ہے بے

مصرعہ میں مراقبہ کرنا اور دوسرے مصرعہ میں گھاس چرنا' مراد ہے۔ نجم: اس کے دو معنی ہیں: (۱) ستارہ (۲) گھاس۔ پہلے مصرعہ میں نجم کا معنی ستارہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں یرعاہ میں جو ضمیر ہے وہ نجم کی طرف لوٹتی ہے اور اس سے گھاس مراد ہے۔

تشریح شعر: اے ممدوح! میں آپ کی طرف سفر کرتا ہوں تو بار بار ستارہ کو دیکھتا رہتا ہوں کہ راستہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ اور میرے گھوڑے کا حال یہ ہے کہ وہ میدان میں گھاس چرتا رہتا ہے۔ اس شعر میں پہلے نجم سے ستارہ اور دوسرے مصرعہ میں اسی کی طرف یرعاہ کی ضمیر لوٹا کر گھاس مراد لیا گیا ہے۔ اس شعر میں صنعت استخدام ہے۔

۳۰۶......عفاف: پاکدامنی۔ حویٰ یَحوِی : تحوی : سے جمع کرنا، شامل ہونا مراد ہے۔ شیم جمع ہے شیمۃ کی: اخلاق و عادات۔

تشریح شعر: ممدوح میں بردباری، پاکدامنی اور وہ تمام اخلاق و عادات جو شریف لوگوں میں ہوسکتی ہیں، وہ سب موجود ہیں۔ اس شعر میں بردباری، پاکدامنی اور سخاوت کو ایک حکم میں جمع کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں ''جمع'' ہے۔

۳۰۷......تُقلَع :قلع سے جڑ سے ختم کرنا۔ سحائب: جمع ہے سحابۃ کی، اور سحب سحاب کی جمع ہے۔ بادل۔ لم یقم: نہیں ٹھرا۔

تشریح شعر: ممدوح کا ہاتھ ہمیشہ سخاوت کرتا رہتا ہے، جب کہ بادل برس کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سخاوت ہمیشہ قائم نہیں رہتی۔ اس شعر میں ایک لفظ 'جود' کے دو حکم بیان کئے گئے ہیں، اس لئے اس میں تفریق ہے۔

خبر ہوں۔۳۰۸

(۸)......یقیناً حق کے ثابت ہونے کی تین صورتیں ہیں: قسم، گواہ یا وضاحت امر۔۳۰۹

(۹)...... یہ ایسا جوان ہے جس کے تمام اوصاف مکمل ہیں، مگر یہ کہ وہ اتنا سخی ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتا۔۳۱۰

(۱۰)......اے چغلی کرنے والے اس کا برائی کرنا میرے بارے میں اچھا ہوا، آپ کے ڈرانے نے میری آنکھ کی پتلی کو غرق ہونے سے بچالیا۔۳۱۱

(۱۱)......ممدوح کے اونچے اونچے نام ہیں جو پوشیدہ نہیں ہیں، اسی وجہ سے نام کو علم کہا جاتا

۳۰۸......عم: عمی کا مخفف ہے: اندھا ہونا، بے خبر ہونا۔ تعلیل کے ذریعہ عمی یعمی سے صفت کا صیغہ، ف
تشریح شعر: میں گذشتہ اور حال کے واقعات سے واقف ہوں۔ لیکن مستقبل کے واقعہ سے بے خبر ہوں۔ اس شعر میں ہر چیز کا حکم الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ تقسیم کی مثال ہے۔

۳۰۹...... مقطع: قطع کرنے والی چیز، فیصلہ کرنے والی چیز۔ جلاء: ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔
تشریح شعر: حق کا فیصلہ تین طریقوں سے ہوتا ہے: (۱) قسم کھانا (۲) گواہ کا ہونا اور (۳) وضاحت کسی امر سے۔ اس شعر میں اجمال کے بعد تفصیل ہے یعنی ابہام کے بعد تعبیر کی گئی ہے۔ اس لئے ''الطی والنشر'' ہے۔

۳۱۰......فتی کملت اوصافه: اس شعر کی وضاحت بیان ہو چکی ہے۔ اس شعر میں ''تاکید المدح بما یشبه الذم'' ہے۔

۳۱۱......واشی اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ وشی یشی سے منقش کرنا۔ اسائته: برائی بیان کرنا۔ اس میں ماقبل حرف نداء ہونے کی وجہ سے ضمیر مخاطب کی ہونی چاہئے تھی لیکن یہاں ضمیر غائب کی لائی گئی ہے اس میں التفات ہے۔ نَجّی یُنَجّی: نجات پانا، بچانا۔ حذار: ڈر، بچاؤ۔ انسان: آنکھ کی پتلی۔ غرق: ڈوبنا۔ اور اس سے یہاں مراد ہے آنکھ کی پتلی کا آنسوؤں میں ڈوب جانا۔
تشریح شعر: یعنی اگر آپ چغلی نہ کرتے تو گناہ میں پھنستا اور پھر روتا لیکن آپ چغلی کریں گے اس ڈر کی وجہ سے میں گناہ سے بچتا رہا، جس نے میری آنکھ کو آنسوؤں میں غرق ہونے سے بچالیا۔

ہے (جس کے معنی اونچے کے ہیں۔ف) ۳۱۲؎

(۱۲)...... جب میں نے محلّہ کو پہچان لیا تو اس کے گھر سے کہا، کہ اے گھر! تو بخیر و عافیت رہ۔ ۳۱۳؎

(۱۳)......اور تمہاری زندگی اور تمہاری زندگی کی قسم (دوہری قسم ہے) اور میں نے اپنی زندگی میں تمہاری زندگی کے علاوہ کی قسم نہیں کھائی۔ ۳۱۴؎

اس شعر میں توریہ ہے۔ کیونکہ انسان کے دو معنی ہیں: (۱) قریبی معنی آدمی اور (۲) بعیدی معنی آنکھ کی پتلی۔ اور قرینہ (انسانی من الغرق:) سے یہی معنی یہاں مراد ہے۔ اس لئے یہ توریہ ہوا۔
مطلب یہ ہوا کہ اے چغلخور! تمہارے ڈر کی وجہ سے میں رویا نہیں کہ تم چغلی کروگے، ورنہ محبوب کے فراق میں میں خوب روتا۔ (شعر غزلیہ ہے۔ف)

۳۱۲؎......اسام جمع ہے اسم کی بمعنی نام۔ سوام جمع ہے سامیۃ کی بمعنی بلندی، اونچا۔
تشریح شعر: ممدوح کے بڑے بڑے صفاتی نام ہیں، اس لئے ہر نام کو علم کے ساتھ پکارا جانے لگا ہے۔ (لوگوں کے نام علم کہلانے کی وجہ سے آپ کے اونچے اونچے نام ہیں) (ف)۔ اس شعر میں حسن تعلیل ہے۔

۳۱۳؎......الدار: قریب کا معنی مکان ہے اور بعید کا معنی محلّہ ہے۔ اور قرینہ (عرفت الدار) کی وجہ سے یہاں بعید معنی محلّہ ہی مراد ہے۔ اس لئے اس شعر میں توریہ ہوا۔ ربع: مکان، چوکر مکان۔ انعم صباحًا: صبح بخیر ہو۔
تشریح شعر: جب میں نے محبوب کے گھر کے علاقہ کو پہچان لیا تو محبوبہ کے گھر کو سلامتی کی دعا دی کہ تم ہمیشہ خیرت وعافیت سے رہو۔ اس شعر کے بارے میں اوپر بتایا گیا کہ "اس میں توریہ ہے" اور استعطاف بھی ہوسکتا ہے۔ (ف)۔

۳۱۴؎......اس میں (وحیاتکم میں جو واؤ ہے وہ) واؤ قسمیہ ہے۔
تشریح شعر: ممدوح کی زندگی اور درازی عمر کی قسم کھا کر کہتا ہے: کہ "میں نے تمہاری زندگی کے علاوہ کبھی قسم کھائی ہی نہیں ہے"۔ پھر آگے کہتا ہے: کہ "تمہارا مجھ پر اتنا احسان ہے کہ اگر میری روح میرے قبضہ میں ہوتی، اور تمہارے آنے کی خوش خبری دینے والے کو اپنی روح عطا (ہدیہ، بخشش) کر دیتا۔ تب بھی

اگر میری روح میرے ہاتھ میں ہوتی اور اس کو میں آپ کے آنے کی خوش خبری دینے والے کو ہبہ کر دیتا تب بھی انصاف نہ کرتا۔

وَثَمَّ بَعْضُ اِشْكَالٍ دُوْنَ مَاتَقَدَّمَ شُهْرَةً مِنْهَا

اور یہاں کچھ اور شکلیں (محسنات) کی ہیں جو گذشتہ (محسنات) سے کم مشہور ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱۳)......**اَلْاِلْتِفَاتُ :وَهُوَ اِنْصِرَافُ الْمُتَكَلِّمِ مِنَ الْاَخْبَارِ اِلَى الْغَيْبَةِ اَوِ الْخِطَابِ، وَقِيلَ : مِنْ كُلٍّ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ وَالْخِطَابِ، وَالْغَيْبَةِ اِلٰى صَاحِبِهٖ عَلٰى غَيْرِ مَايَقْتَضِيهِ سِيَاقُ الْكَلَامِ اِفْتِنَانًا فِي الْحَدِيْثِ، وَحَمْلًا لِلسَّامِعِ عَلٰى فَضْلِ اِصْغَاءٍ ، كَقَوْلِهٖ:**

مَتٰى كَانَ الْخِيَامُ بِذِیْ طَلُوْحٍ   سَقَتِ الْغَيْثُ اَيَّتُهَا الْخِيَامُ

وَقَوْلُهُ:

تُطَاوِلُ لَيْلُكِ بِالْاَثْمَدِ   وَنَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ اَرْقُدْ

التفات: ۳۱۵ اور وہ یہ ہے کہ متکلم کا تکلم سے صیغۂ غائب، یا صیغۂ حاضر کی طرف بدلنا ہے۔اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ: تکلم، خطاب اور غیبت میں سے ہر ایک کا اپنے صاحب کی طرف بدلنا کلام کے سیاق کے تقاضے کے خلاف بات میں تفنن پیدا کرنے کے لئے اور

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوتا''۔اس شعر میں حیات ممدوح اور حیاۃ غیر ممدوح میں فرق کیا گیا ہے کہ ایک کی قسم کھائی گئی ہے اور دوسرے کی نہیں۔اس لئے اس میں تفریق ہے۔

۳۱۵......الالتفات: التفات کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب متوجہ ہونا۔فن بلاغت میں پہلے سے صیغے کا جو سیاق چل رہا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے صیغے کی طرف جانے کو التفات کہتے ہیں۔مثلاً: پہلے سے صیغہ متکلم چل رہا ہے تو اس کو چھوڑ کر فوراً صیغۂ حاضر یا غائب کا لے آئے یا غائب کا چل رہا ہو اور متکلم یا حاضر کا صیغہ لے آئے۔اور اس طرح کرنا یہ سامع کی توجہ کو ابھارنے کے لئے اور بات میں تفنن پیدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

سامع کو مزید توجہ پر ابھارنے کے لئے ہے۔ جیسے کہ اس کا قول:

جب خیمے مقام ذی طلوح میں ہوں تو اے خیموں! بارش تم کو سیراب کرے۔ ۳۱۶

اور جیسے اس کا قول

تیری رات مقام اثمد میں لمبی ہوگئی، اور وہ غم سے خالی سو گیا اور میں نہیں سویا۔ ۳۱۷

(۱۴)......تَجَاهُلُ الْعَارِفِ: وَهُوَ اَن يُّسَاقَ الْمَعْلُوْمُ مَسَاقَ الْمَجْهُوْلِ لِنُكْتَةٍ كَالتَّعَجُّبِ، وَالْمَدْحِ، وَالذَّمِّ، وَالتَّوْبِيْخِ، وَالْاِنْكَارِ، نَحْوُ ''اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَاتُبْصِرُوْنَ'' وَاَقَوْمٌ آلِ حِصْنٍ اَمْ نِسَاءٌ ؟ وَكَقَوْلِهِ:

اَيَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا   كَاَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَى ابْنِ طَرِيْفٍ

تجاہل عارفانہ: ۳۱۸ اور وہ یہ ہے کہ کسی نکتہ کی وجہ سے معلوم شیٔ کو مجہول کے درجہ میں

۳۱۶......سقت الغيث: بارش تم کو سیراب کرے۔

تشریح شعر: شاعر محبوبہ کے خیموں کو دعائیں دے رہا ہے کہ اے اہل خیمہ! تمہیں بارش سیراب کرے!۔ اس شعر میں کان الخیام: میں صیغۂ غائب کا استعمال کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ کے ایتھا الخیام میں صیغۂ مخاطب استعمال کیا گیا ہے۔ اسی اختلاف صیغہ کو ''صنعت التفات'' کہتے ہیں۔

۳۱۷......خَلِيٌّ : خلو سے مشتق ہے۔ اور یہ صفت کا صیغہ ہے۔ ارقد: ن سے سونا، فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ۔

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں تطاول لیلکِ میں تطاول (فعل مضارع واحد مؤنث غائب) مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اپنے نفس کو خطاب کیا ہے۔ اور دوسرے مصرعہ میں خلاف سیاق کلام لم ارقد فعل مضارع کا واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس میں التفات ہے۔

۳۱۸......تجاہل عارف کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کو ایک وجہ معلوم ہے لیکن اظہار تعجب' تعریف' ذم' ڈانٹ یا انکار کے لئے اس وجہ سے ناواقفیت کا اظہار کر رہا ہو جیسے'' افسحر هذا ''میں اللہ تعالی کو معلوم ہے جہنم حق ہے، جادو نہیں ہے لیکن کفار دنیا میں نبی کو جادو گر اور وحی کو جادو کہا کرتے تھے اس لئے بطور توبیخ کہا جا رہا ہے کہ بتاؤ! یہ آگ جادو ہے یا جس طرح دنیا میں سوجھتا نہیں تھا اب بھی نہیں سوجھ رہا ہے۔

رکھ دیا جائے، جیسے کہ تعجب اور تعریف کرنے، برائی بیان کرنے اور ڈانٹنے اور انکار کرنے کے لئے۔ جیسے کہ: کیا یہ جادو ہے یا تم سمجھتے نہیں ہو۔ اور جیسے کہ: کیا آل حصن مرد ہیں یا عورتیں؟ ۳۱۹ اور جیسے کہ اس کا قول:

اے خابور کے درخت! کیا ہوا کہ تم پتے دار ہو شاید کہ تم ابن طریف پر گریہ وزاری نہیں کرتے۔ ۳۲۰

(۱۵)...... اِرْسَالُ الْمَثَلِ: وَهُوَ اَنْ يَأْتِيَ الشَّاعِرُ فِيْ بَيْتِهٖ، وَالنَّاثِرُ فِيْ فِقْرَةٍ مِنْ كَلَامِهٖ، بِمَثَلٍ اَوْ مَايَجْرِيْ مَجْرَى الْمَثَلِ، مِنْ حِكْمَةٍ اَوْ تَنْبِيْهٍ اَوْ نَحْوِ ذَالِكَ، مِمَّايَصِحُّ اَنْ يُّتَمَثَّلَ بِهٖ، كَقَوْلِهٖ:

اُعَلِّلُ النَّفْسَ بِالْآمَالِ اَرْقُبُهَا مَااَضْيَقَ الْعَيْشِ لَوْلَا فُسْحَةُ الْاَمَلِ

ارسال مثل: ۳۲۱ اور وہ یہ کہ شاعر اپنے مصرعہ میں یا نثر نگار اپنے کلام کے فقرے میں

۳۱۹...... واقوم آل حصن: متکلم کو معلوم ہے کہ آل حصن کے لوگ مرد ہیں لیکن مذمت اور بزدلی بیان کرنے کے لئے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ یہ لوگ مرد ہیں یا عورتیں۔

۳۲۰...... شجر الخابور: ایک قسم کے درخت کا نام ہے۔ مورقا: اورق یورق ایراقا سے اسم فاعل کا صیغہ۔ پتے والا ہونا۔ تجزع: گریہ وزاری کرنا۔

اس شعر میں شاعر کو معلوم ہے کہ کہ شجر خابور پتے دار کیوں ہے؟ لیکن پھر بھی اظہار تعجب اور ممدوح کی موت کو عظیم بیان کرنے کے لئے اظہار ناواقفیت کر رہا ہے کہ آپ کیوں خوش وخرم لگتے ہیں اور پتے دار ہیں۔ ابن طریف کی موت کے غم میں پتے جھاڑ کیوں نہیں دیتے۔ یہ تجاہل عارفانہ ہے۔

(ابن طریف کی مدح کے لئے۔ (ف)

۳۲۱...... ارسال المثل: ارسال مثل کا مطلب یہ ہے کہ شاعر اپنے مصرعہ میں اور نثر نگار اپنے کلام میں مثل کو اس طرح چسپاں کردے کہ وہ مثل اس کے کلام کا حصہ معلوم ہونے لگے، یا مثل کے قائم مقام کوئی حکمت یا تنبیہ ہو جس کو بطور مثل کے پیش کرنا صحیح ہو۔

کوئی مثل یا قائم مقام مثل، مثلا: کسی حکمت یا کسی چیز پر تنبیہ کو پیش کرے، جس سے مثال بیان کرنا صحیح ہو۔ جیسے اس کا قول:

جن امیدوں کا میں انتظار کرتا ہوں ان کے ذریعہ میں نفس کو بہلا رہا ہوں اگر امیدوں کی وسعت نہ ہوتی تو زندگی کتنی تنگ ہوتی۔۳۲۲

وَيَقْرُبُ مِنْ هٰذَا النَّوْعِ "اَلْكَلَامُ الْجَامِعُ" وَيَكُوْنُ فِيْ بَيْتٍ كَامِلٍ مِنَ الشَّعْرِ، وَيُحَاكِيْهِمَا التَّمْثِيْلُ،

اور ارسال مثل کے قریب الکلام الجامع ہے، ۳۲۳ اور وہ شعر کے پورے بیت میں ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کی طرح تمثیل بھی ہے۔

(۱۶)......اَلْمُبَالَغَةُ وَهِيَ اَنْ يُّدَّعٰى لِشَيْءٍ وَصْفٌ يَزِيْدُ عَلٰى مَافِي الْوَاقِعِ ،وَهِيَ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ :

مبالغہ: ۳۲۴ اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کے لئے اس سے زیادہ کا دعوی کیا جائے جو واقع

۳۲۲......ما اضيق العيش : یہ پورا مصرعہ ایک مثل ہے، جس کو شاعر نے اپنے شعر میں چسپاں کر دیا ہے اور یہی ارسال مثل ہے۔

۳۲۳......ارسال مثل کے قریب قریب الکلام الجامع بھی ہے۔ اور الکلام الجامع اس کو کہتے ہیں: جو پورے شعر میں ہو، اور پورے شعر کو حاوی ہو، صرف مصرعہ میں نہ ہو۔ (ويحاكيهما التمثيل) ارسال مثل اور الکلام الجامع کی طرح تمثیل بھی ہے۔ (یعنی کسی واقعہ پر کوئی مثال پیش کرنا)

۳۲۴......مبالغہ اس کو کہتے ہیں کہ: کسی چیز میں حقیقت میں جتنی صفت ہو اس سے کہیں زیادہ کا دعوی کیا جائے۔ اس کو مبالغہ کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں: التبلیغ، الاغراق، الغلو۔

(الف)......تبلیغ: اس کو کہتے ہیں کہ: صفت کی اتنی زیادتی کا دعویٰ کیا جائے کہ عقل وعادت دونوں اس کو ممکن سمجھتے ہو۔

(ب)......اغراق: اس کو کہتے ہیں کہ: صفت کی اتنی زیادتی کا دعوی کریں کہ عقل تو اس کو ممکن سمجھتی ہو مگر

کے مطابق ہو۔

اور مبالغہ کی تین قسمیں ہیں۔

:......اَلتَّبْلِیْغُ :وَھُوَ وَصْفُ شَئٍ بِالْمُمْکِنِ فِی الْعَقْلِ وَالْعَادَۃِ، کَقَوْلِہٖ:

وَنُکْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِیْنَا وَنُتْبِعُہُ الْکَرَامَۃَ حَیْثُ مَالاَ

تبلیغ: اور وہ کسی چیز کی ایسی تعریف کرنا جو عقل و عادت کے اعتبار سے ممکن ہو۔ جیسے اس کا قول:

اور ہم اپنے پڑوسی کا اکرام کرتے ہیں جب تک کہ وہ ہم میں ہوتے ہیں اور جہاں وہ جاتا ہے وہاں ہم کرامت و عزت کو پیچھے لگا دیتے۔ ۳۲۵؎

:......وَالْاِغْرَاقُ : ھُوَ وَصْفُ الشَّئِ بِالْمُمْکِنِ فِی الْعَقْلِ دُوْنَ الْعَادَۃِ، کَقَوْلِہٖ:

لَا تَرَانِیْ مُصَافِحًا کَفَّ یَحْیٰ اِنَّنِیْ اِنْ فَعَلْتُ ضَیَّعْتُ مَالِیْ

لَوْ یَمَسُّ الْبَخِیْلُ رَاحَۃَ یَحْیٰ لَسَخَتْ نَفْسُہُ بِبَذْلِ النَّوَالِ

اغراق: اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی ایسی تعریف کرنا جو عقلاً ممکن ہو اور عادۃً ممکن نہ ہو۔ جیسے: اس کا قول:

آپ مجھے یحیٰ کی ہتھیلی سے مصافحہ کرتے نہیں دیکھیں گے، اگر میں نے مصافحہ کیا تو میرا

عادۃً ممکن نہ ہو۔

(ج)......غلو: اس کو کہتے ہیں کہ: صفت کی اتنی زیادتی کا دعوی کریں کہ نہ تو عقل اس کو ممکن سمجھتی ہو اور نہ عادت اس کو ممکن سمجھتی ہو۔

۳۲۵؎......ونکرم جارنا: اس شعر میں یہ دعوی کیا گیا ہے پڑوسی جہاں کہیں جاتا ہے وہاں بھی ہم عزت و اکرام کو اس کے پیچھے لگا دیتے ہیں کہ جہاں جائے عزت سے رہے۔ یہ مراد ہے شعر کی۔ اس میں مبالغہ ہے لیکن ایسا کرنا عقلاً و عادۃً ممکن ہے۔ محال نہیں۔

مال ضائع ہوجائے گا۔ ۳۲۶

اگر بخیل یحیٰ کی ہتھیلی کو چھولے تو اس کا نفس بھی بخشش کرنے لگے۔

:......وَالْغُلُوُّ :وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْمُسْتَحِيْلِ فِي الْعَقْلِ وَالْعَادَةِ ، كَقَوْلِ زُهَيْرٍ :

لَوْكَانَ يَقْعُدُ فَوْقَ الشَّمْسِ مِنْ كَرَمٍ　　قَوْمٌ بِآبَائِهِمْ اَوْ مَجْدِهِمْ قَعَدُوْا

اور غلو: اور وہ یہ ہے کہ ایسی تعریف کریں جو عقلاً وعادۃً دونوں طرح سے محال ہو۔ جیسے زہیر کا قول:

اگر کوئی قوم اپنے باپ اور اپنی بزرگی کی وجہ سے سورج کے اوپر بیٹھ سکتی تو یہ ممدوحین ضرور بیٹھتے۔ ۳۲۷

وَالْمَقْبُوْلُ مِنَ الْغُلُوِّ مَا ضُمَّ اِلَيْهِ مَايُقَرِّبُهُ اِلَى الصِّحَّةِ كَفِعْلِ مُقَارَبَةٍ، اَوْ آدَاةِ فَرْضٍ مِثْلَ كَادَ'وَلَوْ' اَوْ جَاءَ فِيْ مَعْرَضِ هَزْلٍ، كَقَوْلِهِ:

لَكَ اَنْفٌ يَا ابْنَ حَرْبٍ　　اَنِفَتْ مِنْهُ الْاُنُوْفُ

اَنْتَ فِى الْبَيْتِ تُصَلِّى　　وَهُوَ فِى السُّوْقِ يَطُوْفُ

۳۲۶......لاترانی: تشریح شعر: یحیٰ ابن خالد برمکی (۸۰۵ھ) اتنا سخی ہے کہ اگر میں اس کی ہتھیلی چھولوں تو میں بھی سخی بن جاؤں گا، اور میرا مال سخاوت میں ضائع ہوجائے گا۔ اور اس کی سخاوت کی کشش اتنی ہے کہ اگر بخیل بھی یحیٰ کی ہتھیلی کو چھولے تو وہ بھی سخی بن جائے۔

اس شعر میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یحیٰ کی ہتھیلی چھونے سے بخیل بھی سخی ہوجاتا ہے۔ یہ عقلاً تو ممکن ہے، لیکن عادۃً ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اسی مبالغہ کو ''اغراق'' کہتے ہیں۔

۳۲۷......لو کان یقعد: اس شعر میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے باپ دادا کی بزرگی اور کارنامہ کی وجہ سے یا اپنے خود کے شرف و بزرگی کی وجہ سے سورج پر بیٹھ سکتا تو ممدوح کی بزرگی اتنی تھی کہ وہ ضرور سورج پر بیٹھ جاتا۔ تو سورج پر بیٹھنا عقلاً بھی ناممکن ہے اور عادۃً بھی ناممکن ہے۔ ایسے مبالغہ کو غلو کہتے ہیں۔

اور غلو میں مقبول وہ ہے جس میں ایسے الفاظ ملائے گئے ہوں جو اس کو صحت کے قریب کردیں۔ ۳۲۸ جیسے کہ فعل مقاربہ، یا حروف فرض مثلا کا داور لو، یا ایسا غلو جو ھزل کی جگہ پر لایا جائے۔ جیسے کہ اس کا قول:

آپ کی ایسی ناک ہے اے ابن حرب، کہ اس سے بہت سی ناکیں نفرت کرتی ہیں۔ ۳۲۹
آپ گھر میں نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور ناک بازار میں طواف کرتی ہے۔

(۱۷)......اَلتَّلْمِيحُ: وَهُوَ اَنْ يُشَارَ فِيْ اِثْنَاءِ الْكَلَامِ اِلٰى قِصَّةٍ مَعْلُوْمَةٍ وَنَحْوِهَا، كَقَوْلِهٖ:

اِذَا جَاءَ مُوْسٰى وَاَلْقَى الْعَصَا   فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ

تلمیح: ۳۳۰ وہ یہ ہے کہ کلام کے درمیان کسی مشہور قصہ یا اس کے مانند کی طرف اشارہ

۳۲۸......والمقبول من الغلو: غلو یعنی مبالغہ کی وہ قسم مقبول نہیں ہے جو عقلاً و عادۃً بالکل ناممکن ہو بلکہ غلو میں سے صرف وہ مقبول ہے جس میں ایسا کلمہ موجود ہو جو صحت کے قریب کردے۔ مثلاً: غلو میں فعل مقاربہ یا ایسا حرف موجود ہو جو فرض و تسلیم کو بتلاتا ہو۔ مثلاً: کاد، یا لو ہو تو یہ حروف غلو کو صحت سے قریب کردیتے ہیں۔ اس لئے یہ غلو مقبول ہے۔ یا غلو کو ھزل و مذاق وغیرہ کے لئے بولا گیا ہو تو تب بھی وہ غلو مقبول میں داخل ہے۔

۳۲۹......لک انف: انف: ناک۔ اور انف یأنف: نفرت کرنا۔ انف کی جمع انوف ہے۔
اس شعر میں بازار میں ناک کا طواف کرنا عادۃً و عقلاً دونوں ناممکن ہے، اس لئے مقبول ہونے کے لئے اس غلو میں حرف لو وغیرہ لانا چاہئے، لیکن چونکہ ہزل کے لئے استعمال ہوا ہے اس لئے بغیر لو وغیرہ کے بھی ساقط الاعتبار نہیں ہے۔ بلکہ یہ غلو مقبول میں داخل ہے

۳۳۰...... تلمیح: کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے درمیان ایسا جملہ لایا جائے جو مشہور قصہ کی طرف اشارہ کرتا ہو جیسے: اذا جاء موسی الخ: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان جو مشہور قصہ ہے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بات یہ ہے جادوگروں نے اپنے جادو کا سامان ڈالا' پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو اس عصا نے تمام سانپوں کو کھالیا اور جادوگروں کے جادو کا خاتمہ کردیا۔

کردیا جائے۔ جیسے کہ اس کا قول:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور لاٹھی ڈالی، تو جادو اور جادوگر سب باطل ہو گئے۔

وَيَدْخُلُ فِيْ بَابِ التَّلْمِيْحِ اَلْعُنْوَانُ، وَهُوَ اَنْ يَأْخُذَ الْمُتَكَلِّمُ فِيْ غَرْضٍ لَهُ مِنْ وَصْفٍ اَوْ فَخْرٍ وَنَحْوِهِمَا، ثُمَّ يَأْتِيْ لِقَصْدِ تَكْمِيْلِهِ بِاَلْفَاظٍ تَكُوْنُ اِشَارَةً لِاَخْبَارٍ مُتَقَدِّمَةٍ، وَقَصَصٍ سَالِفَةٍ، كَقَوْلِهِ :

وَمَنْ فَعَلَ الْمَعْرُوْفَ مَعَ غَيْرِ اَهْلِهِ يُلَاقِيْ كَمَا لَاقٰى مُجِيْرُ اُمِّ عَامِرٍ

اور باب تلمیح میں ''عنوان'' بھی داخل ہوتا ہے۔۳۳۱ اور عنوان یہ ہے کہ متکلم اپنی کسی غرض مثلاً: تعریف بیان کرنے یا فخر کرنے یا کسی چیز کو بیان کرنے کے لئے کلام شروع کرے، پھر اس کی تکمیل کے لئے کچھ الفاظ لائے جو گذشتہ خبروں یا گذرے ہوئے قصوں کی طرف اشارہ کرے۔ جیسے کہ اس کا قول:

جو غیر اہل میں نیکی کرتا ہے، وہ اس کا بدلہ ایسا ہی پاتا ہے، جیسا کہ بجو کو پناہ دینے والے نے پایا۔۳۳۲

۳۳۱......ویدخل فی باب التلمیح العنوان: کہتے ہیں کہ تلمیح میں ''عنوان'' بھی داخل ہے۔ فن بلاغت میں عنوان اس کو کہتے ہیں: کہ اپنے کلام میں تعریف بیان کررہا ہو یا کسی بات پر فخر بیان کر رہا ہو یا اسی طرح کا کوئی اور مضمون ہو جس کو متکلم بیان کررہا ہو، پھر اس کی تکمیل کے لئے کچھ ایسے الفاظ لائے جائیں جو کسی قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہو۔

۳۳۲......یلاقی: باب مفاعلۃ سے: ملنا۔ مجیر: اجار یجیر سے: اسم فاعل ہے: پناہ دینے والا۔ ام عامر: عربی میں بجو کا لقب ہے۔

واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی کے گھر میں بجو کا بچہ تھا۔ اس آدمی نے اس بجو کے بچے کو دودھ پلا پلا کر جوان کیا، جب وہ بڑا ہوا تو پناہ دینے والے کو ہی پھاڑ ڈالا اور اس کا خون پی لیا۔ گویا کہ نااہل پر احسان کیا تو اس کا

(۱۸)......اَلـنَّـزَاهَةُ :وَهِـيَ اَنْ يَأتِيَ الشَّاعِرُ فِيْ مَعْرَضِ الْهُجُوِ وَمَاشَاكَلَهٗ بِاَلْفَاظٍ مُـحْتَشَمَةٍ مُنَزَّهَةٍ عَمَّا يُخَدِّشُ الْاٰذَانَ الطَّاهِرَةَ، وَيَنْفِرُ مِنْهُ ذَوُوْالْاَطْبَاعِ اللَّطِيْفَةِ ، كَقَوْلِهٖ :

فَغُضَّ الطَّرْفَ اِنَّکَ مِنْ نُمَيْرٍ فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابًا

نزاہۃ: ۳۳۳؎ اور وہ یہ ہے کہ شاعر ہجو وغیرہ کے مقام میں باادب الفاظ لائے، جو پاک کانوں کی سمع خراشی اور لطیف طبیعت والوں کی نفرت سے پاک ہو۔ جیسے کہ اس کا قول

آپ نگاہ جھکالیں، کیونکہ آپ قبیلہ نمیر سے ہیں، نہ قبیلہ کعب کو پہنچ سکتے ہیں اور نہ تو قبیلہ کلاب تک۔ ۳۳۴؎

بدلہ یہ ملا کہ اپنی جان دینی پڑی۔ دوسرے مصرعہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کو ''عنوان'' کہتے ہیں۔

۳۳۳؎......النزاھة: نزاھة اس کو کہتے ہیں: شاعر ہجو تو کرے لیکن ایسے حقیر الفاظ کے استعمال کرنے سے احتراز کرے جن سے باذوق حضرات کی سمع خراشی ہوتی ہو اور اچھی طبیعت کے لوگ ان سے نفرت کرتے ہوں۔ محتشمة: ماخوذ ہے حشم یحشم سے: جس کے معنی ہے شرم کرنا۔ منزھة: نزہ ینزہ سے: دور رکھنا۔ نجات پانا۔ یخدش :خدش یخدش: من باب ضرب یضرب :خراش لگانا۔ سمع خراشی کرنا۔

۳۳۴؎......غضّ: ن سے نگاہ جھکانا۔ طرف: کنارہ، آنکھ۔ نمیر: قبیلہ نمیر۔ کعب اور کلاب یہ بھی قبیلوں کے نام ہیں۔

تشریح شعر: شاعر قبیلہ نمیر کے ایک آدمی کی ہجو کر رہا ہے کہ آپ قبیلہ نمیر جیسے ذلیل قبیلے کے آدمی ہیں، اس لئے آپ کو ہمیشہ نگاہ کو جھکا کر رہنا چاہئے۔ سر اٹھا کر نہیں چلنا چاہئے۔ فضیلت میں نہ تو آپ قبیلہ کعب کو پہنچ سکتے ہیں اور نہ تو قبیلہ کلاب تک پہنچ سکتے ہیں۔ اسی شعر میں شاعر نے ہجو کیا، لیکن باادب الفاظ لائے اور حقیر الفاظ سے احتراز کیا ہے۔ اسی کو صنعت نزاہت کہتے ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْمُحَسَّنَاتِ اللَّفْظِیَّةِ

دوسرا باب ہے محسنات لفظیہ میں

اَلْمُحْسَنَاتُ اللَّفْظِيَّةُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا:

محسنات لفظیہ بہت ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱)...... اَلْجَنَاسُ: وَهُوَ تَشَابُهُ اللَّفْظَيْنِ فِي النُّطْقِ لَا فِي الْمَعْنٰى، وَيَكُوْنُ تَامًّا وَ غَيْرَ تَامٍّ، فَالتَّامُّ مَا اتَّفَقَ لَفْظَاهُ فِي عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَهَيْأَتِهَا وَنَوْعِهَا وَتَرْتِيْبِهَا، نَحْوُ "اَصْلَحْتُ سَاعَةً فِيْ سَاعَةٍ" وَغَيْرُ التَّامِّ: هُوَ مَا اخْتَلَفَ لَفْظَاهُ فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ اَوْهَيْأَتِهَا' اَوْنَوْعِهَا' اَوْتَرْتِيْبِهَا، نَحْوُ "اَلْهَوٰى مَطِيَّةُ الْهَوَانِ' وَاِذَا زَلَّ الْعَالِمُ زَلَّ بِزَلَّتِهِ الْعَالَمُ' وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ' وَالْجَاهِلُ لَايَعْلَمُ مَايَعْمَلُ"

جناس: ۳۳۵ وہ دولفظوں کا بولنے میں مشابہ ہونا ہے نہ کہ معنی میں۔اور جناس تام

۳۳۵......الجناس: جناس کا مطلب یہ ہے کہ دو لفظ معنی کے اعتبار سے الگ الگ ہوں، لیکن تکلم کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں۔اب اگر چار باتوں میں دونوں متفق ہوں تو اس کو "جناس تام" کہتے ہیں۔ اور چار باتوں میں سے تین باتوں میں متفق ہوں، لیکن کسی ایک بات پر متفق نہ ہوں تو اس کو جناس ناقص کہا جائے گا۔وہ چار باتیں یہ ہیں:
(۱): تعداد حروف ایک ہو، (۲): دونوں کی ہیئت ایک ہوں، (۳): دونوں کے حروف کی قسمیں ایک ہوں (۴): اور (دونوں لفظوں کے) حروف کی ترتیب بھی ایک طرح کی ہو تو اس کو جناس تام کہا جائے گا۔جیسے "اصلحت ساعةً فی ساعة" یہاں دونوں ساعۃ کے معنی الگ الگ ہیں، ایک کا معنی گھڑی اور دوسرے کا معنی ہے گھنٹہ۔لیکن تعداد حروف' ہیئت' نوع اور ترتیب حروف ایک جیسی ہے۔اس لئے اس میں جناس تام ہے۔
:...... الھوی مطیة الھوان: تشریح: خواہش نفس کی پیروی کرنے سے آدمی ذلیل ہو جاتا ہے۔اس میں ہوی اور ہوان کی ہیئت، نوع اور ترتیب ایک ہے لیکن تعداد حروف دونوں لفظوں میں کم و بیش ہیں۔اور

بھی ہوتا ہے اور غیر تام بھی۔ تام یہ ہے کہ جس کے دونوں لفظ عدد حروف' اس کی ہیئت' اس کی نوع اور اس کی ترتیب میں متفق ہوں۔ جیسے: میں نے ٹھیک کیا گھڑی کو ایک گھنٹہ میں ۔اور غیر تام: اور وہ یہ ہے کہ اس کے دونوں لفظ مختلف ہوں عدد حروف میں، یا اس کی ہیئت میں یا اس کی نوع میں یا اس کی ترتیب میں۔ جیسے' خواہش نفس ذلت کی سواری ہے۔ جب عالم پھسلے گا تو اس کے پھسلنے سے دنیا پھسل جائے گی۔ اور گھوڑے کی پیشانی میں خیر بندھی ہوئی ہے۔ اور جاہل نہیں جانتا ہے جو وہ عمل کرتا ہے۔

(۲)......وَالسَّجْعُ: وَهُوَ تَوَافُقُ الْفَاصِلَتَيْنِ نَثْرًا فِي الْحَرْفِ الْاَخِيْرِ، نَحْوُ ''لَا تُبَادِرُ بِالْجَوَابِ' قَبْلَ اِسْتِيْفَاءِ الْخِطَابِ''

اور سجع: ۳۳۶ نثر کے آخری حرف میں فاصلے کے موافق ہونے کو سجع کہتے ہیں: جیسے: بات پوری ہونے سے پہلے جواب کی جلدی نہ کریں۔ ۳۳۷

ہوا ن میں حروف کی تعداد ہوی سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اس میں جناس ناقص ہے۔

:......واذا زلّ العالِم زلّ بزلته العالَم: اس میں عالِم اور عالَم کی ہیئت میں فرق ہے، باقی تین چیزوں میں اگرچہ متفق ہیں۔ لہٰذا اس میں بھی جناس ناقص ہوگا۔

:......الخيل معقود بالخير: تشریح: گھوڑا ایسا جانور ہے کہ اس سے خیر ہی حاصل ہوتی ہے تو گویا اس کی پیشانی میں خیر بندھی ہوئی ہے۔ اس میں خیر اور خیل کے درمیان جناس ناقص ہے، کیونکہ نوع حروف میں فرق ہے۔ خیل کے اخیر میں ''ل'' ہے اور خیر کے اخیر میں ''ر'' ہے۔

:......الجاهل لا يعلم مايعمل: اس میں یعلم اور یعمل کے مابین حروف اگرچہ ایک جیسے ہیں اور باقی تین باتوں میں متفق ہیں پھر بھی ترتیب میں فرق ہونے کی وجہ سے اس میں جناس ناقص ہے۔

۳۳۶......نثر میں دو جملوں میں اخیر کے فاصلوں کے متفق ہونے کو سجع کہتے ہیں۔

۳۳۷......لاتبادر: باب مفاعلت سے جلدی کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ استیفاء وفی یفی سے ''پورا پورا لینا''۔ اس جملہ میں خطاب اور جواب کو جملے کے اخیر میں ایک طرح کے لائے۔ اسی طرح فاصلہ لانے کو سجع کہتے ہیں۔

(۳)......اَلۡاِقۡتِبَاسُ: وَهُوَ اَن يُّضَمَّنَ الۡكَلَامُ شَيۡئاً مِنَ الۡقُرۡآنِ وَالۡحَدِيۡثِ عَلٰى وَجۡهٍ لَايَكُوۡنُ فِيۡهِ اَشۡعَارٌ بِاَنَّهُ مِنۡهُمَا،نَحۡوُ ''لَا تَتَّخِذُوا الدُّنۡيَاالۡفَانِيَةَ سُوۡقًا' اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا'اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّيَّاتِ' فَلَا تَفۡعَلَنَّ شَيۡئاً رِيَاءً لِلۡمَخۡلُوۡقَاتِ''

وَلَابَأۡسَ بِتَغۡيِيۡرٍ يَسِيۡرٍ فِى اللَّفۡظِ الۡمُقۡتَبَسِ لِلۡوَزۡنِ اَوۡ غَيۡرِهٖ، كَقَوۡلِهٖ:

وَلَيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى   نَعَمۡ'وَاِنَّ سَعۡيَهُ سَوۡفَ يُرٰى

اور اقتباس: ۳۳۸ اور وہ یہ ہے کہ کلام میں قرآن وحدیث کے جملوں کی اس طرح تضمین کی جائے پتہ نہ چلے کہ یہ قرآن وحدیث کے جملے ہیں۔ جیسے' فانی دنیا کو بازار نہ بناؤ' یقیناً باطل مٹنے والا ہی ہے۔ ۳۳۹ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس لئے کوئی کام مخلوقات کو دکھلانے کے لئے نہ کریں۔

جن الفاظ کا اقتباس کیا ہے وزن شعر وغیرہ کے لئے، ان میں تھوڑی سی تبدیلی سے کوئی حرج نہیں۔ جیسے اس کا قول:

نہیں انسان کے لئے مگر جو اس نے کمایا، ہاں وہ اپنی کوشش کا ثمرہ ضرور دیکھے گا۔ ۳۴۰

۳۳۸...... الاقتباس: قرآن مجید اور حدیث پاک ﷺ کے جملوں کو اپنے کلام میں اس طرح شامل کر لینا کہ یہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ قرآن مجید اور حدیث پاک کے جملے ہیں۔ اس کو اقتباس کہتے ہیں۔
مقتبس بہ میں وزن شعر وغیرہ کی ضرورت کی وجہ سے تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے تو شاعر وہ بھی کر سکتا ہے، لیکن شاعر زیادہ تبدیلی نہیں کر سکتا ہے۔ اگر زیادہ تبدیلی کرے گا تو اقتباس کے باب سے نکل کر عقد کے باب میں داخل ہو جائے گا۔ عقد کی تعریف آگے آ رہی ہے۔

۳۳۹......ان الباطل الخ: یہ پورا جملہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ جس کو شاعر نے اپنے کلام میں اس طرح تضمین کر لیا ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ قرآن مجید کا جملہ ہے۔ اور انما الاعمال بالنیات: یہ حدیث پاک کا ٹکڑا ہے۔ اس کو شاعر نے اپنے کلام میں اس طرح تضمین کیا ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ حدیث پاک کا جملہ ہے۔

۳۴۰......ان سعیہ سوف یری: یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ جس کو اقتباس کہتے ہیں۔ لیکن وزن کا

فَائِدَۃٌ

اِنْ غُيِّـرَ الْـمُـقْتَبَسُ تَغْيِيْرًا كَثِيْرًا، خَرَجَ عَنْ بَابِ الْاِقْتِبَاسِ اِلٰى بَابِ الْعَقْدِ، وَ هُوَ اَنْ يَّعْمِدَ النَّاظِمُ اِلٰى كَلَامٍ مَنْثُوْرٍ فَيَنْظِمُهُ مُتَصَرِّفًا فِيْهِ بِمَا يُلَائِمُ الْوَزْنَ مِنْ تَغْيِيْرٍ وَ تَقْدِيْمٍ وَتَاْخِيْرٍ وَحَذْفٍ وَ نَحْوُ ذَالِكَ، كَقَوْلِهٖ:

كَـفٰـى حَـزَنًا بِدَفْنِكَ ثُمَّ اِنِّى   نَفَضْتُ تُرَابَ قَبْرِكَ عَنْ يَدَيَّا
وَكَانَتْ فِيْ حَيَاتِكَ لِيْ عِظَاتٌ   فَـاَنْتَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْكَ حَيًّا

فَـاِنَّـهُ عَـقَـدَ فِيْ عَجُزِ الْبَيْتِ الثَّانِيْ قَوْلَ اَحَدِ الْحُكَمَاءِ، لَمَّا مَاتَ الْاِسْكَنْدَرُ: ”كَانَ الْمَلِكُ اَمْسِ اَنْطَقَ مِنْهُ الْيَوْمَ، وَهُوَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْهُ اَمْسِ“

اگر اقتباس شدہ جملہ میں بہت زیادہ تبدیلی کی جائے تو وہ اقتباس کے باب سے نکل کر عقد کے باب میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور عقد یہ ہے کہ نظم کہنے والا کلام نثر کو لے، پھر اس میں وزن کے مطابق تقدیم و تاخیر اور حذف وغیرہ کا تصرف کر کے نظم بنائے اور اس جیسی کوئی اور تبدیلی کرے۔ ۳۴۱ جیسے کہ اس کا قول:

آپ کے دفن کا غم کافی ہے، پھر میں نے آپ کے قبر کی مٹی اپنے دونوں ہاتھوں سے جھاڑی۔ ۳۴۲

خیال کرتے ہوئے اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔

۳۴۱......العقد: عقد اس کو کہتے ہیں کہ شاعر کسی کے نثر کو لے اور اس میں تبدیلی کر کے اس کو نظم بنالے، اور وزن کی مناسبت کے لئے اس میں حذف، تقدیم اور تأخیر وغیرہ بھی شاعر کر سکتا ہے۔

۳۴۲......نفضت: جھاڑنا۔ نفض التراب: مٹی جھاڑنا۔ عظات مشتق ہے 'وعظ یعظ' سے نصیحت کی چیزیں۔ اور عظات 'عظۃ' کی جمع ہے۔ عجز البیت: بیت کے اخیر میں۔ عجز: پچھلا حصہ۔

تشریح شعر: آپ کو دفن کر کے ہاتھ سے مٹی جھاڑ دی تو آج مجھ پر غم کا بوجھ ہے۔ آپ ہمیں زندگی میں نصیحت کیا کرتے تھے لیکن آج آپ کی موت کل سے زیادہ عبرت کی چیز اور نصیحت کی چیز ہے۔

آپ کی زندگی میں میرے لئے نصیحتیں تھیں، تو آج آپ زندگی سے بڑھ کر ناصح ہیں۔
سکندر کے انتقال کے وقت کسی حکیم کے کہے ہوئے قول کو دوسرے مصرعہ کے آخر میں شامل کرلیا (وہ قول یہ تھا)

بادشاہ کل گذشتہ آج سے زیادہ بولنے والے تھے اور وہ آج کل سے زیادہ ناصح ہیں۔۳۴۳

(۴)......اَلْحَلُّ :وَهُوَاَن يَّعْمِدَ الْكَاتِبُ اِلٰى مَانَظَمَهُ غَيْرُهُ ، فَيَرْوِيَهِ بِالنَّثْرِ ' بِلَفْظِهٖ اَوْ بِبَعْضِهٖ ،نَحْوُ قَوْلِهٖ:''اَلْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَأجُوْرَةٌ' وَمَكْرُمَةٌ مَأثُوْرَةٌ' وَمَعَ هٰذَا فَنَحْنُ الْمَرْضٰى' وَنَحْنُ الْعُوَّادُ' وَكُلُّ وَدَادٍ لَايَدُوْمُ لَيْسَ بِوَدَادٍ''حَلَّ فِيْهِ قَوْلُ الْقَائِلِ :

اِذَامَرِضْنَااَتَيْنَاكُمْ نَعُوْدُكُمْ وَتُذْنِبُوْنَ فَنَأتِيْكُمْ وَنَعْتَذِرُ

حل:۳۴۴ اور وہ یہ ہے کہ کاتب دوسرے کے شعر کو لے، اور اس کو نثر میں منتقل کردے، سب الفاظ وہی ہوں یا بعض الفاظ وہی ہوں۔ جیسے کہ اس کا قول: بیمار پرسی کرنا اجر وثواب والی سنت ہے۔ منقول عزت کی چیز ہے۳۴۵ اور اس کے باوجود ہم ہی مریض

۳۴۳......فانه عقد : سکندر کا جس وقت انتقال ہوا تو کسی حکیم نے نثر میں کہا: كان الملك امس الخ ''بادشاہ کل زیادہ بولتے تھے لیکن آج اس کی موت زیادہ عبرت خیز اور ناصح ہے''۔
اسی نثر کو کسی شاعر نے نظم میں تبدیل کردیا جو''انت اليوم اوعظ منک حيّا '' کی شکل میں موجود ہے اور نثر سے نظم میں لے جانے کے لئے جو جو تبدیلی کرنی ضروری تھی وہ تبدیلی بھی پوری کردی گئی، اسی کو عقد کہتے ہیں۔ عقد کے معنی پرونے کے ہیں، چونکہ نثر کو نظم میں پیرو دیا گیا ہے، اسی لئے اس کو عقد کہتے ہیں،
۳۴۴......الحل: حل کا معنی کھولنا ہے۔ حل عقد کی نقیض ہے۔ عقد میں نثر کو نظم میں منتقل کرتے ہیں اور حل میں نظم کو نثر میں منتقل کرتے ہیں۔ جیسے: اذا مرضنااتيناكم الخ نظم تھی، اس کو العيادة سنة ماجورة الخ سے نثر میں منتقل کردیا۔ گویا کہ نظم کو کھول کر نثر میں رکھ دیا۔
۳۴۵......مکرمۃ: عزت کی چیز۔ مأثورۃ: اثر سے اسم مفعول کا صیغہ۔ نقل کی ہوئی چیز، حدیث وغیرہ۔ حدیث مأثور: وہ بات جو قرناً بعد قرنٍ نقل ہوتی چلی آئے۔

ہیں، اور ہم ہی تیماردار ہیں اور ہر وہ دوستی جو دائمی نہ ہو دوستی نہیں ہے۔ اس میں شاعر کے اس قول کو نثر کیا ہے:

جب ہم بیمار ہوتے ہیں، پھر بھی ہم آپ کی عیادت کے لئے آتے ہیں اور آپ غلطی کرتے ہیں تب بھی ہم ہی آپ سے معذرت کرتے ہیں۔ ۳۴۶

(۵)......اَلتَّضْمِیْنُ، اَوِ الْاِیْدَاعُ، اَوِ الْاِسْتِعَانَۃُ: وَھُوَ اَنْ یُّضَمِّنَ النَّاظِمُ شِعْرَہٗ شَیْئًا مِنْ شِعْرِ غَیْرِہٖ، بَعْدَ اَنْ یُؤْطِیَ لَہٗ تَوْطِئَۃً حَسَنَۃً تُلْحِمُہٗ بِکَلَامِہٖ وَیَکُوْنُ بِبَیْتٍ اَوْ بِبَعْضِ بَیْتٍ کَقَوْلِہٖ:

اِیَّاکَ یَعْنِیْ مَنْ غَدَا مُتَنَاشِدًا بَیْتًا رَوَوْہُ عَلٰی مُرُوْرِ الْاَعْصُرِ

وَاِذَا تُبَاعُ کَرِیْمَۃٌ اَوْ تُشْتَرٰی فَسِوَاکَ بَائِعُھَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِی

وَقَوْلُ الْآخَرِ:

عَلٰی اِنِّی سَاُنْشِدُ عِنْدَ بَیْعِیْ اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا

وَلَا بُدَّ مِنَ التَّنْبِیْہِ عَلَی الْمُضَمَّنِ، مَالَمْ یَکُنْ مِنْ شِعْرٍ مَشْھُوْرٍ لَدَی الْاُدَبَاءِ،

تضمین یا ایداع یا استعانت: ۳۴۷ اور وہ یہ ہے کہ نظم لکھنے والا اپنے شعر میں غیر کا

۳۴۶......نعود کم: عاد یعود عیادۃً: بیمار پرسی کرنا۔ اَذْنَبَ یُذْنِبُ اِذْنَابًا: گنہگار ہونا۔

تشریح شعر: مطلب یہ ہے کہ ممدوح اتنا دردمند ہے کہ ہماری بیماری ممدوح کی بیماری بن جاتی ہے۔ اس لئے جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو گویا ممدوح ہی بیمار ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم ممدوح کو بیمار سمجھ کر ہم عیادت کے لئے آجاتے ہیں۔ اور ممدوح کی غلطی ہماری غلطی ہوتی ہے، اس لئے جب ممدوح کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ غلطی ہماری ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہم ممدوح ہی کے پاس معذرت کے لئے آجاتے ہیں۔ اس شعر کے بعض حصے کو مذکورہ بالا نثر میں منتقل کیا ہے۔ اس لئے اس کو حل کہتے ہیں۔

۳۴۷......التضمین: ایداع اور استعانت تینوں تقریباً ایک ہی ہیں۔ اور ان تینوں کا مطلب یہ ہے کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کے شعر یا مصرعہ کو اپنے شعر میں شامل کردے اور اس کے شروع میں ایک اچھی

شعر داخل کر دے، اس کے بعد کہ اس کے لئے ایک اچھی تمہید لائے جو اس کے کلام کو غیر کے کلام سے ملا دے۔ تضمین پوری بیت کی بھی ہوتی ہے اور بعض کی بھی، جیسے کہ اس کا قول

تجھ کو ہی مراد لیتا ہے جو کوئی اس شعر کو پڑھتا ہے جس کو لوگ ایک زمانے سے روایت کرتے آرہے۔ ۳۴۸

جب کوئی بزرگی کی چیز بیچی جاتی ہے یا خریدی جاتی ہے، تو آپ کے علاوہ اس کو بیچنے والا ہوتا ہے اور آپ خریدنے والے ہوتے۔

اور دوسرے کا قول:

میں اپنے بیچے جانے کے وقت یہ شعر پڑھوں گا، ان لوگوں نے مجھ کو ضائع کیا' کس عظیم نوجوان کو ضائع کیا۔ ۳۴۹

تمہید باندھے اور دوسرے شاعر کے شعر کو یا مصرعہ کو اس میں شامل کر دے۔ جیسے کہ واذا تباع کریمۃ یہ پورا شعر کسی دوسرے شاعر کا ہے، اس کے لئے پہلے ایاک مَن غدا' سے تمہید باندھی اور واذا تباع کریمۃ کو اس کے ساتھ ملا دیا۔ اور اسی کو تضمین' کہتے ہیں۔

۳۴۸...... متناشدًا: تَنَاشَدَ يَتَنَاشَدُ تَنَاشُدًا سے شعر پڑھنا۔ متناشدًا: شعر پڑھنے والا۔ رَوَوْا: جمع مذکر غائب، رَوٰى يَرْوِىْ رِوَايَةً، لفیف مقرون، روایت کرنا۔ کریمۃ: شرافت کی چیز۔

تشریح شعر: ایک زمانے سے لوگ واذا تباع کریمۃ او تشتری پڑھتے چلے آرہے ہیں اور اس سے صرف آپ ہی کی ذات کو مراد لیتے ہیں کہ آپ ہی ایک ایسی عظیم الشان شخصیت ہیں کہ جب کبھی بھی کوئی بزرگی کی چیز بیچی جاتی ہے تو آپ کے علاوہ لوگ بیچنے والے ہوتے ہیں اور آپ بزرگی کو خریدنے والے ہوتے ہیں۔ اس شعر میں۔

واذا بتاع کریمۃ او تشتری فسواک بائعها وانت المشتری

کسی اور شاعر کا شعر ہے۔ اس دوسرے شاعر نے اس کے اس شعر کو اپنے شعر میں ملا کر تضمین کی ہے۔

۳۴۹...... اَنْشَدَ يُنْشِدُ اِنْشَادًا: سے شعر پڑھنا، اُنْشِدُ: فعل مضارع، واحد متکلم۔ اضاعوا: انہوں نے ضائع کیا۔ ای فتی ضاعوا: یہ تعجب کا صیغہ ہے۔ یعنی کس عظیم نوجوان کو بیچ کر ضائع کیا۔

جس شعر کو شامل کیا گیا ہے اس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے جبکہ ادباء کے نزدیک وہ شعر مشہور نہ ہو۔[۳۵۰]

(۶)...... سَرَقَاتُ الْكَلَامِ: وَهِيَ اَنْ يَأخُذَ النَّاثِرُ وَالشَّاعِرُ مَعْنًى لِغَيْرِهِ بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ، وَهُوَ النَّسْخُ وَالْاِنْتِحَالُ، كَقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الشَّاعِرِ مُنْتَحِلًا بَيْتَيْ مُعْنٍ، وَهُمَا

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ اَخَاكَ وَجَدْتَّهُ ... عَلٰى طَرَفِ الْهِجْرَانِ اِنْ كَانَ يَعْقِلُ

وَيَرْكَبُ حَدَّ السَّيْفِ مِنْ اَنْ تَضِيْمَهُ ... اِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ شَفْرَةِ السَّيْفِ مَزْحَلُ

سرقات کلام:[۳۵۱] اور وہ یہ ہے کہ نثر نگار یا شاعر دوسرے کے معنی کو بغیر کسی تبدیلی کے لے لے، اس کو نسخ اور انتحال کہتے ہیں۔ جیسے کہ عبداللہ بن زبیر شاعر کا قول کہ انہوں نے معن کے دو بیت کو اپنی طرف منسوب کر کے کہا'[۳۵۲] اور وہ دو بیت یہ ہیں:

اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کریں گے، تو اگر وہ عقلمند ہے تو آپ

اس شعر میں اضاعونی وای فتی اضاعوا کسی دوسرے شاعر کا مصرعہ ہے، اس مصرعہ پر سانشد عند بیعی کو تضمین کیا گیا ہے۔ اس شعر میں صرف آخری مصرعہ پر تضمین کی گئی ہے۔ اضاعونی کے بعد دوسرا مصرعہ اس طرح ہے: لیوم کریهة وسداد ثغری۔ (علوم البلاغۃ ص ۳۳۵)

[۳۵۰]...... ولا بد من التنبيه: جس شعر پر تضمین کی گئی ہو اس کے متعلق یہ بتلانا ضروری ہے کہ یہ دوسرے کا شعر ہے تا کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو، ہاں اگر تضمین شدہ شعر مشہور ہے اور ادباء اور اس فن کے جاننے والے ماہرین اس کو جانتے ہیں تو اب اس کی وضاحت کرنا ضروری نہیں ہے، لوگ خود ہی سمجھ لیں گے کہ یہ دوسرے کا شعر ہے جس کی تضمین کی گئی ہے۔

[۳۵۱]...... سرقات الكلام: سرقات کلام یہ ہے کہ نثر نگار یا شاعر دوسرے کے کلام کو لے کر بغیر کسی تبدیلی کے اپنی جانب منسوب کر دے، اور یہ نہ بتائے کہ ''یہ دوسرے کا کلام ہے'' تو اس کو ''سرقات کلام کہتے ہیں''۔ اور اسی کو نسخ اور انتحال بھی کہتے ہیں۔

[۳۵۲]...... منتحلًا: مأخذ نحل ينحل ہے۔ باب افتعال کا صیغہ ہے: غیر کے شعر کو اپنی طرف منسوب کرنا۔

ان کو جدائی کے کنارے پائیں گے۔۳۵۳

اور وہ تلوار کی دھار پر سوار ہو جائے گا، اس سے کہ آپ ان پر ظلم کریں جبکہ وہ تلوار کی دھار سے الگ ہونے کا کوئی راستہ نہیں پائے گا۔

اَوْبِتَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ، كَانْ تُبَدَّلَ الْاَلْفَاظُ بِمَا يُرَادِفُهَا اَوْ بِمَا يُضَادُّهَا فِي الْمَعْنٰى، كَمَا لَوْ قِيْلَ فِيْ بَيْتِ حَسَّانٍ:

بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَرِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ شَمُّ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

سُوْدُ الْوُجُوْهِ لَئِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ فُطْسُ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْآخَرِ

یا تھوڑی سی تبدیلی کر کے (اپنی طرف منسوب کرے)۳۵۴ اس طرح کہ الفاظ کو ان کے مرادف الفاظ سے بدل دیا جائے یا مبائن المعنی الفاظ سے۔ جیسا کہ حسان بن ثابت

۳۵۳......طرف الهجران: جدائی کے کنارہ پر۔ حد: کنارہ۔ حد السیف: تلوار کی دھار۔ تضیم ضام یضیم من ضرب یضرب: ظلم کرنا۔ شفرۃ: دھار۔ مزحل زحل یزحل سے اسم ظرف ہے: کنارہ ہونے کی جگہ، الگ ہونے کا راستہ۔

تشریح شعر: اگر آپ بھائی کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کریں گے تو وہ آپ کے مقابلہ پر آجائے گا، اگر اس کو مرنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا تو وہ کٹ مرنے کے لئے بھی تیار ہو جائے گا۔

یہ دونوں شعر معن نام کے شاعر کے ہیں لیکن عبد اللہ بن زبیر نے ان کو اپنی طرف سے پڑھا اور اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ شاعر معن کا شعر ہے۔ اسی لئے اس کو نسخ اور انتحال کہتے ہیں۔

۳۵۴......تغییر یسیر: اشعار میں تھوڑی بہت تبدیلی اس طرح کی جائے کہ پہلے شعر میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان الفاظ کے مترادف الفاظ لے آئے یا معنی میں اس کے متضاد الفاظ لے آئے، پھر ان اشعار کو اپنی طرف منسوب کر دے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا اشعار میں ہوا ہے۔ پہلے شعر میں بیض الوجوہ کی جگہ پر سود الوجوہ، اور کریمۃ احسابھم کی جگہ پر لئیمۃ احسابھم، اور شم الانوف کی جگہ فطس الانوف اور طراز الاول کی جگہ پر طراز الآخر کے الفاظ متضادہ لے آئے۔ گویا کہ متضاد الفاظ لا کر اشعار میں تبدیلی کی گئی ہے۔

(رضی اللہ عنہ) کے شعر میں کہا گیا:

سفید چہرے والے اچھے نسب والے اونچی ناک والے پہلے طرز کے آدمی ہیں۔۳۵۵

کالے چہرے والے، برے نسب والے، چپٹی ناک والے، بعد کے طرز کے آدمی ہیں۔

فَاِنْ اَخَذَ بَعْضَ اللَّفْظِ، وَكَانَ الْكَلَامُ الثَّانِیْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ ، دُعِیَ اِغَارَةً وَ مَسْخًا، كَمَا قَالَ اَبُو الطِّيِّبِ الْمُتَنَبِّیْ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ تَمَامٍ :

هَيْهَاتَ لَايَأْتِی الزَّمَانُ بِمَثْلِهٖ　　اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهٖ لَبَخِيْلُ

اَعْدَى الزَّمَانُ سَخَائَهٗ فَسَخَا بِهٖ　　وَلَقَدْ يَكُوْنُ بِهِ الزَّمَانُ بَخِيْلًا

تو اگر لے جائے بعض الفاظ اور کلام ثانی پہلے سے کمتر ہو گیا یا اس کے برابر ہو گیا تو اغارہ اور مسخ کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابو الطیب متنبّی نے کہا ابی تمام کے قول میں:

دور کی بات ہے زمانہ اس قسم کے آدمی پیدا نہیں کرے گا، یقیناً زمانہ اس طرح کہ آدمی پیدا کرنے میں بخیل ہے۔۳۵۶

۳۵۵......شم الانوف: شم: من باب نصر: سونگھنا، تکبر کرنا۔ شم الانوف: اونچی ناک والے۔ سود الوجوہ: کالے چہرے والے مراد ہیں: فطس الانوف: چپٹی ناک والے۔

مذکورہ بالا اشعار کے پہلے شعر کے الفاظ کے مقابلہ میں دوسرے شعر میں متضاد الفاظ لائے گئے اور ان متضاد الفاظ کے ذریعہ دوسرے شعر میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اور اپنی طرف منسوب کر کے نسخ اور انتحال کیا ہے۔

۳۵۶......هیهیات لایأتی: دور ہوا۔ اعدی یعدی اعداء: متعدی ہونا۔

تشریح شعر: اعدی الزمان: میرا ممدوح اتنا سخی ہے کہ زمانے کو بھی اس کی سخاوت کی چھوت (کی بیماری) لگ گئی ہے۔ تو اس نے ممدوح کو سخاوت کر دیا، حالانکہ زمانہ اس کی سخاوت کرنے میں بخیل تھا۔ اس شعر میں اعدی الزمان سخاؤہ پہلے شعر هیهات لایأتی الزمان کا چربہ ہے۔ اس دوسرے شعر میں

زمانہ کو اس کی سخاوت کی چھوت لگ گئی تو زمانہ نے بھی اس کی سخاوت کر دی (یعنی پیدا کر دیا) اور زمانہ بلاشبہ اس کے ساتھ بخیل تھا۔

اَوْ يُؤخَذُ الْمَعْنٰى وَحْدَهُ، وَيَكُوْنُ الثَّانِیْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ، وَهٰذَا يُسَمّٰى اِلْمَامًا وَسَلْخًا، كَقَوْلِ اَبِیْ تَمَامٍ:

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِی الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا — اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّهُ لَايُحْمَدُ

وَقَدْ كَانَ يُدْعٰى حَامِلُ الصَّبْرِ حَازِما — فَاَصْبَحَ يُدْعٰى حَازِمًا حِيْنَ يَجْزَعُ

یا صرف معنی لیا جائے اور کلام ثانی کلام اول سے کمتر (گھٹیا) یا اس کے مساوی ہو جائے، تو اس کا نام المام اور سلخ رکھا جاتا ہے۔ جیسے کہ ابی تمام کا قول: (بعض شعراء کے اس شعر پر)

اور صبر کی تعریف کی جاتی ہے ہر جگہ میں مگر آپ (کی وفات) پر، تو یقیناً اس کی تعریف نہیں کی جاتی ہے۔

اور حامل صبر کو عقلمند کہا جا رہا تھا، پھر ایسا ہوا کہ اس کو عقلمند کہنے لگے جو (آپ کے لئے) گریہ وزاری کرے۔ ۳۵۷

پہلے شعر کا معنی لیا گیا ہے۔ البتہ دوسرا شعر پہلے شعر سے کم درجہ کا ہے۔ اس لئے کہ شاعر کو ماضی کا صیغہ لانا چاہئے تھا لیکن شعر کے وزن کے لئے مضارع کا صیغہ لایا گیا۔ اس لئے یہ اغارہ اور سلخ ہے۔

۳۵۷...... حازمًا: مستقل مزاج، عقلمند۔ جزع یجزع: گریہ وزاری کرنا، رونا۔

تشریح شعر: ہر جگہ صبر کرنے کی تعریف کی جاتی ہے لیکن ممدوح اتنا عظیم ہے کہ اس کے انتقال پر صبر کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ وہاں صبر ٹھیک نہیں ہے۔ وقد کان یدعی: ایک زمانے سے حامل صبر کو عقلمند اور مستقل مزاج کہا جاتا رہا ہے لیکن ممدوح آپ کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے آپ پر گریہ وزاری کرنے والے کو ہی عقلمند اور مستقل مزاج کہا جانے لگا ہے۔ اس شعر کے دوسرے شعر میں پہلے شعر کا معنی لیا گیا ہے اور دوسرا شعر پہلے شعر کا مساوی ہے اور اس کے اندر المام اور سلخ ہوا ہے۔ (وقد کان الخ یہ ابو تمام کا قول ہے)

خَاتِمَۃٌ

فِیْ حُسْنِ الْاِبْتِدَاءِ وَالتَّخَلُّصِ وَالْاِنْتِهَاءِ

(خاتمہ) حسن ابتداء، حسن تخلص اور حسن انتہاء کے بارے میں ہے۔

(۱)......حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ :هُوَ اَنْ يُجْعَلَ اَوَّلُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ، حُسْنَ السَّبْكِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى، كَقَوْلِهٖ:

طَلَعْتُمْ بُدُوْرًا فِیْ اَعَزِّ الْمَطَالِعِ   فَبَشَّرَنِیْ قَلْبِیْ بِسَعْدِ طَوَالِعِیْ

وَاِنْ كَانَ فِيْهِ اِشَارَةٌ لَطِيْفَةٌ اِلَى الْمَقْصُوْدِ اِزْدَادَ بِهَا حُسْنًا، وَسُمِّیَ بِبَرَاعَةِ الْاِسْتِهْلَالِ، كَقَوْلِهٖ فِی التَّهْنِئَةِ بِالشِّفَاءِ مِنْ مَرَضٍ:

اَلْمَجْدُ عُوْفِیَ اِذْ عُوْفِيْتَ وَالْكَرَمُ   وَزَالَ عَنْكَ اِلٰى اَعْدَائِكَ السُّقْمُ

حسن ابتدا ۳۵۸ اور وہ یہ ہے کہ اول کلام کو شیریں الفاظ، اچھی ساخت اور صحیح معنی سے شروع کیا جائے، جیسے اس کا قول:

آپ لوگ اونچے مطلع پر چودھویں کے چاند کی طرح طلوع ہوئے، تو میرے دل نے خوشخبری دی نیک فال کی۔ ۳۵۹

۳۵۸......حسن الابتداء: کلام میں حسن ابتدا یہ ہے کہ کلام کو شیریں الفاظ، اچھی ساخت، بلند خیالات اور صحیح معنی سے شروع کیا جائے۔ جیسے: طلعتم بدوراً الخ میں کلام کو کتنے اچھے، عمدہ اور بہترین الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور کس خوبصورتی سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۳۵۹......اعز المطالع: اعز: باعزت اور پیاری چیز۔ اعز المطالع: مطلعوں میں اونچا مطلع۔ سعد طوالع: ستارہ کے طلوع ہونے سے نیک فالی اور بد فالی لینے کو سعد الطوالع کہتے ہیں۔

تشریح شعر: ممدوح کی تشریف آوری پر تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: آپ کی آمد ایسی معلوم ہوتی ہے کہ علو مطلع پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہو۔ اس لئے میرے دل نے نیک فالی کی خوشخبری دی۔

اور اگر اس میں مقصود کی طرف لطیف اشارہ ہو تو اس سے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس کو براعت استہلال کہتے ہیں،۳۶۰ جیسے مرض سے شفایابی پر مبارک بادی دیتے ہوئے شاعر کا قول:

جب آپ شفایاب ہوئے تو شرافت اور کرم بھی شفایاب ہو گئے، اور بیماری آپ سے زائل ہو کر آپ کے دشمن کی طرف چلی گئی۔۳۶۱

(۲)......**حُسْنُ التَّخَلُّصِ: هُوَ الْاِنْتِقَالُ مِمَّا افْتَتَحَ بِهِ الْكَلَامُ اِلَى الْغَرْضِ الْمَقْصُوْدِ بِرَابِطَةٍ تُجْعَلُ بَعْضُهُ آخِذًا بِرِقَابِ بَعْضٍ، كَقَوْلِهِ:**

خَلِيْلَيَّ اِنِّيْ لَا اَرٰى غَيْرَ شَاعِرٍ ۔۔۔ فَكَمْ مِنْهُمُ الدَّعْوٰى وَمِنِّى الْقَصَائِدُ

فَلَا تَعْجَبَا اِنَّ السُّيُوْفَ كَثِيْرَةٌ ۔۔۔ وَلٰكِنْ سَيْفُ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ وَاحِدٌ

حسن تخلص:۳۶۲ اور وہ یہ ہے کہ منتقل ہونا اس سے جس سے کلام کو شروع کیا گیا ہے مقصود کی غرض کی طرف ایسے رابطے کے ساتھ جو بعض کو بعض سے پیوستہ کر دے۔ جیسے اس کا (یعنی متنبّی کا) قول:

۳۶۰...... براعت استہلال: شروع کلام میں مقصود کی طرف لطیف اشارہ کرنے کو براعت استہلال کہتے ہیں۔

۳۶۱......عوفی: فعل مجہول، مفاعلۃ سے، عافی یعافی معافاۃً۔ معاف کرنا، مرض سے شفایاب ہونا۔
تشریح شعر: آپ بیماری سے شفایاب ہوئے تو اب آپ خوب سخاوت اور کرم کا اظہار کریں گے۔ تو گویا کہ آپ کے مرض سے سخاوت بیمار ہو گئی تھی اور اب آپ کے شفا ہونے سے سخاوت بھی شفایاب ہو گئی ہے۔ اس میں شاعر نے اپنے مقصد کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے کہ میں آپ کی سخاوت کا محتاج ہوں۔ یہی براعت استہلال ہے۔

۳۶۲......حسن تخلص کا مطلب یہ ہے کہ کلام کو آہستہ آہستہ اپنے مقصود کی طرف لے جایا جائے۔ اس طرح کہ پورا کلام ایک لڑی کی طرح معلوم ہو۔ اور کلام کہیں سے ٹوٹنے نہ پائے۔

اے میرے دونوں دوستو، میں ایک کے سوا کسی کو شاعر نہیں سمجھتا، کیونکہ ان میں سے کتنے ہی لوگوں کے صرف دعوے ہیں اور میرے تو اچھے اچھے قصائد ہیں۔

آپ لوگ تعجب نہ کریں کہ تلواریں تو بہت ہیں، لیکن اس زمانے میں حکومت کی تلوار ایک ہی ہے۔[۳۶۳]

(۳)......حُسْنُ الْاِنْتِهَاءِ :هُوَ اَنْ يُجْعَلَ آخِرُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ حُسْنَ السَّبْكِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى، تَامَّ الْفَائِدَةِ ، كَقَوْلِهٖ:

وَاَنْتَ جَدِيْرٌ اِذْ بَلَغْتُکَ بِالنَّدٰى   وَاِنِّی بِمَا اَمَّلْتُ مِنْکَ جَدِيْرُ

فَاِنْ تُوْلِنِیْ مِنْکَ الْجَمِيْلُ فَاَهْلُهٗ   وَاِلَّا فَـاِنِّــیْ عَـاذِرٌ وَشَكُوْرُ

وَاِذَا اشْتَـمَـلَ عَـلٰى مَايَشْعُرُ بِالْاِنْتِهَاءِ، اِزْدَادَ حُسْنًا وَيُسَمّٰى بِبَرَاعَةِ الْمَقْطَعِ، كَقَوْلِهٖ:

حَسُنَ ابْتِدَائِی بِهٖ اَرْجُو التَّخَلُّصَ مِنْ   نَارِ الْجَحِيْمِ وَهٰذَا حُسْنُ مُخْتَتَمِیْ

حسن انتہاء: اور وہ یہ ہے کہ اخیر کلام میں شیریں الفاظ، حسین ساخت اور صحیح معنی اور فائدے سے بھرپور کلام لایا جائے۔ جیسے اس کا (یعنی ابی نواس کا) قول:

جب کہ میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ بخشش کرنے کے لائق ہیں، اور میں آپ سے جو کچھ امیدیں باندھوں، میں ان کے لائق ہوں۔[۳۶۴]

---

[۳۶۳]......سیف الدولۃ: اپنے زمانہ کا بادشاہ ہے۔ اور متنبّی کا ممدوح ہے۔
اس شعر میں متنبّی نے اپنی تعریف کی اور دوسروں کی ہجو کی، اس طرح کہ میرے علاوہ کوئی شاعر نہیں۔ پھر بڑے لطیف انداز میں اپنے مقصد کی طرف آئے ہیں، اور کلام کو پہلے ہی قالب میں ڈھال کر کہا کہ: اسی طرح سیوف بہت ہیں لیکن سیف الدولہ صرف ایک ہی ہے۔ اسی حسن اسلوبی سے مقصد کی طرف منتقل ہونے کو "حسن تخلص" کہتے ہیں۔

[۳۶۴]......جدیر: لائق۔ بالندی: یہ جدیر کے متعلق ہے۔ ندی: تری، بخشش، نرمی اور شبنم۔ املت : امل

تو اگر آپ مجھے اپنے احسان کا مالک بنائیں تو آپ اس کے اہل ہیں۔ اور اگر نہ دیں تو میں آپ کو معذور سمجھنے والا اور مشکور ہوں۔

اور جب کلام ایسے الفاظ پر شامل ہو جو اتمام کی خبر دیتے ہوں تو اس کا حسن دوبالا ہو جائے گا، اور اس کو براعت مقطع کہتے ہیں۔ ۳۶۵ جیسے کہ اس کا قول:

میں اپنی حسین ابتداء سے نار جہنم سے چھٹکارا چاہتا ہوں اور یہ میرا احسن اختتام ہے۔ ۳۶۶

اَسْئِلَةٌ

(۱): اُذْكُرْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ اللَّفْظِيَّةِ؟ (۲): مَاهُوَ الْجَنَاسُ؟ (۳): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْجَنَاسِ التَّامِّ وَغَيْرِ التَّامِّ؟ (۴): مَاهُوَ السَّجْعُ؟ (۵): مَاهُوَ الْاِقْتِبَاسُ؟ (۶): مَاهُوَ حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ؟ (۷): مَاهُوَ حُسْنُ الْاِنْتِهَاءِ؟ (۸): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ بَرَاعَتَيِ الْاِسْتِهْلَالِ وَ الْمَقْطَعِ؟

(۱)...... محسنات لفظیہ کے اقسام بیان کریں؟ (۲)...... جناس کی تعریف کریں؟ (۳)...... جناس تام اور جناس غیر تام میں کیا فرق ہے؟ (۴)...... سجع کس کو کہتے ہیں؟ (۵)...... اقتباس کی تعریف کریں؟ (۶)...... حسن ابتداء کی تعریف کریں؟ (۷)...... حسن انتہاء کیا ہے؟ (۸)...... براعت استہلال اور براعت مقطع کے مابین کیا فرق ہے؟

سے امید رکھوں۔ الجمیل: خوبصورت۔ احسان کی چیز۔ شکور فعول کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی: بہت شکر گذار۔

اس شعر میں اپنا مدعیٰ بیان کرنے کے بعد "فانی عاذر و شکور" کہہ کر کلام کو ختم کیا جا رہا ہے، جو حسن اسلوبی اور شیریں کلامی پر مشتمل ہے۔ اور یہ حسن انتہاء ہے۔

۳۶۵...... براعة المقطع: کلام کے آخر میں کوئی ایسا لفظ ہو جو کلام کے انتہاء ہونے پر مشیر ہو تو اس کو براعت مقطع کہتے ہیں۔ جیسے اردو میں فقط والسلام ہوتا ہے۔

۳۶۶...... حسن مختتمی: یہ لفظ وضاحت کے ساتھ بتلا رہا ہے کہ اب کلام ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ براعت مقطع ہے۔

بَیِّنْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ فِیْمَا یَأْتِیْ

اِنْ جِئْتَ سِلْعًا فَسَلْ عَنْ جِیْرَةِ الْعَلَمِ (۱) وَقُلْ سَلَامٌ عَلٰی عَرَبٍ بِذِیْ سَلَمٍ

یُرِیْکَ یَسَارُهَا اَوْ فِیْ یَسَارٍ (۲) وَبِالْیُمْنٰی تَنَالُ نَدًی وَ یُمْنًا

عَضَّنَا الدَّهْرُ بِنَابِهٖ (۳) لَیْتَ مَا حَلَّ بِنَابِهٖ

کُلُّ مَنْ مَالَ اِلَیْهِ ” خَامِلٌ لَیْسَ بِنَا بِهٖ

فَنَحْنُ فِیْ جَذْلٍ وَالرُّوْمُ فِیْ وَجَلٍ (۴) وَالْبَرُّ فِیْ شُغْلٍ وَالْبَحْرُ فِیْ خَجَلٍ

قَالُوْا الْحُمَیَّا شَرَابٌ (۵) لِلْاِنْسِ وَالْبَسْطِ جَاءَ تْ

فَقُلْتُ رَدًّا عَلَیْهِمْ ” بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَ تْ

نَشَرَتْ عُقُوْدَ سَمَائِهَا الْاَنْدَاءُ (۶) بِیَدِ النَّسِیْمِ فَلِلثَّرٰی اِثْرَاءُ

اَلسَّیْفُ اَصْدَقُ اِنْبَاءً مِنَ الْکُتُبِ (۷) فِیْ حَدِّهِ الْحَدُّ بَیْنَ الْجِدِّ وَاللَّعِبِ

حُکْمُ الْمَنِیَّةِ فِی الْبَرِیَّةِ جَارٍ (۸) مَاهٰذِهِ الدُّنْیَا بِدَارِ قَرَارٍ

قَدْ شَرَّفَ اللّٰهُ اَرْضًا اَنْتَ سَاکِنُهَا (۹) وَشَرَّفَ النَّاسُ اِذْ سَوَّاکَ اِنْسَانًا

مندرجہ ذیل اشعار میں محسنات لفظیہ کے اقسام بیان کریں

(۱)......اگر آپ کا سلع پہاڑ کے پاس جانا ہو تو پہاڑ کے پڑوسیوں کے متعلق معلوم کرنا اور مقام ذی سلم کے عربوں کو سلام کہنا۔[۳۶۷]

(۲)......محبوبہ کا بایاں ہاتھ آپ کو بھرپور مالداری دکھلاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے آپ

[۳۶۷]......سلعًا: مدینہ منورہ میں مشہور پہاڑ کا نام سلع ہے۔عَلَم: پہاڑ۔جیرۃ العلم: پہاڑ کے پڑوسی۔ پہاڑ کی وادی میں رہنے والے لوگ۔ذی سلم: یہ عرب کے ایک مقام کا نام ہے۔اس شعر میں عَلَم اور سَلَم کے مابین جناس ناقص ہے۔

سخاوت و برکت پائیں گے۔۳۶۸

(۳)......ہم کو زمانے نے اپنے دانتوں سے کاٹا، کاش کہ جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی وہ اس (زمانہ) پر نازل ہوتی۔۳۶۹

ہر وہ آدمی جو اس کی طرف مائل ہوا وہ کمینہ ہے عقلمند نہیں ہے۔

(۴)......ہم خوشی میں ہیں اور اہل روم خوف میں ہیں، اور اہل ارض مشغولیت میں اور اہل بحر شرمندگی میں ہیں۔۳۷۰

(۵)......لوگوں نے کہا حمیا ایسی شراب ہے جو انسیت اور فرحت کے لئے آئی ہے۔۳۷۱

تو میں نے اس پر رد کرتے ہوئے کہا: یہ شراب بری ہے اور قبیح ہے۔

(۶)......شبنم نے اپنے آسمان کے ہاروں کو باد نسیم کے ساتھ بکھیر دیا تو ترمٹی کے لئے تری ہے۔۳۷۲

۳۶۸......یسار: بایاں ہاتھ، اور دوسرا یسار: یسر سے مشتق ہے: بمعنی مالداری، خوشحالی۔ اوفیٰ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے: بمعنی پورا کرنا۔ یمنیٰ: دایاں ہاتھ۔ اور دوسرے یمنیٰ کا معنی ہے: برکت۔ اس شعر میں یسار اور یسار اور اسی طرح یمنیٰ اور یمنیٰ میں 'جناس تام' ہے۔

۳۶۹......عــــــــضّ: دانت سے کاٹنا۔ ناب: دانت۔ بنا بہ: اس میں بنا الگ ہے اور بہ الگ ہے۔ بنا: ہمارے ساتھ۔ خامل: کمینہ، گمنام۔ نابہ: نبہ سے اسم فاعل کا صیغہ: عقلمند۔ اس شعر میں نابہ اور نابہ میں جناس تام ہے۔

۳۷۰......جذل: خوشی۔ وجل: خون۔ خجل: شرمندگی۔ اس شعر میں جذل، وجل اور خجل میں جناس ناقص ہے۔

۳۷۱......البسط: فرحت، کشادگی۔ الحمیا: ایک قسم کی شراب کا نام ہے۔

اس شعر میں بئس الشراب وساءت قرآن مجید کی آیت ہے۔ جس کو شاعر نے اپنے کلام میں شامل کیا ہے۔ اس لئے اس میں اقتباس ہے۔

۳۷۲......نثر ینثر نثرًا: ن: پھیلانا، بکھیرنا۔ عقود: عِقد کی جمع ہے بمعنی ہار۔ انداء: جمع ہے ندی کی بمعنی

(۷)......تلوار کتابوں سے زیادہ سچی خبر دینے والی ہے، اس کی دھار میں حقیقت اور مذاق کے درمیان حد فاصل ہے۔۳۷۳

(۸)......موت کا حکم مخلوق میں جاری ہے، یہ دنیا دار قرار نہیں ہے۔۳۷۴

(۹)......اللہ نے اس زمین کو شرف بخشا' جس میں آپ قیام پذیر ہیں اور آپ کو انسان بنا کر انسانوں کو شرف بخشا۔۳۷۵

شبنم۔نسیم: صبح کی نرم ہوا۔ثری: نرم مٹی۔اثراء: یہاں مصدر استعمال ہوا ہے: تری، نمی۔
تشریح شعر: آسمان سے شبنم بہت گری ہے، جس کی وجہ سے مٹی تر ہوگئی، اس کو شاعر عجیب انداز میں بیان کرتا ہے کہ شبنم نے آسمان کے ہاروں کو باد نسیم کے ذریعہ بکھیر دیا یہاں تک کہ مٹی تر ہوگئی۔اس شعر میں ثری اور اثراء کے مابین جناس ناقص ہے۔

۳۷۳......حد: دھار۔حد: حد فاصل۔
تشریح شعر: تلوار بسا اوقات کتابوں سے بھی زیادہ صحیح فیصلہ کرتی ہے۔اور اس کی دھار حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے۔اس شعر میں حد اور حد کے درمیان جناس تام ہے۔
اور جد اور حد کے درمیان جناس ناقص ہے۔ف

۳۷۴......منية: موت۔برية: مخلوق۔
اس شعر میں ''ما هذه الدنيا بدار قرار'': قرآن مجید کی آیت ہے۔جس کو وزن شعری کی وجہ سے بدل کر شعر میں شامل کرلیا گیا ہے۔اس لئے اس میں عقد ہے۔
آیت اس طرح ہے: ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾
(المؤمن ۳۹) ف

۳۷۵......سوّاک: باب تفعیل سے: برابر کرنا، بنانا۔
تشریح شعر: اگر یہ شعر حضور ﷺ کے بارے میں ہے تب تو ٹھیک ہے۔لیکن اگر کسی عامی کی تعریف میں ہے تو معاذ اللہ! اس میں مبالغہ ہے۔
(حسن مقطع کی مثال ہے۔متنبیّ کے قصیدے کا آخری شعر ہے۔ف)

تَنْبِیُهاتٌ

اَوَّلًا: اِعْلَمْ اَنَّ اَنْوَاعَ الْبَدِیْعِ تَبْلُغُ نَحْوَ مِأئَةً وَّخَمْسِیْنَ نَوْعًا، وَقَدْ مَرَّ الْکَلَامُ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْهَا فِیْ تَضَاعِیْفِ الْکِتَابِ، فِیْ غَیْرِ بَابِهَا، فَاِنَّ اَنْوَاعَ الْاِطْنَابِ مَثَلًا، وَالْاِیْجَازَ، وَالتَّشْبِیْهَ، وَالْاِسْتِعَارَةَ، وَالْکِنَایَةَ، وَضُرُوْبَهَا تُعَدُّ مِنَ الْمُحَسَّنَاتِ الْبَدِیْعِیَّةِ،

پہلی تنبیہ: آپ یقین کریں کہ بدیع کے اقسام ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہیں، اوران میں سے بہت سی (اقسام) پر کتاب کے اندر اپنے باب کے علاوہ میں بحث ہو چکی ہے، ۳۷۶؎ مثلا: اطناب، ایجاز، تشبیہ، استعارہ اور کنایہ اوران کی اقسام محسنات بدیعیہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

ثَانِیًا: اِنَّ کَثِیْرًا مِنَ الْاَشْکَالِ الْبَدِیْعِیَّةِ مُتَشَابِهَةً لَایَکَادُ یَلْحَظُ الْفَرْقَ بَیْنَهَا، وَقَدْ اُشِیْرَ اِلَی الْبَعْضِ فِیْ مَوَاضِعِهٖ، وَاُهْمِلَ الْبَعْضُ الآخَرُ لِنُدُوْرِ وُقُوْعِهٖ فِی الْکَلَامِ،

دوسری تنبیہ: بدیع کی بہت سی شکلیں آپس میں متشابہ ہیں۔ ان کے اندر فرق کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ بعض کی طرف اس کے مقام میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اور کلام میں بہت کم واقع ہونے کی وجہ سے بعض دوسروں کو چھوڑ بھی دیا گیا ہے۔

ثَالِثًا: اِنَّ بَعْضَ الْمُحَسَّنَاتِ لَایُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِی الشِّعْرِ، وَالْبَعْضَ الآخَرَ نَادِرٌ اَوْ هُوَ صَنَاعَةٌ لَفْظِیَّةٌ لَا کَبِیْرَ اَمْرٍ وَرَائِهَا، وَلَا تُوْرِثُ الْمَعْنٰی بَهْجَةً وَ رَوْنَقًا، فَلِذٰلِکَ اُهْمِلَ ذِکْرُهَا تَمَامًا، اِلَّا اَنَّهٗ تَتْمِیْمًا لِلْفَائِدَةِ نَذْکُرُ بَعْضُهَا هُنَا اِرْضَاءً لِطَالِبِی

۳۷۶؎ ......قدمر الکلام: بدیع کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں سے بہت سی قسمیں اپنے باب کے علاوہ میں اس کتاب میں گذر چکی ہیں، مثلا: اطناب، ایجاز وغیرہ محسنات بدیعیہ کی قسمیں، لیکن اس کا ذکر معانی میں آجاتا ہے۔

التَّوَسُّعِ، فَمِنْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ:

تیسری تنبیہ: ۳۷۷ بعض محسنات صرف شعر میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور بعض دوسری شاذ و نادر ہیں یا وہ صناعت لفظی ہیں۔ جن کے پیچھے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور نہ تو وہ معنی میں تازگی پیدا کرتی ہیں اور نہ تو رونق پیدا کرتی ہیں، اس لئے اس کی بحث کو بالکل ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہاں فائدے کے اہتمام کی خاطر طالب توسع کو راضی کرنے کے لئے بعض محسنات کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے۔ ان اقسام میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)......تَشَابُهُ الْاَطْرَافِ: وَهُوَ ضَرْبٌ مِنَ التَّكْرَارِ يَقُوْمُ بِاَنْ يَذْكُرَ النَّاظِمُ لَفْظَةَ الْقَافِيَةِ فِيْ اَوَّلِ بَيْتٍ يَلِيْهَا، كَقَوْلِهٖ:

اِذَا نَزَلَ الْحَجَّاجُ اَرْضًا مَرِيْضَةً تَتَبَّعَ اَقْصٰى دَائِهَا فَشَفَاهَا

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ الَّذِىْ بِهَا هُمَامٌ اِذَا هَزَّ الْقَنَاةَ فَسَقَا

تشابہ الاطراف: ۳۷۸ وہ ایک قسم کا تکرار ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شاعر پہلے شعر کے قافیہ سے اگلے شعر کو شروع کرے۔ جیسے کہ اس کا قول:

حجاج جب کسی مریض زمین میں قیام کرتا ہے، تو اس کی تمام بیماریوں کو تلاش کر کے ختم

۳۷۷......ثالثا: تیسری تنبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کچھ محسنات ایسی ہیں کہ وہ صرف شعر میں استعمال ہوتی ہیں، کچھ محسنات بہت نادر ہیں، کچھ صرف لفظی خوبصورتی پیدا کرتی ہیں، جن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، اس لئے ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے، البتہ توسع کے طالب کو راضی کرنے کے لئے ان میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کئے دیتے ہیں۔

۳۷۸......تشابہ الاطراف: تشابہ الاطراف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس لفظ پر شعر کو ختم کیا گیا ہے، اسی لفظ سے دوسرے شعر کو شروع کیا جائے، تاکہ پہلے شعر کا آخری لفظ اور دوسرے شعر کا پہلا لفظ ایک جیسا ہو جائے۔ اور دونوں کے اطراف ایک ہو جائیں۔

کر دیتا ہے۔۳۷۹

وہاں کی لاعلاج بیماری سے شفا دیتا ہے، وہ ایسا سردار ہے کہ جب وہ نیزے کو حرکت دیتا ہے تو اس کو سیراب کرتا ہے۔

(۲)......اَلتَّشْرِيْعُ اَوْ ذُو الْقَافِيَتَيْنِ:هُوَ اَنْ يَبْنِىَ الشَّاعِرُ بَيْتَهُ عَلٰى قَافِيَتَيْنِ ، بِحَيْثُ اِذَا اَسْقَطَ بَعْضَهُ كَانَ الْبَاقِىْ شِعْرًا مُفِيْدًا، كَقَوْلِهٖ:

لَايُعْرَفُ الشَّوْقُ اِلَّا مَنْ يُكَابِدُهُ وَلَا الصَّبَابَةُ اِلَّا مَنْ يُعَانِيْهَا

فَلَوْ اُرِيْدَ الْوُقُوْفُ عَلٰى ’’ اِلَّا‘‘ بَعْدَ الشَّوْقِ وَالصَّبَابَةِ لَاسْتَقَامَ الْمَعْنٰى وَالْوَزْنُ، نَحْوُ:

لَايُعْرَفُ الشَّوْقُ اِلَّا ...... وَلَا الصَّبَابَةُ اِلَّا ....

وَفِى الْبَيْتِ عِلَاوَةٌ عَلَى التَّشْرِيْعِ الْاِكْتِفَاءُ ، وَهُوَ اَنْ يَحْذِفَ الْاَدِيْبُ شَيْئًا مِنْ كَلَامِهٖ ، يَسْتَغْنِىْ عَنْ ذِكْرِهٖ بِدَلَالَةِ الْعَقْلِ،

۳۷۹......ارضا مریضۃ: مریض زمین‘ سے مراد ہے: جس زمین کے لوگ حجاج سے منافقت کرنے کے مرض میں مبتلا ہوں۔الداء العضال :لاعلاج بیماری۔عضال: دشوار کام، سخت کام۔ہمام: سردار۔قناۃ : نیزہ، چھوٹی نہر۔ سقاھا: سیراب کیا اس کو۔یعنی جب نیزہ کو ہلایا تو اس سے ضرور کسی کو قتل کیا تو گویا کہ نیزہ کو کسی کے خون سے ضرور سیراب کیا۔

تشریح شعر: حجاج جب کسی ایسی زمین میں قیام کرتا ہے جہاں منافقت کا مرض ہو تو اس کی پوری کھوج کرید کرتا ہے اور اس کے تمام منافقین کو قتل کر کے صفایا کر دیتا ہے، گویا کہ اس کی تمام بیماریوں کا علاج کر دیتا ہے۔اور وہ ایسا سردار ہے کہ جب کبھی وہ نیزہ ہلاتا ہے تو ضرور وہ کسی نہ کسی کو قتل کرتا ہے۔اور اس کے خون سے نیزہ کو سیراب کرتا ہے۔

اس شعر میں: پہلے شعر کے آخر میں شفاھا تھا، اسی شفاھا کے ذریعہ دوسرے شعر کو یعنی شفاھا سے شروع کیا۔اور یہی ہے’’ تشابہ الاطراف‘‘ جو ان دونوں شعروں میں موجود ہے۔

تشریع یا ذوالقافیتین: ۳۸۰؎ اور وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کو دو قافیوں پر ڈھالے اس طرح کہ اگر اس کا بعض حصہ ساقط کر دیا جائے تو باقی حصہ بھی مفید شعر باقی رہے گا۔ جیسے کہ اس کا قول:

نہیں پہچانتا ہے شوق کی حقیقت کو، مگر وہ جو اس کی مشقت کو برداشت کرتا ہے اور نہ عشق کی حقیقت کو مگر وہ جو اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ ۳۸۱؎

تو اگر کوئی ٹھہرنا چاہے الا پر جو الشوق اور الصبابۃ کے بعد ہے تو معنیٰ اور وزن درست رہیں گے۔ جیسے کہ مذکورہ مثال:

نہیں پہچانتا ہے شوق کی حقیقت کو، مگر   اور نہ عشق کی حقیقت کو مگر

اور شعر میں تشریع کے علاوہ اکتفاء بھی ہے۔ ۳۸۲؎ اور اکتفاء یہ ہے کہ ادیب حذف

۳۸۰؎......التشـریـع: تشریع اور ذوقافیتین: اور وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کو دو قافیوں پر ڈھالے، اس طرح کہ اس کا بعض حصہ ساقط کر دیا جائے تب بھی باقی حصہ مفید شعر بنا رہے۔ جیسے: لایعـرف الا الشوق الا من یکابدہ، پر میں سے اگر "من یکابدہ" کو حذف کر دیا جائے اور "لایعرف الا" پر شعر رکھ دیا جائے تب بھی پورا شعر بن جائے گا۔

۳۸۱؎......یـکـابد: کسی چیز کی مشقت برداشت کرنا۔ الصبابۃ: عشق و محبت۔ یـعـانی: کسی چیز کی مشقت برداشت کرنا۔ کسی چیز میں پڑنا۔

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں من یکابدہ اور دوسرے مصرعہ میں من یعانیھا کو بھی حذف کر دیا جائے تب بھی شعر مکمل اور ٹھیک رہے گا۔ گویا کہ یہ شعر دو قافیہ والا تھا۔ جس میں سے ایک کو حذف کرنے کے بعد بھی شعر ٹھیک رہا۔

۳۸۲؎......الاکتـفـاء: اور اکتفاء کا مطلب یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں کچھ حذف کر دے، تب بھی دلالت حال سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں یہ لفظ یا یہ جملہ محذوف ہے۔ اور اسی کو اکتفاء کہتے ہیں۔
اس مذکورہ شعر میں من یکابدہ' پر دلالت کرنے والا لفظ موجود ہے اس لئے اس شعر میں اکتفاء بھی ہے۔

کرے اپنے کلام کا کچھ حصہ اس طرح سے کہ دلالت عقل سے وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۳)......**اَلْعُکْسُ: وَھُوَ اَنْ یأتِیَ الْمُتکَلِّمُ بِکَلامٍ ثُمَّ یُعَکِّسُہُ فَیُقَدِّمَ مَا اَخَّرَ، وَیُؤخِّرُ مَاقَدَّمَ، نَحُوُ ’’ کَلامُ الْمُلُوکِ مَلُوکَ الْکَلامِ ‘ وَعَادَاتُ السَّادَاتُ سَادَاتُ الْعَادَاتِ‘‘ وَکَقَوْلِہٖ:**

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَاقَّتِ الْخَمَرُ فَتَشَابَھَا فَتشَاکَلَ الْاَمُرُ
فَکَاَنَّمَا خَمرٌ وَلَا قَدُحٌ وَکَاَنَّمَا قَدُحٌ وَلَا خَمرٌ

عکس: اور وہ یہ ہے کہ متکلم کوئی کلام پیش کرے، پھر اس کو الٹا کردے جو بعد میں تھا اس کو مقدم کردے اور جو مقدم تھا اس کو مؤخر کردے۔ جیسے ’’ بادشاہوں کا کلام ‘ کلام کا بادشاہ ہوتا ہے ‘ سادات کی عادات عادتوں کی سردار ہوتی ہیں ‘‘۔

اور اس کا قول

شیشہ بھی صاف ہوا، اور شراب بھی صاف ہوئی۔ تو دونوں مشابہ ہوگئے تو معاملہ بھی مشتبہ ہوگیا۔ ۳۸۳

تو ایسا لگتا ہے کہ گویا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ گویا پیالہ ہے شراب نہیں ہے۔

(۴)...... **اَلتَّرْدِیدُ: ھُوَاَن یُذْکَرَ النَّاظِمُ اَوِالْاَدِیبُ فِیْ کَلامِہٖ لَفُظَۃً فَیُعِیدُھَا بِعَیْنِھَا مَعَ مُتَعَلِّقٍ آخَرَ تُفِیدُ بِہٖ مَعْنًی زَائِدًا، وَھٰذَا النَّوُعُ یَشْبَہُ التَّکْرَارَ وَالتَّعَطُّفَ، نَحُوُ:**

۳۸۳......فکانما خمر: اس شعر میں ’’عکس‘‘ ہے۔ کیونکہ خمر ‘ کی جگہ قدح ‘ رکھ دیا، اور قدح ‘ کی جگہ پر خمر ‘ رکھ دیا گیا۔

تشریح شعر: اس شعر میں شیشہ اور خمر کی صفائی بیان کی گئی ہے کہ وہ اتنا صاف ہے کہ ایک دوسرے میں تمیز نہیں ہوتی ہے۔

اَبْدَی الْبَدِیْعُ لَهُ الْوَصْفَ الْبَدِیْعَ وَفِیْ　　نَظْمِ الْبَدِیْعِ حَلَا تَرْدِیْدُهُ بِفَمِیْ

تردید:۳۸۴ اور وہ یہ ہے کہ ناظم یا کاتب اپنے کلام میں کوئی لفظ لائے۔ پھر بعینہ اسی لفظ کو دوسرے متعلق کے ساتھ لوٹائے جو زائد معنی کا فائدہ دے۔:اور اس قسم کی تردید، تکرار اور تعطف کے مشابہ ہے۔ جیسے کہ اس کا قول:

اس کے انوکھے قصیدے نے انوکھے وصف کو بیان کیا اور بدیع (فن بدیع) کی نظم میں میرے منھ سے اس کا لوٹانا شیریں ہوا۔۳۸۵

(۵)......اَلتَّکْرَارُ اَوِ التَّکْرِیْرُ:وَقَدْ مَرَّ ذِکْرُهُ ، وَهُوَ اَنْ یُذْکَرَ النَّاظِمُ اَوِ الْکَاتِبُ لَفْظَةً ثُمَّ یُعِیْدُهَا لِتَقْرِیْرِ الْمَعْنٰی فِیْ ذِهْنِ السَّامِعِ ، سَوَاءٌ کَانَتِ اللَّفْظَةُ مَوْصُوْلَةً بِاُخْتِهَا اَوْ مَفْصُوْلَةً ، کَقَوْلِهٖ :

حَتّٰی مَتٰی یَا صَاحِبِیْ لَا تَرْعَوِیْ　　حَتّٰی مَتٰی حَتّٰی مَتٰی وَاِلٰی مَتٰی

تکرار یا تکریر:۳۸۶ اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ناظم یا کاتب ایک

۳۸۴......التردید: تردید کا مطلب یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں ایک لفاظ لائے، پھر اسی متعلق کے ساتھ یا پھر دوسرے متعلق کے ساتھ دوبارہ اسی لفظ کو لائے تو اس سے مزید معنی کا فائدہ ہوتا ہے، جیسے مذکورہ مثال میں ''بدیع'' کو تین مرتبہ الگ الگ متعلقات کے ساتھ لایا گیا ہے اور تینوں مرتبہ الگ الگ معنی مراد لئے گئے ہیں۔ اور اسی کو تردید کہتے ہیں۔

۳۸۵......ابدی البدیع :علم بدیع، انوکھی صفت۔ حلا : حلا یحلو : سے میٹھا ہونا، شیریں ہونا۔ تردیدہ بفمی: منھ سے لوٹانا، یا کسی لفظ کو بار بار پڑھنا، یہاں کسی لفظ کو بار بار پڑھنے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے تشریح شعر: علم البدیع جاننے والے نے اپنے اشعار میں عجیب وصف بدیع کو ظاہر کیا، اس سے متأثر ہو کر اس انوکھے شعر کو میں نے بار بار اپنے منھ سے دہرایا، جس کی وجہ سے مجھے عجیب لذت محسوس ہوئی۔

۳۸۶......التکرار: تکرار کا وہی مفہوم ہے جو تردید کا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ تکرار میں کسی لفظ کو بار بار اس لئے لایا جاتا ہے کہ اس کو سامع کے ذہن میں جمایا جائے۔ جیسے کہ شعر میں حتی متی ہے اس کو یعنی حتی

لفظ ذکر کرے، پھر سامع کے ذہن میں اس معنی کو بٹھانے کے لئے دوبارہ اس کو ذکر کرے، چاہے وہ لفظ اپنے پہلے متعلق کے ساتھ آئے یا اس سے جدا ہو کر آئے۔ جیسے کہ اس کا قول:

اے میرے ساتھی، کب تک (جہالت سے) باز نہیں آئے گا، کب تک، کب تک اور کب تک نہیں آئے گا۔

(۲)......مَالَا یَسْتَحِیْلُ بِالْاِنْعِکَاسِ: وَھُوَ اَنْ یَأْتِیَ الْمُتَکَلِّمُ بِکَلَامٍ لَوْ عَکَسَہٗ، لَکَانَ عَکْسُہٗ کَطَرْدِہٖ، وَھٰذَا النَّوْعُ لَایُعَدُّ مِنَ الْمَحَاسِنِ اِلَّا اِذَا بَرِئَ مِنَ التَّکَلُّفِ وَالْعِقَادَۃِ، وَقَدْ یَکُوْنُ فِی النَّثْرِ وَالنَّظْمِ، نَحْوُ ''اَرَانَا الْاِلٰہُ ھِلَالاً اَنَاراً'' اَوْ کَقَوْلِہٖ:

مَوَدَّتُہٗ تَدُوْمُ لِکُلِّ ھَوْلٍ وَھَلْ کُلٌّ مَوَدَّتُہٗ تَدُوْمُ

مالا یستحیل بالانعکاس: ۳۸۷ اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایسا کلام پیش کرے کہ اگر اس کا الٹا کر دیا جائے تو اس کا الٹا بھی سیدھے کی طرح بن جائے۔ یہ قسم اس وقت تک محاسن میں شمار نہیں ہوگی جب تک کہ تکلف اور گنجلک سے بری نہ ہو۔ یہ قسم کبھی نثر میں بھی ہوتی ہے اور کبھی نظم میں بھی ہوتی ہے۔ جیسے ہم کو اللہ نے چمکتا ہوا چاند دکھلایا۔

اس ممدوح کی محبت ہمیشہ رہتی ہے ہر مصیبت کے لئے اور کیا ہر ایک کی محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ ۳۸۸

متی کو بار بار لا گیا تا کہ سامع کے ذہن میں جہالت کی برائی بٹھائی جائے۔ ترعوی افعلال سے ہے ارعوی یرعوی ارعواء: جہالت سے باز آجانا، رک جانا۔

۳۸۷......مالا یستحیل بالانعکاس: یعنی ایسا کلام لائے کہ اگر اس کلام کو الٹ دیا جائے تو پہلے کلام کی طرح ہو جائے، اور اس کے لانے میں اگر تکلف سے کام لیا جائے تو وہ محاسن میں شمار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر بے تکلف لایا جائے اور اس کے لانے میں گنجلک بھی نہ ہو تو وہ محاسن میں شمار ہوگا۔ جیسے نثر میں اس کی مثال: ''انار الالہ ھلالا انار'' کو اگر الٹ دیا جائے تو یہی جملہ بنے گا۔

۳۸۸......تشریح شعر: جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو ممدوح اس مصیبت کو زائل کرنے کی طرف متوجہ

(۷)......اَلتَّرتِیبُ: وَهُوَ اَنْ یَقصِدَ الْمُتَکَلِّمُ ذِکرَ اَفعَالٍ اَوْ اَوصَافٍ شَتّٰی لِمَوْصُوفٍ وَاحِدٍ، فَیَأتِیْ بِهَا مُرَتَّبَةً طَبِیعِیًّا، اَوْ بِحَسْبِ وُقُوْعِهَا، نَحْوُ:

اَلَمُّوْا فَحَیُّوْا ثُمَّ قَامُوْا فَوَدَّعُوْا   فَلَمَّا تَوَلَّوْا کَادَتِ النَّفْسُ تَزْهَقُ

ترتیب: اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایک موصوف کے مختلف اوصاف یا کئی افعال ذکر کرنے کا ارادہ کرے، ۳۸۹ پھر اس کو طبعی ترتیب پر یا اس کے واقع ہونے کے اعتبار سے مرتب ذکر کرے، جیسے:

ممدوح نے آ کر ملاقات کی، پھر سلام کیا، پھر کھڑے ہوئے، پھر الوداع کہا پس جب وہ جانے لگے تو قریب تھا کہ دم نکل جائے۔ ۳۹۰

(۸)......اَلتَّعْدِیْدُ اَوْ سِیَاقَةُ الْاَعْدَادِ: وَهُوَ اَنْ یَأتِیَ الْاَدِیْبُ بِکَلِمَاتٍ مُنْفَرَدَةٍ یُوْقِعُهَا عَلٰی سَیَاقٍ وَاحِدٍ یَضُمُّهَا الْعَاطِفُ، تُحَلّٰی عَادَةً بِمُطَابَقَةٍ اَوْ جَنَاسٍ، کَقَوْلِهٖ:

ہو جاتا ہے گویا کہ ہر مصیبت کو زائل کرنے کے لئے اس کی محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کی ہر محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری قسم کی محبت ہمیشہ نہیں رہتی۔ ہول: مصیبت، خون۔

نظم میں اس کی مثال یہ ہے: اور اس شعر میں ''مودتہ تدوم لکل ہول وہل کل مودتہ تدوم'' کو الٹا کر کے پڑھیں گے تو یہی جملہ بنے گا۔ اور اسی کو یعنی اس طرح کرنے کو ''مالا یستحیل بالانعکاس'' کہتے ہیں۔

۳۸۹......الترتیب: ترتیب اور وہ یہ ہے کہ ''کسی چیز کے مختلف اوصاف بیان کئے جائیں، یا کسی کے مختلف افعال بیان کئے جائیں، اس طرح کہ وہ طبعی ترتیب پر ہوں یا جس انداز میں افعال واقع ہوئے ہیں اسی ترتیب پر افعال بیان کئے جائیں'' تو اسی کو ترتیب کہتے ہیں۔

۳۹۰......الـمّـوا: باب افعال سے ہے اور ماٴ خذ لمّ ہے۔: مل جانا، ملاقات کرنا۔ چھوڑنا، الوداع کہنا۔ تزہق: روح کا جسم سے خارج ہونا، دم گھٹنا۔

اس شعر میں ممدوح کے افعال جس ترتیب سے واقع ہوئے ہیں اسی ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسی (اس طرح ترتیب وار کرنا جو اس کی تعریف میں موجود ہے) کو ترتیب کہتے ہیں۔

اَلْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

تعدید یا سیاقۃ الاعداد:۳۹۱ اور وہ یہ ہے کہ ادیب الگ الگ کلمات کو ایک سیاق پر اس طرح لے آئے کہ حرف عطف ان کو جمع کر دے عادۃً مطابقت اور جناس سے اس کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس کا قول:

گھوڑا، رات اور صحراء مجھے پہچانتے ہیں، اور تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم بھی۔

(۹)......اَلتَّوْزِيْعُ :هُوَ اَنْ يَلْتَزِمَ الْاَدِيْبُ فِيْ كَلَامِهٖ حَرْفًا مَخْصُوْصًا فِيْ جَمِيْعِ اَلْفَاظِهٖ اَوْ اَكْثَرِهَا، مِنْ غَيْرِتَكَلُّفٍ، نَحْوُ قَوْلِهٖ:

سَيْفٌ يَسُرُّكَ سَلُّهُ وَ سُؤَالُهُ لِمَسَاءَةٍ تُؤْسٰى وَسَلْبِ نُفُوْسٍ

توزیع:۳۹۲ اور وہ یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں کسی مخصوص حرف کو تمام الفاظ میں یا اس کے اکثر کلمات میں بغیر کسی تکلف کے لے آئے۔ جیسے کہ اس کا قول:

سیف الدولہ ایک ایسی تلوار ہے کہ کسی برائی کے لئے، جس سے غمخواری کی جائے اور دشمنوں کی جانوں کو لینے کے لئے اس کو کھینچنا اور اس سے سوال کرنا تم کو خوش کرے

۳۹۱......التعدید: ادیب الگ الگ صفات بیان کرے یا الگ الگ کلمہ لائے لیکن اس ترتیب کے ساتھ لائے کہ حرف عطف اس کو جامع ہو۔

ایسا فرماتے ہیں کہ: تعدید کو عادۃً مطابقت یا جناس سے آراستہ کیا جاتا ہے، جیسے الخیل واللیل میں الگ الگ چیزیں بیان کی گئی ہیں لیکن ان تمام کو حرف عطف جامع ہے یعنی حرف عطف سب کو ایک حکم میں جمع کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی دیکھیں کہ ان تمام الفاظ میں مطابقت ہے۔ اور خیل اور لیل میں جناس ناقص بھی ہے۔ جس سے تعدید میں زینت حاصل ہوگئی ہے۔

۳۹۲......التوزیع: توزیع اور وہ یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام کے تمام الفاظ میں یا اکثر الفاظ میں ایک مخصوص حرف کو لائے۔ یعنی ایسا لفظ استعمال کرے جس میں وہ حرف ضرور ہو۔ یہ اچھا اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب ادیب ایسے حرف کو بے تکلف لا سکے یعنی مقتضی حال کے خلاف نہ ہو۔

گا۔۳۹۳

(۱۰)......اَلْاِلْتِزَامُ :هُوَ اَنْ يَأْتِيَ النَّاظِمُ قَبْلَ حُرُوْفِ الرَّوِیِّ، بِمَا لَا يَلْزَمُ فِي التَّقْفِيَةِ مِنْ حَرْفٍ مَخْصُوْصٍ اَوْ اَكْثَرَ ، كَقَوْلِهٖ:

كُلْ وَاشْرَبِ النَّاسَ عَلٰى خُبْرَةٍ   فَهُمْ يَمُرُّوْنَ وَلَا يَعْذُبُوْنَ
وَلَا تُصَدِّقْهُمْ اِذَا حَدَّثُوْا   فَاِنَّهُمْ مِنْ عَهْدِهِمْ يَكْذِبُوْنَ

التزام:۳۹۴ اور وہ یہ ہے کہ نظم کہنے والا حروف روی سے پہلے ایک مخصوص حرف یا زیادہ کا التزام کرے جو قافیہ بندی کے لئے ضروری نہیں ہے۔جیسے کہ اس کا قول:

لوگوں کے ساتھ با خبر ہوکر کھاؤ اور پیو، اس لئے کہ وہ کڑوے ہوتے ہیں اور میٹھے نہیں ہوتے۔۳۹۵

۳۹۳......سیف: یہاں اس لفظ سے سیف الدولۃ بادشاہ مراد ہے۔جو متنبّی کا ممدوح تھا۔سلہ: سل سے تلوار سونتنا۔مساءۃ: ساء سے مشتق ہے، غمگین ہونا۔توسی: اس کا ماخذ آسی ہے (ن سے) کسی کو تسلی دینا۔سلب نفوس: نفس کو چھیننا۔جان لینا قتل کرنا۔

تشریح شعر: سیف الدولہ بہادر بھی ہے، اور سخی بھی ہے۔شریر نفس کو ختم کرنے کے لئے اس کا تلوار سونتنا بھی اتنا مفید ہے کہ آپ کو خوش کردے گا۔اور کسی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اس سے سوال کیا جائے تب بھی وہ کام آئے گا۔

اس شعر میں تمام الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں کہ جن میں حرف س (سین) ضرور موجود ہے۔اسی لئے اس کو توزیع کہتے ہیں۔

۳۹۴......الالتزام: التزام اور وہ یہ ہے کہ دوسرے مصرعہ کے آخری حرف کو روی کہتے ہیں۔جیسے مذکورہ بالا شعر میں یعذبون اور یکذبون میں نون قافیہ ہے اور دونوں لفظ میں واؤ حرف روی ہے۔اور اس سے قبل باء اور ذال کا لانا ''التزام'' ہے۔

۳۹۵......علی خبرۃ: مشتق ہے خبر سے، آزمائش، امتحان، اور تحقیق کے ساتھ باخبرہ۔یمرون: مر سے، کڑوا ہونا۔کڑواپن۔یعذبون: مشتق ہے عذب سے: میٹھا ہونا۔اس شعر کی تشریح آسان ہے۔یعنی

اور جب وہ بات کریں تو ان کی تصدیق نہ کریں، کیونکہ ان میں اکثر لوگ اپنے عہد میں جھوٹے ہوتے ہیں۔

(۱۱)......**اَلْحَذْفُ: هُوَ اَنْ يَلْتَزِمُ النَّاظِمُ فِیْ بَيْتٍ اَوْاَكْثَرَ مِنْ شَعْرِهٖ حَذْفَ حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ ، اَوْ نَوْعٍ مِنْهَا، دُوْنَ تَكَلُّفٍ وَلَا تَعْقِيْدٍ ، نَحْوُ قَوْلِهٖ: وَقَدْ حُذِفَ مِنْهُ الْحُرُوْفُ الْمُعْجَمَةُ):**

اُعْدُدْ لِحَسَّادِكَ حَدَّ السِّلَاحِ وَاَوْرِدِ الآمِلَ وِرْدَ السَّمَاحِ

حذف: اور وہ یہ ہے کہ نظم کہنے والا اپنے شعر کے ایک بیت میں یا زیادہ میں حرف ہجاء میں سے کسی خاص حرف کو یا اس کے کسی خاص قسم کے حروف کو بلا کسی تکلف اور گنجلک کے حذف کردے۔ جیسے کہ اس کا قول: اور حال یہ ہے کہ اس میں نقطے والے حروف کو حذف کردیا گیا ہے:

اپنے حاسدین کے لئے ہتھیار کی دھار تیار رکھیں اور امید رکھنے والوں کو سخاوت کی گھاٹ پر اتاریں۔۳۹۶

اللھم اغفر للشارح ووالدیہ ولوادیہ

ثمیر الدین قاسمی (مانچسٹر)

۳۰/ جون ۲۰۱۱ء

حرف روی موجود ہے۔

۳۹۶......عد یعد: اعدد: نصر سے، تیار کرنا۔ آمل: امل سے اسم فاعل کا صیغہ، امید رکھنے والا۔ ورد: گھاٹ، سماح: بخشش۔

تشریح شعر: اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں اور امید رکھنے والوں کو بخشش سے نوازیں۔ اس شعر میں نقطہ والا حرف ایک بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ اور اسی کو حذف کہتے ہیں۔

خلاصۂ سفینۃ البلغاء

فصاحت تین چیزوں کی صفت بنتی ہے: (۱)......کلمہ۔ (۲)......کلام۔ (۳)......متکلم۔
فصاحت کلمہ: ......(۱)......تنافر حروف۔ (۲)......مخالفت قیاس لغوی۔ (۳):......غرابت اور۔ (۴)......کراہۃ فی السمع سے خالی ہونے کو فصاحت کلمہ کہتے ہیں۔
فصاحت کلام: ......(۱)...... ہر کلمہ فصیح ہو۔ (۲)...... تنافر کلمات۔ (۳)......ضعف تالیف۔ (۴)......تعقید لفظی۔ (۵)......تعقید معنوی سے خالی ہو تو کلام فصیح ہوتا ہے۔
فصاحت متکلم: ......فصاحت کے ساتھ متکلم کلام کرنے پر قادر ہو تو متکلم فصیح ہے۔
بلاغت......فصاحت کے ساتھ مقتضی حال کی رعایت کرنے سے کلام بلیغ ہوتا ہے۔
بلاغت: (۱): کلام اور (۲): متکلم‘ دونوں کی صفت بنتی ہے۔
بلاغت کے درجے تین ہیں: (۱): اعلیٰ۔ (۲): اوسط۔ (۳): ادنی۔
حصول بلاغت: کے لئے اور علوم کے علاوہ (۱) معانی (۲) بیان اور (۳) بدیع میں مہارت ضروری ہے۔
ابواب علم معانی آٹھ ہیں: ......(۱): خبر وانشاء۔ (۲): ذکر وحذف۔ (۳): تقدیم وتاخیر۔ (۴): تعریف وتنکیر۔ (۵): اطلاق وتقیید۔ (۶): قصر۔ (۷): وصل وفصل۔ (۸): ایجاز‘ مساوات اور اطناب۔

باب اول خبر وانشاء

جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں: ......(۱): جملہ فعلیہ اور (۲): جملہ اسمیہ۔
اغراض جملیہ خبریہ یہ ہیں: ......(۱): فائدۃ الخبر۔ (۲): لازم فائدۃ الخبر۔ (۳): استرحام (۴): اظہار ضعف۔ (۵): اظہار تحسر اور (۶): توبیخ۔

مخاطب کے اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں:......(۱): ابتدائی (۲) طلبی اور (۳) انکاری۔
انکاری کے جواب میں ضروری تا کید ضروری ہے۔اور الفاظ تا کید یہ ہیں:
(۱): اِنّ (۲): اَنّ (۳): قد (۴): قسم (۵): لام ابتدائی (۶): نون تا کید (۷): تکرار خبر
(۸): اما شرطیه (۹): حروف تنبیه (۱۰): حروف زیادت (۱۱): ضمیر فصل (۱۲):
انما (۱۳): کاَنّ (۱۴): لکنّ (۱۵): تکرار نفی (۱۶): سین اور (۱۷): سوف،

انشاء

اقسام انشاء دو ہیں: (۱) طلبی اور (۲) غیر طلبی۔
اقسام انشاء طلبی چھ ہیں:......(۱): امر (۲): نہی (۳): تمنی (۴): ترجی (۵): استفہام، اور
(۶): نداء۔

اغراض صیغہ امر یہ ہیں:
(۱): اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے ایجاد فعل کی طلب۔(۲): دعاء (۳): التماس (۴): تمنی
(۵): تہدید (۶): تعجیز (۷): تسویہ (۸): دوام (۹): اکرام (۱۰): امتنان (۱۱): ارشاد
اور (۱۲): اباحت۔

اغراض صیغہ نہی یہ ہیں:
(۱): اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے ترک فعل کی طلب۔(۲): دعاء (۳): التماس (۴): تمنی
(۵): تہدید (۶): ارشاد (۷): تیئیس اور (۸): دوام۔

معنی تمنی وترجی:......جس چیز کا حصول محال یا مشابہ محال ہو اس کے حصول کی طلب کو تمنی
کہتے ہیں۔اور جس کا حصول متوقع ہو اس کی طلب وامید کو ترجی کہتے ہیں۔

حروف استفہام یہ ہیں:

(۱): ہمزہ (۲): ھل (۳): من (۴): ما (۵): متی (۶): ایان (۷): این (۸): انّٰی (۹): کیف (۱۰): کم اور (۱۱): ایُّ۔

ان میں سے ہر ایک حرف استفہام مختلف قسم کے استفہام کے لئے آتے ہیں، جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

اغراض استفہام:

(۱): کسی چیز کو معلوم کرنا (۲): تسویہ (۳): نفی (۴): انکار (۵): توبیخ (۶): امر (۷): نہی (۸): تشویق (۹): تعظیم (۱۰): تحقیر (۱۱): تہکم (۱۲): استبعاد (۱۳): تنبیہ علی الباطل (۱۴): استبطاء (۱۵): تعجب (۱۶): تنبیہ علی الخطاء ۱۷): وعید (۱۸): تقریر (۱۹): تمنی۔

(ج)

حروف نداء یہ ہیں:

(۱): یا (۲): ہمزہ (۳): آ (۴): ای (۵): آی (۶): ایا (۷): ھیا اور (۸): وا۔

اغراض نداء یہ ہیں: (۱) کسی کی توجہ طلب کرنا۔

(۲) اغراء (۳) زجر (۴) ترحم (۵) تأسف (۶) استغاثہ (۷) ندبہ (۸) تعجب (۹) تحیّر (۱۰) تضجر اور (۱۱) تحزن۔

انشاء غیر طلبی

انشاء غیر طلبی ان چیزوں کو کہتے ہیں:

(۱) تعجب (۲) قسم (۳) افعال رجاء (۴) افعال مدح اور افعال ذم (۵) صیغ عقود (۶) رُبَّ (۷) کم خبریہ۔

باب دوم: ذکر و حذف

ذکر مسند الیہ کا داعیہ یہ ہیں: (۱): مسند الیہ کو حذف کر دینے سے اس پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ (۲): زیادہ تقریر یا زیادہ وضاحت کے لئے۔ (۳): سامع پر تسجیل کے لئے۔ (۴): سامع کی کند ذہنی بتانے کے لئے۔ (۵): تبرک کے لئے۔ (۶): استلذاذ کے لئے۔ (۷): تعظیم بیان کرنے کے لئے۔ (۸): تحقیر بیان کرنے کے لئے۔ (۹): ہیبت پیدا کرنے کے لئے۔

اغراض ذکر مسند یہ ہیں: (۱): ذکر مسند الیہ کے جو اغراض ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ (۲): مسند فعل ہو تو تجدد کے فائدے کے لئے۔ (۳): مسند اسم ہو تو ثبوت کے فائدے کے لئے۔

اغراض حذف مسند الیہ: (۱): مخاطب کے علاوہ سے اخفاء امر۔ (۲): ضیق مقام۔ (۳): وزن یا قافیہ پر محافظت کے لئے۔ (۴): حذف مسند الیہ کے ساتھ ہی محاورے میں استعمال ہوتا ہے۔ (۵): مسند اس مسند الیہ کے علاوہ کسی اور کے لائق نہیں۔ (۶): فعل کو فاعل کے بجائے نائب فاعل کی طرف منسوب کرنے کو بھی حذف مسند الیہ ہی میں شمار کرتے ہیں۔

اغراض حذف مفعول بہ: (۱): وزن یا سجع پر محافظت۔ (۲): تعمیم مع اختصار۔ (۳): فعل لازم کو فعل متعدی کی جگہ پر اتارنے کے لئے۔ (۴): اختصار ملحوظ رکھنے کے لئے۔ (۵): ابہام کے بعد وضاحت کی تمہید کے لئے۔ (۶): اس مفعول بہ کا ذکر ما قبل ہو چکا ہے اس لئے اس کو حذف کر دیا گیاہ ہے۔

باب سوم تقدیم وتأخیر

اغراض تقدیم مسندالیہ:

(۱): اہمیت مسند الیہ۔ (۲): اتباع قواعد۔ (۳): مؤخر کی طرف تشویق کے لئے۔ (۴): مسرت یا غمی کو جلدی بتلانے کے لئے۔ (۵): عموم السلب یا سلب العموم پر تصریح کے لئے۔ (٦): تقدیم سے تخصیص کا فائدہ ہوتا ہے۔ (۷): تکرار اسناد سے تقویت حکم کے لئے

اغراض تقدیم مسند:

(۱): تقدیم مسند الیہ کے بعض دواعی اس میں بھی شامل ہیں مثلاً: (۱): اہمیت مسند۔ (۲): اتباع قواعد۔ (۳): تشویق کے لئے۔ (۴): تخصیص حکم، اس کے علاوہ۔ (۵): تقدیم ہی سوال، یا تعجب یا انکار کا مطمح نظر ہو۔ (٦): وزن پر محافظت۔ (۷): نیک فالی (۸): مسند عامل ہو اور مسند الیہ معمول۔

فعل اور اس کے معمولات کے درمیان ترتیب

معمولات کی ترتیب میں یہ ملحوظ رہے کہ اعلیٰ ادنیٰ پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے پہلے فعل، پھر فاعل، پھر مفعول بہ، پھر مفعول مطلق، پھر ظرف، پھر مفعول لہ اور پھر باقی قیود ہوں گے۔

اغراض خلاف ترتیب:

(۱): تخصیص کا ارادہ ہو۔ (۲): مخاطب کو درستگی کی رہنمائی کرنی ہو۔ (۳): امر معنوی کی وجہ سے۔ (۴): رعایت سجع ہو۔ (۵): وزن شعر۔ (٦): اہمیت۔ (۷): تقدیم اصل ہو۔ (۸): مؤخر کرنے میں بگڑتا ہو۔ (۹): قواعد لغت میں خلل واقع ہوتا ہو تو فعل اور معمولات کی ترتیب بدل جاتی ہے۔

باب چہارم تعریف وتنکیر

معرفہ یہ ہیں: (۱): ضمائر۔(۲): علَم۔(۳): اسم اشارہ۔(۴): اسم موصول۔(۵): الف لام۔(۶): معرفہ کی طرف مضاف۔(۷): منادیٰ۔

اغراض معرفہ......(۱): ضمیر: مقام تکلم، خطاب یا غیبت کو بتلانے کے لئے ضمیر لاتے ہیں۔

اغراض علَم: (۱): سامع کے ذہن میں ابتداء حاضر کرنے کے لئے۔(۲): تعظیم کے لئے۔ (۳): اہانت کے لئے۔

اغراض اسم اشارہ: (۱): قرب (۲): بعد (۳): تعظیم (۴): تحقیر بیان کرنے کے لئے۔

اغراض اسم موصول: (۱): ابہام (۲): تفخیم (۳): تعظیم (۴): توبیخ (۵): مخاطب صلہ کے سوا، اس کے متعلق کچھ نہ جانتا ہو اس لئے معرفہ اسم موصول لاتے ہیں۔

اغراض الف لام: معہود متعین کی رہنمائی کے لئے۔

اغراض اضافت: (۱): اختصار (۲): تعظیم (۳): تحقیر کے لئے اضافت کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں۔

اغراض نداء: (۱): نداء کرنا (۲): غم کو ظاہر کرنے کے لئے منادیٰ لاتے ہیں۔

اغراض نکرہ: (۱): افراد۔(۲): نوعیت۔(۳): تکثیر۔(۴): تقلیل۔(۵): انتفاء عہد وحصر کے لئے۔(۶): کبھی نکرہ کو اضافت یا صفت سے خاص کرتے ہیں تاکہ پورا فائدہ ہو۔

باب پنجم اطلاق وتقیید

اغراض اطلاق: (۱): مخاطب کو قید لگانے میں ہر قسم کا اختیار باقی رہے، اس لئے مطلق چھوڑ دیتے ہیں۔

تقیید ان الفاظ سے ہوتی ہے: (۱): حروف شرط۔(۲): نفی۔(۳): نواسخ (اِنّ اور اس

کے ہم جنس (اخواتھا)، کان اوراس کے ہم جنس (اخواتھا)، لائے نفی، مااور لا، مشبہتین بلیس کو ن نواسخ کہتے ہیں)۔(۴): مفاعیل۔(۵): حال۔(۶): تمیز۔ (۷): مستثنیٰ باِلّا۔ (۸): توابع۔(توابع پانچ ہیں۔دیکھو تفصیل کے لئے نحو کی کتابیں)۔

اغراض تقیید: (۱): تصحیح کلام مقصود ہو۔(۲): افادۂ کاملہ ہو۔

باب ششم در قصر

اقسام قصر دو ہیں:......(۱): قصر حقیقی (۲): قصر اضافی۔

پھر ہرایک کی دو قسمیں ہیں: (۱): قصر موصوف علی الصفت، (۲): قصر صفت علی الموصوف۔

اقسام قصر اضافی باعتبار مخاطب تین ہیں: (۱) قصر افراد۔(۲) قصر تعیین۔(۳) قصر قلب۔

یہ قصر صفت علی الموصوف اور قصر موصوف علی الصفۃ دونوں کے ساتھ متعلق ہیں۔

الفاظ قصر: (۱): نفی و استثناء۔(۲): انّما۔(۳): لا، بل اور لکن کے ذریعہ۔(۴): تقدیم ماحقہ التأخیر۔(۵): خبر پر الف لام لگانے سے۔(۶): مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لانے سے قصر واقع ہوتا ہے۔

باب ہفتم فصل و وصل

مقام وصل دو ہیں: (۱): دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو لیکن ترک عطف خلاف مقصود ہونے کا وہم ہو تو وصل ہوگا۔

(۲): دو جملوں کے درمیان نہ تو کمال انقطاع ہو اور نہ تو کمال اتصال ہو تو اس صورت میں وصل ہوگا۔

مقام فصل پانچ ہیں:

(۱): دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہو۔(۲): دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع

ہو۔(۳): شبہ کمال اتصال ہو۔(۴): شبہ کمال انقطاع ہو۔(۵): کمال اتصال اور کمال انقطاع کے درمیان (توسط) ہو تو فصل ہوگا۔

باب ہشتم: مساوات، ایجاز اور اطناب

مساوات: جتنا مقصد ہوا تنے ہی الفاظ لانے کو مساوات کہتے ہیں۔

اقسام ایجاز دو ہیں: (ا): ایجاز قصر (۲): ایجاز حذف۔

اقسام ایجاز حذف: (ا): حذف کلمہ (۲): حذف جملہ (۳): حذف اکثر جملہ۔

اغراض ایجاز: (ا): یاد کرنے میں آسانی ہو (۲): سمجھانے میں آسانی ہو (۳): مقام تنگ ہو (۴): غیر مخاطب سے بات کو پوشیدہ رکھنا مقصود ہو (۵): آزردگی سے بچنے کے لئے ایجاز استعمال کرتے ہیں۔

اقسام اطناب: (ا): ذکر خاص بعد عام۔(۲): ذکر عام بعد خاص۔(۳): وضاحت بعد ابہام۔(۴) تکرار۔ (۵) جملہ معترضہ لانا۔(۶): تذییل: جاری مجری امثال اور غیر جاری مجری امثال۔(۷): احتراس۔(۸): تکمیل۔(۹): ایغال۔(۱۰): تتمیم۔

اغراض خلاف مقتضی الظاہر: (ا): وضع المظہر موضع المضمر (۲): وضع المضمر موضع المظہر۔ (۳): مستقبل کو لفظ ماضی سے تعبیر کرنا۔(۴): تغلیب۔(۵): قلب۔(۶): التفات۔

علم البیان

علم البیان:......(ا): تشبیہ۔(۲): مجاز۔(۳): کنایہ پر مشتمل ہے۔

اجزاء تشبیہ چار ہیں:......(ا): مشبہ۔(۲): مشبہ بہ۔(۳): حرف تشبیہ۔(۴): وجہ شبہ۔

الفاظ تشبیہ یہ ہیں:......(ا): کاف۔(۲): کَاَنّ۔(۳): شبہ۔(۴): مثل۔(۵): یشابہ۔ (۶): یماثل۔(۷): یحکی۔

اقسام تشبیہ باعتبار حسی وعقلی چار ہیں:(۱):مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں۔(۲):دونوں عقلی ہوں۔(۳):مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہوں۔(۴):مشبہ بہ حسی ہواور مشبہ عقلی ہو۔

اقسام تشبیہ باعتبار طرفیہ چار ہیں:(طرفیہ یعنی مشبہ اور مشبہ بہ)(۱) تشبیہ مفرد بمفرد۔(۲): تشبیہ مرکب بمرکب۔(۳):تشبیہ مفرد بمرکب۔(۴):تشبیہ مرکب بمفرد۔

اقسام تشبیہ باعتبار وجہ شبہ چار ہیں:(۱) تشبیہ تمثیل۔(۲):تشبیہ غیر تمثیل۔پھر ہر ایک کی دو قسم ہیں۔(۳): وجہ شبہ مذکور ہوتو تشبیہ مفصل۔(۴):اور وجہ شبہ مذکور نہ ہوتو تشبیہ مجمل ہوگی'

اقسام تشبیہ باعتبار ادات دو ہیں: (۱):حرف تشبیہ مذکور ہوتو مرسل۔(۲): اور مذکور نہ ہو مؤکد۔(۳):اور اگر نہ حرف تشبیہ مذکور ہواور نہ تو وجہ شبہ تو تشبیہ بلیغ ہوگی۔(۴):اور تشبیہ الٹ دی جائے تو تشبیہ مقلوب ہوگی۔

اغراض تشبیہ:(۱):امکان مشبہ بتانا۔(۲):بیان حال مشبہ۔(۳):بیان مقدار حالت۔(۴):تقریر حالت۔(۵):تحسین۔(۶): تقبیح بیان کرنا۔

باب دوم مجاز

اقسام مجاز:......(۱): لفظ غیر ماوضع لہ میں استعمال ہوتو مجاز لغوی ہے۔(۲): اور اگر فعل اپنے فاعل کے علاوہ کی طرف منسوب ہوتو مجاز عقلی ہے۔

اقسام مجاز لغوی کی دو قسمیں ہیں:......(۱):مفرد۔(۲):مرکب۔

اقسام مجاز لغوی باعتبار واسطہ دو ہیں:......(۱):اگر واسطہ تشبیہ کا ہوتو استعارہ۔(۲):اور اگر واسطہ تشبیہ کے علاوہ کا ہوتو مجاز مرسل ہے۔

اقسام استعارہ باعتبار طرفین دو ہیں:......(۱):تصریحیہ۔(۲):مکنیہ۔

اقسام استعارہ باعتبار لفظ مستعار دو ہیں:......(۱):اصلیہ۔(۲):تبعیہ۔

اقسام استعارہ باعتبار ملائم تین ہیں:......(۱): مجردہ۔(۲): مرشحہ۔(۳): مطلقہ۔

علاقہ مجاز مرسل :...... (۱):سببیت۔(۲):مسببیت۔(۳): جزئیت۔ (۴): کلیت۔ (۵): محلیت۔(۶): حالیت۔ (۷): اعتبار ما کان۔ (۸):اعتبار ما یکون۔(۹):تسمیۃ الشئ باسم آلتہ۔(۱۰):تسمیۃ الشئ باسم فاعلہ۔(۱۱):تسمیۃ الشئ باسم مفعولہ۔(۱۲):استعمال المفرد بدل الجمع۔(۱۳):استعمال الجمع بدل المفرد۔

اقسام مجاز مرکب :......(۱):تشبیہ کا علاقہ ہوتو استعارہ تمثیلیہ۔(۲): اوراس کے علاوہ کا علاقہ ہوتو مجاز مرسل مرکب ہے۔

علاقہ مجاز عقلی:......کہ فعل اپنے فاعل کے علاوہ کی طرف منسوب ہوتا ہےاوروہ یہ ہیں: (۱): زمانیت۔(۲): مکانیت۔(۳): فاعلیت۔(۴):مفعولیت۔(۵): مصدریہ۔(۶) سببیت۔(۷):اضافت۔

باب سوم کنایہ

اقسام کنایہ باعتبار مکنی عنہ:......(۱):مکنی عنہ صفت قریبہ ہو۔(۲):مکنی عنہ نسبت ہو۔ (۳):مکنی عنہ موصوف ہو۔

اقسام کنایہ باعتبار وسائط:......(۱):تلویح۔(۲): رمز۔(۳):اشارہ۔(۴):تعریض۔

علم البدیع

اقسام بدیع دو ہیں:......(۱):محسنات معنویہ۔(۲):اورمحسنات لفظیہ۔

(۱):اَلتَّوْرِیَۃُ،(۲):اَلطِّبَاقُ،(الف):طِبَاقُ اِیْجَابٍ،(ب): طِبَاقُ سَلْبٍ، (ج):اِیْھَامُ التَّضَادِ،(د):اَلتَّدْبِیْجُ،(۳):اَلْمُقَابَلَۃُ،(۴):مُرَاعَاۃ النَّظِیْرِ،(۵): اَلْاِسْتِخْدَامُ، (۶) : اَلْجَمْعُ،(۷): اَلتَّفْرِیْقُ،(۸):اَلتَّقْسِیْمُ، (۹):اَلتَّفْسِیْرُ،(۱۰):اَلطَّیُّ

وَالنَّشْرُ،(۱۱):اَلْاِیْضَاحُ،(۱۲):اَلْجَمْعُ مَعَ التَّفْرِیْقِ ،(۱۳):اَلْجَمْعُ مَعَ التَّقْسِیْمِ ، (۱۴):تَاکِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یَشْبَهُ الذَّمَّ ، (۱۵):تَاکِیْدُ الذَّمِّ بِمَا یَشْبَهُ الْمَدْحُ ، (۱۶) : اَلْهَزْلُ یُرَادُ بِهِ الْجِدُّ ،(۱۷):اَلْهُجُوُّ فِیْ مَعْرَضِ الْمَدْحِ ،(۱۸):حُسْنُ التَّعْلِیْلِ ،(۱۹): اِئتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنٰی،(۲۰):اُسْلُوْبُ الْحَکِیْمِ ،(۲۱):اَلْاِلْتِفَاتُ،(۲۲):تَجَاهُلُ الْعَارِفِ،(۲۳): اِرْسَالُ الْمِثْلِ ، (۲۴):اَلْکَلَامُ الْجَامِعُ ،(۲۵):اَلْمُبَالَغَةُ ،(الف): اَلتَّبْلِیْغُ ،(ب):اَلْاِغْرَاقُ ،(ج): اَلْغُلُوُّ ، (۲۶):اَلتَّلْمِیْحُ (۲۷): اَلْعُنْوَانُ ، (۲۸) : اَلنَّزَاهَةُ ،(۲۹):تَشَابُهُ الْاَطْرَافِ۔

اقسام محسنات لفظیہ:

(۱):اَلْجَنَاسُ، (الف): جناس تام، (ب): جناس ناقص، (۲):اَلسَّجْعُ ، (۳):اَلْاِقْتِبَاسُ، (۴):اَلْعَقْدُ،(۵):اَلْحِلُّ،(۶):اَلتَّضْمِیْنُ ،(۷):اَلْاِیْدَاع ُ،(۸):اَلْاِسْتِعَانَةُ،(۹):سَرَقَاتُ الْکَلَامِ ،(۱۰):اَلْاِلْمَامُ وَالسَّلْخُ۔

خاتمہ

(۱):حسن ابتداء۔(۲): براعۃ استہلال۔(۳):حسن التخلص۔(۴):حسن انتہاء۔

بعض اقسام محسنات بدیعہ:(۱): تشابہ الاطراف۔(۲): التشریع۔(۳):العکس۔(۴): الترديد۔(۵):التکرار۔(۶):مالا یستحیل بالانعکاس۔(۷): الترتیب۔(۸): التعدید۔ (۹):التوزیع۔(۱۰):الالتزام۔(۱۱):الحذف۔

نوٹ:...... مذکورہ اصطلاحات کے ترجمے اورفنی تفاصیل کے لئے ''سفینۃ البلغاء'' کا گہرا مطالعہ فرمائیں۔ان چند صفحات میں یادداشت کے لئے خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔

محمد ثمیر الدین قاسمی